العقد الناظم

الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

الحمد للہ والمنۃ کہ سلسلہ تاریخ ائمہ طاہرین کی چوتھی کتاب

مشعر حالات و واقعات امام ہفتم علیہ السلام

مسمّٰی بہ

العقد النّاظم

لمنثور الدرر من آثار سیّد نا موسی الکاظم

مرتبہ و مؤلّفہ

جناب مولانا سیّد مظہر حسن صاحب الموسوی السہارنپوری

مصنّف تہذیب المتین و کشف الحقائق لمعۃ الضیاء وغیرہ

باہتمام حافظ محمد سعید ہاشمی پریس میرٹھ میں طبع ہوئی

الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ سلسلہ تاریخ الائمہ صلوات اللہ علیہم
لکھے

مؤلفہ

جناب مستطاب ناشر اخبار ائمہ اطہار مروج احادیث خاتم المرسلین مورخ حجج اللہ
علی الخلق اجمعین واقف مواقف السر والعلن مولانا الحاج سید مظہر حسن الموسوی
السہارنپوری مدظلہ العالی کی

چوتھی کتاب المسمّیٰ بہ

العقد الناظم لمنثور الدرر من آثار سیدنا موسیٰ الکاظمؑ

(جس میں تاریخی حالات)

امام الائمہ ہادی الامۃ الی ارکان الایمان والدین سمی حضرت کلیم رب العلمین

السابع من الائمۃ الطیبین الطاہرین موسیٰ بن جعفر الصادق سلام اللہ علیہم اجمعین

باجازت مصنف

باہتمام حافظ محمد سعید ہاشمی پرنٹر

ہاشمی پریس میرٹھ میں طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ
الغر المیامین ۔ الھداۃ الی سبل الحق والیقین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم
اجمعین ۔ **اما بعد** یہ مجموعہ محمودہ سلسلۂ تاریخ الائمہ صلوات اللہ علیہم مؤلفہ
اذل الخلائق۔ احقر الزمن۔ احوج عباد اللہ مظہر حسن بن سید صادق حسن بن سید
شہامت علی الموسوی السہارنفوری عفا اللہ عنہم کی چوتھی کتاب ہے۔ اس میں تاریخی حالات
کہف الفقراء امام الاتقیاء باب الحوائج الی اللہ۔ حجۃ اللہ علی اہل الدنیا۔ السابع من الائمۃ
الاثنی عشر مولانا ومقتدانا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے اور کیفیات و وقائع ان کے
اعزہ واحباب۔ اصحاب انجاب اور اعدائے ذوی الاذناب کے بلطافت بیان اردو
زبان میں مذکور ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ جو جو ایذائیں ظلمۂ بنی اُمیہ وبنی عباس آن حضراتؑ عالیات کو
پے در پے دیتے رہے۔ ان کے اعتبار سے۔ ان کے حالات درد وغم کی داستانیں
رنج والم کے دل خراش افسانے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ مظلومانِ آلِ محمدؐ کی انتہائے ضبط

وتحمّل کے کارنامے۔

خاصکر موضوع لہ اس کتاب کے ابو ابراہیم سمی جناب کلیم حضرت موسی کاظمؑ کی سوانح عمری۔ کہ سالہا سال ہارون بن مہدی کی قید میں مبتلائے آفات رہ کر اسکو صبر و حلم سے برداشت کیا کئے۔ تا اینکہ اسی کے زندانِ بلا میں اس کی زہر خورانی سے عالمِ بقا کو سدھارے۔ یہ کیفیات مومنین متقفیانِ آثار موالی طاہرین کے لئے شدتوں میں استقلال رکھنے۔ اور صبر و شکیبائی سے ان کو جھیلنے میں رہبر کامل کا کام دیں گی۔ الحق جس حلم و بردباری سے اس برگزیدۂ درگاہِ باری نے ان جاں کاہ مصائب کا تحمّل کیا وہ قوتِ انسانی سے بالاتر و بڑھکر تھا۔ ضرور طبائع مستعد میں اصلاحِ تام پیدا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

ایُّہا الناظرین! اس کتاب مستطاب کے مطالعہ سے امامِ ہمام کے واردات کے ساتھ ساتھ اخبار و آثار کثیرہ آپ کے ملاحظہ میں آئیں گے۔ جو آپ کی نفیس معلومات کے بے بہا ذخیروں کو بڑھائیں گے۔ اور اس کے بہت سے پند سودمند و نصائحِ ارجمند آپ کے تہذیبِ اخلاق و درستی آداب و عادات کے حق میں بمنزلۂ اکسیر ثابت ہونگے انشاء اللہ تعالیٰ وقد سمّیتہا بالعقد الناظم لمنثور الدُرر من آثار سیّدنا موسی الکاظمؑ۔ ومن ھُنا الشروع فی المقصود راجیاً من اللہ الودود افاضۃَ الخیر والجود فی الخفاء والشہود۔

ولادت شریفہ

بنابر مشہور ۷ صفر ۱۲۸ھ بقولے ۱۲۹ھ۔ چونکہ سال وفات بلاخلاف ۱۸۳ھ ہے تو سنِ مبارک بقولِ مشہورہ ۵۵ سال ورنہ بہ نہج مرجوح ۵۴ کا ہوگا۔

بیس سال اس سے اپنے والد والاقدر حضرت امام جعفرؑ کے ان کے زیر سایۂ

عاطفت رہے۔ ۱۴۸ھ سے جبکہ وہ حضرت درجۂ رفیعۂ شہادت پر فائز ہوئے تو آپ
۳۵ سال کامل ہادیِ خلق و امامِ مطلق بنے کہ بینہ و بین اللہ کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ گو
ظاہری حکومت عباسی خلیفوں سے متعلق تھی۔ ابتدا میں بقیۂ خلافت منصور دوانیقی
پھر اس کے بیٹے مہدی کا زمانہ دس سال ایک مہینے۔ بعد ازاں اس کا بیٹا ہادی
ایک سال ایک مہینے۔ اس کے بعد ہارون بن مہدی ملقب بہ رشید ۲۳ سال
اڑھائی مہینے خلیفہ رہا۔ اس کے عہدِ خلافت میں ۱۵ سال گزرنے پر اس کی قید میں
اس کے امر سے اور سندی بن شاہک کی زہر خورانی سے بمقام بغداد وفات پائی۔
آپ ترتیب ائمۂ اثنا عشر میں ساتویں[1] امام ہیں۔ پدر عالی قدر حضرت جعفر
صادق ؑ جن کا مفصل حال بیشتر کتاب کشف الحقائق مؤلفہ حقیر فقیر میں گزرا۔ مادر
گرامی حمیدہ بنت صاعد بربریہ بقولے اندلسیہ کہ بباعث صفائی ظاہر و باطن کے
حمیدۂ مصفّاۃ اور غایت لطافت و پاکیزگی سے لؤلؤہ کے نام سے نامزد تھیں۔ حضرت
صادق فرماتے تھے۔ کہ حمیدہ پاک و پاکیزہ ہے ہر حرکت و عیب سے مانند شمسۂ طلائی خالص کے

۱؎ سات کا عدد ایسا مقبول و عام پسند واقع ہوا ہے۔ کہ دنیا کی اکثر چیزیں اس تعداد کی ہیں چنانچہ
سات آسمان۔ سات زمین۔ زمین کے سات سمندر۔ مشہور جزیرے۔ سات گردش کرنیوالے ستارے
سات معمورہ عالم سات اقلیم پر منقسم ہے۔ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں۔ اعضاء سجود سات
ہیں۔ جہنم کے دروازے سات۔ طواف۔ سعی۔ رمی جمرات تمام سات سات بار ہوتی ہیں۔ قرآن
کی سات منزلیں ہیں۔ بچہ سات دن کا ہوتا ہے تو اس کا عقیقہ کرتے ہیں۔ نام مولود بھی ساتویں دن رکھا جاتا ہے
سات سال کا ہوتا ہے تو اس کے دودھ کے دانت ٹوٹ کر نئے نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ اسکا طول قامت اسکے
اپنے ہاتھ سے سات بالشت کا ہوتا ہے۔ سات مہینے کا بچہ اکثر زندہ رہتا ہے دراں حالیکہ چھ اور آٹھ ماہ کے
بچے بیشتر اوقات زندہ نہیں رہتے۔ کلمہ شہادتین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سات کلمے ہیں۔
امام موسیٰ کاظم ساتویں امام ہیں ۱۲ ملخص تامی مناقب شہر آشوب۔

ملائکہ ہمیشہ نگاہبانی کرتے تھے۔ کہ بیگانہ ہاتھ اسے نہ چھونے پائے یہانتک کہ ہمارے پاس پہونچی۔ بباعثِ کرامت میرے اور کرامت اُس مولود مسعود کے جو اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ بحار۔ نقلاً عن الخرائج۔

عکاشہ بن محصن اسدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں داخل ہوا۔ اسوقت امام جعفر صادق ع آپ کے نزدیک کھڑے تھے۔ براہِ بندہ نوازی میرے لئے انگور طلب کئے۔ اور بکمالِ شفقت فرمایا کہ بوڑھا بڑا اور طفلِ صغیر اسکو ایک ایک دانہ کرکے کھاتے ہیں۔ اور جسے بھوکا رہجانے کا اندیشہ ہو وہ ایک بار میں تین تین چار چار دانے اُٹھاتا ہے۔ مگر ہم اے عکاشہ دو دو دانے کھاتے ہیں کہ یہ طریقہ انیقہ درمیانہ ہے۔ عکاشہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے عرض کی یابن رسول اللہ حضور ابوعبداللہ کو تزویج نہیں کرتے۔ ان کا سن مبارک اب اس قابل ہے کہ شادی کردیجائے اس وقت ایک کیسہ سربمہر حضرت کے سامنے رکھا تھا فرمایا عنقریب ایک بردہ فروش اہلِ بربر سے آنے والا ہے۔ میمون کے گھر میں اُترے گا۔ ہم اس سے بعوض اس کیسۂ زر کے ایک کنیز خرید کرینگے۔ اس ارشاد باسداد کو کچھ عرصہ گزر گیا تو ایک روز میں حاضر خدمتِ اقدس تھا۔ فرمایا جس نخاس کی بابت ہمنے ذکر کیا تھا وہ آگیا ہے تم جاؤ اور اس کیسۂ زر سے ایک کنیز اس کے پاس سے خرید لاؤ۔ ہم وہاں گئے تو نخاس نے کہا جس قدر کنیزیں میرے پاس تھیں سب فروخت ہوگئیں۔ الّا دو کنیزیں کہ ہر ایک دوسری سے بہتر ہے باقی ہیں۔ ہم نے کہا ان کو دکھاؤ وہ لایا۔ ہمنے کہا اس کنیز کی جو اُن میں بہتر ہے کیا قیمت لوگے۔ کہا ستر دینار زر سرخ۔ ہم نے کہا واجبی کیا لیلوگے۔ بولا ستر سے کم نہوگی ہم نے کہا اس کیسۂ پُر از دینار سے خریدتے ہیں۔ جو کچھ اس میں ہو لو اور کنیز ہمارے حوالے کرو۔ ایک پیر مرد ریش سفید وہاں حاضر تھا۔ اُس نے کہا کیسہ کھول کر دیکھو کتنے دینار ہیں نخاس نے کہا کھولنے کی حاجت نہیں ستّر سے ایک حبہ بھی کم ہوگا تو میں نہ لونگا۔ شیخ نے

کہا کھول کر شمار تو کرو۔ پھر توڑ کر دیکھا تو پورے ستر دینار تھے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔
الحاصل ہم کنیز کو ہمراہ لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ اُسوقت بھی جناب صادقؑ وہاں تشریف
رکھتے تھے۔ میں نے حال بیان کیا تو آپ حمدِ خدا بجا لائے۔ اور حمیدہ سے پوچھا تمھارا کیا نام
ہے؟ کہا حمیدہ۔ فرمایا حمیدہ دنیا میں۔ محمودہ آخرت میں۔ باکرہ ہے یا ثیبہ۔ عرض کی
باکرہ۔ فرمایا یہ کیسے۔ بردہ فروش تو کسی کنیز کو بھی فاسد کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ عرض کی میرے
اوپر بھی کئی بار دست درازی کی۔ ہر بار ایک پیر مرد سفید ریش و سفید موئے سر حق تعالیٰ کی
طرف سے مسلّط ہوتا تھا اور اس کو طمانچے مار مار کر ہٹا دیتا تھا۔ فرمایا اے جعفرؑ اسکو لو۔
یہ تمھارا مال ہے۔ خدا نے چاہا تو بہترین اہل زمین اس کے بطن سے پیدا ہوگا پس امام موسٰی
کاظمؑ اس سے پیدا ہوئے۔ بروایتے خود بردہ فروش نے بوقت بیع قسم کھا کر کہا۔ کہ جب سے
میں نے اسے خریدا کیا چند بار ارادہ کیا مگر قادر نہو سکا۔ حمیدہ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے
خواب میں دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر کر میری گود میں آگیا ہے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا
حمیدہ سے وہ مولود پیدا ہوگا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی تیسرا حاجب نہیں ہونے کا۔
حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ایسی ہی ایک حدیث لمعۃ الضیا جلد اوّل مؤلفہ احقر میں بضمن
احوالِ امام رضاؑ اس سے پہلے مذکور ہوئی۔ اس کا راوی ہشام بن احمر ہے۔ اس نے امام
موسٰی کاظمؑ کے عہد کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس روایت میں عکاشہ اسدی حضرت محمد باقرؑ
کے زمانہ کا حال بیان کرتا ہے کہ آنحضرت نے پہلے بکمال لطف و کرم اس کے لئے انگور
منگائے۔ اور ان کے کھانے کا طریقہ تعلیم کیا۔ اس نے حضرت جعفر صادقؑ کو جوان پا کر
ان کی شادی کا تذکرہ چھیڑا۔ امام علیہ السلام نے اسکے جواب میں ارشاد کیا کہ اہل بربر سے
ایک بردہ فروش مدینہ آنے والا ہے وہ میمون کے مکان میں اُترے گا۔ ایک کیسہ سربمہر
دکھا کر کہا اس سے ان کے لئے کنیز خریدی جائے گی۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہی کیسہ عکاشہ کو دیکر
بردہ فروش کے پاس بھیجا کہ نخاس آگیا ہے۔ جا کر کنیز خرید لاؤ۔ روایت ہشام میں ان میں سے

ایک بات بھی نہیں - صرف مغربی بردہ فروش کے مدینہ میں وارد ہونے کی خبر دے کر امام موسیٰؑ اس کو اپنے ہمراہ لئے نخاس کی دوکان پر جاتے اور کنیزوں کو ملاحظہ فرما کر اور سب کو ناپسند کر کر واپس آتے ہیں - اور اگلے روز پھر ہشام کو بھیجتے ہیں کہ وہ کنیز کہ نخاس نے بوجہ لاغری اور مریض ہونے کے پیش نہیں کی وہی ہمکو مطلوب ہے - جس قیمت پر دے ، لے آؤ - ہشام جاتا ہے اور کنیز خرید لاتا ہے - دیگر اس میں کیسہ پُر از ہفتاد دینار کا مطلقاً مذکور نہیں جیسا کہ حدیث عکاشہ میں کنیز کے مرض اور لاغری کا اصلاً ذکر نہیں بلکہ تصریح موجود ہے کہ ظاہراً بہترین کنیزان خرید ہو کر لائی گئی - جس نے حضرت محمد باقرؑ کی حضور میں اپنا نام حمیدہ بتا کر آنحضرت کی پیشگاہ سے حمیدۃٌ فی الدنیا و محمودۃٌ فی الآخرۃ کا زرین لقب حاصل کیا - نیز یہاں حمیدہ کا نگاہبان ایک پیر مرد موئے سفید نشان دیا گیا ہے جو وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر بردہ فروشوں کی دست درازیوں کو روکتا اور اس مخدرہ کی عصمت و بکارت کی حفاظت فرماتا ہے - حدیث ہشام ان جملہ امور سے خالی ہے - پس ان باتوں سے ظاہر ہے کہ جناب حمیدہ کا واقعہ جدا ہے - اور حضرت نجمہ ام الرضاؑ کی حکایت دوسری صرف کنیز کے ذکر سے اور اس سے کہ کسی کو نخاس کے پاس بھیجکر خرید کرائی گئی اتنی سی شرکت پر ایک قصہ دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا - جیسا کہ بعض علماء[1] اعلام کو اس مقام پر اشتباہ ہوا ہے -

[1] علامہ امین الدین فضل بن الحسن الطبرسی علیہ الرحمہ اعلام الوریٰ میں والدہ امام موسیٰ کے حال میں ایسی ہی حدیث نقل کر کے کہتے ہیں وقد روی الشیخ المفید رح فی کتاب الارشاد مثل ہذا الخبر مسنداً الی ہشام بن الاحمر ایضاً - الا ان فیہ ان ابا الحسن موسیٰؑ امرہ ان یبیع ہذہ الجاریۃ وانہا کانت ام الرضا - کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں ایک ایسی ہی روایت ان ہی ہشام بن احمر سے نقل کی ہے الا اس میں یہ ہے کہ ابو الحسن موسیٰ نے اسکو کنیز کے خریدنے کا حکم دیا تھا اور وہ والدہ امام رضاؑ تھیں - راقم الحروف کہتا ہے کہ باوجود راوی ایک ہشام احمر ہونے کے بھی ممکن ہے کہ دونوں قصے والدہ امام موسیٰؑ اور امام رضاؑ کے جدا جدا ہوں - واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ منہ عفی عنہ

کیفیت ولادت صفّار علیہ الرحمہ نے کتاب بصائرالدرجات میں ابوبصیر سے
روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا سال ولادت امام موسیٰؑ ہم حضرت ابوعبداللہؑ کے ساتھ حج
کو گئے تھے۔ منزل ابواء (مکہ مدینہ کے درمیان ایک موضع ہے غدیر خم کے راستے سے جاتے
ہیں تو وہ درمیان میں پڑتا ہے کہتے ہیں کہ پہلا غزوہ اسلام کا اسی مقام پر ہوا) میں فروکش
ہوئے تو حضرت نے اپنے تمام اصحاب کی ضیافت کی۔ اور عادات شریفہ سے تھا کہ دعوت
کرتے تو کھانا لطیف و لذیذ بکثرت پکواتے۔ غرض دسترخوان بچھا اور کھانا کھانے بیٹھے تو جناب
حمیدہ کے پاس سے قاصد یہ پیغام لیکر آیا کہ اس وقت میں اپنے میں تغیر پاتی ہوں۔ یعنی وہ حالت
ہے جو بوقتِ ولادتِ فرزند ہوا کرتی ہے۔ آپ کا حکم تھا کہ اس ولادت سے پہلے مجھے خبر کرنا
حضرت قاصد کے ہمراہ دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نگزری تھی کہ آستینیں
چڑھائے شاداں و خنداں واپس آئے۔ ہم نے عرض کی حق تعالیٰ آپ کو شاد و خرم رکھے حمیدہ
کا کیا حال ہے۔ فرمایا اُس سبحانہ نے مجھے اس سے ایک پسر عنایت کیا ہے جو (اپنے عہد میں) بہترین
اولادِ آدم ہوگا۔ اور حمیدہ نے اس کی بابت مجھے وہ خبر دی ہے جسے میں خود پہلے سے جانتا تھا
عرض کی ماں باپ ہمارے حضرت پر فدا ہوں وہ کیا خبر ہے۔ فرمایا اس نے کہا یہ بچّہ اس کے
شکم سے جدا ہوا تو ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سر آسمان کی طرف بلند کیا میں نے کہا یہ علامت
رسولِ خداؐ اور ان کے بعد ان کے اوصیاؑ کی ولادت کی ہے۔ ابوبصیر نے عرض کی فدا ہوں
حضرت پر کیا یہ علامت امام کی ہے۔ فرمایا ہاں۔ جب میرے جد امجد کا حمل رہنے کو تھا۔ تو
ایک فرشتہ ان کے باپ کے پاس آیا۔ اور ایک شربت آب شیر سے سفید۔ مکھن سے نرم۔ شہد سے
شیریں برف سے زیادہ سرد ان کے واسطے لایا۔ انھوں نے اس کو نوش جان کیا۔ اور اپنی زوجہ
کے ساتھ ہمبستر ہوئے۔ اس سے ہمارے دادا کا حمل منعقد ہوا۔ اسی طرح میرے باپ کے
حمل رہنے سے پیشتر وہ فرشتہ بہشتی شربت میرے جد بزرگوار کے لیے لایا جس سے میرے باپ
وجود میں آئے۔ علیٰ ہذا جس رات کو اس مولود کا نطفہ منعقد ہونے کو تھا تو وہ ہی فرشتہ میرے

پاس وہ شربت لیکر آیا۔ میںنے اس کو نوش کر کے حمیدہ کے ساتھ صحبت کی پس پہچانو
اس مولود مسعود کو اور جانو کہ وہ میرے بعد تمہارا امام ہمام ہوگا۔ بروایت دیگر فرمایا نطفۂ
امام رحم مادر میں قرار پاتا ہے۔ اور روح اُس میں داخل ہوتی ہے تو اس وقت ایک فرشتہ
حیوان نام آسمان سے اُترتا ہے۔ اور آیۂ شریفہ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ کو اس کے بازوئے راست پر لکھتا ہے۔
جب رحم مادر سے باہر آتا ہے تو ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سر کو آسمان کی طرف بلند کرتا ہے
اور صدا مُنادی کی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُسے پکارتا ہے سُنتا ہے۔ تین مرتبہ اس کو
بولدیّت پکارا جاتا ہے کہ اے فلاں بن فلاں آگاہ رہو کہ ہم نے ایک امر عظیم کے لئے تمکو
خلق کیا ہے۔ تو ہی ہے برگزیدۂ خلائق اور محل میرے اسرار کا۔ اور صندوق میرے
علموں کا۔ اور امین میری وحیوں کا۔ اور خلیفہ اور جانشین ہے میرا میری زمین پر۔
اور تیرے لئے اور تیرے دوستوں کے لئے میں نے اپنی رحمت کو واجب کیا اور بہشت
تمکو عنایت کیا اور اپنی جوارِ رحمت میں تم کو جگہ دی مجکو اپنی عزّت و جلال کی قسم ہے کہ
تمہارے دشمنوں کو ابدی عذاب میں معذّب کرونگا۔ ہر چند کہ دُنیا میں اس کی روزی کو
فراخ کردوں۔ منادی کی آواز سُنکر وہ آیہ شریفہ شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ
وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ کی تلاوت کرتا ہے۔ پس حق تعالےٰ
علوم اوّلین و آخرین اس کو عطا فرماتا ہے۔ اور مستحق اس کا ہوتا ہے کہ شب قدر کو روح
اس کی زیارت کرے۔ ابو بصیر نے پوچھا کہ کیا روح جبرئیل کو نہیں کہتے۔ فرمایا نہیں
جبرئیل فرشتہ ہے اور روح ملائکہ سے بزرگتر ایک مخلوقِ خدا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ روح کو ان فرشتوں سے جُدا ذکر کیا ہے۔

کیفیت ولادت۔ منہال قصاب سے منقول ہے کہ میں مکہ سے مدینہ کو آرہا تھا راہ
میں مقام ابوا سے میرا گذر ہوا تو وہاں حضرت صادق ع کے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ میں ان سے

پہلے مدینہ پہونچا وہ حضرت مجھ سے ایک روز بعد تشریف لائے۔ آپ نے اس خوشی میں دو روز تک اہلِ مدینہ کو کھانا کھلایا۔ میں بھی سب کے ساتھ کھاتا تھا۔ لوگ ایک وقت میں دونوں وقتوں کا کھانا کھا لیتے تھے یعنی دن کو کھا کر رات کو کچھ نہ کھاتے تھے۔ بروایت کافی تین روز تک دعوت رہی۔ بڑے بڑے خوان فالودہ (فیرینی) سے بھرے ہوئے مسجدوں میں کوچوں میں رکھوا دئے جاتے تھے اور لوگ کھاتے تھے۔

اسم و کنیت نام نامی موسیٰ ہمنام کلیم خدا موسیٰ بن عمران کے۔ کنیت ابو ابراہیم ابو اسمٰعیل۔ ابو علی۔ ابو الحسن۔ مشہور ابو الحسن۔ چونکہ حضرت امام رضاؑ کی کنیت بھی ابو الحسن تھی لہذا آپکو ابو الحسن اوّل و ابو الحسن الماضی کہتے تھے۔

القاب شریفہ عبد صالح۔ نفس زکیہ۔ زین المجتہدین۔ وفی۔ صابر۔ امین زاہر بوجہ اخلاق شریفہ و کرم روشن و ظاہر و کامل کے۔ اور اہلِ حاجت کے نزدیک باب الحوائج الی اللہ کے لقب سے معروف ہیں بوجہ برآری حاجات متوسلین بآنجناب کے۔ اور بہت مشہور لقب آنحضرت کا کاظمؑ ہے بباعث کظم غیظ و چشم پوشی کرنے اور تشدد و سختی ظلمۂ

۱؎ زمان ولادت آنحضرت میں فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ جو لڑکا پیدا ہو اُسکو مار ڈالیں۔ لہذا مادرِ آنجناب نے بموجب وحیِ خدا ان کو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈالدیا وہ صندوق سربستہ بہتا بہتا آسیہ زنِ فرعون کے پاس پہونچا چونکہ درختوں اور پانی کے درمیان سے ملا تھا اسلئے اس مولود کا نام موسیٰ رکھا کیونکہ قبطی زبان میں مو پانی اور سا درخت کو کہتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

۲؎ کاظم ایسا وصف ہے کہ آپ کو اپنے ہمنام جناب کلیم علیہ السلام سے امتیاز بخشتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت اپنے بھائی ہارون پر غضبناک ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں اسکی خبر دیتا ہے۔ قولہ لَمَّا رَجَعَ مُوسٰی اِلٰی قَوْمِہٖ غَضْبَانَ۔ الی۔ لَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوسَی الْغَضَبُ یعنی موسیٰ غصہ اور اسف میں بھرے ہوئے واپس آئے اور ہارون کو زجر و ملامت کیا کہ تم نے میری غیبت میں بُری طرح میری قائم مقامی کی اور حکمِ خدا سے پہلے عجلت عمل میں لائے اور (اسی غیظ میں) الواح کو گرادیا اور اپنے بھائی (ہارون) (باقی بر صفحہ آئندہ)

وقت کے حتی کہ ان کی قیدہی میں قتل ہوئے۔ نیز کاظم لغت میں پُر شدہ شے کو کہتے ہیں جیسا
کہ کہتے ہیں کظم قربۃ جبکہ مشک بھر کر اس کا مُنہ بند کر دیا ہو۔ چنانچہ اسی سے کاظمہ چاہ تنگ
دہاں وحوض مملو از آب ہے۔ چونکہ آپ خوفِ خدا سے مملو تھے کاظم کہلائے۔ رفیع بن
عبدالرحمٰن نے کہا قسم خدا کی وہ حضرت متوسمین سے تھے۔ جس شخص کے اسکے مرنے کے بعد

(بقیہ صفحہ سابقہ) کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ تا اینکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ کا غصہ ساکن ہوا
کہتے ہیں کہ ہارون موسیٰ سے تین سال بڑے اور بُردبار و نرم دل تھے۔ پس اس آیۂ قرآنی سے آپ کا
غیظ و غضب ظاہر ہے۔ دوسرے جو عمل آنحضرتؑ نے قارون کے ساتھ کیا کہ وہ بھی ان کے قرابت داروں
سے تھا وہ اس سے زیادہ شدید تھا جو ہارون کے ساتھ کیا۔ کیونکہ جب موسیٰؑ اپنی قوم کو توبہ کرنے کی
طرف دعوت کرتے تھے اور قارون تائب نہوا تو موسیٰ اس کو عذابِ خدا سے ڈرانے لگے۔ اسنے آپکی
اہانت کی اور بہ تمسخر و استہزا پیش آیا۔ موسیٰؑ اس کے پاس سے غمگین باہر آئے۔ قارون نے اپنے
آدمیوں سے ان کے اوپر راکھ اور پانی ڈلوا دیا۔ اس وقت آنحضرتؑ کو بہت شدید غصہ آیا
اور حال یہ تھا کہ آپکے شانے پر چند بال تھے جب غضبناک ہوتے تو وہ بال کھڑے ہو جاتے اور
کپڑوں سے باہر نکل آتے۔ اور خون اُن سے ٹپکنے لگتا۔ اسی جوش میں درگاہ خدا میں عرض کی بارالٰہا
اگر میری خاطر تو قارون پر غضبناک نہوا تو میں تیرا نبی نہیں۔ حق تعالیٰ نے انکی طرف وحی کی۔ میں نے
زمین کو حکم دے دیا وہ تیری اطاعت کرے گی جو چاہے اس کو حکم دے۔ موسیٰ قصر قارون کی طرف
متوجہ ہوئے اور اس کی طرف اشارہ کیا وہ زمین سے جدا ہو گیا۔ قارون نے رحم و قرابت کا واسطہ دیکر
معافی چاہی۔ فرمایا اے پسر لاوی مجکو اپنے کلام سے روکتا ہے۔ اے زمین اس کو پکڑلے۔ پس معہ ان
تمام اشیاء کے جو اس میں تھیں زمین میں دھنسنے لگا۔ اور قارون زانوں تک نیچے اُتر گیا۔ اسوقت چلایا اور
ان کو قرابت کی قسم دی موسیٰؑ نے وہی کہا جو پیشتر کہہ چکے تھے حتی کہ تمام غائب ہو گیا حقتعالیٰ نے اسکو پسند کیا
اور فرمایا اے موسیٰ مجکو اپنی عزت وجلال وجود و مجد و علوِ مکان کی قسم ہے کہ اگر قارون مجھ سے دعا کرتا جیسا کہ تجھ سے
ملتجی ہوا تو ہر آئینہ میں اجابت کرتا مگر وہ تجھ سے ملتجی ہوا تو مینے اسکو تیرے ہی حوالے کر دیا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

کھڑے ہوتے تھے۔ اس کے حال سے واقف ہو جاتے تھے۔ اور چونکہ غیظ و غضب کو ضبط فرماتے اور غصّہ کو پی جاتے۔ اور ظالموں کے آگے ذرا اس کا اظہار نہ فرماتے تھے اسلئے کاظم کا لقب پایا ؎

مسیح مہد امامے کہ جاں براو قرباں — نداشت غیظ و غضب مثل موسیٰ عمراں

بچپنے کے کچھ حالات زکریا بن آدم کہتے ہیں سمعتُ الرضاؑ یقول کان اَبِی مِمَّن تَکَلَّمَ فِی الْمَھْدِ میں نے امام رضاؑ سے سُنا کہ کہتے تھے میرے پدر بزرگوار ان لوگوں سے تھے جنہوں نے گہوارے میں کلام کیا ہے۔ یعقوب سراج نے کہا میں ایک بار خدمتِ بابرکت حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ میں حاضر تھا تو دیکھا کہ حضرت اپنے فرزند دلبند موسیٰؑ کے گہوارے کے پاس کھڑے آہستہ آہستہ ان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اس میں دیر ہوئی تو میں ایک طرف بیٹھ گیا جب آپ فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر فرمایا اے یعقوب اپنے آقا اور مولیٰ کے قریب آؤ میں نزدیک گیا۔ اور سلام کیا آنحضرتؑ پر آپ نے باوجود نہایت صغر سنی بزبانِ فصیح جواب سلام دیا۔ اور فرمایا اے یعقوب جاؤ اور اپنی نوزائیدہ لڑکی کا جو نام تمنے رکھا ہے اسکو بدل ڈالو بتحقیق کہ وہ نام حق تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ان دنوں میرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور میں نے اسکا نام حُمَیرا رکھا تھا حضرت ابو عبداللہ نے فرمایا اے یعقوب جو حکم ہوا ہے اس پر کاربند ہو کہ رشد و ہدایت پاؤ گے۔ میں نے وہ نام بدل دیا۔

دیگر حدیث طولانی میں فیض بن المختار سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابو عبداللہؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ وہاں تشریف لائے۔ سن مبارک اس وقت پانچ سال سے زیادہ نہ تھا۔ آپ کے ہاتھ میں تازیانہ تھا۔ حضرت نے ان کو اپنے گھٹنے پر بٹھا لیا اور کہا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اے فرزند یہ تازیانہ تمہارے ہاتھ میں کیسا ہے۔ عرض کی یہ تازیانہ میرے بھائی علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اسکو مارتا تھا

کو اس سے مار رہے تھے۔ میں نے ان سے لیلیا۔ حضرت نے فرمایا اے فیض میرے باپ جب چاہتے تھے کہ ان کی دعا قبول ہو۔ تو مجکو اپنے زانو پر بٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ وہ دعا کرتے اور میں آمین کہتا۔ دعا حضرت کی قبول ہوتی اور مسترد نہوتی تھی۔ میں بھی دعا کے وقت موسیٰؑ کو اپنے گھٹنے پر بٹھا کر دعا مانگتا ہوں۔

الامام لا یلھو ولا یلعب

ایک بار حضرت صادقؑ ایک شخص سے علامات امام بیان فرما رہے تھے۔ منجملہ اس کے فرمایا کہ امام کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ لہو ولعب نہیں کرتا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کاظمؑ وہاں تشریف لائے۔ ایک بکری کا بچہ آپ کے ہاتھ میں تھا اور اس کو کہہ رہے تھے کہ اُسْجُدِیْ لِرَبِّکِ سجدہ کر اپنے پروردگار کے لئے۔ معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں جناب صادق کی خدمت میں حاضر تھا دیکھا میں نے موسیٰ بن جعفر کو جبکہ سن مبارک ان کا تین سال سے زیادہ کا نہ تھا۔ ایک بزغالہ سال بھر سے کم عمر کا ان کے ساتھ تھا۔ اسکی باگ ہاتھ میں لئے کہتے تھے سجدہ کرو۔ وہ نکرتا تھا۔ تین۳ مرتبہ ایسا ہوا۔ ایک چھوٹے لڑکے نے کہا اس کو کہو کہ مرجائے۔ فرمایا وائے ہو تیرے اوپر یہ اللہ کا کام ہے میں کیا کسی کو مارتا یا جلاتا ہوں اللّٰہ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ بروایت دیگر کہ صفوانِ جمّال سے مروی ہے حضرت صادقؑ نے یہ دیکھا تو اپنے لخت جگر کو اپنے سینے سے لگالیا اور فرمایا بابی انت وامّی من لا یلھو ولا یلعب۔ میرے ماں باپ اس فرزند گرامی پر فدا ہوں جو لہو ولعب نہیں کرتا۔

ائمہ علیہم السّلام صرف رسم کے طور سے مکتب میں بیٹھتے تھے

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ ایک بار لڑکپن کے زمانہ میں مکتب سے تشریف لائے حالانکہ تختی [illegible] جناب صادقؑ نے فرزند دلبند کو اپنے پاس بٹھالیا اور بطور [illegible] اور اظہار [illegible] جناب کے فرمایا۔ بیٹا کہو [illegible]

بازرہ بُرے کاموں سے اوران کا ارادہ نہ کر۔ آپ نے لکھا تو فرمایا اس مصرعہ پر دوسرا مصرعہ لگا کر بیت بناؤ۔ موسیٰ کاظمؑ نے فوراً فرمایا ع وَمَنْ اَوْلَیْتَہٗ حَسَنًا فَزِدْہُ۔ اور جسکے ساتھ نیکی کی ہے اُس کو زیادہ کر۔ پھر حضرت نے فرمایا ع سَتَلْقٰی مِنْ عَدُوِّکَ کُلَّ کَیْدٍ غنقریب تو اپنے دشمن سے ہر قسم کے کید و مکر دیکھیگا۔ اس کا دوسرا مصرعہ آپ نے برجستہ یہ کہا ع اِذَا کَادَ الْعَدُوُّ فَلَا تَکِدْہُ۔ دشمن تیرے ساتھ کید کرے تو تو اس سے نہ کر۔ اس پر جناب صادق نہایت مسرور ہوئے اور آیۂ شریفہ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ کو تلاوت کیا۔

قولِ مؤلف اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرات ائمہ علیہم السّلام محض بطور ادائے رسم کے اور لڑکوں کی طرح مکتب میں جاتے تھے۔ ورنہ بنظر اُس قوتِ قدسیّہ علمیہ کے جو اُن میں ودیعت رکھی گئی ان کو اصلاً اُستاد سے پڑھنے اور تعلیم پانے کی ضرورت نہ تھی۔ نہیں تو اتنی کم سنی میں کہ ہنوز تختی پر الف با لکھنے کے دن تھے امام موسیٰؑ ایک پختہ کار کہنہ مشق شاعر کی مانند مصرع پر مصرع نہ لگا سکتے۔ اور حضرت صادقؑ اتنے چھوٹے بچّے سے ایسا سخت امتحان لینے کا ارادہ نفرماتے۔

سواری اور سیرِ عالم بُرسی علیہ الرحمہ مشارق الانوار میں صفوان بن مہران جمال سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک روز مجکو میرے آقا و مولیٰ جعفر صادقؑ نے حکم دیا کہ ناقہ آپ کی سواری کا تیار کر کے دروازہ پر حاضر کروں۔ میں ناقہ لے گیا۔ تو حضرت موسیٰؑ کہ اس وقت چھ سال کے تھے۔ جلد جلد گھر سے نکلے اور ناقہ پر سوار ہو کر اسکو مہمیز کیا۔ میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا وہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ غضب ہو گیا۔ اب جنابِ جعفر گھر سے نکل کر ناقہ طلب کرینگے تو کیا جواب دونگا۔ اور صاحبزادے کی نسبت کیا کہونگا۔ اسی اندیشہ میں تھا کہ ایک ساعت بعد ناقہ برق کی طرح پسینہ پسینہ ہوا واپس آیا اور امام موسیٰؑ اس پر سے اُتر کر داخل بیت الشرف

ہوئے۔ اور خادم اندر سے آیا کہ اب اس ناقہ کو اس کے تھان پر باندھ دو اور تم حاضر خدمت ہو۔ سامنے گیا تو فرمایا اے صفوان ابوالحسن تمھارے مولیٰ ہی کے خاطر ناقہ منگایا گیا تھا۔ تمکو کیا کیا خیالات گزرے۔ جانتے ہو کہ اس عرصہ میں وہ کہاں کہاں پھر آئے۔ جہاں تک سکندر ذوالقرنین نے سیر کی وہاں تک پہونچے اور اس سے بدرجہا آگے بڑھ گئے اور ہر مؤمن و مؤمنہ کو ہمارا سلام پہونچا آئے۔

دشمنانِ آلِ محمدؐ کا برزخ

کتاب عیون المعجزات میں داؤد رقی سے منقول ہے کہ اس نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے کہا مجھے دشمنانِ امیرالمؤمنینؑ اہل بیت طاہرین کا کچھ حال بیان کیجئے۔ فرمایا حال بیان کروں یا ان کی کیفیت مشاہدہ کرا دوں عرض کی مشاہدہ کرنا محبوب تر ہے۔ حضرت نے اپنے فرزند دلبند موسیٰؑ بن جعفر کو اشارہ کیا کہ فلاں چھڑی ہماری لے آؤ انہوں نے حاضر کی تو فرمایا اے موسیٰؑ اس کو زمین پر مارو زمین پر لگنا تھا کہ زمین شق ہوئی اور ایک دریائے تیرہ و تاریک جوش زن نظر آیا۔ فرمایا اس دریا پر چھڑی لگاؤ۔ دریا پر چھڑی لگی تو دریا شگافتہ ہوا اور ایک سنگِ عظیم سیاہ رنگ کا دکھائی دیا۔ اس پر چھڑی لگی تو اس میں دروازہ کھلا۔ اور بے تعداد اشخاص کالے موتھہ نیلی آنکھوں والے دیکھے کہ غل و زنجیر میں جکڑے ہوئے چلا رہے ہیں اے محمدؐ آگ ہمکو جلائے ڈالتی ہے۔ ان کے منہ پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں تم جھوٹے ہو محمدؐ کو تم سے اور تم کو محمدؐ سے سروکار نہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا جبت و طاغوت و رجس و لعین بن لعین اسی طرح اوّل سے لیکر آخر تک تمام کو گنواتے رہے تا اینکہ ارباب ثقیفہ و اصحاب فتنہ و بنی الازرق انواع و اقسام بشر بنی امیہ کو بتلایا۔ اللہ تعالیٰ صبح شام ان پر تجدید عذاب کرے۔ پھر حضرت نے اس سنگِ بزرگ کو فرمایا منطبق ہو جا ان کے اوپر روزِ قیامت تک۔ مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں نقل روایت مذکورہ کے بعد کہتے ہیں اصحابِ فتنہ کا اشارہ طلحہ زبیر اور ان کے رفقا کی طرف ہے۔ بنی ازرق اہل روم بعید نہیں

کہ معاویہ اور اس کے اصحاب اس سے مراد ہوں۔ بنو زریق ایک قبیلہ انصار سے بھی ہے

ابو حنیفہ امام اعظم سنیان کا حضرت موسیٰ ؑ سے متعرض ہوکر خفت اُٹھانا

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایک بار ابو حنیفہ مدینہ آئے تو عبداللہ بن مسلم ان کے ساتھ تھے
انہوں نے کہا اے ابو حنیفہ اس شہر میں عالم اہل بیت جعفرؑ بن محمدؐ تشریف رکھتے ہیں سا ہم کو
آنحضرت کی خدمت میں لے چلو تاکہ استفادۂ علمی کریں۔ پس دونوں دولت سرائے
آنحضرتؑ کے دروازے پر آئے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں
یا چاہتے ہیں کہ آنحضرت کو اندر سے طلب کریں اِذْ خَرَجَ غُلَامٌ حَدَثٌ اتنے میں ایک
لڑکا عنفوانِ شباب میں اندر سے برآمد ہوا۔ حاضرین ہیبت اور رعب سے اس صاحبزادے
کے کھڑے ہو گئے۔ اور سر و قد تعظیم دی۔ ابو حنیفہ نے ابن مسلم سے پوچھا یہ کون لڑکا ہے جسکی
اس قدر تعظیم کی گئی۔ کہا یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ فرزند دلبند آنجناب ہیں قَالَ وَاللّٰہِ لَاُجْبِھَنَّہٗ بَیْنَ
یَدَیْ شِیْعَتِہٖ کہا قسم خدا کی میں اس کو اس کے شیعوں کے سامنے ملزم اور لاجواب کروں گا۔
ابن مسلم نے کہا صَہْ لَنْ تَقْدِرَ عَلٰی ذَالِکَ خاموش رہ تیری یہ مجال نہیں۔ ابو حنیفہ نے اصرار
کیا کہ قسم خدا کی میں ضرور ایسا کروں گا اور عظیم ادعا کیا۔ پس آنحضرت کی طرف متوجہ ہوا
اور براہِ استخفاف و حقارت ایک ادنیٰ مسئلہ بیت الخلا جانے کا آپ سے پوچھا یَا غُلَامُ
اَیْنَ یَضَعُ الْغَرِیْبُ حَاجَتَہٗ فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذِہٖ۔ صاحبزادے کوئی پردیسی تمہارے اس
شہر میں آوے تو وہ اپنی حاجت ضروری کہاں رفع کرے۔ حضرت نے بے تامل فرمایا
یَتَوَارٰی خَلْفَ الْجِدَارِ وَیَتَوَقّٰی عَیْنَ الْجَارِ وَیَجْتَنِبُ شُطُوْطَ الْاَنْھَارِ وَمَسْقَطَ الثِّمَارِ
وَلَا یَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَلَا یَسْتَدْبِرُھَا فَحِیْنَئِذٍ یَضَعُھَا حَیْثُ یَشَاءُ یعنی دیوار کے
پیچھے چھپے اور دیکھنے والوں کی نظر سے پنہاں ہو اور کنارہائے دریا اور میووں کے گرنے
کی جگہوں سے پرہیز کرے۔ اور قبلہ کی طرف رو و پشت نہ ہو پھر جہاں چاہے رفع حاجت کرے
مناقب شہر آشوب میں بعد مسقط الثمار کے اتنی عبارت اور زیادہ کی ہے وَاَفْنِیَۃُ الدُّوْرِ

وَالطُّرُقِ النَّافِذَةِ وَالْمَسَاجِدِ یعنی گھروں کے صحنوں اور آباد راستوں اور مکانات و مساجد سے بھی احتراز کرے - بہرکیف ابوحنیفہ یہ برجستہ جواب جس میں بیت الخلا جانے کے تمام واجبات و مستحبات مذکور ہیں سُنکر حیران رہ گئے - اور بزعم خود انہوں نے ایک مشکل مسئلہ کی طرف رجوع کیا - بولے یَا غُلَامُ مِمَّنِ الْمَعْصِيَةُ - لڑکے بتاؤ - گناہ کس کی طرف سے ہوتا ہے - فرمایا تین حال سے خالی نہیں یا خدا کی طرف سے ہے اور بندہ کو اس میں دخل نہیں تو سزاوار نہیں کہ خدائے کریم بندہ کو ایسے فعل پر عتاب کرے جو اس سے سرزد نہیں ہوا - یا یہ کہ خدا اور بندہ دونوں کی شرکت سے گناہ واقع ہوا ہے تو یہ بھی مناسب نہیں کہ شریک قوی شریک ضعیف کو ایذا دے - تیسری شکل یہ ہے کہ بندہ تنہا مرتکب معصیت ہوتا ہے - اور درحقیقت ایسا ہی ہے - پس اس وقت حق تعالیٰ اس کو عذاب کرے تو اس کا عدل و انصاف ہے - اور چاہے تو اپنے فضل و کرم سے اسے بخشدے راوی کہتا ہے فَاَصَابَتْ اَبَا حَنِيْفَةَ سَكْتَةٌ كَاَنَّمَا اُلْقِمَ فِيْ فِيْهِ الْحَجَرُ یہ سُنکر ابوحنیفہ اس طرح خاموش ہوئے کہ گویا اُن کے مُنہ میں پتھر دیدیا گیا ہے عبداللہ بن مسلم نے کہا کیوں میں نہ کہتا تھا اَلَّا تَتَعَرَّضْ عَنْ اَوْلَادِ الرَّسُوْلِ کہ فرزندانِ رسالت پناہ سے متعرض نہو -

جناب سید العلماء سید حسین عرف میرن صاحب قبلہ طاب ثراہ نقل روایت مذکورہ کے بعد حدیقہ سلطانیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ کی نہایت نادانی تھی کہ امام زادوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کا خیال خام پکاتا تھا جبکہ وہ ادنیٰ مقتبسان انوار اہل بیت اطہار بہلول جیسے اشخاص کے آگے دم نہ مار سکتا تھا -

جامع اوراق کہتا ہے کہ بہلول دانا کے ابوحنیفہ کو بند اور لاجواب کرنے کا قصہ ازبسکہ نہایت لطیف و ملیح ہے - ضیافت طبع ناظرین کے لئے اس مقام پر نقل

قصہ بہلول

کیا جاتا ہے۔ وہی ہذہ۔ قاضی نور اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے کتاب مجالس المومنین میں نقل کیا ہے کہ ایک روز بہلول رحمۃ اللہ علیہ ابو حنیفہ کے دروازے سے گزرتے تھے۔ ابو حنیفہ حلقۂ درس میں بیٹھے اپنے شاگردوں کے ساتھ گفت و شنید کر رہے تھے۔ بہلول نے کان لگا کر سنا تو کہتے تھے کہ جعفرؑ بن محمدؑ تین باتیں ایسی کہتے ہیں جن کو میں نہیں مانتا۔ اوّل ان کا قول ہے کہ شیطان کو آتش جہنم سے عذاب کریں گے میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ شیطان آگ کا بنا ہوا ہے۔ آگ سے اس کو کیا ایذا ہو سکتی ہے۔ دیگر وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے میں کہتا ہوں کیسے ہو سکتا ہے جو شے موجود ہو اُس کو دیکھ نہ سکیں۔ تیسرے وہ کہتے ہیں بندہ اپنے فعلوں کا فاعل مختار ہے۔ حال آنکہ نصوص اس کے خلاف مُصرّح ہیں۔ یہ کلام اس کا تمام ہوا تو بہلول نے ایک ڈھیلا مٹّی کا زمین سے اُٹھا کر ابو حنیفہ کی طرف پھینکا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور اس کو کوفتہ و آزردہ کیا۔ شاگردان امام صاحب نے دوڑ کر بہلول کو پکڑا اور چونکہ وہ خلیفہ ہارون کے رشتہ داروں سے تھے بطور خود ان کو سزا نہ دے سکے سیدھے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ اور زبانِ شکایت کھولی۔ بہلول نے کہا کون ستم میرے ہاتھ سے تم پر ہوا بیان کرو۔ ابو حنیفہ نے کہا۔ تم نے بلا خطا و گناہ اس زور سے ڈھیلا میری پیشانی پر مارا کہ اس وقت تک وہ مقام درد کرتا ہے۔ بہلول نے کہا ذرا مجھے بھی دکھلاؤ کہ درد کہاں ہے۔ کہا درد کیونکر دکھاؤں درد بھی کوئی دیکھنے کی چیز ہے۔ کہا کیوں نہیں دیکھنے کی چیز ہے۔ تم ابھی کہتے تھے کہ جو شے موجود ہے وہ ضرور دکھائی دے گی۔ اور اس سے رؤیتِ حق تعالیٰ پر دلیل لاتے اور جعفر صادقؑ کے مذہب کی تردید کرتے تھے۔ دیگر یہ کہ ڈھیلا مٹّی کا تھا تم بھی مٹّی کے بنے ہوئے تو تم کو اُس سے کیا ایذا ہو سکتی ہے۔ تم ابھی کہتے تھے کہ آتش جہنم سے شیطان کو عذاب نہیں کر سکتے کیونکہ وہ آگ سے بنا ہے۔ اس بیان سے جعفری مذہب کا بطلان منظور تھا

تیسرے تمہارا مذہب بخلاف اس کے یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال میں صاحب اختیار نہیں جو کچھ وہ کرتا ہے خدا اس سے کراتا ہے۔ پس جبکہ میرا یہ فعل میرے اختیار کا نہیں تو کیوں مجکو خلیفہ کے پاس لائے اور کس لئے دعوائے قصاص پیش کیا۔ ابو حنیفہ چونکہ ان معقول باتوں کے سامنے کوئی بات نہ کہہ سکے خاموش ہو گئے۔ اور خجل شرمسار مجلس سے واپس آئے۔

اَمَامَتْ

حضرت موسیٰ کاظم ؑ کی امامت کو بزرگانِ اصحاب و خلصِ احباب امام جعفر صادق ؑ نے کہ ثقہ و سند صلحاء و علماء راویانِ حدیث اور نہایت دیندار و پرہیزگار تھے۔ مثل مفضل بن عمر ثقفی۔ معاذ بن کثیر۔ عبدالرحمٰن بن الحجاج۔ فضل بن المختار۔ یعقوب سراج۔ سلیمان بن خالد و صفوان جمّال وغیرہ کے۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ ارشاد شیخ مفید رہ میں ہے کہ ابو علی ارجانی نے عبدالرحمٰن بن الحجاج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں ایک بار خدمت میں اپنے مولیٰ و آقا جعفر صادق ؑ کے حاضر ہوا وہ حضرت اس وقت اپنے مکان کے ایک قطعہ میں جس کو جائے نماز و عبادت مقرر کیا تھا بیٹھے دعا کر رہے تھے۔ اور موسیٰ بن جعفر اس دعا پر آمین کہتے جاتے تھے۔ عرض کی میرا انقطاع حضور میں اور میری خدمات معلوم ہیں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت کے بعد امر امامت پر کون فائز ہو گا۔ فرمایا اے عبدالرحمٰن میرے اس فرزند موسیٰ ؑ نے زرہ رسولِ خدا پہنی تھی وہ اس کے بدن پر ٹھیک آ گئی ہے۔ عرض کی مجکو اس قدر تحقیق کے بعد اب کسی اور شے کی حاجت نہیں رہی۔

دیگر۔ فیض بن المختار نے آنحضرت ؑ سے عرض کی کہ حضور مجکو اپنے بعد

کے لئے آتش جہنم سے دستگیری فرمائیں یعنی اپنے بعد کے امام سے مطلع کر کے
آتش دوزخ میں گرنے سے نجات دیں۔ اس وقت حضرت ابوابراہیم وہاں
تشریف لائے حال آنکہ سن شریف ان کا کم تھا۔ فرمایا میرے بعد یہ تمہارا امام
ہے۔ اس سے تمسک کرو۔ بروایت کشی علیہ الرحمہ فرمایا اے فیض رسول اللہ صلعم
کو صحف ابراہیم پہونچیں تو انہوں نے اپنے بعد کے لئے امیر المؤمنین ع کو ان کا امین
جان کر ان کے حوالے کیں۔ حضرت امیر نے امام حسن ع کو اور انہوں نے امام حسین ع
کو ان کا امین جانا اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا حتی کہ ہمارے باپ سے ہمکو
یہ امانت پہونچی۔ اب میں اپنے بیٹے موسیٰ ع کو باوجود ان کی کم سنی کے ان کا امین
سمجھتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ میں آپ کا مطلب سمجھ گیا تھا مگر مزید توضیح کے
لئے عرض کی زِدْنِی یَاسَیِّدِی اے میرے سردار کچھ زیادہ بیان کیجئے فرمایا
میرے باپ جب چاہتے تھے کہ ان کی دعا مسترد نہ ہو تو مجکو اپنے داہنے ہاتھ بٹھاکر
دعا مانگتے وہ دعا کرتے میں آمین کہتا دعا ان کی قبول ہوتی اسی طرح میں اپنے اس بیٹے
کو ساتھ لیکر دعا کرتا ہوں میری دعا قبول ہوتی ہے۔ عرض کی زِدْنِی مَوْلَایَ
فرمایا میرے باپ سفر کو جاتے تو میں ساتھ ہوتا اثنائے راہ میں ان کو اونگھ آتی تو
میں اپنی سواری کو آنحضرت کے قریب لے جاتا۔ اور اپنا بازو آنحضرت کے لئے
تکیہ بناتا۔ آپ ایک دو میل تک اس پر سر مبارک رکھتے اور نیند لے لیتے۔ یہی عمل
میرے ساتھ میرا بیٹا موسیٰ ع کرتا ہے۔ میں نے عرض کی زِدْنِی جَعَلْتُ فِدَاکَ۔
فرمایا هُوَصَاحِبُکَ الَّذِی سَئَلْتَ عَنْهُ فَاَقِرَّ لَهٗ بِحَقِّهٖ۔ یہ اس مرتبہ پر فائز ہے
جس کی بابت تو سوال کرتا ہے پس اس کے حق کا اقرار کر۔ پس میں نے اٹھ کر سر
مبارک کا بوسہ لیا اور دعائیں دینے لگا۔

بروایت دیگر امام ششم نے فیض ابن المختار سے حدیث طویل میں فرمایا

یہی تیرا امام ہے جس کی نسبت تو پوچھتا تھا۔ اُٹھ اور حق اقرار اس کا ادا کر۔ فیض کہتے ہیں میں نے اُٹھ کر سر اقدس کو بوسہ دیا اور دستہائے مبارک کو چوما۔ اور دُعائیں دینے لگا۔ حضرت ابو عبد اللہ نے فرمایا یہ یاد رہے کہ ان کے لئے ہنوز اس بارہ میں اجازت نہیں ملی۔ میں نے کہا فدا ہوں آپ پر میں کسی کو اس سے اطلاع دے سکتا ہوں۔ کہا ہاں اپنے اہل و عیال اور خاص دوستوں کو آگاہ کر سکتے ہو۔ میرے ساتھ اس سفر میں اہل و اولاد اور رفقا سے یونس بن ظبیان تھے میں نے ان سب کو یہ خوش خبری پہونچائی کہ جناب صادقؑ کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظمؑ ہمارے امام ہیں سب نے اس نعمت پر شکر خدا کیا اِلّا یونس بن ظبیان۔ انہوں نے کہا جبتک میں زبانِ مبارک سے نہ سنونگا مجکو اطمینان نہوگا یہ کہہ کے وہ جلد جلد روانہ ہوا میں بھی اس کے پیچھے چلا۔ درِ دولت پر پہونچا تو سُنا کہ وہ حضرت فرماتے ہیں یا یونس الامر کما قال لک فیض۔ اے یونس فیض نے درست کہا۔ یہی بات ہے۔ یونس نے کہا میں نے سُنا اور قبول کیا۔

دیگر ۔ مفضل بن عمر نے امام ششم سے عرض کیا کہ حضرت مجھے اپنے خلف سے مطلع فرمادیں تو میرا مدعا حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا اے مفضل امام میرے بعد موسیٰؑ ہے۔ اور خلف مامول و منتظر م ح م د بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ علیہم السلام ہوگا۔ نیز مفضل نے بیان کیا کہ میں حاضر خدمت امام جعفر صادقؑ تھا کہ موسیٰ بن جعفرؑ وہاں تشریف لائے تو حضرت نے مجھ سے فرمایا اے مفضل اس کو میرا وصی جاننا اور اس امر کی اطلاع اپنے رفقاء سے اس شخص کو دینا جس کی دین و دیانت پر تم کو وثوق ہو۔

دیگر ۔ یزید بن سلیط زیدی مکہ کی راہ میں جناب صادقؑ سے ملا اور جو گفت و شنید باہم ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید نے عرض کی فدا ہوں میرے

ماں باپ حضرت پر۔ آپ ائمۂ معصومین سے ہیں اور کسی ذی حیات کو مرگ سے
چارہ نہیں کوئی بات دربارۂ امامت ایسی تعلیم فرماویں جو میں اپنے پس ماندوں کو
تلقین کر سکوں اور ان کی ہدایت کا باعث ہوں۔ فرمایا یہ لوگ میری اولاد ہیں۔
الآیہ (موسیٰ کاظمؑ کی طرف اشارہ کر کے) ان کا سیّد و سردار ہے۔ اس کو علم
حلم۔ فہم۔ ذکا۔ جود۔ سخا۔ معرفت حق سبحانہ تعالیٰ سب کچھ حاصل ہے۔ جن علوم
کی خلقت کو اپنے اختلافات کے وقت حاجت پڑتی ہے ان سے واقف ہے۔
اور اس میں ہے حُسن خلق و حُسنِ جوار۔ وہ ایک دروازہ ہے درواز ہائے خدا سے
اور اس سے پیدا ہوگا غوث و غیاث (فریادرس) اس اُمّت کا جس کا علم و نور
معرفت و فہم و حکمت سب سے بیشتر ہوگا۔ وہ بہترین مولود و بہترین نشو و نما
کرنے والوں کا ہوگا۔ حق تعالیٰ اپنی خلقت کی اس سے حفاظت فرمائے گا۔
اور اصلاح ذات البین عمل میں لاوے گا۔ تفرقے دور ہوں گے اور خرابیاں
اصلاح پر آئیں گی۔ وہ سبحانہ برہنوں کو اس سے ملبوس اور بھوکوں کو سیر
فرمائے گا۔ اور خوف زدوں کو امن بخشیگا۔ باران رحمت اس کی برکت سے نازل
ہوں گے۔ کلام کرے گا تو علم و حکمت سے۔ ساکت ہوگا تو حلم و مروت سے۔ بیان
فرمائیگا الناس کے لئے ان کے اختلافات کو۔ یزید کہتے ہیں کہ اس کے عرصۂ
دراز کے بعد میں حضرت ابو الحسنؑ کی خدمت میں داخل ہوا تو عرض کی بابی
انت و امی۔ میرے ماں باپ حضرت پر سے فدا ہوں حضرت بھی جانشین کی
طرف اسی طرح مجھے ہدایت کریں جیسے کہ آپ کے والد والا قدر نے آپکی طرف
رہنمائی کی تھی۔ فرمایا اے ابو عمارہ میرا جانشین میرے بعد بیٹا میرا علیؑ بن موسیٰؑ
ہے۔ تحقیق کہ میں نے رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا۔ اور حضرت امیر المومنینؑ
آپ کی ہمراہ تھے۔ فرمایا اے فرزند علیؑ بیٹا تمھارا نور خدا سے نظر کرتا ہے اور اسکی

علم وحکمت سے گویا ہوتا ہے۔ اس سے ہمیشہ صواب ہی صواب سرزد ہوتا ہی خطا نہیں کرتا۔ وہ دانا ہے جاہل نہیں۔ سرتاپا علم وحکمت سے معمور ہے۔ مگر اے موسیٰ ؑ تم بہت عرصہ تک اس کے ساتھ نہ رہو گے اور زمانہ تمھاری امامت کا اس کے ساتھ ایسا جلد گزرے گا کہ گویا تھا ہی نہیں۔ نیز فرمایا اے یزید میں اسی سال گرفتار ہوں گا۔ اور یہ میرا بیٹا کہ ہمنام امیر المومنین سید الوصیین اور ہمنام سید الساجدین زین العابدین ہے امام ہو گا اس سے جو چاہنا سوال کرنا انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب کا جواب دیگا۔

قول مؤلف - حدیث یزید بن سلیط احادیث مشہورہ سے ہے اس کو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عیون اخبار الرضاؑ میں۔ محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب کافی میں اور علامہ طبری نے اعلام الوریٰ میں نقل کیا ہے۔ ہم نے اس مقام پر روایت عیون کو باختصار لکھا اور آخری حصہ اس کا پہلے لمعۃ الضیاء میں بضمن نصوص امامت رضاؑ ارشاد شیخ مفیدرہ سے نقل ہوا۔ لیکن روایت کلینی کی سب میں ابسط ہے۔ اس میں امام موسیٰ ؑ نے یزید مذکور کو آگاہ کیا کہ وہ امام رضاؑ سے اسی مقام (راہِ مکہ) میں ملے گا۔ اور اس کو امام محمد تقیؑ کی پیدائش کی خبر دی کہ ایک کنیز کے شکم سے جو کہ ماریہ قبطیہ حرم رسول خداؐ کے قبیلہ سے ہو گی متولد ہوں گے۔ یہ تمام روایت تاریخ امام محمد تقی الجوادؑ کا حق ہے انشاء اللہ وہاں اس کو نقل کریں گے۔

دیگر - ابراہیم کرخی نے کہا کہ میں جناب صادق صلوات اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت ابو الحسن موسیٰ ؑ وہاں تشریف لائے۔ آپ کا لڑکپن تھا میں سروقد تعظیم کو اٹھا اور سر وچشم آنحضرت کو بوسہ دیا۔ حضرت ابو عبداللہ نے فرمایا اے ابراہیم یہ امام تمھارا ہے میرے بعد۔ آگاہ رہو کہ کچھ

لوگ ان کے مقدمے میں گمراہ ہوں گے اور دیگر سعادت ابدی پائینگے۔ خدا لعنت کرے اس کے قاتل کو اور عذابِ شدید اس پر مضاعف ہو۔ بہترین اہل زمین کا اس کی پشت سے وجود میں آئے گا کہ ہمنام ہوگا اپنے جدِّ بزرگوار امیر المومنین ع کے اور وارث ان کی علم و فضیلت کا ہوگا۔ اور معدنِ امامت و راسِ حکمت ہوگا۔ جبار بنی فلاں (بنی عباس) اس کو قتل کرے گا۔ بعد اسکے کہ عجائبات اس سے مشاہدہ کرے مگر حق تعالیٰ اپنے امر کا پہونچانے والا ہے وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ اس کی پشت سے باقی ائمہ طاہرین پیدا ہوں گے۔ اور مہدیؑ آلِ محمدؐ ظہور میں آئے گا۔ خدائے تعالیٰ سب کو اپنے فضل و کرم سے مخصوص کرے۔ اور دارِ قدس میں ان کو جگہ دے۔ بتحقیق کہ جس نے اقرار کیا بارھویں امام کا ایسا ہے جیسا کہ حضرت رسولِ خداصؐ کے آگے ان کی حمایت کے لئے کھڑا ہوا۔ اور شدّت و تنگی کو ان کے شیعوں سے کشادہ کیا اور بلاء عظیم اور خوفِ شدید کو ان سے دور کیا۔ پس خوشحال اس کا جو اس زمانہ کو اور اک کرے۔ ابراہیم کہتا ہے کہ آنحضرت کا کلام سُنکر اس قدر میرے دل کو سرور اور آنکھوں کو راحت ہوئی کہ مزید اُس پر متصور نہیں۔

دیگر۔ عیسیٰ شلقان کہتا ہے کہ میں حضرت ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوالخطاب کی بابت آنحضرت سے دریافت کرنا چاہتا تھا۔ ابھی درست بیٹھنے نہ پایا تھا کہ فرمایا اے عیسیٰ جو کچھ پوچھنا ہو میرے فرزند موسیٰ ع سے دریافت کرو۔ پس میں حضرت عبد صالح کی خدمت میں حاضر ہوا وہ حضرت اس وقت تبقاضائے سن مکتب میں تشریف رکھتے تھے۔ اور لبہائے مُبارک پر اثر روشنائی پدید تھا۔ پس قبل اس کے کہ کوئی کلمہ مُنہ سے نکالوں ابتدا فرمایا اے عیسیٰ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کی نبوت پر عہد واثق

لیتا ہے۔ وہ اس سے کبھی نہیں پھرتے اور اوصیا (علیہم السلام) سے ان کی وصایت
کا عہد لیا جاتا ہے۔ وہ اس کے خلاف نہیں کر سکتے۔ لیکن بعض اشخاص کو وہ
سبحانہ تعالیٰ ایمان مستعار دیتا ہے۔ ان سے واپس لے لیتا ہے۔ ابوالخطاب
ان لوگوں سے ہے جنہیں ایمان مستعار دیا گیا تھا اور واپس لے لیا گیا۔
میں نے آنحضرت کو سینہ سے لگا لیا۔ اور درمیان دو آنکھوں کے بوسہ دیا۔
حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا اے عیسیٰ کیا
ماجریٰ ہے۔ عرض کی فدا ہوں آپ پر جو امر مجھے پوچھنا تھا۔ ابھی زبان سے نہ
نکالنے پایا تھا کہ اس کا جواب مل گیا۔ اس سے میں نے جانا وہ ضرور صاحب
امر امامت ہیں آپ کے بعد۔ فرمایا اے عیسیٰ یہ فرزند میرا اگر تم اس سے
تمام قرآن کی بابت سوال کرو تو اوّل اپنے علم سے جواب دے۔ پھر قرآن
سے نکال کر دکھاوے۔ عیسیٰ کہتا ہے کہ مجھے اس وقت امام موسیٰ ع کی امامت
پر یقین کامل ہو گیا۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہاں سے بخوبی ظاہر ہے کہ آنحضرات کا مکتب میں
جانا صرف ایک رسم کی پابندی کے طور پر ہوتا تھا۔ نہیں تو وہ تمام علوم سے
پہلے سے واقف اور اس کے حقائق و نکات سے مطلع۔

یہ ابوالخطاب جسکی بابت عیسیٰ متردد تھا ابتدا میں صحیح العقیدہ بلکہ اصحاب
انجاب حضرت صادق ع میں داخل تھا۔ بعد کو حضرات ائمہ علیہم السلام کے
بارے میں غلو کرنے لگا۔ چنانچہ فرقہ ضالہ خطابیہ کا بانی ہوا۔ مطرود و مردود
ہو گیا۔ اس کا زیادہ تفصیلی حال کتاب مستطاب کشف الحقائق مؤلفہ حقیر میں
درج ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ اور کسی قدر آگے یہاں بھی آئے گا

دیگر۔ بحار میں روایت معاذ بن ابن کثیر حضرت صادق ع سے نقل کیا ہی

کہ آپ نے فرمایا وصایت ائمہ حضرت رسولخدا ص کے پاس بصورت مکتوب آسمان
سے لائے۔ اس کے سوا کوئی تحریر سر بمہر آسمان سے نازل نہیں ہوئی پس جبرئیل
نے کہا یا محمد ص یہ وصیت تمہاری اہل بیت کے بارے میں جو آل ابراہیم کی طرح وارث
علم نبوت ہوئے وہ علی بن ابی طالب اور تمہاری ذریت ہے پشت علی ع سے اس میں
ہر ایک نام پر جدا جدا مہریں لگی ہوئی تھیں۔ پس حضرت علی ع نے اپنے نام کی
مُہر کو توڑا اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا تھا عمل کیا۔ دوسری مہر کو حسن ع بن علی ع کھولکر
بموجب عمل پیرا ہوئے۔ تیسرے موقعہ پر حسین شہید صلوات اللہ علیہ نے
اپنے نام کی مُہر کھولی۔ اس میں مقاتلہ کرنے اور مع عزیز و اقارب لڑ کر قتل
ہو جانے کو لکھا تھا اور تاکید تھی کہ اوروں کو اپنے ہمراہ لے جا کر درجۂ رفیعۂ
شہادت پر فائز کراؤ۔ کیونکہ وہ بغیر تمہارے ساتھ ہونے کے اس درجہ پر فائز نہیں
ہو سکتے۔ چوتھی مہر کے نیچے حضرت سید الساجدین امام زین العابدین ع کو خاموش
بیٹھنے کا حکم تھا انہوں نے اس کی تعمیل کی۔ اور کتب اپنے فرزند ارجمند محمد باقر ع
کے حوالے کیا۔ امام باقر ع کو حکم تھا فَسِّرْ كِتَابَ اللهِ وَصَدِّقْ اٰبَآءَكَ وَاصْطَنِعِ
الْاُمَّةَ وَقُمْ بِحَقِّ اللهِ وَقُلِ الْحَقَّ فِي الْخَوْفِ وَالْاَمْنِ وَلَا تَخْشَ اِلَّا اللهَ یعنی
کلام اللہ کی تفسیر کر کے اپنے آبار طاہرین کی تصدیق کرو اور اُمّت محمدیہ کے ساتھ
موافقت کرو اور حق خدا پر قائم رہو۔ اور خوف و امن دونوں حال میں حق بات کہو
اور سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرو۔ آنحضرت نے اپنی مدت امامت اس کے موافق
بسر کی اور کتب ہمارے حوالے کر کے رحمت خدا میں داخل ہوئے۔ راوی کہتا ہے
کہ میں نے عرض کی خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح یہ جلیل رتبہ حضرت کو
آبائے طاہرین سے پہونچا ہے اسی طرح آپ کی اولاد کو آپ سے پہونچے۔ جناب صادق ع
نے فرمایا کہ یہ دعا تیری قبول ہو چکی۔ عرض کی کونسا خوش نصیب ان میں سے اس

سعادتِ عظمیٰ پر فائز ہوا۔ حضرت نے دستِ مبارک سے عبد صالح (امام موسیٰ) کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت وہ حضرت خواب راحت میں مشغول تھے۔

جامع اوراق کہتا ہے کہ یہاں تک وہ چند روایتیں ہیں جو اصحابِ انجاب سے متعلق ہیں۔ جناب صادق علیہ السلام نے امامت کاظمی کو جیسے ان لوگوں میں اعلان و اشتہار فرمایا اس سے زیادہ تقیداً اولاد امجاد کو اس کے اذعان کی فرمائی۔ چنانچہ یزید بن سلیط جن کا ذکر روایت سابق میں گزرا کہتے ہیں کہ مرض موت میں حاضر خدمت اقدس ہوا تو فرمایا اے یزید جس وقت تو دیکھے کہ لوگ اس صبی (موسیٰ) کے بارے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ تو میرا یہ قول ان کو پہونچانا کہ یوسف علیہ السلام کا جرم ان کے بھائیوں کے آگے یہ تھا کہ انہوں نے اپنی خواب کا واقعہ ان سے کہدیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے سجدہ کر رہے تھے۔ اسی جرم میں وہ ان کو باپ سے چھڑا کر کوئیں میں ڈال آئے۔ اسی طرح اس لڑکے کے بھائی اس پر حسد کریں گے۔ پھر آپ نے موسیٰ کاظم ع۔ عبداللہ۔ اسحاق۔ محمد۔ عباس۔ وغیرہم اپنے بیٹوں کو بلوا کر کہا کہ یہ تمہارا بھائی موسیٰ وصیّ الاوصیاء و علم العلماء و شہید اموات واحیاء ہے۔ اس کو یاد رکھو۔ بعد ازاں مجھ سے فرمایا اے یزید ان سب کی شہادت لکھی جائے گی اور یہ سب اس کی بابت سوال کئے جائیں گے۔ انتہیٰ

بنا بریں اکثر اولاد آنحضرت آپ کی امامت کی گرویدہ اور عقیدت مند تھی۔ خصوصاً دو بھائی آپ کے اسحاق و علی کہ علم و فضیلت و تقویٰ و طہارت میں ممتاز خلائق تھے۔ نص صریح اس کے اوپر اپنے پدر عالی قدر سے نقل کرتے تھے۔ خاص کر علی بن جعفر کا تمام تر اعتماد آنحضرت پر تھا۔ اور ہر طرح سے آپ پر منقطع تھے۔ معالم دین کو آنحضرت سے اخذ فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کے سوالاتِ علمیہ کہ آنحضرت سے دریافت کر کے جواب شافی پائے معہ ان کے جوابوں کے مشہورِ آفاق ہیں۔

اور اسمٰعیل بن جعفر اکبر اولاد حضرت جعفر صادقؑ کا معاملہ اس طرح طے ہو گیا تھا کہ وہ اپنے والد ماجد کی حیات میں فوت ہو چکے تھے۔ پھر وہ کیوں کر امام ہو سکتے تھے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اوصیا علیہم السلام کا ذکر تھا جناب اسمٰعیل کا بھی ذکر آیا۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے ابو محمد یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ یہ خدائے تعالیٰ کی قبضۂ قدرت میں ہے وہ جل شانہ ایک کے بعد دوسرا امام خود مقرر فرماتا ہے۔ دوسری حدیث میں ابو بصیر سے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ امر امامت اسمٰعیل پر قرار پائے۔ مگر حق تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اس کام کے لئے انتخاب و اختیار کیا۔

بحار میں زرارہ بن اعین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دراں حالیکہ افضل اولاد آنجناب حضرت موسیٰؑ ان کی داہنی جانب بیٹھے تھے اور آگے ایک لاش چادر سے ڈھکی ہوئی دراز تھی فرمایا اے زرارہ داؤد رقی۔ حمران۔ ابو بصیر مفضل وغیرہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں باہر نکلا اور جن جن کو حضرت نے طلب کیا حاضر کیا۔ یہ لوگ ایک ایک کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ یہاں تک کہ ہم سب تیس۳۰ مرد مکان میں جمع ہو گئے۔ اور مجلس ہم سے پُر ہو گئی۔ اس وقت فرمایا اے داؤد اسمٰعیل کے مُنہ سے چادر ہٹاؤ انہوں نے مُنہ کھولا تو فرمایا داؤد یہ زندہ ہے یا میت۔ عرض کی میت ہے۔ اسی طرح ہر ایک کو چہرہ دکھا کر پوچھتے اور وہ جواب دیتے کہ مردہ ہے۔ تا اینکہ تمام حاضرین مجلس سے یہ استفسار فرمایا اور سب سے یہی جواب سُنا تب فرمایا خداوندا تو گواہ رہنا۔ پھر حکم دیا کہ غسل دیں اور حنوط کر کے کفن پہنا دیں۔ بعد ازاں مکرر مفضل سے ارشاد کیا اس کا مُنہ کھولو۔ انہوں نے کھولا تو فرمایا یہ زندہ ہے یا مردہ عرض کی مُردہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ بعد ازاں جنازہ اُٹھا اور قبرستان میں لے جا کر لحد میں اُتارا گیا۔

اس وقت پھر مفضّل سے مُنہ کھلوا کر جماعہ حاضرین سے وہی سوال کیا اور جواب مذکور پاکر خدا کو گواہ گردانا۔ اور فرمایا فَاِنَّہٗ سَیَرْتَابُ فِیْہِ الْمُبْطِلُوْنَ ۰ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ تحقیق کہ عنقریب اہل بطلان اس میں شک و شبہ کریں گے وہ ارادہ کرتے ہیں کہ نورِ خدا کو اپنے مونہوں سے خاموش کریں۔ اور حضرت موسیٰؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔ اللہ اپنے اس نور کو پورا کرنے والا ہے ہرچند کہ مشرک کراہت کریں۔ پس مٹی سے قبر کو پُر کیا۔ اور ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میت کفن کردہ وحنوط کردہ جو اس قبر میں مدفون ہے کس کی ہے۔ سب نے کہا اسمٰعیل آپ کے فرزند کی۔ فرمایا پروردگارا تو گواہ رہنا۔ اور موسیٰ کاظمؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ ہے حق اور حق اس کے ساتھ ہے۔ اور اسی کی پُشت سے امامانِ روئے زمین پیدا ہوتے رہیں گے۔ جبتک کہ دنیا و مافیہا کا خدا تعالیٰ وارث ہو۔ یہ تمام اہتمام اس لئے تھا کہ بوجہ فرزندِ اکبر ہونے کے جو لوگوں کو اسمٰعیل کی امامت کا خیال ہو گیا تھا برطرف ہو جائے اور کسی کو ان کے مرنے میں شک کرنے کی گنجائش نہ رہے۔ مگر باوجود اس کے ایک فرقہ آپ کی زندگی کا قائل اور ان کی امامت کا معتقد رہا اور گو امامیہ اثنا عشریہ کے مقابلے میں بہت ضعیف اور اقل قلیل ہے مگر آج تک موجود ہے[۱]

[۱] اسمٰعیلیوں کا ایک فرقہ قائل ہے کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور اپنے باپ کے بعد باقی رہے۔ ان کی موت کا اظہار تلبیس و دھوکہ دہی (معاذ اللہ منہا) ہے۔ حضرت جعفر صادقؑ نے خود ان کی امامت پر نص فرمائی ہے۔ اُن کے بطلان کو ہمارا گزشتہ بیان کہ آنحضرت نے کس اہتمام سے ان کے مرنے کا اظہار و اشتہار کیا۔ اور بعد کو اس کی شہرت اس کا تواتر کہ آجتک مستمر چلا آیا ہے کافی و وافی ہے۔ نیز یہ فرقہ اسمعیلیوں میں شاذ قلیل ہے ظاہراً بڑا گروہ ان کا کہتا ہے کہ اسمٰعیل گو اپنے باپ کی حیات میں فوت ہوئے۔ مگر اپنے بیٹے

عبداللہ اسمٰعیل کے بعد عبداللہ بن جعفر مشہور بہ عبداللہ افطح (فیل پا) اکبر اولادِ جناب صادق ع تھے۔ وہ ان کے بعد زندہ بھی رہے۔ مگر امام نہ تھے۔ ہر چند کہ آنحضرت نے بخوف خلیفہ جابر منصور دوانیقی ان کو وصیت میں بھی شامل کیا تھا۔ مگر وہ شرکت محض توطیہ و تمہید کے طور سے اس مردود کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے کی تھی اسلئے خود منصور[۱]

(بقیہ صفحہ سابقہ) محمد کی امامت پر نص کر گئے۔ چنانچہ آپ کے بعد ان کو امام جانتے ہیں اور محمد کے بعد ان کے بیٹے کو۔ یہ لوگ قرامطہ کہلاتے بوجہ منسوب ہونے طرف ایک مرد مسمّیٰ بہ قرمطویہ کے۔ اور ان کو مبارکیہ کہتے ہیں مبارک غلام آزاد کردۂ اسمٰعیل کی نسبت سے۔ یہ مذہب قطعًا باطل ہے کیونکہ اسمٰعیل حیات پدر میں امام نہ تھے کسلیئے کہ ایک زمانہ میں دو امام نہیں ہو سکتے جب خود امام نہوئے تو دوسرا ان کی نص کرنے سے کیونکر امام ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس کے اس فرقہ کا یہ قول اور تمام انکا دین و مذہب غایت اخفا و استتار سے کہ کسی کے آگے عہد واثق لئے بغیر اسکو زبان پہ نہیں لاتے اخبار احاد سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور ہرگز درجۂ تواتر کو نہیں پہونچتا پس یہ خرافات ان نصوص قاطعہ کا جو حضرت موسیٰ کاظم ع کی امامت پر قائم ہیں اور اس شہرت و تواتر کا کہ اسمٰعیل کے مرنے پر مستمر ہیں کیونکر مقابلہ کر سکتے ہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

[۱] یہ تدبیر حضرت کی کارگر پڑی اور جیسا خیال کیا تھا آپ کے وصی برحق اسکے سبب سے منصور کے شر سے محفوظ رہے۔ مناقب میں ہے کہ ابو جعفر نے آدھی رات کو ابو ایوب خوزی کو بلوایا حاضر ہوا تو ایک خط اسکے آگے ڈالکر کہا یہ محمد بن سلیمان والی مدینہ کی تحریر ہے۔ لکھتا ہے کہ جعفر بن محمد نے وفات پائی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ جعفر کی مثل کہاں کوئی پیدا ہوتا ہے (اے لعنت خدا) پھر کہا ابن سلیمان کو لکھ کہ اگر کسی شخص خاص کو وصی مقرر کر گئے ہوں تو اس کو پکڑ کر قتل کرے۔ اس نے فرمان والی مدینہ کے نام لکھا۔ وہاں سے جواب آیا کہ پانچ اشخاص کے نام وصیت فرمائی ہے ابو جعفر منصور۔ محمد بن سلیمان۔ عبداللہ و موسیٰ پسران۔ وحمیدہ بربریہ زوجہ۔ منصور نے کہا مَا اِلیٰ قَتْلِ هٰؤُلَاءِ سَبِیْل۔ ان سب کے قتل کرنے کی تو کوئی صورت نہیں ہو سکتی ۱۲ منہ عفی عنہ

منصور کو بھی شامل وصیت کیا تھا کہ اگر وہ بارادۂ قتل وصی دریافت کرے کہ کس کو وصی کیا تو کہا جاوے کہ تجھکو۔ عبد اللہ و منصور کے علاوہ محمد بن سلیمان والی مدینہ اور جناب حمیدہ خاتون زوجۂ امام بھی شامل وصیت تھے۔ تو کیا یہ سب کے سب درحقیقت وصی و امام تھے۔ ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جاننے والے اسی وقت جان گئے تھے کہ یہ فقط دفع الوقتی ہے۔ چنانچہ ابو حمزہ ثمالی کہ بزرگان اصحاب ائمۂ اطیاب سے تھے اور مدینہ سے دور کسی قریہ میں اقامت گزین تھے۔ ان کو یہ خبر پہونچی تو بے تامل بولے امام عیب دار نہیں ہوتا۔ ماسوا اس کے عبد اللہ دین و یقین میں بھی ناقص ہیں اور احکام شرع سے ناواقف تو وہ کسی طرح امام نہیں ہو سکتے۔

زرارہ بن اعین کو کہ بزرگان اصحاب محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام سے تھے۔ جناب صادق ع کے فوت ہونے اور عبد اللہ کے بمقابلہ موسیٰ کاظم ع دعوائے امامت کی خبر پہونچی تو اپنے بیٹے عبید کو بلا کر کہا اے فرزند جو لوگ عبد اللہ کی امامت کے قائل ہوئے ہیں (شائد) انھوں نے اس حدیث کا خیال کیا ہے کہ امامت امام کے بڑے بیٹے کو ملتی ہے تو مدینہ تک کا سفر کر اور منقح خبر اس بارے میں ہمارے لئے لا۔ عبید کے جانے کے بعد زرارہ بیمار ہو گئے ان کا دم واپسیں آیا اور عبید واپس نہ آیا تو انھوں نے قرآن ہاتھ میں لے کر کہا بار الٰہا جو کچھ محمد مصطفیٰ تیری طرف سے ہمارے لئے لائے اور جو تو نے انکی زبان پر تلقین کیا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرا عقیدہ (در بارۂ امامت) وہی ہے جو عبید مدینہ سے لے کر آئے گا اور جو تو نے اپنے کلام مجید میں بیان کیا ہے۔ خداوندا تو اس کا گواہ رہنا۔ یہ کہکر جان بحق ہوئے۔ انکے بعد عبید نے واپس آکر کہا ہمارا امام موسیٰ بن جعفر ع کے سوا کوئی نہیں۔ انتہیٰ

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ زرارہ ہمارے باپ کی امامت سے آگاہ تھے۔ عبید کو اس لئے مدینہ بھیجا تھا کہ اس امر کے اظہار میں ضرورت تقیہ کی ہے یا نہ۔ منقول ہے کسی نے امام موسیٰ کاظم ؑ کے سامنے زرارہ کے عبید کو مدینہ بھیجنے اور اس کی واپسی سے پہلے فوت ہو جانے کا ذکر کیا آپ نے فرمایا فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ یعنی جو کوئی گھر سے خدا و رسول کی طرف ہجرت کرنے کو نکلے اور راہ میں اس کو موت آجائے تو اس کا اجر خدا پر واقع ہو گیا۔

خرائج میں ہے ایک مرتبہ جناب صادق ؑ نے عبد اللہ اپنے پسر کو پاس بلا کر نصیحت کی۔ بیٹا تم اپنے بھائی موسیٰ کاظم ؑ کی مثل و مانند نہیں ہو۔ عبد اللہ میں مادۂ عناد پہلے سے موجود تھا بولے کیوں میں ان سے کس بات میں کم ہوں۔ کیا میں اور وہ دونوں ایک باپ سے نہیں کیا ہم دونوں کی اصل ایک نہیں۔ فرمایا خدا کی قسم ان کی پیشانی میں ایک نور جلوہ گر ہے جو تمھاری پیشانی میں نہیں۔ اے عبد اللہ تو میرا بیٹا ضرور ہے مگر موسیٰ کاظم ؑ میرا نفس و روح ہے۔ الحاصل عبد اللہ نے جیسا کہ آگے آتا ہے اپنے باپ کے بعد ناحق ناروا دعویٰ امامت کا کیا۔ اور آنحضرت کی گراں قدر نصیحت پر کاربند نہیں ہوئے۔ مگر علمائے شیعہ نے جلدی ہی ان کی علم و معرفت کا امتحان کر کے ان کو سر مجمع بند اور لاجواب کیا جس سے سوائے بہت تھوڑے آدمیوں کے ان کے سب معتقد ان سے منحرف ہو کر راجع بحق ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اپنے جگر گوشہ موسیٰ کاظم ؑ کو وصیت کی تھی کہ اے فرزند تمھارا بھائی عبد اللہ تمھارے مقابلے میں ناحق دعویٰ امامت کا کرے گا۔ تم اس سے زیادہ متعرض نہ ہونا کیونکہ وہ میرے بعد بہت عرصہ زندہ نہ رہے گا۔ وہ پہلا شخص ہو گا میری اہل و عیال سے جو مجھ سے ملحق ہو گا۔ اس پیشینگوئی کے موافق عبد اللہ کل ستر روز اپنے باپ کے بعد زندہ

رہ کر رہگرائے عالم باقی ہوئے۔ ان کی وفات پر جو قدرے قلیل ان کے مذہب پر رہ گئے تھے وہ بھی تائب ہو گئے۔ زیادہ تر حدیث مشہور الامامۃ لایکون فی الاخوین بعد الحسن والحسین ؑ کہ حسن وحسین علیہما السلام کے بعد امامت کسی دو بھائیوں کو نہ ہوگی ان کی ہدایت کا باعث ہوئی اور مذہب فطحیہ کلیۃً دنیا سے منقرض ہو گیا۔

دلائل و نشانہائے امامت

طالبانِ حق حق کو پہونچتے ہیں ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ جعفر صادق ؑ کی وفات کے موقعہ پر میں مدینہ میں موجود تھا۔ چونکہ عبداللہ بن جعفر ؑ بزرگترین اولاد آنحضرت تھے لہذا میں اور ابو جعفر محمد بن نعمان صاحب الطاق و دیگر اشخاص و اعیانِ شیعہ ان کی امامت کی طرف مائل تھے اور کہتے تھے کہ اپنے باپ کے بعد مستحق امامت عبداللہ ہیں پس ہم ان کے مکان پر گئے تو دیکھا بہت لوگ وہاں جمع ہیں ہم نے علمی تحقیقات کی غرض سے دریافت کیا کہ وجوب زکوٰۃ کی کیا صورت ہے یعنی کتنے مال پر کیا واجب ہوتا ہے عبداللہ نے کہا دو سو درہم پر پانچ درہم۔ ہم نے کہا اور سو درہم پر کیا واجب ہوتا ہے کہا اڑھائی درہم۔ ہم نے کہا قسم خدا کی مرجئہ کا تو یہ قول نہیں۔ عبداللہ بولے واللہ مجھکو معلوم نہیں کہ مرجئہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ غرض ہم ان کا مبلغ علم دریافت کر کے حیران پریشان وہاں سے اٹھے اور کچھ نہیں جانتے تھے کہ کدھر جائیں ابو جعفر احول میرے ساتھ تھے پھرتے پھرتے کوچہ ہائے مدینہ سے ایک کوچہ میں بیٹھ گئے اور اپنے حالِ زار پر گریاں تھے کہ کہاں جائیں اور کس فرقہ میں شامل ہوں۔ مرجئہ میں ملجائیں یا قدریہ میں یا معتزلہ یا زیدیہ

اسی حالت سراسیمگی میں ایک پیر مرد جسے پہلے سے نہ پہچانتے تھے دکھائی دیا
کہ ہاتھ سے میری طرف سے اشارہ کرتا ہے۔ میں ڈرا کہ کوئی جاسوس ہی جاسوسان
منصور سے جوان دنوں مدینہ میں چھوٹے ہوئے تھے کہ جسکو دیکھیں کہ جعفر صادقؑ
کے بعد شیعہ اسپر جمع ہوئے اس کو پکڑ کر قتل کرے۔ اس لئے احول کو اشارہ
کیا کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ وہ مجھکو بلاتا ہے تو تم خواہی نخواہی کیوں آفت میں پڑتے
ہو اور آپ اپنی ہلاکت کے کیوں درپے ہوتے ہو۔ یہ کہہ کر بوڑھے کے ساتھ ہو لیا
وہ آگے آگے جاتا تھا میں اس کے پیچھے اور دل میں کہتا تھا کہ اب اس کے ہاتھ
سے رہائی ممکن نہیں۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے در دولت موسیٰ بن جعفر پر پہونچا۔
مجکو دروازہ پر چھوڑکر خود اندر گیا۔ تھوڑی دیر میں خادم نکلا اور کہا رحمت خدا ہو تمپر
اندر آؤ۔ اندر گیا تو دیکھا موسیٰ کاظمؑ تشریف رکھتے ہیں مجکو دیکھکر بغیر اس کے
کہ زبان سے کچھ کہوں ابتداءً فرمانے لگے اِلَیَّ اِلَیَّ لا الی المرجئۃ ولا القدریۃ
ولا المعتزلۃ ولا الزیدیۃ۔ یعنی میری طرف آؤ مرجئوں قدریوں معتزلیوں اور
زیدیوں کی طرف نہ جاؤ۔ میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر۔ آپ کے باپ فوت
ہوئے۔ فرمایا ہاں انھوں نے وفات پائی۔ عرض کی آپ کے بعد ہمارا امام صاحب
امر کون ہے۔ فرمایا خدا چاہے گا تو تجھکو ہدایت کرے گا۔ عرض کی قربان ہوں
آپ کے بھائی عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے بعد ہادی خلائق ہوں۔
فرمایا عَبْدُ اللّٰہِ یُرِیدُ ان لا یعبد اللہ۔ عبداللہ چاہتا ہے کہ خدا کی پرستش نکی جاوے
عرض کی پھر آنحضرتؑ کے بعد ہمارا امام کون ہے۔ جواب میں وہی پہلا کلمہ ارشاد
ہوا ان شاء اللہ ان یھدیک ھداک۔ عرض کی جعلت فداک آپ امام زماں ہیں
فرمایا میں یہ نہیں کہتا۔ میں نے دل میں کہا تجھکو سوال کا طریقہ نہ آیا۔ سوچکر کہا آپ
فدا ہوں حضور کے اوپر کوئی اور امام ہے۔ فرمایا نہیں۔ یہ کہتا تھا کہ اس وقت میرے

اوپر ایک حالت آپ کے عظمت وجلالت سے ایسی طاری ہوئی جس کو خدا کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔ عرض کی قربان جاؤں حضرت سے اسی طرح مسائل دریافت کروں جیساکہ پیشتر آپ کے پدر بزرگوار سے دریافت کیا کرتا تھا۔ فرمایا جو چاہے پوچھ۔ مگر پوشیدہ رکھ۔ کیونکہ اظہار میں خوفِ ذبح ہے۔ میں نے بعض مسائل تحقیق کئے تو آپ کو دریارِ بے پایان پایا۔ عرض کی فدا ہوں آپ پر حضرت کے والدِ ماجد کے شیعہ و موالی حیران و پریشان پھرتے ہیں حکم ہو تو ان سے حال بیان کرے اور اخفاءِ راز کا عہد و پیماں لے کر حضور کی طرف دعوت کروں۔ فرمایا جس پر بھروسہ ہو اور بوئے اُنس ان سے آوے۔ کتمان عہد و پیمان کا اقرار لے کر ذکر کرو۔ ظاہر ہونے میں وہی خوفِ ذبح ہے۔ ساتھ ہی دست مبارک سے اشارہ حلق کیطرف کیا۔ میں خدمتِ اقدس سے باہر آیا اور ابو جعفر احول سے ملا۔ انہوں نے کہا کیسے کیا حال ہے۔ میں نے کہا ہدایت پائی۔ اور تمام ماجرائے گزشتہ بیان کیا۔ بعد ازاں زرارہ و ابوبصیر سے ملاقات ہوئی وہ یہ حال معلوم کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ اور گفت و شنید کر کے امامت آنحضرت پر یقین لائے۔ میں فوج فوج شیعیانِ مؤمنین سے ملکر راہنمائی کرتا رہا وہ باریاب خدمت ہوتے اور ہدایت پاکر واپس آتے۔ حتّٰی کہ عبداللہ کے پاس بہت تھوڑی جمعیت باقی رہ گئی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ شیعوں کو امام موسٰیؑ کے پاس لے جاتا ہے۔ اور میری متابعت سے باز رکھتا ہے تو کچھ اشخاص کوچہ ہائے مدینہ میں بٹھلا دئے کہ جہاں مجھکو پائیں ایذا کریں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت ارشاد مفیدرہ کی ہے۔ بصائر الدرجات شیخ صفار قمی علیہ الرحمہ میں چند طرق دیگر سے وارد ہوئی ہے۔ مثلاً ایک جگہ ہے کہ ہشام وغیرہ مجلس عبداللہ سے اُٹھ کر روضۂ رسول اللہ پر گئے اور وہاں رو رو کر استغاثہ کیا اور ہدایت پانے کی دعا مانگی۔ اُس وقت ایک صغیر سن لڑکا آیا اور وہ ان کو خدمت امام میں

نے گیا - ایک میں ہے کہ غلام آزاد کردہ حضرت ابو عبداللہ ملا اور اُس نے کہا اُحِبُّ
اَنْ اَسْتَاْذِنَ لَکَ عَلٰی اَبِی الْحَسَنِ ع چاہتا ہے کہ میں تیرے لئے موسیٰ کاظم کی خدمت
میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں - اور اس کے ذریعہ سے کامیاب مراد ہووے
مگر مآل سب کا ایک ہی ہے - شیخ صدوق علیہ الرحمہ بعد نقل روایت کہتے ہیں کہ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے زمانِ امامت حضرت کاظم ع میں بلائے تقیہ شیعوں
کے لئے شدید تھی - اور میں نے اپنے والد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اصحاب
و راویان آنحضرت ع سخت تقیہ کی وجہ سے آپ کا نام نہیں لے سکتے تھے کبھی کنیت
سے یاد کرتے - گاہے فقیہ گاہ عبد صالح کہتے - اور کبھی رجل (کوئی آدمی) سے آپکو
تعبیر کرتے -

معجزہ عدم تضرر از آتش بمقابلہ عبداللہ

کتاب خرائج والجرائح میں مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت صادق ع نے
رحمت خدا کی طرف انتقال کیا تو با وجودیکہ امامت موسیٰ کاظم ع پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی
تھی مگر عبداللہ ان کے بھائی معروف بہ افطح نے اس بنا پر دعویٰ امامت کیا کہ میں
فی الحال اکبر اولاد امام جعفر ہوں - جناب موسیٰ ع نے زیادہ تعرض اس کے ساتھ
نہ کر کے یہ کیا کہ صحنِ مکان میں بہت سی ہیزم سوختنی جمع کی - پھر عبداللہ کو بلوایا - وہ
آئے تو اور بہت سے بزرگانِ شیعہ وہاں جمع ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس انبار
میں آگ لگا دو - آتش روشن ہوئی اور لوگوں کو کچھ حال معلوم نہ تھا حتّٰی کہ تمام
انگارہائے آتش بن گئے - پس حضرت اُٹھے اور آگ کے درمیان جا بیٹھے اور
بدستور حاضرین سے باتیں کرتے جاتے تھے حاضرین اس قدرت خدا کو دیکھکر
انگشت بدنداں تھے - پھر کپڑے جھاڑ کر اپنی جگہ پر چلے آئے اور عبداللہ سے کہا تم
کہتے ہو کہ میں اپنے باپ کے بعد امام ہوں اگر یہ خیال درست ہے تو جس طرح میں آگ میں بیٹھکر

منتظر رہو۔ اسی طرح تم بھی بیٹھ جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ یہ کلام سُنکر چہرہ عبد اللہ کا زرد ہوگیا اور وہ دامن کشاں وہاں سے اُٹھکر چلے گئے۔

بے معرفت امام عبادت کام کی نہیں

رافعی کہتا ہے کہ میرا ایک چچا زاد بھائی حسن بن عبد اللہ نام بڑا عابد و زاہد تھا۔ چونکہ دینداری میں نہایت جد و جہد رکھتا حکام وقت اس سے دبتے اور لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ اکثر اوقات ان کے ساتھ امر بالمعروف میں سختی و تشدد کرتا ان کو غصہ بھی آتا مگر بوجہ اس کی صلاح و تقوے کے بجز تحمّل چارہ نہ تھا۔ اس کی یہی کیفیت تھی۔ تا اینکہ ایک روز مسجد مدینہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابوالحسن موسیٰ کاظم ع وہاں تشریف لائے آپ نے اسے دیکھا تو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کہا اے ابو علی مجکو تمھارا یہ صلاح و تقوےٰ بہت ہی پسند ہے۔ تم کو دیکھکر خوش ہوتا ہوں۔ مگر تمھیں لازم ہے کہ معرفت حاصل کرو۔ عرض کی فدا ہوں حضرت پر معرفت کیا۔ فرمایا جاؤ اور فقہائے مدینہ سے اخذ حدیث کرو اور پھر آکر مجھ سے حال بیان کرو۔ حسن نے ان کے پاس حاضر ہو کر کچھ احادیث لکھیں اور ان کو خدمت اقدس میں لاکر قرارت کیا۔ آپ نے تمام کو ساقط کیا اور فرمایا کہ جاؤ اور معرفت حاصل کرو۔ اس کو دینداری میں کامل اہتمام تھا موقعہ اور وقت دیکھتا رہا تا اینکہ ایک روز حضرت اپنی اراضی کو جارہے تھے راستے میں آپ سے مل کر عرض کی جعلتُ فداک میں خدا کے سامنے حضرت پر حجّت لاؤں گا نہیں تو جن اشیاء کی معرفت ضروری ہے مجکو تعلیم کیجئے۔ آپ نے امامت امیر المومنین ع اور آنحضرت کے حقوقِ امامت کہ اُمت پر ہیں اس کو تلقین کئے۔ اس کے بعد دیگر ائمہ معصومین کی ایک بعد دیگرے شناخت کرائی۔ حتی کہ حضرت جعفر صادق ع پر پہونچکر ساکت ہوئے۔ حسن نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر آج کل ہمارا امام کون ہے۔ فرمایا بتادوں تو قبول کریگا۔ کہا البتہ قبول کرونگا۔ فرمایا اپنے باپ

جعفر صادق ع کے بعد میں امام ہوں۔ عرض کی کوئی نشان و علامت امامت ارشاد ہو فرمایا اس درخت (ایک ببول کے پیڑ کی طرف اشارہ کیا) کے پاس جاکر کہو کہ موسیٰ ع بن جعفر ع تجھکو اپنے پاس بلاتے ہیں وہ گیا اور پیغام حضرت کا اس کو پہونچایا۔ قسم خدا کی درخت زمین کو چیرتا اور گہری نالی بناتا روان ہوا۔ تا اینکہ آتے آتے حضرت کے قریب پہونچ کر ٹھہرا۔ پھر واپس جانے کا حکم دیا تو اسی طرح واپس چلا گیا۔

مولانا مفتی محمد عباس الشوستری الکھنوی اپنی منظومہ موسومہ بہ ید بیضا میں فرماتے ہیں ؎

زمین شگافتہ آمد درخت نزدیکش	دگر بجائے خودش رفت پیر دفرماں
چناں نمود دریں برگ و ساز آمد درخت	کہ بندہ و گدائے بحضرتِ سلطاں

حسن یہ معجزہ باہرہ دیکھکر آپ کی امامت کا معترف ہوا اور خاموشی کے ساتھ عبادت خدا کرتا رہا کہ اس کے بعد کسی نے اُس کو کلام کرتے نہ دیکھا۔

خرائج میں اس قدر اور زیادہ ہے کہ آگے وہ خواب صالح و نیک دیکھا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد یہ رُویاء صالحہ اس سے منقطع ہوئے تو ایک روز اس نے حضرت ابو عبداللہ کو خواب میں دیکھا ان سے خوابِ خوب کے منقطع ہونے کی شکایت کی آپ نے فرمایا غمگین نہو۔ بتحقیق کہ مؤمن کا ایمان راسخ ہو جاتا ہے تو خواب صالح اس سے اُٹھالیا جاتا ہے۔ یعنی ثواب ہائے مؤمن آخرت کے لئے مخزون ہوتے ہیں دُنیا کا اجر بند ہو جاتا ہے۔

امام کو ضرور ہے کہ ہر جاندار کی زبان جانے اور اسکے ساتھ کلام کر سکے

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر ع سے کہا جعلت فداک امام کی شناخت کس طرح پر ہوتی ہے۔ فرمایا کئی باتیں ہیں اوّل یہ کہ امام سابق اسپر نص کرے۔ اور بطور علم اس کو نصب فرمائے تاکہ حجت ہو۔

خلائق پر جیسا کہ رسولخدا ص نے علی مرتضیٰ ع کو بروز غدیر خلافت پر نصب کیا اسیطرح ہر ایک امام اپنے بعد کے امام کو نصب کرتے اور پہچنواتے ہیں۔

دوسرے کہ جو کچھ اس سے سوال کریں اس کا جواب با صواب دے نہ پوچھیں تو اپنی طرف سے ابتدا کرے۔ آئندہ کا حال بتلا دے۔ اور ہر زبان میں لوگوں کی ساتھ کلام کر سکے۔

پھر فرمایا اے ابو محمد قبل اس کے کہ تم یہاں سے اُٹھو۔ ہم کو اس کی علامت سے آگاہ کروں گا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی۔ کہ ایک شخص اہل خراسان سے خدمت اقدس میں داخل ہوا اور عربی میں کلام کرنا شروع کیا۔ حضرت اسکو فارسی میں جواب دیتے تھے۔ خراسانی نے کہا قسم خدا کی میں نے اسی خیال سے فارسی میں بات نہیں کی کہ آپ اچھی طرح اس کو بول اور سمجھ نہ سکینگے۔ فرمایا سبحان اللہ اگر میں تجھکو تیری زبان میں جواب نہ دے سکوں تو کیا فضیلت و فوقیت مجھ میں ہے۔ اور کس بات سے مستحق امامت ہونگا۔ پھر فرمایا اے ابو محمد کسی جانور اور کسی ذی روح کا کلام امام سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔

رازِ مخفی کا ظاہر کرنا علی بن حمزہ بطائنی کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السّلام نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا تو اسی سال مجکو حضرت موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ میرا پہلا سوال سن شریف کی بابت تھا کہ کتنی عمر اس وقت آپ کی ہے۔ فرمایا انیس [19] سال کی۔ پھر عرض کی آپ کے پدر عالی گہر کا ایک راز میرے پاس ہے یعنی آپ نے ایک خفیہ حدیث مجھ سے کہی ہے چاہتا ہوں کہ حضور اس سے آگاہ کریں کہ وہ کیا حدیث ہے۔ آپ نے جس طریق سے ابو عبداللہ نے فرمایا تھا اسی نہج ولنسق پر بے کم و کاست اس کا بیان فرمایا۔ میں نے صدق دل سے حضرت کی امامت کو تصدیق کیا

درہم شطیطہ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرتبہ شیعیان نیشاپور نے ایک شخص محمد علی نیشاپوری کو انتخاب کیا۔ تیس ہزار دینار پچاس ہزار درم دو ہزار پارچہ مدینہ میں امام وقت کی خدمت میں پہونچائے۔ نیز ایک جزو کاغذ ستر ورقوں کا ایسا دیا کہ جس کے ہر ورق کے شروع میں ایک مسئلہ لکھکر باقی سفید کاغذ جواب کے لیے چھوڑ دیا تھا اُن کو موڑ کر بند کیا اور مُہریں لگا دیں اور محمد کو کہدیا کہ یہ کاغذ اسی طرح سربمہر رات کو ان کو دے کر صبح واپس لینا۔ مُہریں ثابت ہیں تب تو اس کو کھول کر دیکھنا اگر جواب سوالات کے تحریر ہوں تو جاننا کہ وہ امام برحق ہیں سب مال و اسباب ان کے حوالے کرنا۔ ورنہ ہمارا مال واپس لے آئیو۔ جس وقت یہ لوگ وکیل کو اشیاء مذکورہ سپرد کر رہے تھے ایک مؤمنہ ضعیفہ شطیطہ نام نے آکر ایک درم اور قدرے پارچہ جو اس کے اپنے ہاتھ کے کاتے ہوئے سوت کا تھا اور زیادہ سے زیادہ چار درم کی قیمت کا ہوگا اپنی طرف سے شامل کرنا چاہا۔ انہوں نے اس سے کراہت کی تو خوش اعتقاد عورت نے کہا اِنَّ اللهَ لَا یستحیی من الحق۔ البتہ اللہ تعالے حق سے شرم نہیں کرتا تم کو کاہے کی شرم ہے۔ محمد نے یہ سُنا تو اسکا درہم لے لیا ٹھٹراکر کے ایک تھیلی میں رکھ لیا۔ اور طے منازل کرتا ہوا مدینہ پہونچا پہلے عبداللہ بن جعفرؑ کے پاس جاکر ان کا آزمودہ لیا۔ جب ان کا نقد محک اعتبار پر کامل العیار نہ پایا تو وہاں سے نکلا اور دل میں کہتا تھا خداوندا تو مجکو راہ راست کی طرف ہدایت کر۔ ابھی کھڑا ہی تھا کہ ایک لڑکے نے آکر کہا اجب من تریدیا جس کا تو تواہاں ہے اُس کی خدمت میں حاضر ہو۔ پس موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں پہونچایا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور کے سامنے حاضر ہوا تو فرمایا اے ابوجعفر ناامید ہوکر یہود و نصاریٰ کی سمت مائل نہو۔ میں حجۃ خدا اور ولی اُس کا ہوں۔

کیا ابوحمزہ نے مسجد کے دروازہ پر تجھے نہیں بتلایا تھا۔ ہم نے کل تیرے مسائل کے جواب بھی دے دئے ہیں جو سربمہر کاغذوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان کو ہمارے پاس لاؤ۔ اور وہ شطیطہ کا درہم جو فلاں تھیلی میں ہے اور اس کا پارچہ جو فلاں گٹھری کے اندر بندھا ہوا ہے حاضر کرو۔ یہ باتیں سُنکر میرے ہوش اُڑ گئے۔ اور تمام سامان لاکر آگے رکھدیا۔ آپ نے درہم شطیطہ ہاتھ میں اٹھایا اور مجھ سے مخاطب ہوئے کہ ان اللہ لا یستحیی من الحق یعنی وہ کلمہ زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا جو شطیطہ نے درہم دیتے ہوئے کہا تھا۔ پھر فرمایا اے ابوجعفر شطیطہ کو ہمارا سلام کہنا اور یہ صرہ جس میں چالیس[40] درہم ہیں اور یہ پارچہ کہ ہماری جدہ فاطمہ زہرا کے قریے صیدا کی پیدا ہوئی روئی کا اور میری خواہر حلیمہ بنت ابو عبداللہ جعفر صادق ؑ کے کاتے ہوئے سوت کا ہے کفن کے لئے اُسے دے کر کہنا کہ ابوجعفر کے وہاں پہونچنے کے انیس[19] روز بعد تو دُنیا سے رحلت کرے گی پس سولہ درہم اُس وقت تک کے نفقہ کے لئے تجھکو کافی ہیں باقی چوبیس[24] اپنے تجہیز و تکفین کے لئے رہنے دینا۔ اور میں وہاں آکر تیرے جنازے کی نماز پڑھونگا۔ اے ابوجعفر تو اس امر کو پوشیدہ رکھنا اور زنہار اس کا افشا نہ کرنا کہ تیری زندگی اسی میں ہے۔ اور یہ مال اور پارچے انکے بھیجنے والوں کو واپس کر دینا اور ان کاغذات کی مہریں توڑ کر دیکھ لو کہ ہم نے قبل اسکے کہ یہ ہم کو دو اُن کے جواب لکھدئے ہیں یا نہیں۔ ابوجعفر کہتا ہے کہ میں نے مہریں توڑ کر دیکھا تو ہر مسئلہ کا جواب لکھا ہوا تھا۔ خراسان واپس آیا تو دیکھا کہ جن لوگوں کا مال آپ نے رد کیا تھا وہ طریقہ حقہ سے پھر گئے فطحی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ صرف شطیطہ ہی اُن سے راہِ راست پر قائم تھی۔ ابوجعفر نے حضرت کا سلام اُس خوش اعتقاد مومنہ کو پہونچایا اور صُرّہ زر اور پارچہ دیا

وہ بموجب ارشاد انیس ۱۹ روز زندہ رہی بعد میں مر گئی۔ اس کی وفات پر امام حسب وعدہ اپنے شتر پر سوار ہو کر وہاں تشریف فرما ہوئے اور اس کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اسی اونٹ پر سوار ہو کر صحرا کی طرف چلے گئے۔ روانگی کے وقت ابوجعفر سے کہتے گئے کہ اب ہمارے شیعوں کو ہمارے آنے کی خبر کر دینا اور ہمارا اسلام ان کو پہونچانا اور یہ کہنا کہ میں یا جو کوئی اور میرے مقام پر امام ہو ضرور ہے کہ تمہارے جنازوں پر جہاں کہیں ہو حاضر ہوں فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی اَنْفُسِکُمْ۔ پس تقویٰ و پرہیزگاری خدا کو اپنے نفوس کے لیئے قائم رکھو

علم و فضیلت

پیشتر تاریخ امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السّلام مسمّٰی بکشف الحقائق مؤلفہ راقم الحروف میں گزرا کہ حضرت ائمہ صلوات اللہ علیہم کے لئے سوائے کلام اللہ اور احادیث رسولخدا اور ان دونوں سے استنباط مسائل واحکام کی بے نظیر ملکہ کے کہ ان کو حاصل تھا۔ دیگر ذرائع علم و معرفت کے موجود و مہیا رہتے ہیں۔ مثلاً عمود نور کہ دنیا و مافیہا کا حال معلوم کرنے میں ان کے واسطے جام جہاں نما کا کام دیتا تھا۔ یا جن علوم کی آنحضرتؑ کو ضرورت ہوتی تھی فرشتے ان کے کانوں میں ڈالتے تھے جو نقر فی الاسماع سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یا براہ راست حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں میں الہام ہوتا ہے جسے نکت فی القلوب کہتے ہیں۔ دیگر کتب و صحف انبیاء سابقین و جفر و جامعہ و مصحف فاطمہ ان کے پاس تھیں۔ نیز شبہائے قدر میں ملائکہ و روح نازل ہو کر ان کے علوم میں اضافہ کرتے تھے۔ ان سب باتوں کے سوا ہر شب جمعہ کو روح امام زماں معہ ارواح

سائرِ ائمۂ ہُدیٰ و انبیارِ خدا آسمانوں پر جاتیں اور عرشِ اعظمِ الٰہی کا طواف کرتی ہیں اور فیوض و علومِ بے حساب اکتساب کر کے وہاں سے واپس آتی ہیں قال ابو عبد اللہ فتصبح الانبیاء والاوصیاء قد ملئوا سرورا ویصبح الوصی الذی بین ظهرانیکم وقد زید فی علمه مثل جم الغفیر
حضرت صادق ؑ بعد بیان حدیث مذکورہ بالا فرماتے ہیں کہ اس وقت ارواحِ انبیار و اوصیار بہجت و سرور سے بھر جاتی ہیں۔ اور یہ وصی جو تمھارے سامنے بیٹھا ہے اس کا علم مثل جم غفیر کے زیادہ ہو جاتا ہے۔

مفضل بن عمر نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ سے پوچھا کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق ؑ فرماتے تھے کہ ہمارے علوم چار قسم پر ہیں۔ ایک علمِ غابر۔ دوسرے مزبور۔ تیسرے نکت فی القلوب۔ چوتھے نقر فی الاسماع اس کی تفسیر ارشاد ہو۔ فرمایا غابر علم گزشتہ امور کا اور مزبور آیندہ کا اور نکت فی القلوب سے الہام مراد ہے اور نقر فی الاسماع سے مراد فرشتوں کی باتیں جو کان سے سُنائی دیں۔

اور کتاب کافی میں ہے کہ کسی نے حضرت ابو الحسن اوّل سے کہا کیا حضرت رسالت پناہ تمام انبیار علیہم السلام کے وارث تھے۔ فرمایا ہاں اور کوئی نبی نہیں گزرا جس سے آنحضرت ؐ کا علم بڑھا ہوا نہو۔ عرض کی عیسیٰ ؑ مُردہ کو زندہ کرتے۔ اور سلیمان بن داؤد پرندوں کا کلام سمجھتے تھے آیا آنحضرت ؐ کو یہ منازل حاصل تھے فرمایا کیوں نہ تھے۔ سلیمان نے ہدہد کو نہ دیکھا تو اس کے کام میں ہشتبہ ہوئے اور فرمایا کیوں میں ہدہد کو نہیں دیکھتا آیا وہ غائب ہے اور غضبناک ہو کر فرمایا۔ میں اس کو سخت عذاب کروں گا۔ یا ذبح کر ڈالوں گا۔ ہاں اگر کوئی دلیل ظاہر و حجت غالب ساتھ لے کر آوے

اور سبب اس غیظ شدید کا یہ تھا کہ وہ پانی کا نشان بتایا کرتا تھا۔ اس وقت
پانی کی ضرورت تھی وہ نہ تھا تو اس سے ظاہر ہے کہ ایک ادنیٰ پرندہ کو وہ علم
دیا گیا تھا جو سلیمانؑ کو نہیں ملا تھا۔ حالانکہ ہوا چیونٹیاں۔ جنات والنس و شیاطین
ان کے تابع فرمان تھے۔ مگر پانی کا بزریعہ ہوا ان کو نشان معلوم نہ تھا۔ اسکو
ہُدہُد جانتا تھا۔ اور حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ
بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کُلِّمَ بِہِ الْمَوْتٰی۔ یعنی اگر کسی قرآن سے
پہاڑ اپنی جگہ سے چلنے لگیں یا زمین اس سے طے ہونے لگے یا مُردوں سے اسکی
وجہ سے باتیں ہونے لگیں تو وہ یہی قرآن ہے۔ پھر فرمایا تحقیق کہ ہم اس قرآن
کے وارث ہیں جس سے پہاڑ سیر کریں اور شہروں کے درمیان کا فاصلہ طے ہو
اور مُردے زندہ ہو جائیں اور ہم پانی سے بزریعہ ہوا واقف ہیں اور قرآن میں ایسی
آیتیں ہیں جن سے جس امر کا ارادہ کریں حق تعالیٰ اس کی اجازت دیدے۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ حضرات ائمہ علیہم السلام کا مرتبہ فضل و کمال میں ویسا
ہی رفیع تھا جیسا کہ ان کے جدِ امجد حضرت رسالت پناہ کا۔ رہے ساتویں امام
موسیٰ کاظم ؑ جو پائگاہِ عالی علم میں رکھتے تھے کسی پر مستور نہیں۔ بڑے بڑے
راہبوں قسیسوں نے حضرت کے کلام ہدایت التیام علم کی بدولت راہ
راست پایا اور مشرف با سلام ہوئے۔ اسلام میں بڑے بڑے علمائے کرام نے
جن کی تعداد غیر محصور ہے آپ سے اخذِ علوم کیا۔ خطیب تاریخ بغداد میں آنحضرت
سے برابر روایتیں نقل کرتا ہے۔ علیٰ ہذا اسمعانی نے رسالہ قوامیہ میں ابو صالح
احمد موذن نے اربعین میں۔ ابو عبداللہ ابن بطہ نے ابانہ میں۔ اور ثعلبی نے
کتاب الکشف والبیان میں آنحضرت سے جا بجا نقلیں کیں ہیں۔ احمد بن
حنبل امام سنیان باوجودیکہ اہل بیت رسالت کی طرف سے معروف بہ انحراف

تھا۔ جب کوئی حدیث آنحضرت ع سے نقل کرتا تو بایں عبارت کہتا حدثنی موسیٰ ع بن جعفر ع قال حدثنی ابی جعفر ع بن محمد ع قال حدثنی محمد ع بن علی ع قال حدثنی ابی علی ع بن الحسین ع قال حدثنی ابی الحسین ع بن علی ع قال حدثنی ابی علی ع بن ابی طالب قال حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یعنی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اپنے باپ جعفر صادق ع سے انہوں نے اپنے باپ محمد باقر ع سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدین ع سے انہوں نے حسین ع شہید سے اور انہوں نے علی ع بن ابی طالب سے انہوں نے حضرت رسولخدا ص سے اس کو روایت کیا ہے۔ اس کے بعد ابن حنبل مذکور کہا کرتا ھذا اسناد لو قریٔ علی مجنون لافاق یہ سلسلۂ اسناد وہ سلسلة الذہب ہے کہ اگر دیوانہ کے آگے بھی اس کی قرأت کی جائے تو البتہ اس کے مرض میں خفت ہو۔

وہ حضرت علوم نبوّت کے سرچشمہ تھے

عیسیٰ شلقان کہتا ہے کہ میں ایک مقام پر بیٹھا تھا ابوالحسن ع موسیٰ بن جعفر پاس سے گزرے میرے منہ سے نکلا لڑکے تمہارے باپ یہ کیا کیا کرتے ہیں کبھی ہم کو ابوالخطاب سے تولا و محبت کا حکم دیتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ اس سے بیزار ہو اور اس پر لعنت کرو۔ حضرت نے باوجود کم سنی نہایت متانت سے فرمایا اللہ تعالیٰ بعض اشخاص کو لازوال ایمان عطا کرتا ہے اور بعض کو لازوال کفر دیتا ہے۔ کچھ ایسے ہیں کہ ان کو عاریتی ایمان دیا جاتا ہے۔ جب چاہتا ہے وہ سبحانہ تعالیٰ چھین لیتا ہے ان کو معارین کہتے ہیں۔ ابوالخطاب ان لوگوں سے ہے جن کو عاریتی ایمان دیا گیا تھا۔ پھر لے لیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ جواب پُر از صدق و صواب حضرت ابو عبداللہ ع کے سامنے نقل کیا تو فرمایا انہ نبعة من النبوة۔ ابوالحسن موسیٰ ع ایک چشمہ ہے چشمہ ہائے علوم و نبوّت سے۔

قاضی القضاۃ ابو یوسف آپ کے فتاوے مانتے اور انکو نافذ کرتے تھے

علی بن سری نے بوقت وفات ایک شخص کو وصی مقرر کیا اس نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ علی نے وفات پائی۔ فرمایا رحمہ اللہ عرض کی اس کے بیٹے جعفر نے اس کی حیات میں اس کی ایک ام ولد کے ساتھ جماع کیا۔ لہذا مجکو وصیت کر گیا کہ میراث اُسے نہ دوں۔ فرمایا ہرگز اسے میراث میں شامل نہ کیجو۔ اور اگر یہ امر جو تو کہتا ہے صحیح ہے تو جعفر عنقریب مرض جنون میں مبتلا ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں واپس کوفہ آیا تو جعفر مجکو قاضی ابو یوسف کے یہاں لے گیا اور اپنے حق کا دعوے پیش کیا۔ اس نے پوچھا کہ علی بن سری نے تجکو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا تو پھر اس کا حق کیوں نہیں دیتا۔ کہا اس نے اپنے باپ کی ام ولد سے اس کی زندگی میں زنا کی۔ اس نے منع کیا کہ اس کو میراث میں شامل نہ کروں۔ اس کے بعد مجکو مدینہ جانے کا اتفاق ہوا تو موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہرگز میراث نہ دی جائے۔ قاضی نے کہا کیا واقعی امام موسیٰ کاظمؑ نے میراث نہ دینے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ مجکو تین مرتبہ حلف دیا۔ پھر کہا اَنْفِذْ بِمَا اُمِرْتَ اَلْقَوْلُ قَوْلُہٗ جو کچھ تجھے حکم دیا ہے اس کو جاری کر ان کا قول درست ہے۔ تھوڑے دنوں میں آنحضرت کی پیشین گوئی بھی راست ہوگئی۔ فی الحقیقت جعفر مجنون و دیوانہ ہوگیا۔ حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو بحالت جنون دیکھا ہے۔

لڑکپن میں انجیل کی تلاوت

کافی میں ہشام بن الحکم سے نقل کیا ہے کہ ایک نصرانی ابرہہ نام (مناقب میں انزیہ لکھا ہے غالباً تصحیف ہے) حضرت کاظمؑ کی خدمت میں داخل ہوا۔ میں بھی اس کے ہمراہ تھا۔ آپ نے پوچھا تم انجیل سے واقف ہو۔ کہا اس کا عالم ہوں۔ فرمایا اس کی تاویل کو جانتے ہو۔

کہا نہایت وثوق کے ساتھ اس سے آگاہ ہوں آپ نے اس کی تلاوت شروع کی نصرانی نے کہا قسم خدا کی مسیح اسی طرح اس کی تلاوت کرتے تھے۔ بروایت دیگر کہا مسیح کے سوا کوئی اس طرح انجیل کی تلاوت نہیں کر سکتا۔ میں پچاس برس سے ایسے پڑھنے والے کی تلاش میں تھا۔ الحمد للہ کہ آج اس دیرینہ آرزو پر فائز ہوا یہ کہکر کلمۂ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو گیا وَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ اور اس کا اسلام اچھا ہو گیا۔

بعد ازاں ہشام اور ابرہہ خدمت بابرکت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور ہشام نے تمام کیفیت امام موسیٰؑ سے ملاقات کرنے کی حضرت کے آگے بیان کی۔ فرمایا ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۝ ابرہہ نے کہا انجیل توریت وغیرہ کتب انبیا علیہم السلام آپ کو کہاں سے ہاتھ آئیں۔ فرمایا آنحضرات سے میراث میں پہونچیں۔ اس کے بعد جناب صادقؑ نے بھی بعض آیات انجیل و توراۃ کی تلاوت فرمائیں۔ پھر ارشاد کیا حجّت خدا زمین پر ایسا نہیں ہوتا کہ کسی امر کی بابت اس سے سوال کریں اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔

اصحاب الاحقاف بقیہ قوم ثمود

خلیفہ مہدی بن منصور حج کو گیا تھا مقام نقر العبادی پر نزول ہوا تو لوگ پانی کے نہ ملنے سے بے تاب ہوئے حکم دیا کہ قریب قبر عبادی ایک کنواں کھودا جائے۔ سو قامت سے زیادہ کھدائی ہوئی تو تختہ زمین کا پھٹا اور غیر محدود خلا نمودار ہوئی۔ جہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ فقط ہوا کی گونج کانوں میں آئی۔ یہ روایت ابوالفرج اصفہانی کی ہے مقاتل الطالبین میں لیکن طبرسی علیہ الرحمہ نے احتجاج میں علی بن یقطین سے نقل کیا ہے کہ منصور دوانیقی نے یقطین پدر علی مذکور کو منزل نقر عبادی پر ایک کنواں کھودوانے کا حکم دیا۔ ہنوز کنواں کھد رہا تھا اور پانی نہیں نکلا تھا کہ منصور فوت ہوا۔ مہدی کو اس کی خبر ہوئی تو کہا اس کو جبتک پانی نہ نکلے برابر کھودے جاؤ چاہے تمام بیت المال اس میں صرف

نقر العبادی

ہوجائے۔ یقطین نے اپنے بھائی ابوموسیٰ کو اس کام پر مقرر کیا۔ کھدائی جاری تھی کہ تہ چاہ میں سوراخ ہونے سے ایک خوفناک ہوا نیچے سے نکلی اور ہواؤں کے چلنے کی گونج سنائی دی۔ کھودنے والوں کو دہشت معلوم ہوئی۔ ابوموسیٰ کو خبر دی وہ خود محمل میں بیٹھ کر چاہ میں اُترا۔ اوپر سے دہانۂ چاہ چالیس ہاتھ طول اسی قدر عرض میں۔ قعر چاہ میں پہونچکر وہ ہولناک گونج اپنے کانوں سے سُنی۔ حکم دیا کہ سوراخ کو بقدر دروازہ مکان وسیع کیا جائے اور دو آدمیوں کو زر کثیر کے وعدہ پر اس سوراخ کی راہ نیچے اُتارا انہوں نے تھوڑی دیر اندر رہ کر رسّی ہلائی۔ کھینچا تو بیان کیا کہ عظیم منظر کا مشاہدہ کیا۔ ہوائیں ویسی ہی زور سے چل رہی تھیں جیسے کہ اوپر سے سننے میں آتی تھیں۔ اور مکانات معہ اثاث البیت وساکنین زن ومرد ومویشی گائے بھینس بھیڑ بکری وغیرہ وغیرہ کے موجود تھے۔ مگر جس شے کو ہاتھ لگا وُہ سب خاک۔ مہدی کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو علمائے پایۂ تخت سے اس کا حال دریافت کیا کسی کے پاس اس کا علم نہ تھا کہ کیا ماجرا ہے۔ ناچار وارث علوم انبیا امام دوسرا جناب موسیٰؑ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے فرمایا یہ قوم احقاف بقایائے ثمود ہے وفی الاحتجاج بکی بکاءً شدیداً بروایت احتجاج یہ حال سُنکر حضرت بہت روئے۔ پھر فرمایا اے امیر یہ قوم عاد ہے۔ حق تعالیٰ ان پر غضبناک ہوا اپنے مکانوں اور سامانوں سمیت زمین میں اُتر گئے ھٰؤلاءِ اصحاب الاحقاف یہ صاحبان احقاف ہیں۔ مہدی نے کہا احقاف کیا۔ فرمایا الر ..مل ریگ۔

خونِ حیض وخون بکارت کی شناخت

خلف حماد کا بیان ہے کہ فرقہ حقہ سے ایک شخص نے ایک باکرہ لڑکی سے عقد کیا۔ ازالۂ بکارت پر خون اس سے جاری ہوا جو تھمنے میں نہیں آتا تھا۔ دس روز اس حالت میں گزر گئے تو شہر کی دائیوں اور واقف کار عورتوں سے دریافت کیا ان میں باہم اختلاف ہوا بعض نے

خونِ حیض بتلایا دیگر خونِ بکارت کہتی تھیں۔ ناچار فقہائے بلد ابو حنیفہ وغیرہ کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے کہا مسئلہ مشکل ہے۔ نماز واجب ہے اس کو ادا کرتی رہے۔ مگر مرد کے پاس نہ جائے جس وقت تک کہ خون کی سرخی موقوف ہو کر سفیدی نہ آنے لگے اس وقت اگر خونِ حیض ثابت ہوا تو پڑھی ہوئی نمازیں ضرر نہیں پہونچاتیں۔ ازالۂ بکارت کا تھا تو فرضِ خدا ادا ہوا۔ عورت نے اس کے موافق عمل کیا۔ خلف کہتا ہے کہ اسی سال مجکو سفرِ حج پیش آیا۔ منی میں امام موسیٰ کاظم ؑ ابھی تشریف رکھتے تھے۔ پیغام دیا کہ مجکو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ حضور کوئی وقت خلوت کا مقرر کریں اس وقت حاضر ہو کر دریافت کروں۔ فرمایا پہر رات گزرے جب لوگ آرام کریں آؤ۔ اس وقت حاضر ہوا تو خیمہ کے دروازہ پر ایک غلام حبشی بیٹھا تھا۔ اس نے نام پوچھکر اندر جانے کی اجازت دی اور کہا میں تمہاری ہی خاطر یہاں بیٹھا تھا۔ خیمہ میں پہونچکر دیکھا کہ حضرت تنہا تشریف رکھتے ہیں۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور عرض کی کوفہ میں ہم لوگوں سے ایک شخص نے جوان لڑکی سے عقد کیا تھا۔ ازالۂ بکارت کے وقت خون اس سے جاری ہوا جو بند نہیں ہوتا دس دن کے بعد دائیوں کو دکھایا کسی نے خونِ حیض تجویز کیا کسی نے ازالۂ بکارت کا بتایا۔ فقہائے بلد سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا نماز پڑھتی رہے۔ مرد کے پاس نہ جائے۔ خونِ حیض نکلا تو کچھ ضرر نہیں۔ خونِ بکارت تھا تو فرضِ خدا ادا ہوا۔ اب سوال یہ باقی ہے کہ کس طرح معلوم ہو کہ یہ کونسا خون ہے فرمایا ھذا سر اللہ فلا تذیعوہ۔ یہ اسرار خداوندی سے ہے نااہلوں کے آگے ظاہر نہ کرو۔ اس کے امتیاز کا یہ طریق ہے کہ پنبہ لے کر مقام مخصوص پر رکھے اور تھوڑی دیر میں نکال کر دیکھے کہ اگر پنبہ پر خون طوقدار ہے تو ازالۂ بکارت کا خون ہوگا اور جو تمام پنبہ خون میں لتھڑا نکلے تو حیض ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ طریق انیق تحقیق کا معلوم کر کے فرطِ مسرت سے میری

آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ عرض کی جعلت فداک حضور کے سوا دوسرا کون
ایسے مسائل اس خوبی سے بتا سکتا ہے۔ حضرت نے دست مبارک طرف
آسمان کے بلند کیئے اور کہا قسم خدا کی میں نے جو کچھ کہا حضرت رسولخدا اور جبرئیل
کے بیان کی موافق کہا۔

حرمت شراب قرآن سے علی بن یقطین سے نقل ہے کہ مہدی خلیفہ نے حضرت ابوالحسن
صلوات اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کیا حرمت شراب
کلام اللہ شریف سے ثابت ہے۔ نہی اور ممانعت تو اس سے نکالتے ہیں مگر حرام
ہونا کسی آیۃ سے ثابت نہیں ہوتا۔ فرمایا اس کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہے
عرض کی بیان کیجئے فرمایا حق تعالیٰ کہتا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ (ترجمہ) جز ایں نیست کہ حرام کیا
تیرے رب نے بدکاریوں کو خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور اثم و بغاوت ناحق
کو۔ فواحش ما ظہر تو زنا باعلان ہے اور وہ اعلام کہ زناکار عورتیں ایام جاہلیت
میں اپنے مکانوں پر نصب کیا کرتی تھیں اور ما بطن سے مراد بیٹوں کا ماؤں کے
ساتھ زنا کرنا کیونکہ بعثت پیغمبر خدا سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ جو کوئی زوجہ کو
چھوڑ کر مرجاتا تو اس کا بیٹا جو دوسری زوجہ سے ہوتا اس کے ساتھ نکاح کر لیتا
حق تعالیٰ نے اس کو چھپی ہوئی زنا کہا اور حرام کیا۔ لیکن اثم سے مراد خاص شراب
ہے۔ حق تعالیٰ نے ایک اور مقام پر بھی خمر کو اثم سے تعبیر کیا ہے وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ
الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (ترجمہ) اور سوال کرتے
ہیں (اے محمدؐ) تجھ سے شراب اور قمار کی بابت۔ کہدے کہ ان دونوں میں اثم
(گناہ) کبیرہ ہے اور فائدے ہیں آدمیوں کے واسطے پس بموجب قول سبحانہ تعالیٰ
خمر و میسر اثم ہیں۔ مہدی نے ابن یقطین سے خطاب کر کے کہا ھذہ واللہ فتویٰ

ناشمیۃ اے علی قسم خدا کی ہاشمی فتوا یہ ہے۔ علی کہتے ہیں۔ میں نے کہا قسم خدا کی اے امیرالمومنین تم راست کہتے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ علوم تم سے باہر نہیں جانے دیئے۔ قسم بخدا کہ اس پر مہدی سے صبر نہو سکا بول اٹھا صدقت یارافضی۔ اے رافضی تو سچ کہتا ہے۔

ایک راہب نے کلام شریف سے ہدایت پائی

کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت موسٰی کاظمؑ ایک بار خوف اعدا سے بہ تبدیل لباس شام کے قریات میں چھپے پھرتے تھے۔ پھرتے پھرتے آپکا گزر ایک راہب پر ہوا جو سال بھر غار میں رہتا ایک روز اس غار میں سے نکلکر لوگوں کو وعظ و پند کرتا پھر وہیں داخل ہو جاتا۔ حضرتؑ اس مجمع میں پہونچے اور راہب نے آپ کو دیکھا تو رعب شدید اس پر طاری ہوا۔ بولا اے شخص تم ہمارے درمیان سے ہو یا اجنبی۔ ہمارے طریق پر ہو یا مخالف۔ کہا میں تم سے نہیں ہوں۔ کہا تو اُمتِ مرحومہ سے (مسلمان) ہو۔ فرمایا ہاں۔ کہا ان کے علماء سے ہو یا جُہال سے۔ فرمایا میں جاہل نہیں۔ راہب نے کہا تو فرمائیے کہ طوبیٰ کی جڑ خانۂ عیسےٰ یا بقول تمہارے خانۂ محمدؐ میں ہے۔ اور اسکی شاخیں ہر بہشتی کے گھر میں پہونچی ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا اس کی مثال دنیا میں آفتاب ہے کہ خود آسمان پر ہے اور نور و ضیاء اس کا زمین پر پھیلا اور ہر گھر میں پہونچا ہے۔ کہا طعام جنّت تمام نہو گا ہر چند اس کو کھاتے رہینگے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا اس کی مثال چراغ ہے جس قدر چاہو اس سے نور کرو اس میں کمی نہیں آتی۔ عرض کی جنّت میں ظلّ ممدود کیا ہے۔ فرمایا صبح کو طلوع آفتاب سے پہلے کا تمام وقت ظلِ ممدود ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ آیا تو نہیں دیکھتا اپنے رب کی طرف کہ کس طرح دراز کیا اس نے سایہ کو۔ عرض کی جنّت میں خدام ہوں گے کہ بغیر اس کے کہ ان کو امر کریں تمام کاروبار

اہلِ جنت کی مرضی کی موافق بجالائیں گے۔ فرمایا دنیا میں بھی تو ہاتھ پاؤں۔ کان آنکھ وغیرہ اعضا صرف مالک کے ارادہ پر کام کرتے ہیں۔ زبان سے ان کو کب حکم دیا جاتا ہے۔ عرض کی کُنجیاں جنّت کی سونے کی ہیں یا چاندی کی فرمایا اس کی کنجی فقط زبان مؤمن ہے جب اس سے لا الہ الا اللہ کہیگا دروازے جنّت کے کھُل جائینگے۔ عرض کی راست کہا تم نے۔ یہ کہا اور کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کر کے مسلمان ہوگیا۔ وفی البحار اَسۡلَمَ وَمَعَہٗ جَمَاعَۃٌ بحار میں ہے کہ وہ مسلمان ہوا اور اسکے ساتھ تمام مجمع مسلمان ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذٰلک۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابوجعفر محمد باقرؑ اور ان کے فرزند دلبند جعفر صادقؑ کو بھی اسی شام میں پیش آیا جبکہ یہ دونوں بزرگوار حسب الطلب خلیفہ ہشام بن عبدالملک مروانی وارد دمشق تھے۔ وہاں بھی راہب نصرانی نے اسی طرح کے سوالات آنحضرات سے کئے تھے اور شافی جواب پائے چونکہ یہ قصّہ بنہایت مشہور ہے۔ حتی کہ شاعر مقدس مرزا جعفر علی لکھنوی المتخلص بہ فصیح نے اس کو اپنی معروف مثنوی نان و نمک میں لباس نظم پہنایا ہے۔ ہم بھی اسی لباس میں اس کو بنظر احتظاظِ ناظرین پیش کرتے ہیں۔ مدح امام محمد باقرؑ میں کہتے ہیں

ہے یہ مضمونِ خبر سُن دھیان سے	کر سماعت اس کو دل کے کان سے
شام میں وارد ہوا جب وہ امام	ایک جگہ لوگوں کا دیکھا اژدحام
جمع تھے اُس جا نصاریٰ بیشمار	پیر مرد اک ان میں تھا صاحبِ وقار
پوچھا حضرت نے کہ ہے کیوں اژدحام	کون ہے یہ پیر مرد اے اہل شام
ایک نے کی عرض شہ سے یا امیر	پادری نصرانیوں کا ہے یہ پیر
ہے بڑا عالم یہ اے عالی جناب	پوچھیں جو کچھ خوب دیتا ہے جواب
ہے کبیر السّن معمّر یہ فہیم	ہے حواریین عیسےٰ کا ندیم

جب سُنا حضرت نے عالم ہے یہاں
آئے اس مجمع میں شاہِ مؤمناں

چادر اپنے سر پہ یکسر ڈال لی
مُنہ چھپایا تا نہ پہچانے کوئی

بھیڑ کو سرکا کے وہ حق کا حبیب
جا کے بیٹھا پیرِ عالم کے قریب

مسندِ عزت پہ بیٹھا تھا وہ پیر
تھا تو نصرانی مگر روشن ضمیر

تھا زبس بوڑھا بدن میں تھی نہ تاب
چشم پر پلکوں کا تھا اسکے نقاب

ہاتھ سے پلکیں اُٹھائیں ایک بار
سر پہ باندھی اک ردا سے استوار

مثلِ افعی ہر طرف کو کی نگاہ
الغرض دیکھا جب اس نے روئے شاہ

بولا کیا ہم میں سے ہے تو اے فتیٰ
یا محمدؐ کی ہے اُمت سچ بتا

شہ نے فرمایا کہ میں تجھ سے نہیں
ہوں مطیعِ دینِ ختم المرسلیں

پھر کہا اس نے تمھیں ہو علمِ دیں
شہ نے فرمایا کہ میں جاہل نہیں

جس گھڑی یہ گفتگو باہم ہوئی
مضطرب ہو کر پکارا پادری

یا تو تو کچھ پوچھ مجھ سے اے جواں
یا میں پوچھوں تجھ سے اور تو کر بیاں

شاہ بولے پوچھ تو مجھ سے شتاب
دیکھ تو کیسا میں دیتا ہوں جواب

سُن کے یہ عالم نے ہنسکر یوں کہا
اے نصاریٰ ہے تعجب کی یہ جا

مجھکو کہتا ہے یہ مسلم کر سوال
مجھ سے عالم سے ہے یہ اسکا مقال

پھر کیا حضرت کی جانب یوں خطاب
کچھ مسائل کا مرے اسدم جواب

پہلے تجھ سے پوچھتا ہوں سُن یہ بات
دے جواب با صواب اے خوش صفات

کونسی ساعت ہے وہ اے نیک خو
جو نہ دن ہے اور نہ شب واقف ہے تو

شہ نے فرمایا وہ ساعت انتخاب
صبح سے ہے تا طلوعِ آفتاب

روز یا شب میں نہیں اس کا شمار
ہے یہ ساعت خلد کی اے باوقار

درد اس ساعت میں کم کرتا ہے جوش
سارے بیماروں کو آجاتا ہے ہوش

رات بھر جس کو نہیں آتی ہے نیند — اُس کو اس ساعت میں آجاتی ہے نیند

سُن کے وہ بولا کہ اے عالی جناب — واقعی ہے یہ جواب باصواب

پھر کہا اُس نے کہ یہ کیجے بیاں — میوے کھاوینگے سدا اہلِ جناں

بول و غائط پر نہ ہووے گا جدا — ہے مخالف عقل کے یہ ادّعا

ہو تشفی کس طرح ہے یہ محال — اس کی دنیا میں کوئی دیجے مثال

شہ نے فرمایا یہ کچھ مشکل نہیں — رحم میں مادر کے ہوتا ہے جنیں

روز و شب اسکو پہونچتی ہے غذا — بول و غائط پر نہیں ہوتا جدا

سُن کے یہ حیرت میں آیا پادری — پڑ گئی سارے بدن میں تھرتھری

پھر کہا ہے تیسرا اب یہ سوال — تب میں جانوں لاؤ جب اسکی مثال

کہتے ہیں جنت میں اے عالی وقار — سب شجر ہوں گے ہمیشہ میوہ دار

میوے ان کے کھاوینگے اہلِ ارم — پر نہ وہ میوے کبھی ہو دیں گے کم

ہے مخالف عقل کے یہ گفتگو — کھاویں میوے تا ابد اور کم نہ ہو

شہ نے فرمایا کہ ہے یہ بھی درست — اس کی بھی تمثیل میں دیتا ہوں چُست

ہے سدا پُر فاکہہ جنت کا باغ — اس کا ہر اک میوہ ہے مثلِ چراغ

ایک سے روشن کریں گر سو ہزار — نور اس کا کم نہ ہوگا زینہار

سُن کے بولا پادری کھا پیچ و تاب — پوچھتا ہوں مسئلہ اب لاجواب

شہ نے فرمایا نہ لانا یہ خیال — مسئلہ جو ہووے غامض کر سوال

تب کہا اس نے کہ اے والا گہر — حال سے ان کے مجھے دیجے خبر

جن کی مادر دو پسر توام جنے — یعنی جوڑواں دونو کو باہم جنے

دونو وہ لڑکے بڑے پل کر ہوے — ایک ساعت آخرش دونو موے

اِک تو تھا پنجاہ سالہ وقتِ موت — ڈیڑھ سو کا تھا دوم ہنگامِ فوت

شہ نے فرمایا وہ ہیں غرہ عزیر
اس صفت کے کون ہیں انکے بغیر

بطنِ مادر سے بہم پیدا ہوئے
ایک ساعت واقعی دونو موے

سُن لے یہ تفصیل بھی اے نکتہ داں
زندہ تا سی سال تھے دونو جواں

تیس کا ہو کر مُوا لیکن عزیر
خوب کی ملکِ عدم کی اُس نے سیر

پھر ہوا زندہ بحکمِ کردگار
سو برس کے بعد وہ عالی وقار

پھر رہا دنیا میں وہ تا بست سال
ساتھ دونو کا ہوا آخر وصال

پادری سُن یہ بیاں قائل ہوا

پھر نہ مارے رعب کے سائل ہوا

مرزا صاحب نے یہیں تک اسکو لکھا ہے لیکن بحار میں اس کے بعد اس طرح پر ہے
فنهض عالم النصارىٰ قائماً عند ذٰلك نصرانیوں کا عالم اس وقت اُٹھکر کھڑا ہو گیا۔
اور کہا تم مجھ سے زیادہ عالم کو میرے فضیحت و رسوا کرنے کو" لے ہو۔ قسم خدا کی میں اب
تم سے بات نہ کرونگا۔ اور زندہ رہا تو سال آیندہ نکلکر تمھارے پاس نہ بیٹھوں گا۔
بروایت دیگر اس نے کہا ما رأیت احداً قط اعلم من هذا الرجل۔ لا تسئلونی عن
حرف وهذا بالشام ردونی فردوه الیٰ کهفه ورجع النصارىٰ مع ابی جعفر صلوات اللہ
علیہ۔ میں نے کبھی اس مرد سے زیادہ عالم نہیں دیکھا جب تک وہ شام میں مقیم ہے
تم مجھ سے ایک حرف بھی نہ پوچھو مجکو میرے مقام میں واپس کردو۔ پس اُنھوں نے
غار کی طرف اس کو واپس کیا اور نصاریٰ حضرت ابو جعفر کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے

ہارون خلیفہ اور امام موسیٰؑ

فضل بن ربیع حاجب ہارون اور ایک اور مرد نے مناقب ابن شہر آشوب میں نقل کیا ہے کہ ہارون حج کو گیا تو مکہ پہونچکر
ابتدا طواف خانۂ کعبہ سے کی۔ عام لوگوں کو نکال دیا جائے۔ حکم ہوا تا کہ خلیفہ تنہا مشغولِ
طواف ہو۔ ابھی شروع کرنے نہ پایا تھا کہ ایک اعرابی آگے نکلکر اس کے ساتھ طواف

کرنے لگا۔ حاجب نے کہا امیر المؤمنین کے آگے سے ہٹ جاؤ۔ اعرابی نے اسے
جھڑکا کیوں ہٹ جائیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حق تعالیٰ نے بنی نوع انسان میں مساوات
بخشی ہے۔ چنانچہ وہ سبحانہ فرماتا ہے سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ۔ مقیم اور باہر سے آنیوالا
یہاں دونو برابر ہیں۔ ہارون نے اشارہ کیا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ پس ہارون طواف کرتا اور
اعرابی اس کے آگے آگے چلتا تھا حجرِ اسود کے استلام کا قصد کیا تو اعرابی نے پہلے
پہونچکر استلام کیا۔ مقام ابراہیم پر نماز کے لئے آیا تو اعرابی اس سے آگے وہاں موجود
تھا۔ نماز سے فارغ ہوکر اعرابی کو بُلوایا۔ حاجب نے اس کے پاس جاکر کہا اَجِبْ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن
خلیفہ نے بلایا ہے چلو۔ کہا مجکو اس کے پاس جانے کی حاجت نہیں۔ اس کو ضرورت ہو تو
خود چلا آئے۔ ہارون خود اعرابی کے پاس آیا اور سلام کیا اُس پر اور کہا اَجْلِسُ يا
اعرابی اے اعرابی بیٹھ جاؤں۔ کہا یہ مکان میری ملکیت سے نہیں کہ مجھ سے اجازت
طلب کی جائے۔ خانۂ خدا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔ چاہو بیٹھو
چاہو چلے جاؤ۔ ہارون بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا وائے ہو تجھ پر اے اعرابی۔ تجھ جیسے ادنے
شخص کو زیبا نہیں کہ ملوک وسلاطین سے متعرض ہو۔ اب میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔
نہ بتا سکا تو تجھے عذاب کرونگا۔ اعرابی نے کہا غرض اس سے تعلّم وحصول علم ہے یا
اظہارِ تعنّت وعناد۔ کہا نہیں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کہا تو سائل مسئلہ کی طرح بیٹھو
ہارون نے کہا اَخْبِرْنِیْ مَا فَرْضُكَ۔ مجکو خبر دے کہ تیرا فرض کیا ہے۔ اعرابی نے کہا
رَحِمَكَ اللهُ فرض خدا ایک ہے۔ اور پانچ سترہ چونتیس۔ چورانوے۔ ایک سَو۔
ترپن اور بارہ سے ایک اور چالیس سے ایک اور دو سو سے پانچ اور تمام زمانہ سے ایک
اور ایک ایک سے۔ رشید ہنسنے لگا اور کہا ویحک یا اعرابی میں تجھ سے تیرا فرض پوچھتا
ہوں تو میرے سامنے اعداد شمار کرنے لگا۔ میں حساب تو نہیں پوچھتا۔ کہا کیا تو نہیں جانتا
کہ دین تمام حساب ہے۔ حساب نہوتا تو حق تعالیٰ حسابِ خلائق نہ لیتا۔ پس تلاوت کیا

آیہ شریفہ وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا وَکَفٰی بِنَا حَاسِبِیْنَ۔ ایک رائی کا دانہ ہوگا تو ہم اس کو لائیں گے اور ہم کافی طور سے حساب کرنے والے ہیں۔ رشید نے کہا اپنے قول کی وضاحت کرو ورنہ حکم دیتا ہوں کہ صفا و مروہ کے درمیان تجھکو قتل کریں حاجب نے کہا امیرالمومنین برائے خدا و حرمت اس مکان مقدس کے اسکی جان بخشی کیجئے۔ اس پر اعرابی ہنسنے لگا۔ ہارون نے کہا تجھے ہنسی کس بات پر آئی۔ اعرابی بولا تعجباً منکما اذلا ادری من الاجھل منکما الذی یستوھب اجلاً قد حضر اوالذی استعجل اجلاً لم یحضر۔ یعنی مجکو تم دونوں پر تعجب ہے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ کون تم سے زیادہ جاہل ہے۔ آیا وہ جو اس موت کی معافی چاہتا ہے جس کا وقت آپہونچا۔ یا جو کہ اس میں جلدی کر رہا ہے جو ابھی دور ہے۔ رشید نے کہا جو تم نے کہا اس کی تفسیر بیان کرو۔ کہا میں نے کہا فرض ایک ہے۔ مراد اس سے دین اسلام ہے۔ پھر ہر مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں جن کی سترہ[۱۷] رکعتیں ہوتی ہیں اور چونتیس[۳۴] سجدے۔ اور چورانوے[۹۴] تکبیریں اور ایک سو ترپن[۱۵۳] تسبیحیں۔ اور میرا قول بارہ میں ایک پس وہ ایک مہینہ ماہ رمضان کا ہے بارہ مہینوں سے اور یہ جو کہا کہ چالیس[۴۰] میں ایک۔ وہ چالیس سے ایک دینار زکوٰۃ کا۔ علیٰ ہذا دو سو[۲۰۰] سے پانچ۔ اس سے مقصود دراہم کی زکوٰۃ ہے۔ اور تمام زمانۂ حیات سے ایک حجۃ الاسلام کہ عمر بھر میں ایک بار واجب ہوتا ہے۔ اور ایک کا ایک یہ کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ قاتل اس کے عوض قتل کیا جائے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے النفس بالنفس۔ رشید نے یہ تفسیر اعداد مذکورہ کی سُنی تو کہا لِلّٰہ درّک یا اعرابی اور حکم دیا کہ ایک توڑہ اشرفیوں کا اس کو دیا جائے۔ اعرابی نے کہا میں بھی تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اگر درست جواب دیا تو یہ تھیلی موجود ہے اس کو لے کر اسی مکان شریف میں خیرات کر دینا اور جو جواب ٹھیک نہوا تو ایک توڑہ اس میں اور اضافہ کرنا تاکہ میں دونوں کو اپنے قبیلہ

کے فقراء پر قسمت کروں۔ ہارون نے ایک تھیلی اور منگائی۔ اور کہا دریافت کر جو چاہے
اعرابی نے کہا خنفسا اپنے بچوں کو بھراتا ہے یا دودھ پلاتا ہے۔ ہارون خاموش رہ گیا
پھر کہا دیجلے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کرتا ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے اُن لوگوں جنہوں نے
نے رسول اللہ صلعم سے سُنا یہ سُنا ہے مَنْ ولیٰ اقوامًا ذھب لہ من العقل کعقولھم
یعنی جو شخص قوموں پر والی ہوتا ہے اُس کو ان سب کی برابر عقل دی جاتی ہے۔ تو اِس
اُمّت کا والی امر و خلیفہ ہے۔ دینیات و فرائض سے جو کچھ تجھ سے سوال کریں اس کا
جواب دینا تجھ کو لازم ہے۔ آیا اس مسئلہ کا جواب تیرے پاس ہے۔ ہارون نے کہا
خدا تجھکو رحم کرے۔ جو کچھ کہا اس کی تشریح کر اور دونوں تھیلیاں لے لے۔ کہا اللہ تعالیٰ
نے جب زمین کو خلق کیا تو حشرات الارض کو اس کے ساتھ پیدا کیا وہ خون رحم کے
ساتھ پیدا نہیں ہوئے۔ صرف زمین سے پیدا ہوئے اور ان کا رزق اور خوراک اسی
سے بہم پہونچایا۔ جب بچہ ماں کے شکم سے جدا ہوتا ہے تو اس کی ماں نہ اس کو بھراتی
ہے نہ دودھ پلاتی ہے۔ اس کی معاش خاک سے بہم پہونچتی ہے۔ ہارون نے کہا
خدا کی قسم کسی کو ایسا مسئلہ پیش نہ آیا ہوگا۔ اعرابی نے دونوں تھیلیاں لے لیں
اور وہاں سے روانہ ہوا۔ بعض اشخاص اس کے پیچھے گئے اور اس کا نام دریافت
کیا۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام تھے۔ ہارون نے یہ سُنا تو کہا قسم خدا
کی میں جانتا تھا کہ یہ شاخ اسی شجرۂ مبارکہ کی ہے۔

عبد الصّلیب نصرانی کا مشرف باسلام ہونا

یعقوب بن جعفر بن ابراہیم کہتا ہے کہ میں ابوالحسن موسیٰ ؑ کی خدمت میں مقام عریض
حاضر تھا۔ ایک نصرانی آپ کے پاس آیا اور عرض کی میں دور و دراز مسافت طے
کر کے یہاں آیا ہوں۔ تیس سال گزرے جب سے خدا سے دُعا مانگتا تھا کہ خداوندا
بہترین ادیان و افضل ترین و عالم ترین آدمیان کی طرف رہنمائی کر۔ ایک شخص نے خواب میں

کہا کہ بالائے دمشق میں ایک عالم ہے اس کے پاس جا وہاں گیا تو اُس نے کہا
میں اپنے مذہب کا اعلم ہوں مگر مجھ سے زیادہ علم والا اور شخص ہے۔ میں نے کہا
میں نے انجیل زبور اور چار سفر توریت کے پڑھے ہیں اور تمام ظاہر قرآن قرأت
کیا ہے۔ اُس نے کہا علوم نصرانی کا خواستگار ہے تو عرب و عجم میں مجھ سے
زیادہ کوئی اسکا جاننے والا نہیں۔ یہود کا علم چاہتا ہے تو آج باطی بن شرحبیل
سامری سے بڑھکر دوسرا نہو گا۔ علم اسلام و علمِ توریت۔ زبور و انجیل و کتاب ہود
و دیگر کتب و صحف انبیاء مجملاً تمام ما انزل من اللہ کا طالب ہے تو ان سب کا
جاننے والا فقط ایک شخص ہے دوسرا نہیں فیہ تبیان کل شیٔ و شفاء للعالمین
و روح لمن استروح الیہ و بصیرۃ لمن اراد اللہ بہ خیرًا و انس للحق اس کے
پاس ہے بیان ہر ایک شے کا اور شفاء عالمین اور راحت طلب کنندہ راحت کے
لئے اور بصیرۃ اُس شخص کی جسکے لئے خدا بہتری چاہے۔ اور موانست بحق۔ میں
اس کی طرف تجھکو رہنمائی کرتا ہوں۔ اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ ہر چند کہ پیادہ پا
اپنے قدموں پر چلنا پڑے۔ یہ بھی نہو سکے تو گھٹنوں کے بل چلے۔ یہ بھی ممکن نہو تو
زمین پر بیٹھے بیٹھے گھسٹے۔ اس کا بھی امکان نہو تو اوندھا پڑ کر چلے۔ غرض جس طریق
سے امکان میں ہو وہاں جا۔ میں نے کہا میں جسمی اور مالی دونوں طاقتیں طاقتیں
رکھتا ہوں۔ کہا تو فوراً روانہ ہوتا اینکہ یثرب یعنی مدینۃ النبی ؐ میں پہونچے وہ نبی ہاشمی
جو عرب میں مبعوث ہوا۔ وہاں پہونچکر موسیٰ بن جعفر صادق ؑ کی تلاش کرنا اور دریافت
کرنا کہ گھر پر ہیں یا کہیں سفر کو گئے ہیں سفر میں گئے ہوں تو وہیں جانا کیونکہ ان کا سفر
تیرے اس سفر سے جو تو کر چکا ہے کسی طرح دراز نہو گا اس کے پاس پہونچے تو کہنا
کہ مطران علیا رِ دمشق کے رہنے والے نے مجھے حضور کے پاس بھیجا ہے وہ حضرت
پر بہت بہت سلام کہتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حضرت کے ہاتھ پر مجھکو اسلام

نصیب ہو۔ پس نصرانی مدینہ پہونچا اور اپنا قصہ بیان کیا حضرت عصا پر اعتماد
کئے کھڑے سنتے رہے۔ پھر عرض کی مجکو کلام کرنے کی اجازت ہے۔ فرمایا کیوں نہیں
اس لئے تو تو آیا ہی ہے۔ کہا پہلے تو یہ فرمائیے کہ حضور نے میرے دوست وشقی کے
سلام کا جواب کیوں نہیں دیا کیا اس کا ردِ سلام کیجئے گا۔ فرمایا عَلٰی صَاحِبِکَ السَّلَامُ
اِنْ هَدَاهُ اللّٰهُ تیرے دوست پر سلام ہو اگر حق تعالیٰ نے اس کو ہدایت کردی ہے
لیکن تسلیم اُس وقت ہوگی جبکہ ہمارے دین میں آجائے گا۔ عرض کی قرآن مجید جو
محمد مصطفیٰ ص پر نازل ہوا جس سے کہ وہ حضرت ناطق ہوئے اور اس کے اوصاف بیان
کئے۔ اس میں یہ آیات ہیں حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ
اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اس کی حقیقی اور باطنی تفسیر کیا ہے۔
فرمایا حٰمٓ سے مراد اسم مبارک محمد ہے جیسا کہ اس کتاب میں لکھا ہے جو حضرت ہود
پیغمبر پر نازل ہوئی اس میں سے بعض حروف کی کمی واقع ہوئی ہے اور کتاب مبین سے
امیر المؤمنین مقصود ہیں۔ اور لیلۃ مبارکۃ سے حضرت فاطمہ زہرا ع کی طرف اشارہ ہے
اور فیھا یفرق کل امر حکیم۔ ای یخرج منها خیر کثیر یعنی نکلیں گی اس سے بہت سی
خوبیاں۔ ایک مرد حکیم۔ دوسرا تیسرا۔ نصرانی نے کہا ان حکیم مردوں سے پہلے اور
پچھلے کی کچھ صفت بیان کیجئے۔ فرمایا ان کی صفات ایک دوسرے کے مشابہ ہیں
مگر تیسرا اس کی نسل کا اس کا وصف تجھ سے بیان کرتا ہوں تحقیق کہ اس کا ذکر
تمہاری کتاب میں جو تم پر نازل ہوئی موجود ہے اگر تغیر و تحریف سے خالی ہو۔ جس کے تم
قدیم سے عادی ہو۔ نصرانی نے کہا میں جو کچھ جانتا ہوں تم سے نہ چھپاؤنگا اور نہ خلاف
واقع کہونگا۔ حال آنکہ حضور پر خود روشن ہے کہ میں راست گو ہوں یا دروغ زن قسم

ل؎ قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اُتارا برکت والی رات میں۔ ہم ہیں اندازکرنیوالے
اس میں جُدا ہوتا ہے ہر ایک کار محکم ۱۲

بخدا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ فضل و کمال آپ کو عطا کیا اور ان نعمات کو تمھارے درمیان قسمت فرمایا ہے جس کا کسی دل میں خطور نہیں ہوا۔ اور جو کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتیں اور کوئی ان کو جھٹلا نہیں سکتا۔ پس جو کچھ آپ اس بارے میں فرماتے ہیں امر اسی طرح پر ہے۔ حضرت ابوابراہیم ؑ نے فرمایا ایک اور خبر تجھکو دیتا ہوں جس کو قاریانِ کتب کمتر جانتے ہیں بھلا یہ تو بتلا کہ مادرِ مریم کا کیا نام تھا۔ اور کس روز کس وقت ان کے شکم میں نفخ روح ہوا۔ اور کس روز اور کس وقت حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے نصرانی نے کہا میں تو یہ نہیں جانتا۔ فرمایا مادرِ مریم کا نام مرثا جس کا عربی ترجمہ وہیبہ ہے اور روزِ جمعہ بوقتِ زوال مریم عیسیٰ سے حاملہ ہوئیں۔ یہی دن جبرئیل امین کے نزول کا ہے۔ مسلمانوں میں اس سے بڑھکر دوسرا دن نہیں حق تعالیٰ اور حبیب خدا محمد مصطفےٰ ص نے اس دن کی عظمت کی اور حکم کیا کہ اس کو عید کریں۔ لیکن جس روز مریم ؑ بچہ جنی وہ روز سہ شنبہ چار ساعت و نصف ساعت کا وقت ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ کس نہر کے کنارے یہ ولادت مبارکہ واقع ہوئی۔ کہا نہیں فرمایا کنارہ نہر فرات پر جہاں درختان انگور اور کھجوروں کے تھے۔ اور فرات کے کنارے خرما و انگور بہت اچھے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ دن جس میں اس کی زبان بند ہوئی۔ قیدوس نے اپنے بیٹوں اور ہمراہیوں کو آواز دی انہوں نے اس کی اعانت کی اور آل عمران کو باہر لائے تاکہ مریم کو دیکھیں۔ پس انہوں نے اسکو بھی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تجھ سے اور ہم سے بیان کیا ہے۔ تو نے وہ مقام سمجھ لیا ہے۔ کہا ہاں اور میں نے اس کو روز حادثہ میں قرارت کیا ہے فرمایا تو تو اپنی جگہ سے نہیں اُٹھیگا جبتک کہ اللہ تعم تجھکو ہدایت نہ کرے۔ نصرانی نے کہا یہ تو فرمائیے کہ میری ماں کا کیا نام سریانی اور عربی میں ہے فرمایا اس کا سُریانی نام عنقالیہ ہے اور عربی مہیبہ ہے اور تیرے دادا کا نام غفور ہے اور باپ کا

نام عبدالمسیح اور وہ عربی میں عبداللہ ہے کیونکہ مسیح کے لیئے کوئی عبد نہیں۔کہا
درست کہا اور ٹھیک فرمایا۔میرے جدامجد کا نام۔کہا تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا میں
اس وقت اُس کو بدلتا ہوں اور عبدالرحمٰن نام مقرر کرتا ہوں۔کہا میرا پہلا گیا نام تھا۔
کہا عبدالصلیب اور میں عبداللہ مقرر کرتا ہوں۔نصرانی نے کہا اٰمنتُ باللہ العظیم
میں اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لایا۔شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اُسکے
اُس کا کوئی شریک نہیں۔وہ احد فرد و صمد ہے۔ایسا نہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ
یا مشرکین کہتے ہیں۔اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔بحق
و راستی اس کو بھیجا۔اُس کو اس کے اہلوں کے لیئے ظاہر کیا۔اہلِ باطل اُس سے نابینا
رہے۔اور یہ کہ وہ کافۂ ناس سُرخ و سیاہ کی طرف بھیجے گئے۔بس جو قابل ہدایت و
بصارت تھے اُنھوں نے ہدایت و بصارت پائی۔اور مبطلین اندھے رہے اور جسکی
خواہش رکھتے تھے اُس سے گمراہ ہوئے۔اور شہادت دیتا ہوں کہ ولیِ خدا حکمت سے
ناطق ہوئے اور انبیاءِ سابقین سب حکمتِ بالغہ سے گویا ہوئے اور طاعتِ خدا
پر باکید گر مددگار رہے اور باطل اور اہلِ باطل سے دوری کی۔اور گمراہی کے راستہ
کو چھوڑا۔اللہ تعالےٰ نے اپنی طاعت پر ان کی نصرت کی۔پس وہ اولیاءِ خدا ہیں۔
اور ناصرانِ دین۔بھلائی پر برانگیختہ کرنے والے۔اور اس کا حکم دینے والے۔میں
تمام انبیاء خورد و کلاں پر جن کا ذکر کروں یا زبان سے کہوں ایمان لایا۔اور ایمان
لایا اللہ تبارک و تعالیٰ پر۔یہ کہا اور اپنا زنار قطع کیا اور صلیب طلا جو گلے میں پہن رہا
تھا اُس کو توڑ ڈالا اور کہا اب جو کچھ آپ حکم دیں بجالاؤں فرمایا یہاں ایک تیرا
دینی بھائی ہے جو تیرے ہی دین و مذہب پر تھا۔قبیلۂ قیس بن ثعلبہ سے وہ بھی پہلے
تیری طرح عیش و عشرت میں تھا تم ایک دوسرے کے مددگار اور زیر سایہ رہو۔
میں بھی جو اسلام میں تمھارا حق ہے تم تک پہونچانے میں دریغ نہ کرونگا۔اسنے کہا

اصلحلت اللہ میں خود مالدار آدمی ہوں۔ تین سو سے گھوڑے گھوڑیاں اور ایک ہزار
شتر گھر پر چھوڑ کر آیا ہوں۔ تمہارا حق اُس میں زیادہ ہے اس سے جتنا میرا حق تم پر ہے
فرمایا تو آزاد کردہ خدا اور رسول ہے۔ حال آنکہ تو اپنے نسب پر بحال خود باقی ہے۔ پس وہ
مسلمان ہوا اور اچھا مسلمان ہوا۔ حضرت نے پچاس دینار اپنے پاس سے اوقاف
امیر المومنین ع سے اس کا مہر دے کر قبیلہ بنی فہر میں شادی کردی اور خادم عطا کیا
اور گھر رہنے کو دیا۔ چنانچہ اسی جگہ مقیم تھا جبتک کہ ابو ابراہیم ع بغداد میں طلب کئے گئے
آپ کے وہاں تشریف لیجانے کے اٹھائیس دن بعد فوت ہوا۔

قصہ متمم بن فیروز الہندی

یہی یعقوب جعفر کی روایت ہے کہ میں خدمت امام موسیٰ ع بن جعفر ع
میں حاضر تھا۔ اُس وقت ایک راہب نجران یمن کا رہنے والا اور
اور اس کے ساتھ ایک راہبہ عورت داخل ہوئے۔ فضل بن سوار نے اندر آ کر ان کے آنے
کی اجازت چاہی۔ فرمایا کل چاہ ام خیر پر دونوں کو ساتھ لیکر آؤ۔ راوی کہتا ہے
کہ اگلے روز ہم مقام مذکور پر پہونچے تو دیکھا کہ وہ لوگ ہم سے پہلے وہاں پہونچ گئے تھے
پس بوریے بچھا دئے گئے۔ اور حضرت بیٹھ گئے وہ بھی بیٹھ گئے۔ پہلے راہبہ عورت نے
مسئلے پوچھنے شروع کئے۔ بہت سے مسائل دریافت کئے۔ امام علیہ السلام
ہر ایک سوال کا جواب دیتے تھے۔ آپ نے جو بات اس سے پوچھی اس کا جواب
نہ دے سکی۔ پس اس نے اسلام قبول کیا۔ اب راہب کی باری آئی وہ سوال کرتا اور امام
اس کا جواب دیتے تھے۔ پھر اس نے اپنا قصہ یوں بیان کرنا شروع کیا کہ میں
اپنے دین و مذہب میں قوی و محکم اور تمام نصاریٰ روئے زمین سے زیادہ عالم تھا
مجھے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک ایسا بندۂ خدا ہے کہ جب چاہتا ہے ہندوستان
سے چلکر ایک شب و روز میں بیت المقدس آکر حج کرتا ہے اور واپس مکان کو
چلا جاتا ہے۔ میں نے اس کا پتہ پوچھا کہ ہندوستان کے کس حصہ میں رہتا۔ مجھے

بتایا گیا کہ زمین سندان میں سکونت پذیر ہے۔ اور یہ بھی خبر دینے والے سے معلوم ہوا کہ وہ اسم اعظم الٰہی اس کو یاد ہے جسکے سبب سے آصف بن برخیا وزیر سلیمان ع نے ملکہ سبا کا تخت ایک طرفۃ العین میں منگا لیا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر حق تعالےٰ نے تمھاری کتاب (قرآن) میں بھی کیا ہے۔ اور ہم اہل ادیان کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے۔ حضرت ابو ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ خدا کے ایسے کتنے اسم ہیں کہ ان کے واسطے سے دعا مانگیں اور رد نہو۔ کہا یوں تو اسمار بہت ہیں۔ مگر حتمی جن کے ذریعہ دعا مانگنے والا محروم نہیں رہتا سات ہیں۔ فرمایا ان سات اسماء سے جتنے تجھکو یاد ہوں بیان کر۔ راہب نے کہا قسم ہے اُس خدائے بزرگ و برتر کی جس نے توریت موسیٰ ع پر نازل کی اور عیسیٰ ع کو عبرت اہلِ عالم مقرر کیا اور اہلِ عقل کے واسطے امتحان گاہ شکر بنایا اور حضرت محمد مصطفےٰ ص کو باعث برکت و رحمت اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کو موجب عبرت و بصیرت کیا اور باقی اوصیا ان دونوں کی نسل سے برگزیدہ کئے کہ میں ان اسمار عظام سے ایک کو بھی نہیں جانتا۔ اگر مجھکو وہ اسمار معلوم ہوتے تو کیوں میں تمھارے پاس آتا اور تمھارے کلام کی مجکو کون ضرورت تھی کیوں تم سے سوال کرتا۔ حضرت نے فرمایا اچھا اب اس ہندی کا قصہ بیان کرو۔ راہب نے کہا میں نے ان اسمار کا تذکرہ سنا تھا مگر مجھے ان کا ظاہر باطن کچھ معلوم نہ تھا اور نہ یہ جانتا تھا کہ وہ کیا چیز ہیں نہ ان کی کوئی کیفیت جانتا ہوں۔ غرض میں اُس شخص کی تلاش میں روانہ ہوا۔ چلتے چلتے سندان ہند میں پہونچا اور اُس شخص کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ اس نے پہاڑ پر ایک عبادت خانہ بنایا ہے اُس میں رہتا ہے۔ سال بھر میں دو مرتبہ کے سوا کبھی اس سے باہر نہیں نکلتا۔ اور ہندیوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اس کے لئے اس کے عبادت خانہ میں ایک چشمہ جاری کیا اور وہاں بغیر کسی بونے اور جوتنے والے کے زراعت ہوتی ہے۔ میں اس دیر کے دروازے پر پہونچا اور تین دن وہاں ٹھہرا رہا

نہ دروازہ کھٹکایا نہ کسی اور طرح اس کے کھلوانے کی کوشش کی چوتھے روز اللہ تعالے
نے میری مشکل حل کی۔ایک گائے آئی جسکے اوپر لکڑیوں کا گٹھہ لدا ہوا تھا اور تھنوں
میں اس قدر دودھ بھرا تھا کہ گویا ٹپک پڑے گا۔اُس نے دروازہ پر ٹکّر لگائی۔دروازہ
کھُل گیا۔میں بھی گائے کے ساتھ اندر گیا دیکھا کہ وہ کھڑا کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر
روتا ہے۔گاہے زمین کو دیکھکر گریاں ہوتا ہے۔کبھی پہاڑوں کو دیکھتا اور روتا ہے۔
میں نے کہا سبحان اللہ تم زمانہ میں اپنا مثل ونظیر نہیں رکھتے۔اُس نے کہا قسم خدا
کی میں اُس شخص کی نیکیوں میں سے ایک نیکی بھی نہیں ہوں جسکو تم اپنے پس پشت چھوڑ
آئے ہو۔میں نے کہا مجکو خبر ملی ہے کہ تمھارے پاس کوئی اسم اسمار باری تعالی سے ایسا
ہے جسکے سبب سے تم بیت المقدس جاتے ہو اور ایک شب وروز میں اپنے گھر
پلٹ آتے ہو۔کہا تو بیت المقدس کو جانتا ہے کہا میں تو اسی بیت المقدس کو جانتا ہوں
جو شام میں ہے۔کہا وہ بیت المقدس نہیں بیت المقدس آل محمدؐ صلوات اللہ کا
گھر ہے شام میں جو بیت ہے وہ عبادت گاہ ومحراب انبیا علیہم السلام ہے۔
دکہ اس کو خطیرۃ المحاریب کہتے تھے زمانۂ فترت میں جو کہ عیسیٰؑ ومحمد مصطفےؐ اُن کے درمیان
کے درمیان کا زمانہ ہے۔بلا اہل شرک کے قریب آگئی۔اور تباہی شیاطین کا زمانہ
نزدیک ہوا تو انہوں نے وہ نام بدل دئے۔جیسا کہ آیۂ شریفہ میں جس کا ظاہر
مثال ہے اور باطن دشمنان آل محمدؐ کی طرف اشارہ ہے مذکور ہے اِنْ هِیَ اِلَّا اَسْمَآءٌ
سَمَّیْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۔وہ فقط چند اسمار
ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔خدا نے ان کے لئے کسی
قسم کا غلبہ اور سلطان نہیں اُتارا۔میں نے کہا تمھارے پاس دور سے سفر کر کے آیا
ہوں۔بڑے غم والم جھیلے ہیں۔رات دن اسی کا دھڑکا رہتا تھا کہ مبادا اپنے
مطلب میں کامیاب نہوں اس نے کہا تم ماں کے پیٹ میں تھے تو ملک کریم

اس کے پاس حاضر تھا۔ اور تیرے باپ نے جب تیری ماں سے ہمبستری کی تو غسل کر کے پاک پاکیزہ ہو کر کی اور اس مہینے میں اس نے توریت کا چوتھا سفر پڑھا ہوگا جب تو اس کا انجام ایسے خیر و خوبی سے ہوا (یعنی تجھ سا نیک طینت پسر پیدا ہوا) اچھا اب یہاں سے واپس ہو اور مدینۂ نبی ص میں جسکا آج کل طیبہ لقب ہے اور جاہلیت کے زمانہ میں اس کو یثرب کہتے تھے جاؤ۔ وہاں پہونچکر بقیع میں داخل ہو اور مروان کے مکان کا پتہ دریافت کر وہاں پہونچکر نزول کر اور تین روز آپ کا قیام کر پھر اس بوڑھے حبشی کی تلاش کر جو اس مکان کے دروازے پر بوریا بافی کرتا ہے اور لطف و مدارا کر اس کے ساتھ اور کہہ کہ مجکو تمھارے اس مہمان نے تمہارے پاس بھیجا ہے جو فلاں مکان میں اترا کرتا تھا جس میں چار لکڑیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اس کے بعد اس سے فلاں بن فلاں (امام ۱۴) کو پوچھنا۔ اور پوچھو کہ کس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں اور کس وقت ادھر سے گذرتے ہیں وہ تجھے آنحضرت کو دکھادے گا یا ان کی صفت بیان کرے گا کہ تو دیکھ کر ان کو پہچان لے اور میں بھی تجھ سے ان کے اوصاف بیان کرتا ہوں۔ میں نے کہا ان سے ملاقات ہو تو کیا کروں کہا گذشتہ و آیندہ سے جو بات چاہے ان سے دریافت کر اور پہلے لوگوں اور آنے والی امتوں کے دین و آئین کی بابت جو چاہو ان سے پوچھ سکتے ہو۔ حضرت ابوابراہیم ع نے راہب کی ساری باتیں سنکر فرمایا تیرے صاحب نے تجھے خوب نصیحت کی۔ راہب نے عرض کی فدا ہوں آپ پر اس کا نام کیا تھا۔ فرمایا نام متمم بن فیروز ہے اولاد فارس سے۔ وہ ان لوگوں میں ہے جو خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لائے اور اخلاص و ایقان سے اسکی پرستش کرتے ہیں اور اپنی قوم سے ڈر کر کنارہ کش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم و حکمت عطا کیا اور راہ نیک دکھائی اور پرہیزگاروں میں محسوب کیا اور اس کے

اور اپنے خالص بندوں کے درمیان تعارف کرایا۔ وہ ہر سال حج کے لئے مکہ آتا ہے اور ہر ماہ کے شروع میں عمرہ بجالاتا ہے۔ اور اپنی منزل و مکان سے مکہ تک بفضل خدا اور اُس کی مدد سے ہمیشہ جاتا آتا رہتا ہے اور خدا اپنے شکر گزار بندوں کو یونہیں جزا دیتا ہے۔ اس کے بعد راہب نے حضرت سے بہت سے مسائل دریافت کئے آپ نے ہر ایک کا جواب باصواب دیا۔ اور امام نے جو باتیں اس سے پوچھیں ان کا جواب نہ دے سکا۔ آخر کو امام ہی نے ان کے جواب ارشاد کئے۔ راہب کے سوالات سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ وہ آٹھ حرف کون سے ہیں جن میں سے چار زمین پر ظاہر ہوئے اور چار ہوا میں رہے۔ یہ چار حرف جو ہوا میں رہے کس پر نازل ہوئے اور کون ان کی تفسیر بیان کرے گا۔ فرمایا وہ ہمارے قائمؑ ہیں جن پر خدائے تعالیٰ ان حروف کو نازل کرے گا۔ اور وہی ان کی تفسیر بیان فرمائینگے۔ اور حق تعالیٰ آنحضرت پر وہ امور نازل کرے گا جو انبیاء مرسلین اور ہدایت یافتہ صدیقین پر نازل نہیں ہوئے۔

راہب نے عرض کی ان چار حرفوں سے جو زمین پر رہے دو حرف مجھے بتائیے فرمایا میں تجھے چاروں حرف بتائے دیتا ہوں۔ پہلا[1] ان میں لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے دوسرا[2] محمد رسول اللہ ہے۔ تیسرے[3] کہ ہم اہل بیت محمدؐ ہیں چوتھے[4] ہمارے شیعہ اور دوست ہیں۔ ہمارے دوست ہم سے ہیں۔ ہم رسول اللہ سے۔ اور رسول اللہ خدا سے ہیں۔ راہب نے یہ سُنکر کلمۂ شہادتین زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا۔ اقرار کیا جو رسولِ خدا۔ خدا کی طرف سے لائے ہیں سب حق و صدق ہے۔ اور تم اہلِ بیتِ رسالت برگزیدۂ خدا ہو۔ اور تمہارے دوست اور شیعہ وہ ہیں جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے اور انہی کے لئے وہ عاقبت ہے جس کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ اور تمام تعریفیں حقتعالیٰ کے لئے

زیبا ہیں۔ پس حضرت موسیٰ کاظمؑ نے ایک جُبّۂ خز کا اور قمیص کوہی اور طیلسان اور موزہ اور ٹوپی منگائی اور راہب کو عطا کیں اور نماز ظہر پڑھوائی۔ ختنہ کرنے کو کہا تو اس نے جواب دیا کہ پیدا ہونے سے ساتویں روز میری ختنہ کرا دی گئی ہیں۔

جُود و سخاوت آنحضرتؑ

سخاوت میں رتبۂ عالی آنحضرتؑ کا محتاج بیان نہیں جیسے علم و عبادت میں وحیدِ عصر و یکتائے زمان تھے ویسے ہی سخاوت میں دریادل و کریم النفس تھے۔ آپ کا فیض ہر دوست و دشمن کو پہونچتا اور اس خوان نعمت سے ہر ایک بہرہ ور ہوتا تھا۔ پیسے روپے نہیں اشرفیاں راہِ خدا میں لُٹاتے۔ سو دو سو تین سو دینار کے کیسے لوگوں کو عطا فرماتے تھے۔ یہ بخشش اس کثرت و تواتر سے ہوتی تھی کہ کیسہ ہائے موسیٰ کاظمؑ مدینہ میں ضرب المثل ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اپنی بول چال میں مثال کے طور پر ان کا ذکر کرتے تھے۔ وہ حضرت فقراءِ مدینہ کی خبرگیری کرتے اور درہم و دینار ان کو عطا فرماتے۔ راتوں کو سونے چاندی۔ آرد۔ خرمے کی زنبیلیں بھر کر گھروں پر پہونچاتے۔ لطف یہ کہ اصلاً لینے والوں کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ نعمات ان کو کہاں سے پہونچتی ہیں۔ چنانچہ یہ راز اسی طرح سربستہ رہا جبتک کہ آپ نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا ؎

رساند زر فقراءِ مدینہ راشبہا — کسے نداشت خبر از کجا رسید چساں

عزیزوں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنے والا آپ کی برابر دوسرا نہ تھا ابو الفرج اصفہانی یحییٰ بن الحسن سے روایت کرتا ہے کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کا معمول تھا کہ جب کسی شخص سے کوئی مکروہ کلمہ آپ کو پہونچتا تو اس کو ایک صُرّہ پُر از دینار زرِ سُرخ بھیجدیتے وکانت صرار موسیٰؑ مثلاً۔ صُرّہ ہائے موسیٰؑ ضرب

المثل ہوگئے تھے۔ آپ کے صُرّے دوسو سے لیکر تین سے دینار تک کے ہوتے تھے وَکَانَ اَھْلُہٗ یَقُولُوْنَ عَجَبًا لِمَنْ جَائَتْہُ صُرَّۃُ مُوْسٰے فَشْکَی الْقِلَّۃَ۔ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ تعجب ہے جسکو کہ صرّہ موسیٰ ملجائے وہ افلاس و تنگدستی کی شکایت کرے۔ اس لئے مدینہ میں آپ موسیٰ صرّار کے لقب سے معروف تھے۔ یعنی صرّوں کا عطا کرنے والا موسیٰ صلوات اللہ علیہ۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں محمد بن عبداللہ بکری سے روایت کی ہے اُس نے کہا میں قرض لینے آیا اس کے لئے کوشش کی جب نہ ملا اور لاچار ہوگیا تو دل میں کہا چلوں امام موسیٰ ع کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا حال بیان کروں پس مقام سلعمی آپ کے علاقہ پر حاضر ہوا۔ آپ تشریف لائے۔ غلام کے پاس کچھ گوشت قیمہ کیا ہوا تھا۔ اس کو کھول کر کھانے لگے۔ مجھے بھی شریک کیا۔ بعد ازاں میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اپنا قصہ بیان کیا۔ اُسی وقت اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آکر غلام کو علیحدہ کیا اور ہاتھ بڑھا کر ایک تھیلی جس میں تین سے دینار تھے عطا کی۔ پھر اُٹھ کر وہاں سے چلے گئے۔ میں اپنی سواری پر چڑھ کر مدینہ آیا۔ اللہ اکبر تین سے دینار دیتے ہیں اور دیتے وقت غلام کو ہٹاتے ہیں کہ دوسرے کو خبر نہو۔ اور دے کر فوراً ہی اُٹھ جاتے ہیں کہ سائل شرمندگی سے بچے۔ خصائل امام ع میں غور کیجئے اور جسقدر ہوسکے اس سے سبق لیجئے۔

حسن بن محمد بن یحیی علوی نے اپنے دادا یحییٰ سے اور اُنھوں نے اپنے اساتذہ و مشائخ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد اولاد عمر بن خطاب سے مدینہ میں سخت ناصبی تھا۔ حضرت موسیٰ کاظم ع کو ایذا دیتا۔ جسوقت حضرت ع کو دیکھتا براہِ اہانت حضرت امیرالمؤمنین کی مذمت کرنے لگتا۔ بعض اصحاب نے عرض کی کہ اجازت ہو تو ہم اس ناپاک کو مار ڈالیں۔ آپ نے نہایت تشدد سے اس کو روکا

کہ کبھی ایسا خیال نہ کرنا۔ پھر اس عمری کا نشان دریافت کیا کہ کہاں رہتا ہے۔ کہا بیرون شہر ایک مقام پر زراعت کر رکھی ہے وہیں مقیم ہے۔ سوار ہو کر اس طرف کو روانہ ہوئے۔ کھیت پر پہونچے تو عمری سامنے بیٹھا تھا۔ آپ نے حمار کو جس پر سوار تھے۔ کھیت میں داخل کیا اور ہر چند عمری چلاّ آرہا کہ ہماری زراعت پامال ہوتی ہے۔ مگر حضرت بدستور اس کو کچلتے ہوئے چلے گئے حتیٰ کہ اس کے قریب پہونچکر سواری سے اُترے اور پاس بیٹھ کر بسط و انشراح کی باتیں کرنے اور ہنسنے بولنے لگے۔ اسی اثنار میں اس سے پوچھا کہ ہمارے اس طرح بلا احتیاط چلے آنے سے تمھارا کتنا نقصان ہوا ہوگا کہا کوئی سو دینار کا۔ کہا اس کھیت کی کل آمدنی کی کس قدر اُمید ہے۔ کہا مجھکو علم غیب نہیں۔ فرمایا تو بھی انداز سے کتنا فائدہ ہو سکتا ہے کہا کوئی دو سو دینار۔ آپ نے ایک صُرّہ جس میں تین سو دینار تھے جیب سے نکالا اور اس کو دے کر کہا اس کو لو اور تمھارا کھیت بحال خود باقی ہے۔ اور جتنا اندازہ تم نے اس میں کیا ہے حق تعالیٰ اُتنا ہی عطا کریگا ؎

بسبّ و شتم علی گرچہ می کشود زباں بلطف دادہ عمر زادہ راسہ صد دینار

عمری یہ بہانہ جُوبخشش اس چشمہ عطا و نوال کی دیکھ کر حیران رہ گیا اور بے تابانہ اُٹھکر سر اقدس کے گرد گھومنے اور اس کو بوسہ دینے لگا اور عفوِ تقصیر کی درخواست کرتا تھا۔ حضرت ابوالحسن ع تبسّم کناں سوار ہو کر گھر آئے اس کے بعد جو مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا تو عمری وہاں بیٹھا تھا آپ کو دیکھ کر کہنے لگا اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ اللہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کس مقام میں اپنی رسالت قرار دے یعنی تمھارے گھرانے میں جو رسول ہوئے وہ گھرانا اسی کے لائق تھا۔ اس کے دوست احباب حیران ہوئے کہ ہیں تمھارا یہ کیا حال ہے۔ تم تو اس کے برخلاف تھے۔ کہا جو کچھ میرا قول تھا تم کو معلوم ہے۔ اور جو کچھ

اب کہہ رہا ہوں وہ بھی سُنتے ہو۔ یہ کہکر آنحضرت کو دُعائیں دینے لگا۔ ان کی باہم تکرار ہونے لگی۔ اور حضرت گھر کو واپس تشریف لائے۔ اور ان لوگوں سے جو عمری کو قتل کرانا چاہتے تھے فرمایا اب تباؤ ان دونوں باتوں سے کونسی بات اچھی ہے۔ آیا وہ جو تم کہتے تھے یا یہ جو میں نے کیا۔

مدحیہ اشعار کی قدر دانی منقول ہے کہ منصور نے نوروز کے دن حضرت موسیٰ کاظم ع سے درخواست کی کہ آپ تشریف رکھیں اور پیشکشیں نوروز کی قبول کرتے جائیں۔ یعنی جو نذریں اُمرا و ارکان دولت لے کر آئیں اُن کو قبول کرتے رہیں۔ فرمایا ہم نے اخبار و احادیث رسول اللہ میں اس عید کی بابت کچھ نہیں پایا۔ یہ ایرانیوں کی عید ہے۔ اسلام رسوم کفار کو محو کر چکا ہے۔ میں اس کو کیونکر احیا کروں (یہ ارشاد حضرت کا از روئے تقیہ تھا ورنہ احادیث کثیرہ فضیلت نوروز میں حضرات ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں) منصور نے کہا میرا بھی عقیدہ یہی ہے کہ یہ کوئی شرعی عید نہیں اِلّا انتظام ملکی و افواج و عساکر کے رسوم کی پابندی سے ایسا کرتا ہوں۔ آپ کو خدائے عظیم کی قسم ہے کہ اس جگہ تشریف رکھیں۔ حضرت بیٹھے تو نواب و سرداران لشکر حاضر ہوئے اور مبارکباد کہنے لگے۔ اور ساتھ ہی تحفے تحائف نذر گزرانتے تھے۔ خادم منصور پیچھے کھڑا ہوا ان نذورات کو شمار کرتا جاتا تھا۔ آخر میں ایک کبیر السن بوڑھا حاضر خدمت ہوا اور عرض کی اے فرزند رسولخدا ص میں ایک مفلس تنگدست ہوں میرے پاس مال نہیں جو پیش کروں صرف تین بیتیں رکھتا ہوں جو میرے دادا نے آپ کے جد امجد ابو عبداللہ الحسین ع کی شان میں کہی تھیں یہ کہہ کر تینوں شعر نذر کئے۔ فرمایا اے شیخ ہم نے ہدیہ تمھارا قبول کر لیا خدا تم کو برکت دے۔ پھر خادم منصور سے کہا امیر المومنین کے پاس جا کر اس مال کی بابت جو جمع ہوا ہے دریافت کرو کہ کیا کیا جائے

خادم گیا اور اُلٹے پاؤں آکر عرض کی کہ یہ سب مال آپ کو ہبہ کیا ہے آپ اسکے
مالک ہیں جو چاہیں کریں آپ نے یہ سنکر تمام نقد وجنس اس بوڑھے کو عطا فرما دیا
کہ ہماری طرف سے تمکو ہدیہ و صلہ ہے اسکو اُٹھاؤ اور اپنے گھر لے جاؤ۔

اعطائی مال معہ پند و نصیحت کشف الغمہ وغیرہ میں ہے کہ حافظ عبدالعزیز جنابذی نے عیسیٰ بن محمد بن مغیث قرطبی سے جسکی عمر نوے برس کی پہونچی تھی روایت کی ہے اُسنے کہا میں نے موضع حوایہ میں چاہ ام عظام پر ایک کھیت میں خربوزے ککڑی اور کھیرا
وکدو کاشت کئے تھے فصل تیاری پر آئی اور کھیتی بار آور ہونے کو ہوئی تو ایک
رات ملخ پڑی اور کھیت کا کھیت چٹ کر گئی۔ دو اونٹوں کی قیمت اور ایک سو
بیس دینار نقد کا گھاٹا پڑا۔ ایک روز کھیت پر بیٹھا تھا کہ موسیٰ بن جعفر ؑ تشریف لائے۔
اور پوچھنے لگے کہ تمہارا کیا حال ہے۔ عرض کی تباہ ہو گیا ٹیڑھی آئی اور تمام کھیت
صاف کر دیا۔ کہا کس قدر نقصان ہوا ہو گا عرض کی ایک سو بیس دینار اور دو اونٹوں
کی قیمت۔ فرمایا اے عرفہ (نام غلام) ان کو ڈیڑھ سو دینار دیدو۔ ایک سو بیس اصل
تیس نفع کے اور دو شتر عنایت کرو۔ یہ عطا و نوال اُس منبع فضل و کمال کا دیکھا
تو عرض کی اے صاحب یمن و برکت اس کھیت کے لئے دُعا برکت بھی کرو۔ حضرت
مزرعہ کے اندر داخل ہوئے اور دعا خیر و برکت فرمائی۔ پھر فرمایا مجکو حضرت رسولخدا ؐ
سے روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا تمسکوا ببقاء المصائب۔ تمسک کرو مصیبتوں
کے باقی رہنے سے۔ یعنی نزولِ مصائب پر جزع و فزع نہ کرو کیونکہ ان کا نزول غالب
اوقات آدمی کے لئے اصلاح و کسب سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ پس تمسک کرو
خدا سے ان کے باقی رہنے کے وقت۔

قول مؤلف یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کی قابل ہے۔ عیسیٰ بن محمد زراعت
کے نقصان پر سخت مضطرب و نالاں تھا۔ حضرت اس کا یہ حال سُنکر وہاں تشریف
لے گئے۔ اور نہ صرف مال و شتر اس کو عطا کیا بلکہ ایسے وعظ و پند کے آبدار موتی

اس کے کان میں ڈالے جو مال و مویشی سے کہیں زیادہ قیمتی تھے۔
غرض آپ کی سخاوت کے بیان میں طول فضول ہے۔ آپ فیاض کامل تھے
نیز اُس دودمان عالی شان سے ہیں جن کا جود و سخا۔ نوال و عطا۔ ہمیشہ بحر ذخار
کی طرح عالم میں موجیں مارتا رہا ہے۔ آپ کے جد امیر المومنین علی بن ابی طالب ع
کی فیاضی کی بار بار قرآن میں داد دی گئی ہے۔ باوجود فقر و فاقہ راہِ خدا میں خیرات
کرتے۔ خود بھوکے رہتے۔ عیال و اطفال بھوکے رہتے۔ مسکین یتیم و اسیروں
کے پیٹ بھرتے۔ چنانچہ آیہ شریفہ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
(اپنے نفسوں پر غیروں کو ترجیح دیتے ہیں باوجود اپنی بھوک کے) آپ کی شان میں اترا
اور سورۂ ہل اتیٰ کی سترہ آیتوں سے آپ کی مدح و ستایش فرمائی گئی ہے۔

اجوبۂ سوالات

علی بن یقطین نے حضرت موسیٰ کاظم ع سے استفسار کیا کہ پیغمبر خدا کے لئے
بخیل ہونا روا ہے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی تو کیا معنی ہیں دعاء سلیمان علیہ السلام
رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ کے۔ یعنی خداوندا مجکو وہ ملک و بادشاہی
عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہو۔ ارشاد کیا بادشاہی دو طرح کی ہوتی ہے
ایک وہ جو قہر و غلبہ زور و ظلم سے حاصل ہو۔ دوسرے جو محض عطاء ربانی و فضل
یزدانی سے ملے۔ جیسے کہ آلِ ابراہیم میں طالوت و ذوالقرنین نے پائی۔ حضرت
سلیمان نے ایسی ہی بادشاہی کی حقتعالیٰ سے درخواست کی کہ جو ظلم و تعدّی سے حاصل
نہو سکے تاکہ لوگ جان لیں کہ آپ کی بادشاہی وہ بادشاہی ہے جسکا حاصل کرنا
قوتِ بشری سے باہر ہے۔ اور معجزہ ہو پیغمبری آنحضرت پر۔ آپ کی غرض ہرگز یہ نہ تھی
کہ حق تعالیٰ انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کو بھی ویسی سلطنت عطا نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ

نے دعاء آنحضرت کی قبول کی اور ہوا کو تابع فرمان ان کا بنایا کہ جہاں چاہیں ان کو لیجائیں چنانچہ ہر شب و روز میں دو مہینے کی راہ طے کرتے تھے۔ اور شیاطین کو آپکا مسخر کیا جو انکے لئے مکان تعمیر کرتے اور غواصی کرتے تھے۔ دیگر پرندوں کی زبان آنحضرت کو تعلیم فرمائی پس سب کو اس وقت اور آپکے بعد معلوم ہو گیا کہ آپ کی بادشاہی اس طرح کی نہیں جیسے لوگ قہر و غلبہ و ظلم و ستم سے اپنے لئے اختیار کرتے ہیں۔ پھر جناب کاظم ع نے فرمایا قسم خدا کی حق تعالیٰ نے ہمکو وہ باتیں عطا کیں جو سلیمان ع و غیر سلیمان کو نہیں دیں۔ سلیمان ع کے حق میں ارشاد کیا اُمْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ جن و انس سے جسکو چاہے منت رکھکر چھوڑ دے جس کو چاہے حبس کرے کوئی حساب تجھ پر نہیں۔ حضرت رسولخدا ص کے حق میں فرمایا مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا جو رسول تمہارے پاس لائے اُسکو لے لو اور جس سے تم کو منع کرے اُس سے باز رہو۔ یعنی آنحضرت ص کو دین و دنیائے خلائق کا مالک و مختار بنایا۔ اس سے بڑھکر کونسی بخشش ہو سکتی ہے۔

دیگر تکبیرات سبعہ افتتاحیہ ہشام بن الحکم کہتے ہیں میں نے حضرت ابو الحسن موسیٰ ع سے پوچھا ابتدائے نماز میں سات تکبیریں کہنا کیوں افضل ہے فرمایا حق تعالیٰ نے سات آسمان سات زمینیں اور سات حجاب نور پیدا کیئے۔ شب معراج کو جب حضرت رسولخدا ص آسمان پر تشریف لیگئے اور مرتبہ قاب قوسین او ادنیٰ پر فائز ہوئے تو ایک حجاب نور ان کے آگے سے اُٹھایا گیا۔ آپ نے عظمت الٰہی کو خیال میں لاکر تکبیر کہی۔ پھر دوسرا پردہ اُٹھا تو دوسری مرتبہ تکبیر کہی۔ حتیٰ کہ سات پردوں کے اُٹھنے پر سات تکبیریں کہیں وہی سات تکبیریں شروع نماز میں سُنت ہوئیں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ مذکورہ بالا وجہ کے سوا احادیث میں ایک اور علت بھی مذکور ہوئی ہے۔ چنانچہ شیخ صدوق رح علل الشرائع میں کہتے ہیں کہ باعث استحباب تکبیرات سبعہ کے حضرت سید الشہدا ابو عبداللہ الحسین ہیں۔ بچپن میں آنحضرت ع

گو کلام کرنے میں اس قدر توقف ہوا کہ خوف ہوا مبادا گونگے ہوں۔ پس ایک بار حضرت رسولخدا ص کے ساتھ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آنحضرت ص نے نماز کے لئے تکبیر کہی۔ امام حسین ع نے بھی اللہ اکبر کہنا چاہا مگر درست ادا نہوا۔ رسول خدا ص نے دوبارہ کہا حسین ع نے بھی اس کی پیروی کی۔ غرض حضرت ص تکبیر کہتے اور سید الشہدا اس کی نقل کرتے۔ حتیٰ کہ ساتویں بار میں ان کی تکبیر درست ہوئی۔ پس تمام نمازیوں کے واسطے ہمیشہ کے لئے سات تکبیریں شروع نماز میں مستحب ہوگئیں۔ ظاہراً دونوں صورتیں استحباب تکبیرات سبعہ کی نماز میں دخل رکھتی ہیں۔

دیگر۔ اسحاق بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے پوچھا اصلحک اللہ آیا مومن بخیل ہوسکتا ہے۔ فرمایا نعم۔ عرض کی بزدل ہوتا ہے کہاں ہاں۔ عرض کی خائن ہوتا ہے۔ فرمایا لا۔ اور نہ جھوٹا کذّاب ہوتا ہے۔ پھر فرمایا ہمارے پدر بزرگوار جعفر صادق ع نے بواسطہ اپنے آبا طاہرین کے حضرت امیر المومنین ع سے نقل کیا کہ رسول اللہ ص نے فرمایا کل خلۃ یطوی المؤمن الا الخیانۃ والکذب۔ مومن ہر ایک خصلت کو لپیٹ لیتا ہے یعنی اس میں ملوث ہوجاتا ہے مگر خیانت اور دروغ کہ اس کو اختیار نہیں کرتا۔

دیگر۔ علی بن جعفر برادر کوچک آنحضرت ع نے آپ سے پوچھا کہ محرم اکل صید ومیتہ کھانے میں بحالت اضطرار مردد ہو تو دونوں سے کس کو اختیار کرے۔ فرمایا صید کو تناول کرے۔ عرض کی صید کو حق تعالیٰ نے محرم پر حرام کیا۔ اور میتہ بحالت مجبوری حلال فرمایا۔ ارشاد کیا کہ فدیہ دے دیا تو ایسا ہے جیسا کہ اپنا مال کھایا وہ میتہ سے بہتر ہے۔

دیگر۔ رمی الجمار کی بابت جو ارکان حج سے ہے استفسار کیا کہ اس سے کیا مدّعا ہے۔ فرمایا ابلیس لعین موضع جمار میں کھڑا ہوا ابراہیم علیہ السلام کو ذبح اسمٰعیل سے باز رہنے

کو کہتا تھا۔ آپ نے اس کی طرف سنگریزے پھینکے۔ اس لئے ان مقامات پر رمی جمار سنت ہوا۔ اور مناسک حج میں داخل گردانا گیا۔

دیگر۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ موت کی تمنا کرتا ہے۔ فرمایا تیرے اور حق تعالےٰ کے درمیان کوئی قرابت ہے جسکی وجہ سے وہ سبحانہٗ تیرا لحاظ کرے گا۔ اور مواخذات آنجہانی سے تو امن میں رہیگا۔ کہا نہیں فرمایا جو اعمال نیک تو نے کئے ہیں کیا تیرے گناہوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا تو پھر کس طرح تو موت کی تمنا کر سکتا ہے۔ موت نہیں چاہتا ہلاکت ابدی کا خواستگار ہے۔

دیگر۔ ایک شخص سکرات موت میں مبتلا تھا۔ جان نہیں نکلتی تھی۔ اس کے پاس تشریف لائے۔ لوگوں نے پوچھا یا ابن رسول اللہ موت کیا چیز ہے۔ اور اس شخص کے قبض روح میں کیوں دیر ہو رہی ہے۔ فرمایا موت ایک مصفات (آلۂ صفائی) ہے جو مومنین کو گناہوں سے صاف کرتی ہے۔ آخری تکلیف جو اس کو ہوتی ہے اس کے آخری گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔ اور کفار کو موت حسنات سے پاک صاف کرتی ہے۔ اس کی آخری راحت نعمت لذت اس کی آخری نیکی کا ثواب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا تمہارا یہ دوست اب گناہوں سے اس طرح صاف ہو گیا جیسا کپڑا چرک و میل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اور اب وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ دارِ آخرت میں ہمارے ساتھ رہ سکے۔

طاعون سے فرار ابان احمر نے کہا کہ ہمارے اصحاب سے ایک شخص نے حضرت ابوالحسن الاول سے دریافت کیا کہ جس شہر میں رہتا ہوں وہاں طاعون پڑے تو کہیں اور جا سکتا ہوں۔ فرمایا ہاں جا سکتا ہے۔ عرض کی اگر اس قریہ میں پڑے تو وہاں سے نکل جاؤں۔ ارشاد کیا نعم۔ کہا اگر اس گھر میں طائر ہو تو اسکو چھوڑ دوں۔ فرمایا ہاں۔ عرض کی ہمارے درمیان رسول اللہ صلعم کی حدیث شائع ہے

کہ آپ نے فرمایا الفرار من الطاعون کالفرار من الزحف کہ طاعون سے بھاگنا ایسا ہے جیسا کہ معرکۂ جہاد سے بھاگنا۔ فرمایہ اُن لوگوں کے لئے ہے جو سرحدوں پر دشمنوں کے مقابلہ میں تعینات ہوں انہیں اپنی جگہ چھوڑنی چاہیئے۔ خواہ کیسا ہی طاعون ہو مؤمنین ہندوستان کو اس زمانہ میں جبکہ موذی مرض طاعون کا اطراف ملک میں دائر سائر ہے بیان مذکورہ بالا کو اپنا رہبر بنانا چاہیئے کہ موقعہ ووقت پر مکان و محلہ بلکہ شہر تک کا چھوڑ دینا کوئی خلاف شرع کام نہیں۔

کافر گمراہ کی ہدایت بطرزِ لطیف جن دنوں ہارون دون کے جبر و تعدی سے بغداد میں مقیم تھے۔ شہرت ہوئی کہ ایک شخص سر راہ کھڑا ہوتا ہے اور لوگ اس سے دل کی بات پوچھتے ہیں وہ صحیح جواب دیتا ہے۔ ایک روز مع اصحاب اس طرف کا ارادہ کیا دیکھا تو واقعی آدمیوں کی اس کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ لوگ سوال کرتے اور درست جواب پاتے ہیں۔ آپ نے بھی ایک دو سوال کئے ٹھیک جواب ملے۔ ہجوم کم ہوا تو اس سے پوچھا اے شخص یہ مرتبۂ عظیم تجھے باوجود کفر کے کس طرح حاصل ہوا۔ عرض کی میرا قاعدہ ہے کہ ہمیشہ خواہش نفس کے خلاف کام کرتا ہوں اس کی جلدو میں حق تعالیٰ نے مجھے یہ رتبہ بخشا ہے۔ پس حضرت نے فرمایا واقعی یہ بڑا جہاد ہے۔ اپنے نفس پر ذرا قبولِ اسلام کو تو عرض کرو دیکھو کہ وہ اس پر رضامند ہے یا نہیں۔ یہ سُنکر وہ غوطے میں گیا۔ بڑی دیر کے بعد زانوئے تفکر سے سر اُٹھا کر بولا کہ میرا نفس اس کو قبول نہیں کرتا۔ فرمایا تو اب بموجب اس قاعدہ مقررہ کے تجھکو اپنے نفس کی مخالفت کرنا اور اسلام کو قبول کر لینا چاہیئے۔ اس پر اس نے کلمۂ شہادتین پڑھا اور مسلمان ہو کر خدمت میں بسر کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جو آپ نے دل کی پوشیدہ بات کی نسبت سوال کیا تو کچھ جواب نہ دے سکا عرض کی تعجب ہے کہ جس زمانہ میں کفر میں ملوث تھا میرا دل روشن تھا اور اب آگے اندھیرا

ہے کچھ نظر نہیں آتا۔ فرمایا یہ تعجب کی بات نہیں۔ حالتِ کفر میں امر خیر کی جزا یہیں ملجاتی تھی۔ اب عالمِ آخرت کے لئے مخزون رکھی جاتی ہے۔

مُردے کے سر کاٹنے کی دیت

سوال کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جس نے نبش قبر میت کیا اور اس کا سر کاٹا اور کفن چورالیا۔ فرمایا چونکہ اس نے مکان محفوظ سے کفن چُرایا۔ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور سو دینار میت کے سر کاٹنے سے اسپر لازم آئیں گے۔ کیونکہ مردہ بمنزلہ جنین کے ہے شکم مادر میں قبل نفخ روح کے اور دیت ایسے جنین کی سو دینار مقرر ہیں۔ مؤلف کہتا ہے کہ پیشتر اس احقر نے کتاب کشف الحقائق تاریخ حضرت جعفر صادق ؑ میں نقل کیا ہے کہ بموجب ارشادِ آنحضرت صلواتُ اللہ علیہ کے دیت نطفہ کی بیس[20] دینار۔ علقہ کی چالیس[40]۔ مضغہ کی ساٹھ دینار۔ عظام معہ گوشت کی اسّی دینار ہیں۔ جب انسان جوڑ بند سے کامل ہو تو وہ جنین کہلاتا ہے اس کی دیت قبل نفخ روح سو دینار ہیں۔ چنانچہ یہ امر باب قضایا آنحضرت ؑ میں مذکور ہوگا۔

حالتِ احرام میں سایہ کرنا

مکہ میں تشریف رکھتے تھے کہ محمد بن الحسن فقیہ شاگرد ابو حنیفہ نے ہارون رشید کے حضور میں سوال کیا محرم کو جائز ہے کہ محمل پر سایہ کرے فرمایا نہیں۔ عرض کی درخت یا دیوار وغیرہ کے سائے میں بحالت اختیار اس کو چلنا جائز ہے فرمایا ہاں یہ جائز ہے۔ محمد ہنسنے لگا کہ محمل پر سایہ کرنا ناجائز اور سائے میں راہ چلنا روا یہ کیا بات ہوئی۔ فرمایا سُنّتِ رسول اللہ سے تعجب کرتا اور اس پر تمسخر واستہزا کرتا ہے وہ حضرت حالت احرام میں سواری سے سایہ دُور کردیتے تھے اور پیادہ سائے میں چلتے رہتے۔ اے محمد احکامِ خدا میں قیاس کو دخل نہیں جس نے ایک مسئلہ کا دوسرے پر قیاس کیا وہ راہِ راست سے بھٹک گیا۔ محمد خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

مؤلف اوراق کہتا ہے کہ محمد مذکور کے پیر بھائی ابو یوسف ابو حنیفہ کے دوسرے
شاگرد اعنی فقہ حنفی کے دوسرے کرباز و نے یہ مسئلہ اس سے پہلے پدر ہارون مہدی
خلیفہ کے سامنے آنحضرت ع سے استفسار کر کے جواب باصواب پالیا تھا۔
چنانچہ احتجاج طبرسی میں ہے کہ امام ابوالحسن موسیٰ ع نے مہدی کے سامنے ابو یوسف
سے ایک مسئلہ دریافت کیا جس کا وہ جواب نہ دے سکا۔ پھر اس نے سوال کرنا
چاہا اور حضرت نے اجازت دی تو یہی مسئلہ تظلیل محرم کا پیش کیا آپ نے فرمایا
احرام میں راہ چلتے سر پر سایہ کرنا جائز نہیں۔ کہا زمین پر خیمہ لگائے اس میں رہے
یہ جائز ہے فرمایا ہاں۔ کہا ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ارشاد کیا زنِ حائض کے
بارے میں کیا کہتا ہے۔ فوت شدہ نماز ادا کرے گی یا نہ۔ کہا نہیں۔ فرمایا روزے
رکھے گی۔ کہا ہاں۔ فرمایا یہ کیوں۔ کہا ھکذا جاءَ۔ یہی شرع کا حکم ہے۔ آپ نے
فرمایا وکذٰلک ھذا۔ یہ بھی ایسا ہی ہے۔ مہدی نے ابو یوسف سے کہا میرے
نزدیک تم سے کچھ نہ ہو سکا۔ کہا اے امیرالمومنین مجکو حجت سے لاجواب کر دیا۔

مختلف سوالات کے جواب

داؤد بن قبیصہ کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم ع
سے سوال کیا گیا آیا اللہ تعالیٰ اس امر سے منع کرتا ہے
جسکا اس نے حکم دیا ہو اور نہی کرتا ہے اُس کار سے جس کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور کیا
وہ سبحانہ تعالیٰ اعانت کرتا ہے اس امر پر جسکا ارادہ نہیں کرتا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ یہ
بات کہ جس کا امر کیا اس سے منع کرے کیونکر ہو سکتا ہے۔ ایسا ہو تو لازم آئے
کہ اس نے شیطان کو خود سجدۂ آدم سے منع کیا۔ یہ ہوتا تو ضرور شیطان کا عذر
قبول کرتا اور اس کو لعنت نہ فرماتا۔ اور یہ بات جسکا وہ ارادہ کرے اُس سے نہی
فرمائے یہ بھی جائز نہیں ایسا ہوتا تو لازم آتا کہ آدم ع سے اکل شجرہ اس کا مقصود ہو۔
ایسا ہوتا تو آج اطفال مکتبوں میں پکار پکار کر نہ کہتے فَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی سے

پس ہرگز جائز نہیں کہ خدا کسی امر کا حکم دے اور ارادہ اس کے خلاف کا رکھتا ہو۔ علیٰ ہذا اعانت کرنا اُس امر پر جسکا ارادہ نہ رکھتا ہو بالکل نامعقول ہے۔ کب ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ قتلِ انبیا علیہم السّلام پر یا ان کی تکذیب پر کفار کی اعانت فرمائے اور قتلِ حسینؑ و اولادِ حسینؑ و اصحابِ حسینؑ پر ان کے قاتلوں کا مددگار ہو۔ غیر مراد امر پر اس کا اعانت کرنا روا ہوتا تو لازم آتا کہ فرعون کی اس کے کفر اور دعوئ اُلوہیت پر اعانت کی ہوتی۔ کیا تیرے نزدیک جائز ہے کہ حق تعالیٰ چاہے کہ فرعون اُلوہیت کا دعوےٰ کرے اور اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کہے۔ جو اس کا قائل ہو اس سے توبہ کرائی جائے گی۔ نہ کرے گا تو اس کو قتل کریں گے۔

کلامِ آنحضرتؑ در تفسیر و تاویل آیات قرآنی

ابن ابی عمیر کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰؑ بن جعفرؑ سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے صرف اہلِ کفر و جحود یا اہلِ شرک و ضلال کو جہنم میں بھیجے گا۔ اور مومنین گناہانِ کبیرہ سے محترز رہینگے اُن سے صغائر کی بابت سوال نہیں ہوگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا۔ اگر اجتناب کرو تم گناہانِ کبیرہ سے تو کفارہ کرینگے ہم تمہاری طرف سے تمہارے (صغیرہ) گناہوں کا اور داخل کرینگے تم کو عزّت کی جگہ میں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہؐ پھر شفاعت کون سے مومنوں کے لئے ہوگی۔ فرمایا مجھ سے میرے پدر عالی قدر نے بواسطہ اپنے آباء طاہرینؑ کے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ میری شفاعت اُمّت کے اُن لوگوں کے لئے ہوگی جو گناہانِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لیکن نیکوکاران کے پس ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

ابن ابی عمیر کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ اہلِ کبائر کی شفاعت کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ کہ نہیں شفاعت کرینگے مگر ان لوگوں کی جو پسندیدۂ خدا ہیں اور وہ اسکے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ گناہانِ کبیرہ کا مرتکب پسندیدۂ خدا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا اے ابو احمد کوئی مؤمن گناہ نہیں کرتا اِلّا یہ کہ اس پر رنجیدہ و نادم ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کَفٰی بِالنَّدَمِ تَوْبَةً۔ توبہ میں نادم ہونا کفایت کرتا ہے۔ مؤمن ضرور نیکی کر کے مسرور ہوگا اور بدی پر رنج و افسوس کرے گا۔ جو کوئی گناہ کرکے اس پر نادم نہو وہ مؤمن ہی نہیں۔ ہرگز مستوجب شفاعت نہیں ہو سکتا بلکہ ظالم ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ظالموں کا کوئی حمایت کرنے والا اور شفاعت خواہ نہیں جس کی بات مانی جائے۔ میں نے کہا یا ابن رسول اللہ جو شخص اپنے گناہوں پر نادم ہو گیا وہ مؤمن نہیں۔ فرمایا اے ابو محمد جو شخص گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرے حال آنکہ اس کو معلوم ہو کہ اس پر عقاب مترتب ہوگا تو وہ ضرور اپنے کئے پر نادم ہوگا۔ جب نادم ہوا تو یہی اس کی توبہ ہے پس مستحق شفاعت ہو گیا۔ اور نادم نہوا تو اس پر اصرار رکھنے والا ہے۔ مصر گناہ کے لئے مغفرت نہیں کیونکہ وہ گناہ کی عقوبت پر ایمان نہیں لایا۔ اس پر اعتقاد رکھتا ہوتا تو ضرور نادم ہوتا۔ اور رسول اللہ کا قول مشہور ہے لا کبیرۃ مع الاستغفار ولا صغیرۃ مع الاصرار۔ گناہ کبیرہ استغفار کے ساتھ کبیرہ نہیں رہتا صغیرہ ہو جاتا ہے۔ اور صغیرہ اصرار سے صغیرہ نہیں رہتا کبیرہ ہو جاتا ہے۔ لیکن قول سبحانہ تعالیٰ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی شفاعت نہیں کرینگے مگر اُس کی جو پسندیدہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شفاعت اُسی کی ہوگی جسکا دین اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ اور دین کیا ہے اقرار کرنا نیکیوں اور بدیوں کی جزا و سزا کا۔ پس ان معنوں سے جس کا دین پسندیدہ ہوگا وہ ضرور ان گناہوں پر

جن کا مرتکب ہوا ہے نادم ہوگا۔ کیونکہ وہ عذابِ آخرت کا عارف ہے جو کہ اس پر ہونے والا ہے۔

استدلال از آیات شریفہ بطرز لطیف کسی شخص نے تحریری سوالات ارسال خدمت کئے تھے۔ منجملہ ان کے لکھا کہ کیا فرماتے ہیں جناب عالم (عالم القاب شریفہ جناب کاظم ع سے ہے) اُس شخص کے بارے میں جسنے نذر کی کہ میرے اوپر قرضِ خدا ہے کہ ہر ایک مملوک جو قدیم ہے قید رقیت سے آزاد کروں اسکے پاس بہت سے غلام ہیں کس کس کو غلامی سے رہا کرے گا۔ آپ نے دستِ مبارک سے جواب لکھا کہ جو چھ مہینے سے زیادہ اس کی ملکیت میں رہ چکا وہ قدیم ہے۔ دلیل اسپر قول حق سبحانہ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ہے۔ کہ ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کیں یہانتک کہ وہ (گھٹ گھٹ کر) مثل شاخ خرمائے قدیم کے ہوگیا شاخِ خرما خشک ہوکر ہلال کی صورت عرصہ چھ ماہ میں ہوتی ہے۔ نیز دلیل اس کی حدیث پیغمبر ہے من لیس لہ اشہر ستۃ الخ جسکے لئے چھ مہینے نہوئے ہوں تا آخر حدیث۔

دوسرا سوال تھا کیا ارشاد ہے آنحضرت ع کا اُس شخص کے بارے میں جسنے قسم کھاکر کہا میں مال کثیر راہِ خدا میں دونگا تو وہ کتنا مال راہِ خدا میں خیرات کرے اس کے جواب میں ارشاد کیا جس قسم کا مال خیال میں تھا اُس کے چوراسی عدد تصدق کرے۔ بھیڑ۔ بکری۔ گدھا۔ گھوڑا۔ اونٹ تھا چوراسی کی تعداد میں درہم و دینار تھا تو اسی قدر دے۔ اور دلیل اس پر یہ قول حق تعالیٰ ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ہے۔ یعنی فتحمند کیا تم کو اللہ نے بہت سے مواقع میں۔ ان مواقع کا جہاں اس آیہ شریفہ کے نزول سے پہلے مسلمان فتح مند ہو چکے تھے۔ شمار کیا گیا تو کل چوراسی موقعہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کثیر کا اطلاق ۸۴ پر کیا ہے۔

بنائے دین تین امر پر ہے مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ آپ نے

فرمایا دینداری کی بنا رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ۔یعنی کہدے اے محمدؐ ان سے کہ اگر تم خدا کو
دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اور اتباع کتاب خدا پر۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے
وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اور پیروی کرو اُس نور کی جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا ہے
مُراد اُس نور سے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نازل ہوا قرآن مجید ہے۔ تیسرے دینداری
کی بنا اتباع ائمہ علیہم السلام پر ہے اولاد رسول اللہ ﷺ سے جیسا کہ ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کا اتباع کرتے ہیں پس اتباع
رسول موجب ہے محبت خدا کا کہ یحببکم اللہ سے ظاہر ہے اور اتباع کتاب اللہ
مورث سعادت ابدی ہے بموجب قولِ خدا کے فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ
لَا یَشْقٰی ۔ جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ گمراہ ہوگا نہ شقاوت میں پڑے گا۔
اور اتباع ائمہ باعثِ حصولِ جنت ہے رَضِیَ اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ۔

تفسیر آیہ وماظلمونا الخ مناقب میں ہے کہ آپ نے آیہ شریفہ وماظلمونا
ولٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ (ترجمہ) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا مگر اپنے نفسوں
پر ظلم کرتے رہے ہیں،، کی تفسیر میں فرمایا اللہ پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اس سے
اعلیٰ وارفع ہے۔ پس مظلوم ہونا اس کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ مگر اُس جل شانہٗ
نے ہم کو اپنے ساتھ شامل کر کے اپنے اوپر ظلم کا اطلاق کیا اور کہا انہوں نے ہم پر ظلم
نہیں کیا اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے ہم پر ظلم کو اپنے اوپر ظلم کہا
اور ہماری محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔

تفسیر آیہ دَنٰی فَتَدَلّٰی ایک مرد عبد الغفار سلمی نامی نے آنحضرت ؑ سے
قولِ خدا دَنٰی فَتَدَلّٰی ٥ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی بابت سوال کیا فرمایا
یہاں حجابہائے نور سے نکلنا اور زمین کی طرف لٹکنا مراد ہے۔ یعنی حجب نورانی سے

جھک کر دیکھا تو زمین اس قدر نزدیک دکھائی دی کہ گویا دو کمان کا فاصلہ یا اس سے بھی کمتر تھا۔

دیگر یہ کہ رسول اللہ ص نے اپنے پروردگار کو بصیرتِ قلبی سے دیکھا وہ بصر ظاہری کی طرف منسوب کیا۔ عرض کی یہ کیونکر فرمایا دنیٰ فتدلّیٰ کہا حال آنکہ آپ جگہ سے نہیں ہلے اور بدن سے نہیں جھکے۔ راوی نے کہا میں تو اُس جلّ شانہٗ کی اسی طرح صفت و ثنا کروں گا جس طرح اُس نے اپنے آپ کی ہے۔ جبکہ دنیٰ فتدلّیٰ کہا ہی جو تدلّی کرتا ہے۔ البتہ اپنی جگہ سے زوال پذیر ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو یہ لفظ نہ فرماتا حضرت ابو ابراہیم ؑ نے فرمایا کہ لغتِ قریش میں جب کوئی کہنا چاہتا ہے سمعتُ تو تدلّیتُ کہتا ہے۔ ان کی زبان میں تدلّی اور فہم کے ایک معنی ہیں۔ مراد یہ کہ آثارِ عظمت و جلال الٰہی نور قلب سے دیکھے۔ بصارتِ ظاہری سے نہیں دیکھا ان کے اور آنحضرت کے درمیان دو کمانوں کا یا اس سے کمتر فاصلہ رہ گیا تھا۔

تفسیر جنب اللہ علی بن سوید نے کہا ابوالحسن موسیٰ ؑ نے آیہ شریفہ یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ (ہائے افسوس میں نے راہِ خدا میں کیسی کوتاہی کی) کی تفسیر میں ارشاد کیا۔ مرادِ خداوندی جنب اللہ سے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں اور ائمہ طاہرین ان کی اولاد سے کہ مرتبہ رفیعہ امامت پر فائز ہوئے آخر تک۔ نہ کہ جنب سے پہلو مراد لیا جائے اور اُس سبحانہ کے لئے جسمانیت ثابت کی جائے۔

تفسیر نور اللہ محمد بن فضیل نے کہا میں نے آنحضرت سے آیہ شریفہ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر کی بابت استفسار کیا۔ فرمایا نورِ خدا سے مراد ولایت امیرالمومنین علیہ السلام ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے ارادہ کرتے ہیں دہ نورِ خدا کے بجھانے کا اپنے مونہوں سے یعنی امامت آنحضرت

صلوات اللہ علیہ کو اپنے مونہہ زوریوں سے باطل کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کا کامل اور تمام کرنے والا ہے ہر چند کہ کافر اس سے کراہت کریں۔ پھر فرمایا اللہ امامت آنحضرتؐ کو کامل کرے گا اور امامت ہی نور ہے جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اُس نور پر جسکو ہم نے نازل کیا۔ ارشاد کیا النور ھو الامام کہ نور امام ہی ہے۔

امانات بصائر الدرجات باب چہارم میں ہے کہ آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا کی شرح میں فرمایا کہ مامور اس آیہ شریفہ میں امامانِ آل محمدؐ ہیں ان کو حکم ہوتا ہے کہ امانتوں کو اپنے بعد کے اماموں کی طرف پہونچاؤ کسی دوسرے کو نہ دو۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی حسن بن راشد نے تفسیر آیہ مذکورہ دریافت کی تو فرمایا کہ استوٰی سے مراد ہے اِسْتَوٰی عَلٰی مَا دَقَّ وَجَلَّ یعنی برابر ہے اُس کے اوپر باریک ہو یا ظاہر ہو۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو نیکی بجالائے اُس کے لئے دس گونہ ثواب ہے فرمایا مراد حسنہ سے ہماری محبت اور ہمارے حق امامت کی معرفت ہے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ سیئہ بدی گناہ۔ ارشاد کیا کہ اس سے مقصود ہمارا بغض اور انتقاص حق امامت ہے۔

بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ہاں جس نے بدی کسب کی۔ فرمایا مدعا بدی سے یہاں ہمارے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ہے۔

وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ اور گھیر لیا اُسکو اس کی خطانے۔ وہ شخص

جو ہمارے خون میں شریک ہوا وہ خطاؤں کے بھنور میں جا پڑا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ جو خواستگار ہو سوائے اسلام کے کسی اور دین کا پس ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اس سے۔ یعنی جو ہماری امامت و ولایت کے خلاف چاہے گا یہ مذہب اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

كَلَّا اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ کبھی نہیں البتہ فاسق فاجر لوگ جہنم میں ہیں۔ فرمایا فجار وہ لوگ ہیں جنہوں نے فسق و فجور کیا اور معرفت ائمہ جو ان پر واجب تھی اُس کو نہ جانا۔

مرویات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

جس طرح حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ کا ہر ایک کلام وحی خدائے علام ہوتا تھا ویسا ہی حضرات ائمہ صلوات اللہ علیہم جو بات کرتے تھے یا بعینہ رسول اللہ کا کلام ہوتا تھا یا کلامِ آنحضرت ص سے ماخوذ و مستنبط ہوتا تھا۔ اس لئے فرقہ ناجیہ امامیہ کا قدیم سے معمول رہا ہے کہ جب سلسلۂ حدیث آنحضرت ع تک پہونچ گیا تو اس پر کفایت کرتے ہیں اور ضرورت نہیں سمجھتے کہ ہر ہر حدیث کی سند رسول اللہ ص تک پہونچائیں۔ نیز وہ حضرات بھی جو ارشاد اپنے شیعوں سے کرتے تھے اس میں ضرورت سلسلہ وار اپنے آباء طاہرین کے سند سے رسول اللہ تک لیجانے کی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے بیشتر اوقات احادیث غیر معنعن بیان فرماتے تھے تاہم بعض اوقات بعض احادیث بحسب مصلحت و ضرورت مسلسل بھی ارشاد فرمائی ہیں چنانچہ ایسی احادیث کتب موالف و مخالف میں مصرح ہیں چندان سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ تاکہ یہ عنوان بالمرہ خالی نہ رہے۔

تعظیم شہر رمضان سید علی بن طاؤس رح کتاب اقبال میں فرماتے ہیں کہ میں نے کتاب جعفریات میں دیکھا اور وہ ایک ہزار حدیثیں ہیں باسناد واحد عظیم الشان۔ جو حضرت موسیٰ کاظم ؑ تک پہونچتی اور آنحضرت ؑ سے لیکر حضرت جعفر صادق ؑ و محمد باقر ؑ و امام زین العابدین ؑ و حسین ؑ بن علی ؑ صلوات اللہ علیہم کے واسطے سے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب ؑ تک منتہی ہوئی ہے۔ کہ حضرت کاظم ؑ نے بہیں سند فرمایا کہ مجرد لفظ رمضان نہ کہو تحقیق کہ تم نہیں جانتے کہ رمضان کیا چیز ہے۔ یعنی رمضان اسمار باری سے ایک اسم ہے۔ پس جو کوئی صرف رمضان کہے اس کے کفارے میں روزہ رکھے اور تصدق کرے بلکہ اسکو اُس طرح پر کہو۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے شہر رمضان۔ پھر سید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اسناد امیر المومنین ؑ تک پہونچکر متوقف ہوجاتی ہے۔ اور ہم اور مقام پر روایت کر چکے ہیں کہ جو روایت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے لی جائے وہ حضرت رسولخدا ؐ سے سمجھی جائے گی۔

دیگر ۔ صاحب کشف الغمہ نے کمال الدین بن طلحہ شافعی سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم ؑ نے بواسطہ اپنے آبار طاہرین کے حضرت امیر المومنین ؑ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا۔ رسول اللہ ؐ نے ارشاد کیا نظر الولد الی والدیہ حُبًّا لھما عبادۃ کہ نظر کرنا بیٹے کا اپنے ماں باپ کی طرف از روئے محبت کے عبادت ہے۔

دیگر ۔ اسی اسناد سے حضرت امام حسین ؑ سے روایت کی کہ آپ نے کہا کہ ایک شخص امیر المومنین ؑ کے پاس آکر کچھ لوگوں کی عیب جوئی و چغلخوری کرنے لگا۔ حضرت نے مجھ سے کہا کہ قنبر کو بلا لاؤ۔ وہ آئے تو فرمایا اس چغلخور کو یہاں سے نکالو دور کردو کہ تو نے ہمکو وہ باتیں سنائیں جن کا سننا خدا کے نزدیک کراہت سے خالی نہیں

پس غیر حفظِ خدا میں یہاں سے مراجعت کر۔

نیز بہمیں سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

فی الشمس اربع خصال تغییر اللون ونتن الریح ویخلق الثیاب ویورث الداء

دھوپ میں چار خرابیاں ہیں۔ رنگ کو متغیر کرتی اور بوئے بد پیدا کرتی اور اپنے کپڑوں کو بوداو پرانا بناتی ہے اور موروث امراض ہے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے دھوپ میں بیٹھنے کے بارے میں ارشاد کیا کہ اگر کوئی دھوپ میں بیٹھنا چاہے تو چاہئے کہ آفتاب کی طرف سے مُنہ پھیر کر بیٹھے۔ یعنی اسکی طرف پشت کر کے بیٹھے کیونکہ سامنے بیٹھنے سے امراضِ بد پیدا ہوتے ہیں۔

دیگر۔ باسناد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا

تخللوا فانہ لیس شئ ابغض الی الملائکۃ من ان یرون فی اسنان العبد طعاماً۔ خلال کرو تحقیق کہ فرشتوں کے نزدیک کوئی شے اس سے بدتر نہیں کہ وہ آدمیوں کے دانتوں میں بقیہ طعام دیکھیں۔ اور بلا ذکر اسناد فرمایا ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ پروردگارا برکت دے خلالین و متخللین میں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی فدا ہوں خلالین کون اور متخللین کون۔ فرمایا خلالین وہ لوگ ہیں جنکے گھروں میں سرکہ رہے اور متخللین خلال کرنے والے۔ پھر فرمایا سرکہ گھر میں ایسا ہے جیسا کہ ایک مرد صالح ہو جو گھر والوں کے لئے دعاءِ خیر و برکت کرتا رہے۔

علم فقط علم دین ہے نیز آنحضرتؑ نے بسند مذکور روایت کی ہے کہ حضرت رسولخداؐ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ ایک مرد کے گرد جمع ہیں فرمایا یہ کون ہے۔ عرض کی علامہ ہے۔ فرمایا علامہ کیا۔ کہا عالمترین آدمیوں کا انساب عرب اور واقعات جاہلیت سے اور زیادہ جاننے والا اشعار و عربیت کا۔ آپ نے

فرمایا ھی علم لا یضر جھلہ ولا ینفع علمہ یہ وہ علم ہے کہ اس کا جاننا نہ جاننا برابر ہے نہ جاننے سے فائدہ ہے اور نہ نجاننے سے ضرر۔ پھر ارشاد کیا انما العلم ثلٰثۃ اٰیۃ محکمۃ وفریضۃ عادلۃ وسنۃ قائمۃ وماخلاھن فھو فضل علم صرف تین ہیں کسی آیہ محکمہ کو جاننا۔ یا فریضہ عادلہ سے واقف ہونا۔ یا سنت قائمہ سے آگاہی رکھنا۔ اس کے سوا سب فضول ہے۔

شراب خوار امانت دار نہیں ہوسکتا سعد بن زیاد کہتا ہے میں نے ابوالحسن موسیٰؑ کو سُنا اپنے پدر جعفر صادقؑ سے کہتے تھے۔ اے پدر فلاں شخص یمن کو جاتا ہے میں اس کو کچھ روپیہ دیدوں تاکہ ہمارے واسطے یمنی چادریں لیتا آوے۔ فرمایا اے فرزند ایسا نہ کرو۔ کیونکہ یہ مال تلف ہوگیا تو نہ آخرت میں ثواب ملے گا نہ دنیا میں عوض۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا۔ اپنا مال سفیہوں اور احمقوں کو مت دو جسکو حق تعالیٰ نے تمھارے قیام کا باعث بنایا ہے۔ اور عورات کے بعد شرابخوار سے زیادہ کون احمق وسفیہ ہوسکتا ہے۔ تحقیق کہ میرے باپ نے اپنے آبائے طاہرین کے واسطہ سے حضرت رسول اللہ صلعم سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

مَنْ ائتمن غَیْرَ اَمِیْنٍ فَلَیْسَ لَہٗ علی اللّٰہ ضمانٌ لانّہ قد نھاہ اللّٰہ عزّ و جلّ ان یاتمنہ

جسنے غیر امانت دار کو امین بنایا۔ اللہ اس کے مال کا ضامن نہیں۔ کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے اس کے امین کرنے سے منع کیا ہے۔

روایت خرائج میں غیر امین کی جگہ صریح شارب الخمر موجود ہے۔

کلامِ آنجناب در الٰہیات

احتجاج طبرسی رح میں یعقوب بن جعفر جعفری سے روایت ہے کہ حضرت ابوابراہیم علیہ السلام نے

فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ حق تعالیٰ قائم (استادہ) ہے ایسا کہوں تو اس کو جگہ سے زوال پذیر جانوں۔ اور کسی مکان میں ہونے سے اس کو محدود نہیں کرتا اور نہ اس کا قائل ہوں کہ وہ سُبحانہٗ اعضا و جوارح سے حرکت کرتا ہے اور نہ یہ کہ شگافِ دہن سے کلام کرتا ہے اس کی تعریف ٹھیک وہی ہے جو اس نے آپ اپنی کی ہے۔ اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے اس کو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔ وہ صمد (بے نیاز) و یکتا ہے کسی شریک کا محتاج نہیں کہ اس کے ملک کے انتظام میں اس کا مددگار ہو اور اپنے علم کے دروازے اسکے لئے کشادہ کرے

دیگر۔ وہی یعقوب جعفری کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ السّلام کے حضور میں مذکور ہوا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آسمان دُنیا پر نزول کرتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کہیں نزول نہیں کرتا وہ نازل ہونے کا محتاج نہیں۔ اس کا حال قرب و بعد میں یکساں ہے کوئی بعید اس سے دور اور کوئی قریب اس کے پاس نہیں وہ کسی شے کی احتیاج نہیں رکھتا سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ ہے صاحب مرحمت و مکرمت لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ کوئی معبود نہیں مگر وہ عزت والا اور حکمت والا۔ ان لوگو کا یہ کہنا کہ وہ سُبحانہٗ نازل ہوتا ہے اُس کی شان اس سے اعلیٰ وار فع ہے وہ شخص ایسا کہہ سکتا ہے۔ جو اس کو زیادتی و نقصان سے منسوب کرے۔ یا تحرک و تحریک سے متصف جانے۔ یا زوال و استنزال کا اس کے حق میں قائل ہو۔ نہوض (اُٹھنے) قعود (بیٹھنے) کو اس کے لئے روا رکھے۔ تحقیق کہ اللہ جل شانہٗ واصفوں کے وصف سے بزرگتر ہے اور نعت کرنے والوں کی نعت اور متوہموں کے توہم سے باہر ہے۔

اور محمد بن ابی عمیر سے فرمایا خدا واحد و یکتا ہے۔ سب اسکے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں اس کا کوئی بیٹا نہیں نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کی زوجہ نہیں نہ کوئی دوسرا اس کا شریک و حصہ دار ہے۔ وہ زندہ ہے جس کی طرف موت کی رسائی

نہیں۔ قادر ہے کبھی عاجز نہیں ہوتا۔ غالب ہے مغلوبیت اس کے واسطے نہیں حلیم ہے۔ جلدی اس کا کام نہیں۔ قائم ہے کبھی فنا نہ ہوگا۔ موجود ہے۔ نابود نہ ہوگا ثابت ہے۔ زائل ہونے والا نہیں۔ غنی ہے احتیاج و فقر نے اس کو نہیں چھوا عزت دار ہے۔ کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ علیم ہے جہل اس کو ادراک نہیں کرتا۔ عادل ہے ظلم کا روادار نہیں۔ سخی ہے بخل نہیں کرتا۔ عقلیں اسکو نا پ تول نہیں سکتیں۔ وہم میں اسکی گنجائش نہیں۔ نہ طول و عرض و عمق اس کو احاطہ کرتے ہیں۔ نہ کوئی مکان گھیر سکتا ہے۔ نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ لطیف ہے نظر نہیں آتا۔ خبردار ہے اسکی مانند و مشابہ کوئی شے نہیں ہر ایک کلام کو سنتا ہے۔ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ تین شخص مل کر مشورہ کرتے ہیں تو وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے۔ پانچ ہوتے ہیں تو وہ ان کا چھٹا بنتا ہے۔ ایسا کوئی اجتماع نہیں جس میں وہ شامل نہو۔ اپنے علم و قدرت سے ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ ہے وہ ایسا پہلا ہے جس سے قبل کوئی شے نہیں۔ ایسا آخر ہے کہ اس کے بعد کوئی چیز نہو گی۔ وہ قدیم ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے سوا تمام چیزیں اس کی خلق کردہ و حادث ہیں۔ خدا اپنے مخلوق کے آثار و صفات سے بلند و بزرگ تر ہے۔

اور نفی جسمانیت باری تعالیٰ میں فرمایا کہ نہ وہ جسم ہے نہ صورت۔ نہ کسی شے سے محدود ہے۔ اس کے سوا تمام اشیاء مخلوق ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے۔ ہر شے اس کی مشیت اور ارادے سے موجود ہوتی ہے بغیر اس کے کہ کلام بہ نطق لسان کرے اور نفس کی آمد و رفت ہو۔ محمد بن حکیم کے باپ کو آنحضرت ؑ نے خط میں تحریر کیا کہ خدا کی کُنہ صفت تک کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ تم اس کا وصف کرنا چاہو تو انہیں اوصاف کا ذکر کرو جن کا ذکر خدا نے اپنے لئے کیا ہے اس سے اصلا کم و بیش نہو۔

طاہر بن حاتم نے اپنے اعتدال کے زمانے میں آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرایا کہ معرفت خدا میں کم از کم کسقدر جاننے کی ضرورت ہے۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس قدر جاننا ضرور ہے کہ وہ سبحانہ ہمیشہ عالم و سمیع و بصیر رہا۔ اور اگر کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی شے اس کو نہیں روک سکتی۔

کلامِ آنحضرت در پند و نصائح

نعماتِ خدا پر شکر کرنا

التحدث بنعم اللہ شکرٌ وترک ذٰلک کفرٌ فارتبطوا نعمکم بالشکر وحصّنوا اموالکم بالزکوٰۃ

نعماتِ خدا کا ذکر کرنا بمنزلہ شکر کے ہے اور اس کے ذکر کا ترک کرنا کفرانِ نعمت ہے پس نعماتِ خدا کو جو تم پر مبذول ہوں شکر کے ساتھ ربط دو۔ اور ادائے زکوٰۃ سے اپنے اموال کو محفوظ کرو۔

فضیلت دعا

وادفعوا البلاء بالدعاء فان الدعاء جُنّۃ مجنیۃ تردّ البلاء وقد ابرم ابراماً

بلاؤں کو دعا کر کے دفع کرو۔ بتحقیق کہ دعا سپر ہے نجات دینے والی دور کرتی ہے بلا کو ہر چند وہ ایذا پر تلی ہوئی ہو۔

اعمال خیر میں ترقی

مَنِ استوٰی یوماہ فھو مغبونٌ ومن کان اٰخر یومیہ شرّھما فھو ملعونٌ و مَن لم یعرف الزیادۃ فی نفسہ فھو فی النقصان ومن کان الی النقصان فالموت خیرٌ لہ من الحیوٰۃ

جس کی (زندگی) کے دو روز برابر و یکساں ہوں (یعنی پہلے دن کی نسبت دوسرے روز بہتری کی طرف آگے قدم نہ بڑھائے) وہ گھاٹے میں ہے۔ اور جسکا دوسرا دن پہلے سے بدتر ہے اُسپر خدا کی پھٹکار ہے۔ اور جو اپنے نفس میں زیادتی نہ دیکھے وہ نقصان میں ہے۔ اور جو کمی کی طرف جا رہا ہے اُس کے لئے موت بہتر ہے زندگی سے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ان مختصر جملوں میں جس شدت اہتمام سے مؤثر طریقہ پر روز مرہ کے دینی ودنیوی مدارج پر ترقی کرنے کی رغبت دلائی اور جس طرح سستی وکاہلی سے تضییع اوقات پر زجر و توبیخ کی ہے کسی ذی فہم پر پوشیدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسا بلیغ و مؤثر کلام اس مبحث خاص میں قوت بشری سے باہر ہے چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ راقم حروف کو جس وقت سے اس کلام معجز نظام پر وقوف ہوا تکرار کرتے سیر نہیں ہوتا۔ اور جو حظ ولطف اس کے پڑھنے سے دل کو حاصل ہوتا ہے اس کو وہی خوب جانتا ہے۔ درحقیقت کلام الامام امام الکلام کی یہاں تصدیق ہوتی ہے۔ ربِّ صلِّ علی محمّد وآلِ محمّد۔

اسبابِ مانع نزولِ عذاب

اِنّ لِلّٰہِ عزّ وَجلّ کُلَّ یَومٍ ولَیلَۃٍ مُنَادٍ یُنَادِی مَھلاً مَھلاً عِبَادَ اللہ عَن مَعَاصِی اللہ فلولا بھائم رُتَّعٌ وَ صبیۃٌ رُضّعٌ وشیوخٌ رُکّعٌ لَصَبَّ علیکم العذاب صبًّا ترضّون بہ رضًّا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ بزرگ و برتر کے لئے ہر روز و شب ایک منادی ہے جو آواز دیتا ہے بندگانِ خدا ٹھہرو نافرمانیہائے خدا سے باز آؤ اگر بہائم چرندہ و اطفالِ شیر خوارہ و پیرانِ رکوع کنندہ نہوتے تو تم پر ایسے عذاب نازل ہوتے کہ تم کو ریزہ ریزہ کر ڈالتے۔

مؤمن کی موت سے اسلام میں رخنہ

اذا مات المؤمن بکت علیہ الملائکۃ وبقاع الارض التی کان یَعبُدُ اللہَ علیھا وابواب السّماء التی کان یصعدُ اعمالہ فیھا وثُلِمَ فِی الاسلامِ ثُلمۃٌ لا یَسُدُّھا شیءٌ لانّ المؤمنین حُصُون الاسلام کحصون سور المدینۃ لھا

مؤمن کامل مرتا ہے تو ملائکہ اس پر گریہ وبکا کرتے ہیں اور زمین کے ٹکڑے جن پر وہ عبادت خدا بجا لاتا تھا اور دروازہ ہائے آسمان جہاں سے کہ اس کے اعمال اوپر جاتے تھے اس پر روتے ہیں۔ اور اسلام میں ایسا رخنہ پڑتا ہے کہ کوئی اس کو بند نہیں کر سکتا کیونکہ مؤمنین قلعہ ہائے مستحکم اسلام ہیں جیسے کہ شہر کی دیوار

شہروں کے لئے حصن ہوتی ہیں۔

ذمِ نفس اور اسکی تادیب میں فرمایا

إنّ رجلاً في بني اسرائيل عبدَ الله اربعين سنةً ثم قرّبَ قرباناً فلم يُقبل منه قال لنفسه ما اُتيت الّا منك وما الذنب الا لك قال فاوحى الله عزّ وجلّ اليه ذمّك لنفسك افضل من عبادتك اربعين سنةً۔

ایک شخص نے بنی اسرائیل سے چالیس برس حق تعالیٰ کی عبادت کی۔ پھر ایک قربانی نذر کی جو قبول نہوئی۔ اس نے اپنے دل میں کہا اس کا قبول نہونا تیری ہی جانب سے ہے اور تیرا ہی قصور ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی کہ یہ تیرا اپنے نفس کی ملامت کرنا تیرے چالیس برس تک عبادتِ خدا کرنیسے بہتر ہے

عقل کامل کیونکر ہوتی ہے

وفي حديث طويل قال يا هشام كان امير المؤمنين ؑ يقول ما عُبِدَ الله بشيءٍ افضل من العقل وما تمّ عقلُ امرءٍ حتّٰى يكون فيه خصال شتّى الكفر والشرّ منه مامونان والرشد والخير منه مامولان وفضلُ ماله مبذول وفضل قوله مكفوفٌ نصيبه من الدنيا القوت لا يشبع من العلم دهره۔ الذلّ احبّ اليه مع الله من العزّ مع غيره والتواضع احبُّ اليه من الشرف يستكثر قليل المعروف من غيره ويستقلّ كثير المعروف

حدیث طویل میں ہشام سے فرمایا کہ امیر المومنین ؑ کا قول ہے کہ کسی شے سے عبادتِ خدا نہیں ہوئی کہ افضل ہو عقل سے اور آدمی کی عقل کامل نہیں ہوتی جبتک کہ اس میں کفر وشرارت کا اس کی طرف سے اطمینان ہو، رشد اور بھلائی کی اس سے اُمید کی جائے اس کا زائد مال راہِ خدا میں خرچ ہوتا ہو اور فضول کلام روکا جائے۔ دنیا سے اس کا حصّہ قوتِ لایموت ہو۔ تحصیل علم سے مدۃ العمر سیر نہیں ہوتا۔ خدا کے ساتھ ذلیل ہونا اسکے غیر کے ساتھ عزّت پانے سے اس کے نزدیک زیادہ محبوب ہو بہ نسبت شرف و بلندی کے۔ تواضع و پستی کو پسند کرے۔ جو کوئی اسکے

من نفسه ویری الناس کلھم خیراً منه وانه شرھم فی نفسه وھو تمام الامر۔

ساتھ بھلائی کرے اس کو کثیر جانے وہ کسی کے ساتھ بھلائی کرے اُسے قلیل سمجھے۔ تمام آدمی اس کو اچھا سمجھیں وہ اپنے تئیں سب سے بُرا جانے۔ یہی تمام عقل ہے۔

ضروریات مؤمن

لا یستغنی شیعتنا عن اربع الخمرة[1] یصلّی علیھا وخاتم یتختم به وسواک یستاک به وسُبحة من طین قبر الحسین ع فیھا ثلث وثلثون ۳۳ حبّة متی قلّبھا ذاکراً لله کتب الله بکل حبّة اربعون حسنة واذا قلّبھا ساھیاً یعبث لھا کتب الله له عشرون ۲۰ حسنة۔

ارشاد ہے کہ ہمارے شیعوں کو چار چیزیں اپنے پاس رکھے بغیر چارہ نہیں مُصلّے[1] جس پر نماز پڑھے انگشتری[2] جس سے انگلی کو زینت دے مسواک[3] جو مونہہ اور دانت صاف کرنے کے لئے کام آئے تسبیح[4] خاک شفا کی جس میں تینتیس ۳۳ دانے ہوں یاد خدا کرتے ہوئے اس کو گردش دے تو ہر دانے پر چالیس[40] نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں ویسے ہی سہواً ہلاتا رہے تو بیس[20] حسنے تحریر ہوتے ہیں۔

بہم رسانی طعام

من اشتری الحنطة زاد ماله ومن اشتری الدقیق ذھب نصف ماله ومن اشتری الخبز ذھب ماله کلّه۔

خرید طعام میں ارشاد ہوا کہ جو کوئی گیہوں خریدے اُس کا مال بڑھتا ہے۔ جو آرد خریدے اُسکا نصف مال جاتا رہتا ہے۔ جو روٹی خرید کرے اس میں اس قدر نقصان ہو کہ گویا اس کا تمام مال ضائع ہوا۔

(**مؤلف**) دیکھیے آنحضرات صلوات اللہ علیہم کے التفات وعنایات کو بحال شیعیانِ خود کہ ادنیٰ ادنیٰ امور خانہ داری کو ان کے لئے مہمل نہیں چھوڑا۔ اس میں بھی مفید مفید نصیحتیں فرمائی ہیں۔ درحقیقت غلہ اور آٹے کی خریداری میں فرق

[1] خمرہ بضم اول سجادہ وغیرہ کہ برگہائے خرما سے بنایا جائے ۱۲ مجمع البحرین

بین ہے۔ چہ جائیکہ نانِ پختہ بازار سے مول لیا جائے۔

عالم کے ساتھ گفتگو کرنا محادثۃ العالم علی المزبلۃ خیر من محادثۃ الجاھل علی الزرابی۔ عالم کے ساتھ پلیدی و نجاست کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر باتیں کرنا جاہل سے فرشہائے نفیس پر بیٹھ کر گفتگو کرنے سے بہتر ہے۔

بلا سخت ضرورت کے علاج نہ کرنا چاہیئے ادفعوا معالجۃ الاطباء ما اندفع الداء عنکم فانہ بمنزلۃ البناء قلیلہ یجر الی کثیرہ۔ بیماری میں علاج کرانے کے بارے میں آپکا ارشاد ہے کہ طبیبوں سے علاج کرانے سے باز رہو جبتک مرض یونہیں دفع ہو سکے۔ تحقیق کہ وہ بمنزلہ کار عمارت کے ہے۔ کہ تھوڑے سے شروع ہو کر بڑھ جاتا ہے۔

اس ارشاد میں بے شدید ضرورت کے علاج کرانے سے منع کیا جیسا کہ بعض اشخاص کی عادت ہوتی ہے کہ زکام دردِ سر وغیرہ خفیف مرضوں میں طبیبوں کا معالجہ لے بیٹھتے ہیں۔ اس سے بجائے نفع کے ضرر کا اندیشہ ہے۔ لہذا اوقات یہ امر دوسرے امراض کے حدوث کا باعث ہو جاتا ہے۔ دوا کے بارے میں شیخ بوعلی سینا کا مشہور قول ہے کہ مَا اَصْلَحَ شَیْئًا اِلَّا اَفْسَدَ مِثْلَہ کہ دوا جس قدر کسی عضو کی اصلاح کرتی ہے اُتنا ہی دوسرے کو بگاڑتی اور فاسد کرتی ہے اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جس کی صحت مرض پر غالب ہو پھر وہ کسی دوا کا استعمال کرے۔ پس اگر وہ دوا اس کی ہلاکت کا باعث ہو تو میں اس سے خدا کی طرف بیزاری ڈھونڈھتا ہوں۔

مسافر کے لئے جو اُمور دہشت و وحشت کی باعث ہوں اور انکا علاج

قال الکاظم ع الشوم للمسافر فی طریقہ من خمسۃ الغراب الناعق حضرت کا ارشاد ہے کہ نحوست مسافر کی اپنی راہ میں پانچ شے سے ہے۔ کوّا اسکے داہنے

فی یمینه والکلب الناشر لذنبه والذئب العاوی یعوی فی وجه الرّجل وهو مقعد علی ذنبه ثم یعوی ثم یرتفع ثم ینخفض ثلٰثاً والظبی السانح من یمین الی الشمال و البُومة الصارخة والمرأة الشمطاء تلقی وجهها والاتان العضباء یعنی الجدعاء ثمن اوجس فی نفسه شیئاً فلْیَقُلْ اعتَصَمْتُ بك یا ربِّ من شرّ ما اجد فی نفسی فاعْصِمْنی من ذالك قال فیعصم مِنْ ذالك۔

ہاتھ پر کائیں کائیں کرے۔ اور کتا اپنی دم کو پھُولائے۔ اور بھیڑیا اس کے مُنہ کے سامنے عو عو کرے جبکہ اپنی دم پر بیٹھا ہو۔ پھر اس بھونکنے میں آواز تین مرتبہ بلند و پست کرے اور وہ ہرن کہ دہنے ہاتھ سے بائیں طرف جاتا معلوم ہو۔ اور مادہ بوم آواز کرے۔ اور زن سفید و سیاہ موئے کہ تو اس کا مُنہ دیکھے۔ اور شُتر یا بزگوش یا شاخ بریدہ۔ پس جو شخص اپنے دل میں کچھ خوف پائے اس دعا کو پڑھے اعتصمت بك الخ اعتصام کرتا ہوں میں تجھ سے بدی سے اُس شے کی جس کو اپنے دل میں پاتا ہوں پس حفاظت کر تو میری اُس سے۔ امام فرماتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے وہ ان چیزوں کے اثرِ بد سے محفوظ رہے گا۔

قبول عذر کی تاکید

اوصیٰ اولادہٗ وقال انّی اوصیکم بوصیة من حفظها لم یضع معها ان اتاکم اٰتٍ فاَسْمَعکم فی الاذن الیمنیٰ مکروهاً ثم یتحوّل الی الاذن الیسریٰ فاعتذر وقال لم اقل شیئاً فاقبلوا عذرہٗ۔

بیٹوں کو اپنے پاس جمع کر کے نصیحت کی کہ اے میرے فرزندو میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں جو اس کو یاد رکھیگا تو باوجود اس کے ضائع نہوگا وہ یہ ہے کہ کوئی تمہارے پاس دہنے کان میں تم کو بُرا کہے پھر بائیں طرف آکر عذر خواہ ہو کہ میں نے کچھ نہیں کہا تو اس کا عذر قبول کر لو۔

آنحضرات تک رسائی نہو تو ان کے خالص شیعوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے

عن ابی الحسن الاوّل من لم یستطع

حضرت موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد ہے جو ہم تک اپنا مال نہ پہونچا سکے اُس کو چاہئے کہ ہمارے فقراء شیعہ کے ساتھ سلوک ہو اور جس سے ہمارے قبور

ان یصلنا فلیصل فقراء شیعتنا ومن | کی زیارت نہو سکے صلحا رمؤمنین کی زیارت
لم یستطع ان یزور قبورنا فلیزر صلحاء | بجالائے۔
اخواننا۔

کنیزوں کی بابت اتخذوا القیان | کنیزوں کو (زوجیت کے لئے) اختیار کرو
آنحضرتؐ کا ارشاد فان لھن | تحقیق کہ ان میں وہ عقل وتمیز ہے جو بہت سی
فطنا وعقولا لیست لکثیر من النساء | عورتوں میں نہیں ہوتی (راوی کہتا ہے) گویا مقصود
فکا نما اراد النجابة فی اولادھن۔ | آپ کا یہ ہے کہ ان کی اولاد میں نجابت ہوتی ہے

صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں قیان جمع قینہ وہ لونڈی ہے جو مغنیہ ہو یا نہو۔ ابو عمر نے کہا ہے عرب کے نزدیک ہر ایک غلام قین ہے۔ اور کنیز قینہ۔ بعض اشخاص کا خیال ہے کہ قینہ خاص کنیز مغنیہ کو کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ حقیر مؤلف اوراق کہتا ہے کہ عقل وفطانت کنیزوں کی عام عورات سے بڑھی ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اکثر اوقات وہ عقیل وفطین نکلتی ہیں۔ یا کسی خاص ملک کی کنیزیں اس سے مقصود ہوں۔

دیگر مختلف نصیحتیں

عالم کا رتبہ عابد کتاب احتجاج میں نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک **سے زیادہ ہے** فقیہ جو ہمارے یتیموں سے ایک یتیم کو کہ ہم تک نہیں پہونچ سکتا۔ اور اپنی ضروریات کو ہم سے اخذ نہیں کرسکتا ان اشیاء کی تعلیم دے جن کا وہ محتاج ہے۔ تو وہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ ناگوار وشدید ہے۔ کیونکہ عابد کو فقط اپنی ذات کا فکر ہوتا ہے۔ عالم کو اپنی ذات اور عامۂ خلائق کا فکر ہوتا ہے تاکہ شیطان اور اس کے ہاتھوں سے نجات دے۔ اسلئے عالم خدا کے نزدیک ہزار بلکہ لاکھ عابدوں سے بہتر ہے۔ شیخ سعدی شیرازی نے مضمون حدیث ہذا کو اس طرح

ادا کیا ہے ؎

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ — بشکست عہد و صحبت اہلِ طریق را
گفتم میانِ عالم و عابد چہ فرق بود — تا اختیار کردی ازاں ایں فریق را
گفت او گلیم خویش بروں می برد ز موج — ویں جہد میکند کہ بگیرد غریق را

ظلمہ کی نوکری میں برادرانِ مؤمن کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے زیاد بن ابی سلمہ خدمت اقدس میں داخل ہوا فرمایا اے زیاد تو سلطان کی خدمت پر مامور ہے۔ یہ تیرے لئے خوب نہیں۔ عرض کی میں مرد سیر چشم و کثیر العیال ہوں۔ اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا نہیں رکھتا۔ اسلئے مجبور ہوں۔ فرمایا مجکو اگر اونچے مقام سے اس طرح گرادیں کہ جسم کے ریزے ہوجائیں تو میرے لئے اس سے محبوب تر ہے کہ ان سے کسی کا عامل بنوں یا ان کے بچھونے پر قدم رکھوں۔ اے زیاد آسان سزا جو حق تعالیٰ بروز قیامت ان کے عاملوں کو دیگا یہ ہے کہ ان کو خیمہ ہائے آتشین میں رکھ چھوڑے گا جب تک کہ حسابِ خلائق سے فارغ ہو۔ الّا یہ کہ دورانِ عمل میں کسی برادر مؤمن کی شدّت و کربت کو دور کردے یا کسی قید سے اسکو رہائی دے یا اس کے قرض کو ادا کرے۔ اے زیاد اگر ان کے کسی عمل کا متولی ہو تو برادرانِ مؤمن پر احسان کر اور اپنے ایک کام کی عوض ان کا ایک کام سنوار۔ اور اللہ غفور الرحیم ہے۔ اے زیاد تم سے جو کوئی ان کا عامل یا حاکم ہو۔ اور مؤمن کو غیر مؤمن سے امتیاز نہ دے دونوں کو برابر جانے یعنی مؤمن غیروں پر ترجیح نہ دے اس کو کہو مؤمن نہیں منتحل ہے۔ اے زیاد اپنی قوت و قدرت میں جبکہ تجھکو آدمیوں پر ہے خدا کی قوت و قدرت کو اپنے اوپر یاد کر۔ اور جان لے کہ جو کچھ تونے ان پر ظلم کئے گزر جائینگے اعمال کا مظلمہ تیری گردن پر باقی ہے

برادر مؤمن سے کاربرآری کا طریق خالد نے کہا حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اُس وقت صحن خانہ میں تشریف رکھتے تھے سلام کرکے

بیٹھ گیا۔ ہمارے اصحاب سے ایک شخص سے میری غرض تعلق تھی۔ چند بار اس سے سوال کیا مگر وہ اس طرف متوجہ نہوا تھا۔ میں نے بیشتر اس کا ذکر آنحضرتؑ سے کیا تھا۔ اسوقت جو حاضر ہوا تو میریطرف ملتفت ہو کر فرمایا۔ اے خالد جب تم سے کوئی نیا لباس پہنے۔ اسکو چاہیئے کہ اس کے اوپر ہاتھ پھیرے اور اس دعا کو پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِہٖ بَیْنَ النَّاسِ۔ اور جب کوئی شے اس کو پسند آوے تو بار بار اس کا ذکر نہ کرے کہ اس سے قدر جاتی رہتی ہے۔ اور جب کسی برادر مومن سے کوئی غرض متعلق ہو یا اس کے ذریعہ سے کوئی کاربرآری منظور ہو اور وہ اس کی طرف متوجہ نہوتا ہو تو چاہیئے کہ اس کا بھلائی سے ذکر کریں اس سے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈالے گا کہ اس کی حاجت روائی کرے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے سر بلند کر کے کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے خالد جو کچھ میں نے کہا اسکو عمل میں لا۔

راہِ آمد و رفت مختلف ہونا چاہیئے کسی نے آنحضرتؑ سے دریافت کیا یا سیدی تم کو رسول اللہؐ سے روایت پہونچی ہے کہ آنحضرتؐ جس راستے سے (نماز عید وغیرہ کو) جاتے تھے اس سے واپس نہ آتے دوسرے کو آتے تھے۔ فرمایا درست ہے۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا۔ اور میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ اور میرے پدر بزرگوار بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا وَھٰکَذَا فَافْعَلْ فَاِنَّہٗ اَرْزَقُ لَکَ تو بھی ایسا ہی کیا کر بتحقیق کہ یہ طریقہ تیرے رزق کا بڑھانے والا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کا ارشاد ہے کہ ھٰذَا اَرْزَقُ لِلْعِبَادِ کہ یہ طریق آمد و رفت کا ایک راہ سے جائے دوسرے سے آئے بندگان خدا کے لیے زیادتی رزق کا باعث ہے۔

مومنین باہمدگر کسطرح سلوک کریں عاصم سے ارشاد کیا اے مومنین کو تمہارے باہمدگر سلوک کی کیا کیفیت ہے۔ عرض کی اچھے سے اچھا جسپر کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ ایک مفلس تنگدست دوسرے مرفہ الحال آسودہ برادر

مؤمن کے مکان پر جائے۔ وہ وہاں نہ ملے تو یہ مفلس اس کے مال و زر کے کیسے باہر نکلوادے اور ان کی مہریں توڑ کر حسب حاجت خود ان سے مال نکال لے اور چلا جائے اصل مالک واپس آکر اس کیفیت سے آگاہ ہو اور اصلا اسپر انکار نہ کرے۔ عرض کی ایسا تو نہیں فرمایا الستم علی ما اَحبَبتُ مِنَ التواصُلِ تو تم صلۂ رحم اور مفلس بھائیوں کے ساتھ میری مرضی کی موافق سلوک نہیں کرتے۔

مؤمن کی حاجت برآری کی تاکید علی بن جعفرؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے برادر مکرم جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سُنا فرماتے تھے جسکے پاس کوئی مؤمن بھائی حاجت لیکر آوے تو وہ ایک رحمتِ خدا ہے کہ اس کی طرف متوجہ ہوئی ہے اسکو قبول کیا تو صلہ کیا ہماری ولایت کا جو موصول ہے ولایت خدا سے اور جو باوجود قدرت اسکی حاجت روائی میں مقصر رہا تو حق تعالیٰ قبر میں ایک سانپ اسپر مقرر کرے گا کہ روز قیامت تک اس کو ڈستا رہیگا۔ اس کے بعد اختیار ہے کہ اسکا گناہ معاف کرے یا عذاب کرے اور اگر عذر کیا طلبگار حاجت کے ساتھ تو اس کا حال اور بھی بُرا ہے۔

نیز آنحضرتؑ نے فرمایا کہ زمین پر کچھ اللہ کے بندے ہیں جو لوگوں کی حاجت برآری میں سعی کرتے رہتے ہیں وہ روز قیامت ہر طرح کی آفات سے امن میں ہونگے۔ اور جو شخص مؤمن کے دل میں سرور داخل کرے گا حق تعالیٰ بروز قیامت اسکو مسرور کرے گا۔

آداب دعا طرق و آداب دعا میں احادیث کثیرہ حضرات ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس بارے میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ دعا میں قبل اسکے کہ اپنا مقصد و مدعا عرض کرے عظمت و جلال حضرت رب العزت کا ذکر کرے۔ اور اپنی عاجزی و فروتنی کو درجۂ قصویٰ تک پہونچاوے اُسوقت عرض حاجت کرے۔

دیگر یہ کہ دُعا کے اوّل و آخر درود بھیجے محمد مصطفےٰ اور ان کی آلِ اتقیا پر کہ اس صورت

میں انشاء اللہ دُعا ضرور قبول ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح امام موسیٰ کاظم ؑ نے عبداللہ بن جندب کو ایک نکتہ طریق دعا میں یہ تلقین فرمایا کہ بجائے اسکے کہ اپنے نفس کے لئے دعا کرے۔ برادر مومن کے لئے دُعا کرنا بہتر ہے کیونکہ ہم کو بواسطۂ اپنے آبائے طاہرین کے رسول اللہ صؐ سے پہونچا ہے کہ جو کوئی برادر مومن کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے دُعا کرتا ہے اس کو عرش الٰہی سے آواز دیجاتی ہے کہ دعا تیری قبول ہوئی۔ اور تیرے لئے سو ہزار گونہ اسکا ہے جو تونے اپنے بھائی مومن کے لئے طلب کیا۔

روایت ہے کہ روز قیامت حق تعالیٰ ایک بندے کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے گا۔ فرشتے اس کو گھسیٹتے ہوئے اس طرف لے جائینگے۔ اسوقت بہت سے مومن مرد و عورت خدائے تعالیٰ سے عرض کرینگے۔ خداوندا یہ بندہ تیرا دنیا میں ہمارے لئے دُعائے خیر کرتا تھا۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ اسکے گناہ بخشدیئے جائیں پس حقتعالیٰ شفاعت ان کی اسکے حق میں قبول فرمائے گا اور دوزخ سے اسے نجات دیگا۔

دعائے دفع بلاء عبداللہ نہشلی کو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنا نعمات خدا کا شکر ہے اور اس کا ترک کرنا کفر پس ارتباط دو نعمات خدا کو ساتھ شکر خدا کے اور محفوظ کرو۔ اپنے اموال کو ادائے زکوٰۃ سے۔ اور دفع کرو بلاؤں کو دعاؤں سے بتحقیق کہ وہ ایک سپر نجات دہندہ ہے بلیات کو دور کرتی ہے ہرچند کہ وہ نازل ہونے پر تل رہی ہوں۔

علم چار ہیں کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا قول تھا کہ میں علوم اولاد آدم کو چار شے میں منحصر پاتا ہوں ایک یہ کہ اپنے پروردگار کو پہچانے یہ لطف ہے۔ دوسرے اس کے انعام و احسانوں کی پڑتال کرے اور اس سے اُس سبحانہ تعٰ کی شکر گزاری و عبادت کی ترغیب ہوتی ہے۔ تیسرے جسقدر واجبات و مستحبات کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندہ سے کرانے منظور ہیں انکو پہچانے تاکہ ان کو بجا لاکر مستحق ثواب بیحساب ہو۔ چوتھے اسکے ممنوعات و منہیات کی خبر رکھنا تاکہ کفر و بیدینی

دُعا فرمائی خدا سے محفوظ رہے۔

مُردے کے دفن میں احتیاط چاہیئے علی بن حمزہ بطائنی سے فرمایا کہ مصعوق (جس پر بجلی گری ہو) اور غرق ہونے والے کے دفن میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ اس قدر توقف کیا جائے کہ بوئے مردگی اس سے آنے لگے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی حضور کے اس ارشاد سے اس واقعۂ ہائلہ صاعقہ کے گرنے کی طرف اشارہ مقصود ہے جس میں بہت سے زندے دفن کردئے گئے۔ فرمایا ہاں بہت سے ان میں سے قبروں کے اندر جاکر فوت ہوئے۔

منکر معجزات کی تنبیہ حضرات ائمہ علیہم السلام پر طعن کرنے والے۔ ان کے معجزات کے منکرین کے بارے میں ارشاد فرمایا:۔

اعظم الناس ذنبًا واکثرھم اثمًا علی لسان محمد الطاعن علی عالم آل محمد والمکذب ناطقھم والجاحد لمعجزاتھم۔ سب سے زیادہ عظیم وکثیر التعداد گناہوں کا مرتکب بموجب ارشاد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے وہ شخص ہے جو عالم آلِ محمد (امام معصوم از ذریت رسول) پر طعن کرے اور ان کے ناطق (گوینده) یعنی امام وقت کو جھٹلاوے۔ اور اس کے معجزات کا انکار کرے۔

مرض مؤمن کے لئے رحمتِ خدا ہے ارشاد کیا کہ مؤمن بیمار ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اصحاب شمال (کراماً کاتبین سے بائیں ہاتھ پر بیٹھنے والے فرشتوں) کو وحی کرتا ہے کہ میرے بندے پر جب تک میرے بند و وثاق میں ہے کوئی بدی نہ لکھو۔ اور اصحاب یمین کو حکم دیتا ہے کہ جو نیکیاں اس کی صحت کے دنوں میں لکھتے تھے اب بھی برابر لکھتے رہو۔

کف لسان از اذاعت اسرار غنمان بن عیسٰی سے فرمایا اگر تیرے اس ہاتھ میں کوئی شے ہو تو اگر ہوسکے کہ دوسرا ہاتھ اس سے آگاہ نہ ہو تو ایسا کرو۔ راوی

کہتا ہے کہ اسوقت ایک مرد جو افشارِ راز میں مشہور تھا خدمتِ اقدس میں حاضر تھا لوگ اس کے راز فاش کرنے کی بابت گفتگو کرنے لگے۔ فرمایا احفظ لسانک تعز ولا تمکّن الناس من قیادک فتذل یعنی اسکو مخاطب کیا کہ اے شخص اپنی زبان کی افشار راز میں حفاظت کرتا کہ عزت پائے۔ اور لوگوں کو تمکین نہ دے کہ تیری گردن میں رسّی ڈال کر کھینچیں اور ذلت اُٹھائے۔ ع اگر ستر خواستی ستر را نگہدار۔

تواضع حسن بن جہم سے فرمایا التواضع ان تعطی الناس ماتحب ان تعطاہ فروتنی یہ ہے کہ تو لوگوں کو اسی قدر حق تعظیم عطا کرے جتنا چاہتا ہے کہ اوروں کی طرف سے تجھکو عطا کیا جائے۔ ع انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔

حد تواضع ابن جہم مذکور نے پوچھا کہ حد تواضع کیا ہے کہ آدمی اس قدر عمل میں لانے سے متواضع کہلائے۔ فرمایا اسکے مدارج ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی مقدار کو پہچانے۔ اور ٹھنڈے دل سے اپنے تئیں اس رتبہ پر رکھے اور اوروں کے ساتھ وہی کرے جو چاہے کہ اسکے ساتھ کریں۔ اگر کسی سے بدی دیکھے تو نکوئی کے ساتھ اس سے درگزر ے۔ غصّہ کو پی لیوے۔ اور آدمیوں کی خطائیں معاف کرے۔ اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکو کاروں کو۔

رفق ومدارا ہشام احمر نے کہا۔ میری لوگوں کے ساتھ کچھ رنج کی باتیں تھیں آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا ارفق بھم فانّ کفر احدھم فی غضبہ ولاخیر فیمن کان کفرہ فی غضبہ ان کے ساتھ ہمواری کرو کیونکہ ان کا کفران کے غصّہ میں ہے یعنی کسی پر غصّہ ہوتے ہیں تو تہمتیں لگاتے اور حیلے ڈھونڈتے ہیں جو دین اسلام کے خلاف ہوتے ہیں تاکہ اس کو آزار پہونچے۔ اور جس کا کفر اسکے غصّہ میں ہو کیا معنی کہ غصّہ اس کو حد کفر تک پہونچا دے اس میں کوئی خوبی نہیں اس سے دور رہنا چاہیے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا الرفق نصف العیش رفق ومدارا کرنا آدھی آرام کی زندگی

ہے یعنی نصف زندگی کا آرام وصحت بدن اور وسعت رزق وغیرہ سے ہے اور نصف لوگوں کے ساتھ برفق ومدارا پیش آنے سے۔

بعضے از محاسن اخلاق و شرائف عادات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ اعلیٰ درجہ کے حلیم۔ بردبار۔ عابد۔ زاہد۔ فقیہ۔ سخی۔ کریم النفس۔ امّید گاہ خلائق تھے کثرت جود وسخا سے لوگ ان کو باب الحوائج کہتے ازبسکہ نفس شریف پر سختی جھیلتے۔ دشمنوں کے ہاتھوں کڑی اُٹھاتے اور اصلاً لب شکایت نہ کھولتے۔ اس لئے کاظمؑ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

تلاوت قرآن میں خوش آوازی وخوف خدا وہ حضرت نہایت خوش اسلوبی سے حافظ کلام اللہ تھے اور بکمال خوش آوازی کے ساتھ اسکی تلاوت فرماتے۔ ہر چند حضرت امام زین العابدین بھی بہت خوش الحان تھے حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ ان کی قرأت سُنکر لوگ چلتے چلتے کھڑے ہو جاتے۔ اور بعض اوقات حالت غشی طاری ہوتی۔ مگر حضرت موسیٰ کاظمؑ کی خوش آوازی زبان زد خاص وعام ہے جس وقت قرآن پڑھتے خود اس سے متاثر ہو کر محزون وگریاں ہوتے اور سُننے والوں کو گریاں کرتے خوف خدا سے اسقدر روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی حفص کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت سے زیادہ کسی کو اپنے نفس پر ترساں اور دوسروں کا ملجاء وماویٰ نہیں پایا۔ آپ کی تلاوت خوف خدا سے لبریز ہوتی تھی۔

عبادت معمول تھا کہ نوافل شب کو نماز صبح سے وصل کرتے۔ اور طلوع آفتاب تک مشغول تعقیبات رہتے۔ بعد ازاں سجدے میں جاتے اور دعا وتمجید الٰہی میں مشغول

ہوتے تا اینکہ زوالِ آفتاب نزدیک ہوتا اس وقت سر مبارک سجدے سے اُٹھا کر مہیائے نماز ظہرین ہوتے۔ منقول ہے کہ بارہ تیرہ سال برابر آپ کا یہی معمول رہا سورج نکلنے سے دوپہر ڈھلنے تک ایک سجدہ کرتے۔ ایک شخص کو مقرر کر رکھا تھا جو اوقات نماز کی خبر رکھتا جب وہ کہتا اُٹھکر بلا تجدید وضو نماز پڑھنے لگتے۔ نماز عشا سے فارغ ہوکر افطار فرماتے۔ پس تجدید وضو کر کے سجدے میں چلے جاتے۔ رات بھر سجدہ و نماز و دعا میں بسر کرتے۔ سورج نکلنے تک یہی آپ کا دستور تھا۔ کوئی دن ایسا نہوتا تھا کہ جسمیں پانچہزار مرتبہ استغفار نہ کریں۔ اور خطیب نے تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ امام موسیٰؑ کو عبادت خدا اور اس میں جد و جہد رکھنے سے عبد صالح کہتے تھے۔ ایک روز مسجد رسول اللہؐ میں رات کو شام سے سجدہ میں گئے۔ کہتے تھے عظم الذنب عندی فلیحسن العفو عندک یا اھل التقویٰ ویا اھل المغفرۃ اس کو بار بار کہتے تھے حتیٰ کہ شام سے صبح ہوگئی۔

احمد پسر عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی اُس نے کہا میں فضل بن ربیع حاجب ہارون کے پاس گیا تھا وہ بالائے بام تھا۔ مجھ سے کہنے لگا اس روزنہ سے حجرۂ زیریں کی طرف نگاہ کر میں نے جھک کر دیکھا تو ایک کپڑا بے حس و حرکت زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ کہا کیا دیکھا میں نے کہا ایک کپڑا زمین پر پڑا پاتا ہوں۔ ابن ربیع نے کہا غور سے نظر کر اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی آدمی سجدے میں پڑا ہے۔ کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص سجدہ کر رہا ہے۔ کہا جانتا ہے کہ یہ ساجد کون ہے۔ کہا نہیں فضل نے کہا موسیٰ ابن جعفرؑ صادق ہیں۔ ان کو جب دیکھتا ہوں۔ رات دن اسی حالت پر پاتا ہوں۔ نماز صبح سے فارغ ہوکر طلوع آفتاب تک تعقیبات پڑھتے ہیں پھر سجدے میں جاتے ہیں زوال آفتاب تک اسی طرح سجدے میں پڑے رہتے ہیں جب مقرر کردہ آدمی آواز دیتا ہے تو اُٹھکر اسی وضوئے صبح سے مشغول نماز ہوجاتے ہیں۔ نماز عشا کے بعد تھوڑے سے طعام سے افطار کرتے ہیں اور تجدید وضو کر کے سجدے میں جھک جاتے ہیں اور رات پھر

جسوقت تک کہ صبح طالع ہو مشغول نماز و دعا رہتے ہیں۔ بیشتر اوقات یہ دعا آپ کے
ورد زباں ہوتی ہے اللّٰھم انی اسئلک الراحۃ عند الموت والعفو عند الحساب
پروردگارا میں سوال کرتا ہوں تجھ سے راحت کا بوقت مرگ اور عفو و بخشش کا حساب
کے وقت۔ اور ہنگام سجود اکثر یہ دعا پڑھتے ہیں قبح الذنب من عبدک فلیحسن العفو
والتجاوز من عندک۔ تیرے بندے سے بُرے گناہ سرزد ہوئے ہیں تیری طرف سے
اچھی عفو و درگزر ہونی چاہیئے۔ جاسوسوں نے جو حکّام جور کی طرف سے مقرر ہوتے
اور آپ کے اقوال و افعال کو تاڑتے رہتے تھے اپنے آقاؤں کو خبر دی کہ بوقت
خلوت یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھُمَّ انک تعلم انی کنتُ اَسْئلُکَ ان تفرغنی بعبادتک
اللّٰھم وقد فَعَلْتَ فَلَکَ الْحَمْدُ خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ میں تجھ سے سوال
کیا کرتا تھا کہ مجکو توفیق دے کہ بفراغ دل تیری عبادت بجالاؤں۔ پروردگارا تیرا
شکر ہے کہ تو نے دعا میری قبول کی اور یہ دلجمعی اور فارغ البالی مجکو عطا فرمائی۔

اللہ اکبر اس شوقِ عبادت کو ملاحظہ کیجئے کہ قید و اسیری جیسی آفت کو اس
ذوق میں مُنہ مانگی نعمت سمجھتے اور اسپر خلوت و مناجات کے وقت تشکر و امتنان کا
اظہار فرماتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام سے ایک حضرت یوسفؑ نے زندان میں جانے
کی حق تعالیٰ سے دعا کی سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ زن عزیز مصر آپ کے قید کرنے پر
تُلی ہوئی برملا کہتی تھی وَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُہٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَکُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ
کہ اگر جو کچھ میں کہتی ہوں اس نے نہ کیا تو وہ قید کیا جاوے گا اور بےعزت ہوگا۔ دیگر زنان
مصر بھی آپ کے درپے تھیں ان سب سے بچنے کو حضرت نے زندان طلب کیا تھا
چنانچہ دعا کی رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْہِ پروردگار جیلخانہ مجھ کو
اس سے محبوب تر ہے جسکی طرف وہ بلاتی ہیں۔ ہر چند ان سے بچنے کی خواہش بھی بے نظیر
نفس کشی تھی۔ مگر فراغت و دلجمعی کی عبادت کی دُھن میں زندان مانگنا جیسا کہ جناب

موسیٰ سے ظاہر ہے یہ کچھ اور ہی بات ہے۔ علاوہ بریں حضرت یوسف سے شدائد زندان پر صبر نہو سکا۔ اور جس مرد کی نسبت خیال تھا کہ زندان سے چھوٹ جائے گا اُس سے کہا اُذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ اپنے آقا کے آگے میرا ذکر کرنا۔ مراد یہ کہ سفارش رہائی کی کرنا یہ استعانت بالغیر پسندیدۂ درگاہِ ایزدی نہوئی اور بدیں عبارت اظہار عتاب ہوا فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ یعنی شیطان نے اسکو بادشاہ کے آگے اسکا ذکر کرنا بھلادیا اور یوسفؑ کو اور کئی برس زندان میں ٹھہرنا پڑا۔ یہاں کاظم بدستور عبادت میں منہمک رہے آپ کو رہائی کا خیال تک بھی نہ آیا حتی کہ وہیں سے متوجہ عالم باقی ہوئے۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا۔

ید بیضا میں ہے وکابد فی سجن الرشید شدائداً ولم یشك شكوى یوسف المتقدام ہارون کے قید خانہ میں کیسی کیسی سختیاں جھیلیں مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح زبان پر اس کی شکایت نہ لائے۔

رہا حضرت یونسؑ کا شکم ماہی میں قید ہو کر تسبیح و تہلیل خدا بجالانا سو اول تو مچھلی نے بحکمِ خدا بجزا ترکِ اولیٰ آنحضرت کو اپنے شکم میں لیا تھا۔ جناب کاظمؑ کی طرح دلجمعی سے بجا آوری عبادت کی دعا اسکا باعث نہوئی تھی۔ دوسرے آنحضرت کی تسبیح و تہلیل جو کچھ تھی قید سے رہائی پانے کی خاطر تھی چنانچہ وہی ان کی رہائی کا باعث ہوئی حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ اگر یونس تسبیح گزاروں میں نہوتے تو اس ماہی کے شکم سے قیامت تک باہر نہ آتے۔ موسیٰ کاظمؑ کی عبادت ہرگز رہائی کی خاطر نہ تھی۔ سوم یونسؑ کی قید چند گھنٹوں یا چند دنوں سے زیادہ نہ تھی۔ موسیٰ کاظمؑ سالہا سال ہارون کی قید میں رہے۔ اور دلجمعی سے عبادت بجالانے کی خاطر اس قید کو نعمتِ خدا جان کر اسپر شکرِ خدا بجالاتے تھے حتی کہ وہیں آنجناب نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔

مہمانوں پر مُربیانہ شفقت کتاب بصائر میں ہے کہ محمد بن جعفر بن عاصم نے اپنے دادا عاصم سے نقل کیا اُس نے کہا میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ بوقت مراجعت مدینہ سکینہ میں وارد ہوا تو ہنوز جائے نزول تعیین نہیں ہوئی تھی۔ اسی فکر میں تھا کہ حضرت موسیٰ کاظم حمار سبزہ رنگ پر سوار وہاں تشریف لائے اور پیچھے پیچھے آپ کے غلام طعام لئے آ رہے تھے۔ ہم کھجوروں کے باغ میں فروکش ہوئے۔ حضرت بھی سواری سے اُتر کر ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور سلیچی و آفتابہ منگا کر پہلے اپنے ہاتھ دھوئے۔ پھر دست راست کی طرف سے ہم سب کے آخر تک دُھلوائے پھر بائیں طرف ایسا ہی کیا۔ پس کھانا آگے رکھا گیا۔ چند قسم کے کھانے تھے۔ سب سے پہلے بسم اللہ کہکر نمک و سرکہ سے ابتدا کی پھر ایک ایک کھانا آگے بڑھاتے اور ایک دو کلمہ اس کی صفت و ثنا میں بیان فرماتے اور کہتے کلوا بسم اللہ کھاؤ بنام خداوند رحمٰن و رحیم۔ گوشت شانہ بریاں کی نسبت فرمایا یہ پسندیدہ رسول خداؐ ہے۔ سرکہ و روغن زیت کو جناب فاطمہ کا مرغوب طبع بتلایا۔ تیسرے کھانا سکباج (خاص قسم کا پکا ہوا گوشت کہ سرکہ و زعفران ڈالکر پکاتے ہیں) کو کہا حضرت امیر المؤمنینؑ اس کو دوست رکھتے تھے۔ تلا ہوا گوشت جس میں بادنجان شامل تھے اس کو حسنؑ مجتبیٰ کا دل پسند کہا۔ دہی میں روٹی کے ٹکڑے کر کے بھگائے تھے۔ اس قسم طعام کو حضرت حسین شہیدؑ کا محبوب نشان دیا۔ پنیر کے ٹکڑے آگے آئے تو فرمایا محمدؑ بن علیؑ باقر اس کو شوق سے تناول فرماتے تھے۔ ایک بادیہ پُر از تخم مرغ خانگی پختہ بطور خاگینہ پکایا گیا تھا وہ اپنی پدر عالی قدر حضرت جعفر صادقؑ کی من مانتی غذا فرمائی۔ آخر میں حلوا رکھا گیا۔ اس کو اپنا مرغوب طبع ارشاد کیا۔ دستر خوان بڑھایا گیا تو ہم سے ایک شخص ریزے چُننے لگا۔ فرمایا مکانوں کے اندر چھتوں کے نیچے ایسا کرنا چاہئے۔ یہاں جو کچھ گرا پرندوں اور چوپایوں کا حق ہے۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے گئے تو اس کی ابتدا بائیں ہاتھ کی طرف سے ہوئی اور آپ نے اپنے دست

مبارک سب کے بعد دھوئے۔ خلال کی نسبت فرمایا کھانا کھانے کے بعد زبان کو منہ میں پھیرو۔ جو ریزہ طعام اسکے سبب سے باہر آوے اسکو نگل جاؤ۔ بعد ازاں خلال کرو۔ خلال کے ذریعہ سے نکلا ہوا باہر پھینکدو۔

ادخال سرور بقلب مؤمن

بحار میں کتاب قضاء حقوق المؤمنین مصنفہ ابو علی بن طاہر الصوری سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد باشندۂ رے نے کہا کہ ہمارے علاقہ پر یحیی بن خالد کے کاتبوں سے ایک شخص حاکم مقرر ہوا۔ میرے ذمہ سرکاری مالگذاری باقی تھی اسکا مطالبہ کیا۔ میرے پاس کوڑی نہ تھی۔ اندیشہ ہوا کہ جائداد تلف ہو جائے کسی نے کہا حاکم باطن میں شیعہ مذہب رکھتا ہے۔ مگر میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور وہ ایسا نہ نکلا تو زیادہ تر خرابی ہوگی۔ آخر میری رائے اس پر قرار پائی کہ بیت اللہ کو بارادۂ حج روانہ ہوا۔ وہاں سے فارغ ہو کر اپنے مولیٰ حضرت صابر امام موسیٰ بن جعفر کی خدمت میں مدینہ آکر اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے حاکم مذکور کے نام ایک رقعہ لکھدیا۔ جسمیں خدائے پاک کے نام سے شروع کر کے لکھا تھا کہ:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعلم ان للّٰہ تحت عرشہ ظلا لا یسکنہ الا من اسدیٰ الی اخیہ معروفا او نفس عنہ کربۃ او ادخل علی قلبہ سرورا وھذا اخوک والسلام۔

آگاہ رہ کہ حق تعالیٰ کے یہاں عرش اعظم الٰہی کے نیچے ایک سایہ کی جگہ محفوظ ہے بروز قیامت وہی شخص وہاں ٹھہرے گا جسنے اپنے برادر مؤمن کے ساتھ کوئی بھلائی کی ہوگی۔ یا کسی شدت کو اس سے دفع کیا اور اس کے دل میں سرور ڈالا ہوگا۔ اور یہ حامل رقعہ تیرا برادر مؤمن ہے۔ والسلام۔

راوی کہتا ہے کہ سفر سے واپس آکر میں رات کو اس شخص کے پاس گیا۔ دروازہ پر پہونچ کر اطلاع کرائی کہ جناب صابر کا قاصد حاضر ہے۔ سنتے ہی اس خبر کے سر و پا برہنہ دروازہ پر آکر دروازہ کھولا اور مجکو دیکھکر بغلگیر ہوا۔ اور میری چشموں کو بوسہ دیا اور حضرت

کا حال پوچھا۔ جوں جوں میں آپ کی صحت و سلامتی کا اور آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کا حال بیان کرتا۔ باغ باغ ہوتا اور شکر خدا بجالاتا۔ پھر مکان کے اندر لیجاکر صدر مجلس میں بٹھایا اور آپ پائین پا میرے سامنے بیٹھا۔ میں نے نامۂ گرامی ان کا نکالکر دیا اس کو سر اور آنکھوں پر رکھا پھر کھڑے ہوکر پڑھا۔ بعد ازاں اپنا تمام مال و اسباب درہم دینار اور پارچہ جو کچھ اس کے پاس تھا سب وہاں منگایا۔ اور میرے آگے رکھکر اپنے اور میرے درمیان نصفا نصف قسمت کیا۔ جو شے قسمت نہو سکی اُس کی قیمت دی۔ اور ہر موقعہ پر کہتا جاتا یَا اَخِیْ هَلْ سَرَرْتُكَ ۔ اے برادر کیا میں نے تم کو مسرور کیا میں کہتا اِیْ وَاللّٰهِ وَزِدْتَ عَلَی السُّرُوْرِ ۔ ہاں قسم خدا کی بلکہ سرور سے بھی زیادہ۔ پھر رجسٹر خراج منگاکر جو رقم میرے اوپر واجب الادا تھی تمام کو وصول لکھا اور سند وصولیابی کی لکھدی۔ پس میں اسکے پاس سے اُٹھا اور ذرا اس کے مکافات احسان پر قادر نہ تھا بجز اسکے کہ سال آیندہ حج کر کے اسکے لئے دعا رخیر کی اور مدینہ آکر حضرت صابر علیہ السلام کی خدمت میں ماجرائے گزشتہ بیان کیا۔ میں یہ حال بیان کر رہا تھا اور حضرت کا چہرہ فرط خوشی سے درخشاں ہوتا تھا۔ میں نے عرض کیا مولا میرے کیا حضرت کو اسکے اس فعل نے بہت مسرور کیا۔ فرمایا ہاں مجکو مسرور کیا اور حضرت امیر المومنین ؑ اور سید المرسلین بلکہ خود رب العالمین کو اس نے اپنے اس عمل خیر سے خوشنود کیا۔

قلوب شیعیان میں آپ کی محبت و وقعت جیسے آنحضرات ؑ کے دشمن دشمنی میں شدید تھے۔ ویسے ہی جنہوں نے محبت و دوستی کی توفیق پائی تھی وہ اس میں کامل تھے۔ محمد بن سالم کہتا ہے کہ جب آقا میرے امام موسیٰ کاظم ؑ حسب الطلب ہارون عراق میں تشریف رکھتے تھے تو ہشام بن ابراہیم عباسی نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی اے سید و سردار میرے ایک خط سفارشی میرے لئے فضل بن یونس کو لکھدیں تو میری کار برآری ہوجائے۔ حضرت سوار ہوکر فضل مذکور

کے مکان پر گئے دروازہ پر پہونچے تو غلام دربان نے اندر جاکر اطلاع کی کہ ابوالحسن
موسیٰ بیرون در تشریف رکھتے ہیں اُس نے نعمت غیر مترقبہ سے خوش ہو کر غایت مسرت
میں غلام سے کہا اگر تیرا یہ قول درست ہے تو تو آج سے آزاد ہوا۔ اس کے سوا مزید
انعام تجھکو دونگا۔ اور دوڑا ہوا پا برہنہ باہر آیا اور حضرت کے پائے مبارک پر گر پڑا۔
اور ان کو چومتا تھا۔ پھر عرض کی اے مولا میرے اندر تشریف لے چلیں۔ سواری سے
اُتر کر مکان میں داخل ہوئے اور کہا ہشام بن ابراہیم کی حاجت روا کرو۔ فوراً تعمیل
ارشاد ہوئی۔ فضل نے صدر کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں تشریف رکھیں فرمایا صاحب
مکان احق ہے صدر میں بیٹھنے کے لئے۔ الّا یہ کہ مہمان بزرگان بنی ہاشم سے ہو۔ عرض
کی یا ابن رسول اللہؐ کھانا حاضر ہے۔ اس میں سے تناول فرما کر اس خادم کی عزت
افزائی فرمایئے۔ فرمایا لے آؤ۔ پھر کہا اے فضل لوگ طعام فجاءۃ (جس کی طرف پہلے
سے دعوت نہ کی جائے) سے پرہیز کرتے ہیں مگر میں اس میں کوئی باک نہیں دیکھتا۔
پس غلام نے طشت حاضر کیا۔ فرمایا پہلے صاحب خانہ کو ہاتھ دھونے چاہئیں۔ پھر
دستر خوان بچھا تو فرمایا اس کی حد یہ ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہی جائے۔ آخر میں الحمد للہ
خوان میں کچھ کھانا گرم تھا کچھ سرد۔ طعام سرد کو بے تکلف نوش جان فرمایا۔ گرم کی
نسبت ارشاد کیا الحار حمّی۔ یعنی اس کی حرارت ہاتھ ڈالنے سے روکتی تھی۔ مراد یہ کہ
ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھانا مکروہ ہے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ زیادہ گرم کھانا کھانے کی مذمت دیگر احادیث میں بھی وارد
ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کھانا گرم ہو
تو رہنے دو جبتک کہ ٹھنڈا ہو کر کھانے کے قابل نہو جائے۔ تحقیق کہ حضرت رسول اللہؐ
کے آگے گرم کھانا لایا جاتا تو اسکو اُس وقت تک نہ کھاتے جبتک کہ ٹھنڈا نہ ہو لیتا
اور فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے ہمکو آگ کھانے کا حکم نہیں دیا۔ نیز آنحضرتؐ کا ارشاد ہے

کہ طعام سرد میں برکت ہے گرم میں نہیں۔

بقولات ہرچند کھانے کے ساتھ خام سبزی کا ہو۔ کاسنی۔ خرفہ۔ پودینہ۔ گندنا وغیرہ وغیرہ کا استعمال ہندوستان میں کم ہے۔ الا عرب وعجم و دیگر ولایات میں اس کا بہت رواج ہے۔ چونکہ ان کے استعمال سے انواع اقسام کے فائدے جسم انسانی کو پہونچتے اور بہت سے امراض واسقام دفع ہوتے ہیں۔ لہذا احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ بعض حضرات ائمہؑ کھانا نہیں کھاتے تھے جبتک کہ دسترخوان پر تھوڑی بہت سبزی نہیں ہوتی تھی۔ یہی باعث ہے کہ حضرت کاظمؑ سے بھی بعض اقسام خضرۃ کی مدح وارد ہوئی ہے۔

گندنا موسیٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرا چہرہ زرد دیکھکر فرمایا گندنا کھاؤ۔ میں نے گندنے کا استعمال کیا اور اس مرض سے شفا پائی۔ بروایتے طحال میں اس کا امر کیا اور باعث شفا ہوا تھا۔

بارزوج ریحان کوہی ہندی یا بری۔ جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ بقلۃ الانبیاء ہے ایک شخص جو آپ کے ساتھ دسترخوان پر حاضر تھا کہتا ہے کہ پہلے آپ نے بارزوج طلب کیا اور فرمایا میں اس سے کھانے کی ابتدا پسند کرتا ہوں کیونکہ وہ سُدوں کو کھولتا ہے۔ اشتہا کو بڑھاتا اور مرض سل کو دفع کرتا ہے۔ میں شروع میں اس کو کھالوں تو پھر پروا نہیں کرتا جو چاہوں کھالوں۔ ذرا مرض بیماری کا اندیشہ نہیں رہتا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو مکرر اس کو منگایا اور ایک ایک دانہ کر کے کھایا اور مجکو کھلایا اور فرمایا اپنا طعام اس کے اوپر ختم کرو۔ کیونکہ یہ کھانے کو خوشگوار کرتی اور بھوک لاتی اور گرانی شکم کو دور کرتی۔ ڈکار اچھی لاتی اور رائحۂ بدن کو خوشبو کرتی ہے۔

شیرینی سے رغبت بحار میں موسیٰ بن بکیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن اول شب کو بوقت خواب بیشتر اوقات شکر تناول فرماتے تھے

نقل ہے کہ آپ نے علی بن یقطین سے فرمایا کہ جو دو ٹکڑے شکر کے بوقت خواب کھائے موت کے سوا تمام بیماریوں سے پناہ میں رہے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ حلیۃ المتقین میں کہتے ہیں کہ مراد اس سے نبات (مصری) ہے یا قند یا کوئی اور شے از قبیل نقل جو شکر سے بنائی جائے۔ بموجب احادیث ہر طرح کی شیرینی فائدہ مند ہے اور بلغم کو دور کرتی ہے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہوں اور وہ ان تمام سے شکر یا خرما خرید کر لے تو مُسرف نہوگا۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ بخار والا دس درم شکر لے اور آب سرد میں ملا کر نہار مُنہ پی لے۔ نیز فرمایا تین شے مطلق ضرر نہیں کرتیں۔ انگور۔ رازقی نے شکر اور سیب۔ نے شکر کی نسبت فرمایا کہ سدوں کو کھولتا ہے اور اس میں کوئی مرض و غائلہ نہیں۔

آبنوشی کے فائدے ابو طیفور طبیب نے (جیسا طبیبوں کا قاعدہ ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ امور پر لوگوں کے نظر رکھتے اور ان کو طبی ڈھکوسلوں پر چلانا چاہتے ہیں) حضرت کو پانی پیتے ہوئے ٹوکا۔ فرمایا کیوں پانی میں کیا نقصان ہے۔ پانی معدہ میں طعام کو گلاتا ہے۔ ہیجانِ صفرا کو دباتا غیظ و غضب کو دور کرتا طبعی اُمنگ کو اُبھارتا ہے اور حرارت مفرط کو بجھاتا ہے۔

حمام و حنا حسین بن موسی کاظمؑ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ جب حمام میں جانے کا ارادہ کرتے تو اس کو خوب گرم کراتے بحدیکہ اس میں قدم رکھنا دشوار ہوتا۔ اسوقت غلام پیشتر جا کر نمدے بچھاتے تب وہ حضرت تشریف لیجاتے۔ ایک روز حمام کر کے آرہے تھے۔ ایک مرد آل زبیر سے کنید نام سامنے آیا اور دست مبارک پر اثر حنا دیکھ کر (طنزاً) کہنے لگا۔ یہ آپ کے ہاتھ پر رنگ کیسا ہے۔ فرمایا یہ اثر حنا ہے وائے ہو تیرے اوپر اے کنید میرے باپ نے جو اپنے عہد میں عالم ترین خلائق تھے اپنے آباء طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص حمام میں داخل ہو اور نورہ

لگائے اور اس کے بعد سر سے پانو تک حنا ملے۔ اس کو جنون۔ جذام۔ برص اور خارش
سے دوسرے بار نورہ کرنے تک امان رہے گی۔

بخور عود مرازم خادم آزاد کردۂ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے کہا۔ میں
حضرت ابوالحسن اول کے ساتھ حمام میں گیا۔ فارغ ہو کر جامہ کن حمام میں تشریف لائے
تو مجمر (عود سوز) منگا کر بخور کیا۔ پھر فرمایا مرازم کو بھی بخور کراؤ حسب الحکم میں نے بھی
بخور کیا۔ عرض کی اگر کوئی اور بخور کرنا چاہے؟ فرمایا جو چاہے اپنا حصہ لے۔ دوسری
روایت میں ہے کہ ازواج آنحضرت صلوات اللہ علیہ بخور کرنا چاہتیں تو خرمائے
صیحانی (مدینہ کی کھجوروں سے ایک قسم کی کھجور ہے) لیکر خرما اور اس کا چھلکا اُتار کر
گٹھلیاں آگ میں ڈالتیں جب تھوڑا سا دُھواں اس سے اُٹھتا تو اس پر خوشبو
ڈالتیں اور اس سے کپڑوں کو بساتیں اور کہا کرتیں تھیں کہ ایسا کرنے سے خوشبو
زیادہ ہوتی ہے۔

لباس رنگین محمد بن علی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کاظم
کو دیکھا کہ عدسی رنگ کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔

تعداد افراد پیرہن موجب اسراف نہیں اسحاق بن عمار نے پوچھا کہ ہو سکتا ہے کہ مومن دس
عدد کرتے رکھتا ہو۔ فرمایا ہو سکتا ہے اور یہ اسراف
نہیں بلکہ اس طریق سے حفاظت خوب ہوتی ہے۔ اسراف یہ ہے کہ خاص وقت کے
عمدہ لباس کو کثیف کپڑوں کے ساتھ پہنئے۔

بیری کے پتوں سے سر دھونا سدر سے سر دھونے کی فضیلت میں فرمایا کہ یہ
وسعت رزق کا باعث ہے۔

آداب شانہ کشی کنگھی کرنے کے آداب میں فرمایا کہ کھڑے ہو کر ہرگز کنگھی نہیں
کرنی چاہیئے۔ کہ باعث ضعف قلب ہے۔ بیٹھ کر کریں اس سے دل قوی ہوتا ہے

اور جلد کو مضبوط کرتا ہے۔ نیز ارشاد ہے کہ سر و ریش کو کنگھی کریں تو سینہ پر بھی اس کو پھیر لیں کہ اس سے وبا دفع ہوتی ہے۔ اور حضرت صادق ؑ نے فرمایا کہ سر میں کنگھی کرنا دافع وبا۔ اور ڈاڑھی میں کرنا دانتوں کو مضبوط کرتا ہے۔

شانۂ عاج احادیث کثیرہ فضیلت شانۂ عاج میں وارد ہوئی ہیں اور دلالت کرتی ہیں کہ حضرات ائمہ علیہم السلام اسکو استعمال کرتے اور فائدہ مند جانتے تھے۔

موسی بن بکیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ ؑ کو دیکھا کہ اُس شانۂ عاج سے جو میں نے آنحضرت کے لئے خرید کیا تھا کنگھی کر رہے ہیں۔ اور حسن بن عاصم حضرت ابوابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ دست مبارک میں ہاتھی دانت کی کنگھی لئے ہوئے شانہ کر رہے ہیں۔ عرض کی فدا ہوں ہمارے نزدیک کچھ لوگ ہیں جو شانۂ عاج کا استعمال روا نہیں رکھتے۔ فرمایا کیوں روا نہیں رکھتے۔ ہمارے والد ماجد کے پاس دانت کی ایک یا دو کنگھی تھی۔ برابر ان کو کام میں لاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شانۂ عاج سے کنگھی کرنا وبا کو بروایتے بخار کو دفع کرتا ہے۔

خاتم فیروزہ علی بن مہریار نے کہا میں ابوالحسن موسی بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں انگشتری ہے جسکا نگین فیروزہ اللّٰہ الملک اُسپر نقش ہے۔ میں اس کو دیر تک دیکھتا رہا۔ فرمایا کیا دیکھتا ہے یہ وہ پتھر ہے کہ جبرئیل اس کو رسول اللہ کے لئے جنت سے ہدیے میں لائے تھے حضرت رسولخدا ؐ نے اسے امیرالمومنین ؑ کو ہبہ کیا۔ اس کا نام جانتا ہے۔ کہا ہاں فیروزہ۔ کہا یہ فارسی ہے عربی میں اس کو ظفر کہتے ہیں۔

سجدۂ شکر حضرات ائمہ علیہم السلام کے خصائل پسندیدہ سے تھا کہ یہ تاسّی اپنے جدامجد رسول اللہ ؐ نعمت خدا کے ورود پر اظہار امتنان کرتے اور سجدۂ شکر بجالاتے۔ امام زین العابدین کے سجدات مشہور ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے آنحضرت ؑ کو

سجاد یا سید الساجدین کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کاظم ؑ کے طولانی سجدوں کا حال اوپر گزرا۔ نعماتِ خدا کے ورود پر بھی وہ حضرات بدستور سجدۂ شکر بجالاتے فوراً نہوتا تو جس وقت یاد آتا سجدہ کرتے۔

کافی میں ہشام احمر سے نقل کیا ہے اُس نے کہا میں حضرت ابوالحسن الاول کی ہمراہ اطراف مدینہ میں جارہا تھا۔ کہ یکایک سواری سے اُترے اور سجدے کے لئے سر مبارک زمین پر رکھدیا۔ بہت دیر کے بعد وہاں سے اُٹھکر سوار ہوئے تو میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر اس وقت سجدہ کس لئے کیا۔ فرمایا نعمتِ خدا سے ایک نعمت مجھے اس وقت یاد آگئی۔ نہ چاہا کہ اپنے پروردگار کا شکر بجالائے بغیر ایک قدم آگے سرکوں۔

تواضع و فروتنی ابوبصیر کہتے ہیں کہ جس سال حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔ میں (قبل انتقال) خدمت میں امام موسیٰ کاظم ؑ کے بمقام منیٰ حاضر تھا۔ آپ نے دنبہ ذبح کیا۔ میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر یا ابن رسول اللہ ؐ آپ نے ایک دُنبے کے ذبح پر کفایت کی حال آنکہ فلاں (عبداللہ افطح برادر آنحضرت ؑ) نے شتر نحر کیا ہے۔ حضرت نے (یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ عبداللہ چاہتا ہے کہ باپ کی زندگی میں خودنمائی کرے پس جو کچھ میں قربانی کروں گا وہ اس سے بڑھ کر قربانی کرے گا اس لئے میں نے تواضع کی) کہا اے ابومحمد نوح جتنے عرصہ تک حق تعالیٰ نے چاہا کشتی میں رہے اور کشتی حضرت کے تابع فرمان تھی۔ پس ارکانِ حج بجالائے جب آخری مناسک حج یعنی طواف البناء سے فراغت ہوئی تو اس کو رہا کیا وہ روانہ ہوئی۔ حق تعالیٰ نے پہاڑوں کو وحی کی کہ میں تمہارے درمیان سے جو کوئی میرا شیدہ تابع فرمان ہوگا اس کے اوپر کشتی کو ٹھہراؤں گا۔ پس پہاڑوں نے گردنیں بلند کیں اور خام خیالی سے دماغ ان کے آسمان تک پہونچے۔ الا کوہِ جودی

کہ اس نے فروتنی اختیار کی۔ اس لئے کشتی اسپر ٹھہری۔ حضرت نوحؑ نے یہ دیکھا کہ کشتی بجائے اس کے کہ کوہِ بلند پر قرار پکڑتی ایک چھوٹی پہاڑی پر کھڑی ہے۔ کہا پروردگار عاقبت بخیر کر اور ہمکو ضرر اور نقصان سے بچا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بیان حضرت کا سُنکر مجھکو گمان ہوا کہ وہ حضرت اشارہ کرتے ہیں کہ دعویٰ امامت عبداللہ کا دروغ ہوگا۔

دیگر مشہور ہے کہ ہارون رشید حج کے لئے حجاز میں آیا اور مدینہ کے قریب پہونچا تو اکابر و اشراف مدینہ اس کے استقبال کو نکلے۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ خچر پر سوار ان کے آگے آگے تھے۔ ربیع حاجب نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ کیا جانور ہے جس پر سوار ہوکر آپ امیر المومنین کے استقبال کو آئے ہیں کسی کے پیچھے جاؤ تو اسے پکڑ نہیں سکتے۔ گریز کا موقع بھی آئے تو اس پر بھاگ کر بچ بھی نہیں سکتے فرمایا انھا تطاطأت عن خیلاءِ الخَیل وارتفعت عن ذلۃ العیر وخیر الامور اوساطھا تحقیق کہ یہ اسپ کے فخر و ارتفاع سے کمتر ہے۔ اور حمار کی پستی و خواری سے بڑھکر اور بہترین امور درمیانی ہوا کرتے ہیں۔

زہد و ترک دُنیا ابراہیم بن عبدالحمید کہتا ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰؑ کی خدمت میں آپ کے حجرۂ خاص میں جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے داخل ہوا۔ دیکھا میں نے کہ ایک تلوار لٹک رہی ہے۔ قرآن شریف ہے اور ایک زنبیل برگ خرما۔ بس یہی کل کائنات اور اسباب خانہ داری کا۔ اس مکان ملائک پاسبان میں تھا۔ اس کے سوا کوئی شے وہاں دکھائی نہ دی۔

سفر مکہ پا پیادہ علی بن جعفر برادر آنحضرتؑ کہتے ہیں کہ میں چار مرتبہ سفر مکہ میں ہمرکاب تھا جبکہ وہ حضرت بجا آوری عمرے کے لئے تشریف لے جاتے تھے آپ کے اہل و عیال سواریوں میں ہمراہ ہوتے مگر خود پیادہ پا چلتے۔ ایک بار چھبیس[26] روز میں مدینہ سے مکہ پہونچے۔ دوسری دفعہ پچیس[25] دن میں تیسری مرتبہ چوبیس[24] اور چوتھی دفعہ

کل اکیس ۲۱ دن میں وہاں پہونچے تھے۔

مؤلف کہتا ہے کہ اگر مذکورہ دفعات کو ترتیب وار جانیں تو کہہ سکتے ہیں کہ جوں جوں پیادہ روی کی مشق بڑھتی گئی۔ مدت سفر کوتاہ ہوتی گئی۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علی آبائہ وابنائہ الطاہرین

عمل وریاضت علی بن ابی حمزہ کہتا ہے میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی اراضی میں کام کررہے ہیں۔ اور سر سے پاؤں تک عرق عرق ہیں عرض کی فدا ہوں آپ پر آدمی کہاں گئے جو حضرت بنفس نفیس یہ عمل شاقہ کررہے ہیں۔ فرمایا اے علی بیلچہ کا کام اپنی زمین میں اُن لوگوں نے کیا ہے جو مجھ سے اور میرے ماں باپ سے بہتر تھے۔ عرض کی وہ کون تھے۔ فرمایا حضرت رسول خداؐ اور امیر المؤمنین علی مرتضیٰؑ وہمارے دیگر اجداد وآباء کہ یہ سب کے سب اپنے ہاتھوں کام کرتے تھے۔ بتحقیق کہ یہ عمل انبیاء مرسلین واوصیاء صالحین کا ہے۔

عفو واغماض از جرم وخطا معتب غلام کہتا ہے کہ وہ حضرتؑ اپنے ایک باغ میں تشریف رکھتے تھے جہاں خوشہ ہائے خرما چُننے جارہے تھے۔ ایک لڑکے نے آپ کے متعلقین سے ایک پوٹ خرموں کی باندھی اور پس دیوار پھینک دی میں نے وہاں جاکر اس کو اُٹھایا اور اس لڑکے کو معہ ان خرموں کے حضور میں لایا کہ فدا ہوں حضرت پر۔ یہ اس کی چوری ہے اس کا نام لیکر فرمایا اے فلاں کیا تو بھوکا تھا۔ کہا نہیں۔ کہا کیا کپڑا تیرے پاس نہ تھا۔ کہا نہیں اے سیّد وسردار میرے۔ فرمایا تو یہ چوری تو نے کس لئے کی۔ کہا میرے جی نے یہی چاہا۔ فرمایا اس کو جانے دو اور متعرض نہو اور اس سے کہا جہاں تیرا جی چاہے لے جا۔

ضرورت میں قرض لینا عیب نہیں موسیٰ بن بکیر کہتا ہے کہ مجکو شمار یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ میں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

فَاِنْ یَكُ یا اُمیمُ عَلَیَّ دَیْنٌ
فَمُوسیٰ بنُ عِمرانَ یَسْتَدِیْنُ

یعنی اے اُمیم (تصغیر اُمّ) میرے اوپر کہ موسیٰ بن جعفر ہوں قرض ہے (تو کیا عیب ہے جبکہ موسیٰ پسر عمران ہی قرض لیا کرتے تھے۔

شبہ الحرام سے پرہیز عبدالحمید بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ نے ایک غلام کو بیضے خریدنے بھیجا۔ اُس بدبخت نے ایک یا دو بیضے خرید کئے اور ان کے ساتھ قمار (جوا) کھیلا بعدازاں لاکر خدمت میں حاضر کئے اور کھانے میں ان کا استعمال ہوا۔ ایک اور غلام نے جو اس حال سے واقف تھا عرض کی ان انڈوں کے ساتھ جوا کھیلا گیا ہے فوراً طشت منگایا اور جو کھایا تھا قے کرکے نکال دیا۔

امام کے دونوں ہاتھ دہنے ہوتے ہیں حسین بن ابی عرندس نے کہا میں نے ابوالحسن علیہ السلام کو منیٰ میں دیکھا کہ ایک پارچہ بطور لنگ کے باندھے دوسرا اوپر لئے دہنے ہاتھ سے بوریوں پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک غلام حبشی ایک ظرف پُراز خرما لے کر آیا۔ دہنے ہاتھ سے بدستور تکیہ لگائے بائیں سے خرمے کھانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد میں نے یہ کیفیت اپنے اصحاب سے ایک شخص کے آگے بیان کی اُس نے بتکرار کہا کیا تو نے فی الحقیقۃ آنحضرتؑ کو بائیں ہاتھ سے خرما تناول کرتے دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں خدا کی قسم۔ کہا مجھ سے سلیمان بن خالد نے بیان کیا کہ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادقؑ فرماتے تھے کہ صاحب ھذا الامر کلتا یدیہ یمین یعنی صاحب امر یعنی امام کے دونوں ہاتھ دہنے ہوتے ہیں۔

عفو و درگزر احمد بن عمر حلالی کہتا ہے کہ میں نے اخرس مردود کو سُنا کہ

امام موسیٰ کاظمؑ کی مذمت کرتا اور بہ بدی آنحضرتؑ کو یاد کرتا ہے۔ میں نے خنجر خرید کیا اور دل میں کہا خدا کی قسم اس کو قتل کروں گا پس درِ مسجد پر جا بیٹھا اور انتظار کرنے لگا۔ کہ نکلے تو اس خنجر سے اس کا کام تمام کروں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ حضرت ابوالحسن کا رقعہ ملا جس میں لکھا تھا کہ تجھکو اُس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا تجھپر ہے کہ ہرگز ہرگز اخرس کو قتل نہ کرنا خدا خود اس کا کفیل ہے اور وہی مجھکو کافی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ چند روز اسے نہ گزرے تھے کہ اخرس فوت ہوا

دشمن عنید کے حملے کو پیرایۂ لطیف میں دفع کرنا بحار الانوار میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ابو حنیفہ نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ سے (کمال خیرہ چشمی سے) کہا تمھارے باپ جعفر صادقؑ کو دو شے عود یا طنبور (نام دو ساز معروف) سے کون شے زیادہ مرغوب طبع تھی۔ آپ نے کمال حلم سے فرمایا عود البخور کو دوست رکھتے تھے۔ طنبور سے نفرت تھی۔

آپ کا قطع رحم بھی صلۂ رحم تھا کشف الغمہ میں مفضل بن قیس سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے حضرت ابوالحسنؑ کو سنا کہ بحلف کہتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ ارقط سے کلام نہ کرونگا۔ میں نے دل میں کہا ہم کو نیکی اور صلۂ رحم کا حکم کرتے ہیں اور خود قسم کھاتے ہیں کہ اپنے برادر ابن عم کے ساتھ ہم کلام نہیں ہوں گے۔ حضرت نے بعلم امامت میرے اس دلی راز سے مطلع ہوکر فرمایا کہ اسکے ساتھ میرا کلام نہ کرنا بھی صلۂ رحم ہے۔ وہ بُرائی سے میرا ذکر کرتا رہتا ہے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ میں اس کے ساتھ بات نہیں کرتا تو اس کا کہنا نہ مانینگے لامحالہ وہ میری بدگوئی سے باز رہیگا۔ یہ اس کے لئے بہتر ہوگا

واجبی فخر ہارون دو دن مدینہ آیا تو زیارت کے لئے روضۂ رسول اللہؐ پر حاضر ہوا اور قبر مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر (از روئے فخر و مباہات زیارت بدیں عبارت پڑھنے لگا

السّلام علیک یا رسول اللہ السّلام علیک یا ابن العم یعنی سلام ہو میر ا تم پر اے برادر عموزاد میرے۔ اشارہ یہ کہ اس کے سوا کوئی دوسرا آنحضرت کو ابن العم کہکر خطاب نہیں کر سکتا۔ اتفاقاً وہی موقعہ حضرت موسیٰ کاظمؑ کے سلام کرنے کا تھا آپنے السّلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر دوسرا سلام اس طرح کہا السّلام علیک یا اَبَتِ سلام ہو تم پر اے پدر میرے۔ یہ سچا اور واجبی کلمہ حضرت کے مُنہ سے نکلا تھا کہ ہارون نعل در آتش ہو گیا اور جس طرح اس کے بعد آنحضرت سے پیش آیا اس کا بیان اسی کتاب میں آگے آتا ہے۔

زن و مرد کے ناروا تعلقات پر عتاب حسین بن موسیٰ کاظمؑ نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں ایک بار بوقتِ شب خدمت بابرکت امام الانس والجن میں حاضر تھی۔ حضرت رو بسقف چت لیٹے تھے۔ کہ دفعتہً اُٹھے۔ اور جلد جلد دامن کشاں وہاں سے رواں ہوئے۔ میں بھی آپکے پیچھے پیچھے چلی کہ اس آرام کے وقت کیوں اُٹھے اور کہاں جاتے ہیں۔ دو غلام آپ کی دو کنیزوں کے ساتھ عقب دیوار سے جہاں سے ایک دوسرے تک پہونچ نہ سکتا تھا ہم کلام تھے۔ کان لگا کر ان کی باتیں سُننے لگے۔ مجھے دیکھا تو کہا تم نے ان کی گفتگو سُنی۔ عرض کی ہاں سُنی صبح ہوئی تو غلاموں کو ایک شہر میں کنیزوں کو دوسرے شہر بعید میں بھیجکر فروخت کرا دیا اپنے پاس نہ رکھا۔

دیگر۔ مرازم نے کہا میں مدینہ آیا تو جس مکان میں اُترا تھا وہاں ایک کنیز کو دیکھکر گرویدہ ہو گیا اور چاہا کہ اس کے ساتھ متعہ کر دں مگر وہ رضامند نہ ہوئی شام کو اندھیرے کے وقت گھر آیا تو دروازہ بند تھا۔ میں نے کھٹکارا۔ اتفاق سے وہی کنیز کواڑ کھولنے آئی۔ میں نے دیکھا تو اس کے سینے پر ہاتھ رکھدیا وہ دوڑ کر اندر چلی گئی۔ صبح کو خدمت امام واقف ما یکون و ما کان میں داخل ہوا تو فرمایا اے مرازم وہ شخص ہمارے

شیعوں سے نہیں۔ جو خلوت و تنہائی میں پرہیز گار نہو۔

زیارت برادران مؤمن باہمدگر ابو حمزہ نے کہا میں نے حضرت عبد صالح سے سُنا فرماتے تھے کہ جو کوئی اپنے برادر مؤمن سے خالص خدا کے واسطے ملاقات کرے یعنی اس سے اس کا مقصود طلب رضائے خدا ہو اور جو وعدۂ ثواب حق سبحانہ تعالیٰ نے اسپر کیا ہے اس کا پورا کرانا اس کے مدنظر ہو تو حق تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کرتا ہے کہ اس کو ندا کرتے ہیں کہ خوش ہو اور جنّت تیرے لئے گوارا ہو تو نے اپنی جگہ جنّت میں کر لی۔

دیگر۔ ابو بصیر نے آنحضرت سے سُنا کہ کوئی شے ابلیس پر گراں و دشوار نہیں جسقدر کہ دو مؤمنوں کا ایک دوسرے سے خدا کے واسطے ملاقات کرنا۔ پھر فرمایا دو مؤمن باہمدگر ملتے ہیں تو ذکرِ خدا کرتے ہیں اور ہم اہلِ بیت کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس سے ابلیس کے چہرے کا گوشت اُڑ جاتا ہے۔ اور اس کی روح پر اس قدر صدمہ ہوتا ہے کہ وہ شدّت رنج و الم سے چلّا اُٹھتا ہے اور استغاثہ کرتا ہے یہانتک کہ ملائکہ سمٰوات و خازنانِ جنّت اس کی آواز داد فریاد کو سُنتے ہیں اور اسپر لعنت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی ملکِ مقرّب باقی نہیں رہتا جو اس پر لعنت نہ کرتا ہو وہ حسرت زدہ ملوم رہجاتا ہے۔

بعضے از خوارق عادات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

چونکہ آنحضرات عالیات میں اظہار معجزہ کی قوت ہر دوست و دشمن کے نزدیک مسلم ہے کسی کو محل انکار یا جائے کلام نہیں۔ لہذا اتمام سلسلۂ مبارکہ میں حقیر کی یہ

عادت مستمرہ رہی ہے کہ نقل معجزات میں بہت اختصار کرتا ہے اور اکثار کو
اس میں طول مُمل جان کر کبھی استیعاب کے درپے نہیں ہوتا۔ اس مجموعہ محمودہ
(تاریخ امام موسیٰ کاظمؑ) میں بھی اُسی عادت قدیم کی وجہ سے کمال ایجاز اس خاص
مبحث میں ملحوظ رہا ہے بلکہ زیادہ تر وہی معجزات نقل ہوتے ہیں جن سے کسی تاریخی
واقعہ کا پتہ لگے۔ یا کوئی سیرت حسنہ آنحضرتؐ کی بیان کی جائے۔ وھا انا
اشرع فی المقصود متوکلاً علی اللہ الودود

روایت شقیق[1] بلخی کشف الغمہ میں کتاب مطالب السول محمد بن طلحہ شافعی سے

[1] شقیق بن ابراہیم ابو علی کنیت۔ قدمائے مشائخ بلخ سے ہے۔ توکل بخدا میں کلام
خوب گو زبان گویا رکھتا ہے۔ حاتم اصم کا اُستاد تھا۔ ابراہیم ادہم کی صحبت میں رہا اور
طریقہ صوفیہ اس سے اخذ کیا۔ کما فی ابن خلکان۔ اور نفحات الانس ملا جامی میں ہے
کہ شقیق ابراہیم مذکور کا ہمسر بلکہ زہد و تقویٰ و ترکِ دُنیا میں اس سے بڑھکر نکلا۔ ایک بار
ابراہیم سے کہا معاش کے بارے میں تمہارا کیا دستور ہے۔ کہا ملے تو شکرِ خدا ورنہ صبر
اختیار کرتے ہیں۔ شقیق نے کہا اتنا تو سگانِ خراسان بھی کرلیتے ہیں۔ ابراہیم نے پوچھا
تمہارا اس میں کیا معمول ہے۔ کہا ہمکو ملتا ہے تو ایثار کرتے ہیں یعنی دوسروں کو
اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔ نہیں ملتا تو شکرِ خدا بجالاتے ہیں۔ ابراہیم نے اسکے سر کو
بوسہ دیکر کہا اُستاد فی الواقعہ تو ہے۔ پھر تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ شقیق عنفوان
شباب میں تجارت کی غرض سے ممالک ترک کی طرف گیا تھا وہاں ایک بتخانے
میں داخل ہوا اور ایک ترک پجاری سے کہا جو کام تم کرتے ہو باطل ہے۔ کیونکہ اس خلائق
کا خالق وہ خدائے بے مثل و ہمتا ہے جو ہر شخص کا رازق ہے۔ ترک نے کہا تمہارا یہ قول
تمہارے فعل کے مطابق نہیں۔ جب تیرا خالق قادر ہر شے کا رازق ہے تو تو طلبِ رزق
میں اتنے دور دراز فاصلے پر کس لئے آیا۔ شقیق کہتا ہے کہ یہی کلام اس ترک کا میرے

نقل کیا ہے وہ حاتم خشام اصم سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میرے باپ حاتم نے مجھ سے کہا کہ شقیق بلخی نے بیان کیا کہ میں ۱۴۹ھ میں بارادۂ حج بیت اللہ الحرام چلا اور مقام قادسیہ پر ہمارا نزول ہوا تو اہل قافلہ کی کثرت اور ان کی زیب وزینت کو دیکھنے لگا۔ اس میں میری نظر ایک جوان رعنا زیبا صورت گندم گوں لاغر اندام پر پڑی جس نے جبۂ صوف کا کپڑوں کے اوپر پہن رکھا تھا۔ سر پر عمامہ بندھا پانوٴمیں نعلین پہنے سب سے علیحدہ ایک طرف بیٹھا تھا۔ میں نے دل میں کہا ہو نہو یہ جوان بے سروسامان فرقۂ صوفیہ سے ہے۔ اثنائے راہ میں ضرور قافلہ والوں پر بار اور ان کی تکلیف کا موجب ہوگا۔ قسم خدا کی میں اس کے پاس جاکر زجر و توبیخ کرونگا۔ یہ سوچکر آگے بڑھا۔ اس نے مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر کہا یا شقیق اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ یعنی اے شقیق اس آیۂ شریفہ کو یاد کر جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اجتناب کرو بہت سے گمان کرنے سے تحقیق کہ بعض گمان درجۂ اثم و گناہ تک پہونچا دیتے ہیں۔

(بقیہ سابقہ) زہد و ترکِ دنیا کا باعث ہوا۔ گھر پر آکر تمام مال و منال خیرات کردیا اور طلب علم میں مشغول ہوا۔ نقل ہے کہ ابو حنیفہ کوفی کے حلقۂ درس میں ان کے شاگرد رشید ابو یوسف کے ساتھ تحصیل علم کیا کرتا۔ بعد فراغ بہت دنوں تک فیمابین غیبت رہی۔ پھر جو بغداد میں آنا ہوا تو اس وقت ابو یوسف مسند قضا و افتا پر جلوہ آرا اور ہجوم خلائق ان کے گرد حلقہ زن تھا۔ شقیق کو درویشی رنگ میں دیکھ کر بولے۔ کیوں تو نے تغیر لباس کیا۔ شقیق نے برجستہ کہا تو نے جو کچھ طلب کیا پالیا۔ میں جو مانگتا ہوں نہیں ملتا۔ لاجرم سوگوار و ماتم زدہ ہوکر یہ لباس کثیف پہنا ہے۔ ابو یوسف یہ چبھتا ہوا فقرہ سُن کر رو پڑا۔

شقیق بقول ابن خلکان ۱۵۳ھ میں فوت ہوا مگر صاحب نفحات نے تاریخ بلخ سے نقل کیا ہے کہ اسکو ۱۷۴ھ میں ولایت ختلان میں شہید کیا۔ چنانچہ اسکی قبر اُسی جا پر ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

یہ کہکر وہاں سے اُٹھا اور چلا گیا۔ میں نے دل میں کہا یہ ایک امر عظیم ہے میرے دل کی بات بتلائی اور نام لے کر آواز دی۔ بے شک یہ کوئی مرد نکوکار ہے۔ جلکر اس سے ملنا اور اپنی حرکت پر معافی مانگنا چاہیئے۔ جلد جلد قدم اُٹھاتا اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر اس کو نہ پاسکا یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ منزل واقصہ پر اُترنا ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مقام پر کھڑا نماز پڑھ رہا ہے حال آنکہ بند بند بدن کا کانپتا اور جوئے اشک آنکھوں سے بہ رہا ہے۔ میں نے کہا یہ وہی مرد صالح نیک بندۂ خدا ہے۔ آؤ آج اس سے معافی کی درخواست کریں۔ پس صبر کیا حتّٰی کہ نماز سے فارغ ہوا۔ تب مجھے اپنی طرف متوجہ دیکھکر کہنے لگا۔ اے شقیق اس آیہ شریفہ کو پڑھو۔ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں البتہ آمرزگار ہوں اُس شخص کا جسنے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے پھر ہدایت پائی۔ یہ کہا اور مجکو وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے کہا یہ جوان بلاشبہ ابدال سے ہے۔ دو مرتبہ میرے پوشیدہ راز پر مطلع ہوا۔ پس منزل زبالہ[1] پر ہمارا ورود ہوا تو پھر دیکھا کہ ڈول ہاتھ میں لئے ایک کنوئیں کی مینڈ پر کھڑا اس میں سے پانی نکال کر پینا چاہتا ہے۔ اسوقت ڈول ہاتھ سے چھوٹ کر چاہ میں گرا۔ میں ٹکٹکی باندھے اُسکی طرف دیکھ رہا تھا۔ پس دیکھا میں نے کہ سر آسمان کی طرف اُٹھاکر یہ شعر پڑھا ؎

انت ربی اذا ظمئت الی الماء وقوتی اذا اردت الطعاما

تو میرا پروردگار ہے جبکہ میں پانی کا پیاسا ہوں اور غذا عطا کرنے والا ہے جب طعام کا ارادہ کروں۔ اے پروردگار میرے اور اے سید و سردار میرے پاس اس ڈول کے سوا دوسرا ذریعہ آب کشی کا نہیں۔ اس کو مجھ سے معدوم نہ کر۔ شقیق کہتا ہے۔ قسم خدا کی دیکھا میں نے کہ پانی کنوئیں کا بلند ہونے لگا اور بڑھتے بڑھتے اس جگہ پر آگیا کہ جوان نے

[1] بروایت امثال الصالحین بیابان فید کی متصل کی منزل پر یہ واقعہ گزرا ہے ۱۲ منہ

ہاتھ بڑھاکر ڈول اُٹھالیا۔ پھر اُسے پانی سے بھر کر وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر ریتے کے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ اور مٹھیاں ریتے کی بھر بھر کر ڈول میں ڈالتے اور اس کو ہلاتے اور نوش جاں فرماتے تھے۔ میں نے سامنے جاکر سلام کیا۔ جواب سلام دیا عرض کی اس نعمتِ خداداد سے کچھ مجھے بھی عطا کیجئے۔ فرمایا شقیق۔ نعماتِ خدا ظاہرًا و باطنًا ہمکو پہونچتی رہتی ہیں۔ پس نیک گمان کر اپنے پروردگار کی طرف۔ یہ کہکر ڈول مجھے پکڑا دیا۔ میں نے اس میں سے پیا تو شکر و سویق تھا۔ قسم خدا کی ایسا لطیف و لذیذ خوشبودار ستّو میں نے کبھی نہ پیا تھا۔ اس کو پی کر سیر و سیراب ہو گیا۔ حتی کہ اُسکے بعد عرصہ تک مجھکو بھوک اور پیاس کچھ نہ لگتی تھی۔ بعد ازاں میں نے اُس بزرگ کو نہ دیکھا تا اینکہ ہم داخل مکہ ہوئے۔ اس وقت ایک رات آدھی رات گزرنے پر حرم کے اندر دیکھا کہ قبۂ شرتبخانے کے پہلو میں کھڑے کمال خضوع و خشوع و آہ و بُکا کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ صبح تک یہی حالت مستمر رہی۔ صبح طالع ہوئی تو مصلّے پر بیٹھکر تسبیح و تہلیلِ خدا میں مصروف رہے پھر اُٹھکر نماز صبح ادا کی اور سات بار طواف خانہ کعبہ بجا لاکر وہاں سے برآمد ہوئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے گیا۔ اب جو دیکھتا ہوں تو کچھ اور ہی حالت تھی بہت آدمی متعلقین ملازمین سے معہ ساز و سامان کے تھے۔ غرض راہ کی حالت سے اسوقت بالکل مختلف کیفیت نظر آئی۔ آپ درمیان تھے اور خدام و موالیان چار طرف سے آپ کو گھیر رہے تھے اور تسلیم و تحیۃ کا شور بلند تھا۔ ایک شخص سے جو پاس آتا جاتا تھا دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں۔ اُس نے کہا تو نہیں جانتا فرزند دلبند جعفرؑ ابن محمد صادقؑ موسیٰ کاظمؑ ہیں۔ میں نے کہا در حقیقت یہ عجائبات ایسے ہی سیّد بزرگوار سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ مفتی میر عباس اعلی اللہ مقامہ اس قصہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں۔

زخوب و زشت کہ در خاطرِ شقیق گزشت — دو بار داد جوابش بآیۂ قرآں

فتاد در کوہ زدستش بچاہ و کرد دعا — رسید آب بدم چاہ و رکوہ گشت عیاں

کفے ز ریگِ بیاباں گرفت وآشامید   شقیق ہیچ سویق وشکر نخورد چناں

صاحب کشف الغمہ نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ شقیق کے اس واقعہ کو بعض متقدمین
نے رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔ پہلا شعر اس منظومہ کا یہ ہے ؎

سل الشّقیق البلخی عنہ وماعاینَ   منہ وما کان الذی کان یبصرُ

یعنی بلخ کے رہنے والے شقیق سے سوال کر اس سے اور جو کچھ اس نے دیکھا اور جو کچھ
دیکھتا رہا تھا۔ بعد نقل تمام اشعار کہتے ہیں کہ یہ کرامات عالیہ ومعجزات سامیہ فی الواقع
غرر صفات وزیورات مناقب ہیں کہ بغیر عنایت کاملہ ربانی ونور تائید یزدانی کسی فرد بشر کو

۱؎ ایسے کرامت ومعجزات واقعی غرر صفات وزیورات مناقب ہیں مگر جو مدارج عالیہ
حق تعالیٰ نے حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کو عطا فرمائے ہیں ان کے مقابلے میں ایسے
امور ان سے اصلاً موجب استعظام واستغراب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں ان کے
خادموں اور ادنیٰ منتسبین سے ایسے امور صادر ہوئے ہیں۔ جلد عاشر بحار الانوار میں مناقب
ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ مالک بن دینار (صوفی معروف متوفی ۱۳۱ھ)
نے کہا میں نے محلِ وداع حُجّاج میں ایک زن ضعیفہ کو ایک لاغر ونحیف چارپایہ پر دیکھا کہ
لوگ اس کو نصیحت کرتے ہیں کہ ایسی سواری پر ارادہ سفر حج کا نہ کرے اور واپس گھر کو چلی
جائے۔ مگر عورت نے نہ مانا۔ اور ہمراہِ قافلہ روانہ مکہ ہوئے۔ اثنار راہ میں جب درمیان بادیہ
کے پہونچی تو اس کی سواری کا چوپایا چلنے سے بیٹھ گیا۔ میں اس کو نصیحت نہ ماننے اور سفر
حج اختیار کر لینے پر ملامت کرنے لگا۔ اُس وقت اس نے اپنا سر آسمان کی جانب اُٹھایا
اور کہا لا فی بیتی ترکتنی ولا الی بیتک حملتنی فوعزتک وجلالک ولو فعل بی
ھذہ غیرک لما شکوتہ الا الیک تو نے نہ مجکو اپنے گھر میں رہنے دیا نہ اپنے گھر تک پُہنچایا
قسم ہے تیرے عزت وجلال کی اگر کوئی تیرے سوا دوسرا میرے ساتھ یہ کام کرتا تو تجھی سے
اس کی شکایت کرتی (اب تیری شکایت کس سے کروں) راوی کہتا ہے کہ وہ یہی کہہ رہی تھی

حاصل نہیں ہو سکتے۔ وہی وجود مقدس ان مدارج رفیع پر فائز ہوتا ہے کہ توفیق الٰہی اس کے شامل حال ہو۔ اور مقام تقدیس وتطہیر تک رسائی رکھتا ہو وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۔ نہیں پاتے اس کو مگروہ لوگ جو صبر کرنے والے ہیں اور نہیں پاتے مگروہ لوگ جو صاحب بہرۂ بزرگ ہیں۔

مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں اس قصّہ کو نقل کر کے رقمطراز ہیں کہ ہم نے یہ حکایت اصل کتاب مطالب السؤل محمد بن طلحہ میں اور فصول المہمّہ میں دیکھی ہے اور ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب آل ابی طالب میں اس کو کسی قدر اختصار سے وارد کیا ہے اور صاحب کشف الغمہ وفصول المہمہ نے افادہ کیا ہے کہ اہل تصنیف وتالیف کی ایک جماعت نے اس کو روایت کیا ہے۔ ازانجملہ ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی دو کتابوں اثارۃ العزم الساکن الی اشرف الاماکن اور کتاب صفۃ الصفوہ میں اور حافظ عبدالعزیز بن الاخضر جنابذی نے کتاب معالم العترۃ الطاہرہ میں اس کے تئیں نقل فرمایا ہے۔ اور قاضی ابن خلاد رامہرمزی نے کرامات الاولیاء میں درج کیا ہے۔ آخر میں صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ ایک واقعہ عظیم ہمارے گوش زد ہوا ہے جسکو بعض علماء عراق نے نقل کیا۔ اس سے امام موسیٰ کاظمؑ کی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک آپ کا علو مقام وسموّ منزلت ومکان اس سے ظاہر وعیاں ہے۔ یعنی آپ کی کرامت آپ کی وفات کے بعد پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ جو کرامت کہ بعد وفات ظاہر ہو وہ اسکی نسبت

(بقیہ سابقہ) کہ ایک شخص بیابان سے نمودار ہوا جسکے ہاتھ میں ایک ناقہ کی مہار تھی۔ اور اسکے پاس آکر کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ وہ سوار ہوگئی اور مثل برق خاطف آگے کو روانہ ہوئے۔ مکہ میں پہونچے تو طواف کعبہ کرتے دیکھا میں نے حلف دیکر پوچھا کہ تم کون ہو کہا شہوہ بنت سکینہ بنت فضہ خادمہ فاطمہ زہرا ہوں پس جب ایسے منتسبان آنحضرات سے یہ امور ظاہر ہو سکتے ہیں تو انسے جو کچھ ہو کم ہے

قوی و عظیم ہے جو حالتِ حیات میں دیکھی جائے۔ اور وہ یہ ہے۔

کرامت امام موسیٰ ؑ بعد وفات آنحضرت

کہ خلیفۂ بغداد کا ایک جلیل القدر نائب تھا۔ جو اس کی طرف سے وسیع و عریض مملکت پر حکمرانی کرتا تھا۔ اس نے مدتِ دراز تک جلال و جبروت و رعب و سطوت کے ساتھ فرماں روائی کی۔ آخر موت آئی تو حقوقِ خدمت اس کے مقتضی ہوئے کہ خلیفہ خود اس کے جنازے کے ساتھ گیا اور ضریح مبارک امام ہفتم حضرت موسیٰ کاظمؑ کے قرب و جوار میں دفن کیا۔ مشہدِ کاظمی میں ایک نقیب مشہور بہ زہد و تقویٰ و دیگر اعمالِ خیر رہتا تھا جو جان و دل سے خدمت روضۂ منورہ کی بجالاتا۔ رات کو وہ نقیب حرم محترم میں سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ دفعۃً قبر اُس حاکم جابر کی کھلی اور آگ اس سے شعلہ زن دکھائی دی جس سے متعفن و بدبو دُھواں گندہ لاش کے جلنے کا سر بفلک اُٹھا اور تمام حرمِ اقدس میں پھیل گیا۔ پس دیکھا کہ امام موسیٰ وہاں کھڑے اپنے خادم نقیب کو بُلا کر کہتے ہیں کہ خلیفہ سے کہو کہ اے فلاں (نام خلیفہ کا لیا) تو نے مجکو اس سفاک ظالم کی مجاورت سے ایذا دی اور اور کلام درشت حضرت نے ارشاد کیا۔ نقیب یہ حوادث دیکھ کر ترساں و لرزاں خواب سے اُٹھا اور اسی وقت یہ تمام ماجرٰی ایک کاغذ پر لکھ کر خلیفہ کی حضور میں روانہ کیا۔ شام کو خلیفہ بذاتِ خود مشہد شریف میں حاضر ہوا۔ اور نقیب کو ہمراہ لے کر اس قبر پر آیا اور حکم قبر کے کھودنے کا دیا تاکہ مُردہ کو وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ دفن کریں۔ مگر گور کو کھودا تو اس میں میّت مدفون کا کہیں نشان نہ تھا۔ خاکستر سیاہ کے سوا کوئی دوسری شے نظر نہ آئی۔

صاحب کشف الغمہ علی بن عیسیٰ الاربلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہی ایک منقبت کافی ہے۔ تعداد فضائل و مناقب آنحضرت میں اس کے بعد ضرورت بیان دیگر معالی و مناقب کی باقی نہیں رہتی۔

اطلاعِ بر مغیبات

دراعہ[لہ] علی بن یقطین ؒ

شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں نقل کیا ہے کہ خلیفہ ہارون نے ایک روز علی بن یقطین کو ان کی خدمات سے خوش ہو کر اعزاز واکرام کے طور پر خلعت بیش بہا عنایت کیا تھا۔ منجملہ پارچہائے خلعت کے ایک دراعہ گراں بہا تھا جو دیبائے زرتار ملوک و سلاطین کے پہننے کے قابل تھا۔ بروایتے خراج و روم کے بادشاہ نے مع دیگر تحائف کے خلیفہ کو بھیجا تھا۔ علی نے جوشِ عقیدت و اخلاص میں وہ دراعہ دیگر قیمتی پارچوں کے ساتھ معہ اموال خمس کے جو ہمیشہ بھیجا کرتا تھا۔ خدمت اقدس امام ہفتم ؑ میں ارسال کیا۔ حضرت نے مالِ خمس اور دیگر پارچے قبول کئے الا دراعہ۔ اس کو واپس کر کے تاکید کی کہ اس کو احتیاط سے اپنے پاس رکھ چھوڑنا کہ کسی وقت تمھارے کام آئے گا۔ ابن یقطین متردد تھے کہ سب چیزیں قبول ہوئیں۔ دراعہ کس واسطے رد کیا گیا۔ اس کے سر سے آگاہ نہ تھے۔ مگر ارشادِ امام بجا بے چون و چرا حفاظت سے اپنے پاس اُٹھا رکھا۔ کچھ دنوں بعد ان کو ایک غلام خاص محرمِ راز سے سوء مزاجی ہوئی۔ اس کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ اس نمک حرام نے طریق انتقام یہ سوچا کہ ہارون کے پاس جا کر چغل خوری کی کہ پسر یقطین موسیٰ کاظم ؑ کی امامت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اموال خمس سال بسال اُن کے پاس بھیجتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ دراعہ کہ امیر المؤمنین نے براہِ شفقت اس کو عنایت کیا تھا وہ بھی ان کو بھیجدیا۔ ہارون یہ سُنکر شدت غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا۔ بولا میں اس معاملے کی تحقیق کرتا ہوں اگر درست نکلا تو اس کو قتل کروں گا۔ پھر کسی کو بھیجکر علی کو بلوایا۔ حاضر ہوئے تو کہا وہ دراعہ جو ہم نے تجھکو فلاں روز عطا کیا تھا کہاں ہے۔ کہا۔ ہوتا کہاں میرے

لہ چھوٹی چادر مثل لنگ کے جسکو شانوں پر ڈال لیتے ہیں ۱۲

پاس صندوق کے اندر خوشبوؤں میں بسا ہوا رکھا ہے۔ صبح کو بعد نماز صندوق
کھول کر اس کو نکالتا اور تبرکاً چومتا اور آنکھوں سے لگاتا ہوں پھر وہیں رکھدیتا
ہوں۔ گاہ گاہ شام کو بھی اس کی زیارت کیا کرتا ہوں۔ کہا اسی وقت اس کو
حاضر کر۔ علی نے کہا بہت اچھا اور اپنے خادم سے کہا گھر پر جاؤ اور فلاں مکان کی
کنجی فلاں کنیز سے لیکر کھولو۔ وہاں ایک صندوق ہے۔ اُسے کھول کر ایک لبتہ
سربمہر اس میں رکھا ہے اُس کو بجنسہ یہاں لے آؤ۔ غلام گیا۔ اور تھوڑی دیر میں
وہ لبتہ لاکر حاضر کیا۔ علی نے خلیفہ کے سامنے مہریں توڑیں اور پارچہ نکال کر آگے
رکھدیا۔ اس کی خوشبو سے سارا مکان معطر ہوگیا۔ پارچہ کو پہچان کر خلیفہ کی
آتشِ غضب ٹھنڈی ہوئی۔ کہا اس کو وہیں واپس کرو۔ جہاں سے منگایا ہے
ہم آج سے تمھارے مقدمے میں کسی کی بات نہ مانینگے۔ اور معقول انعام دیکر
رخصت کیا۔ اور غلام کے لئے ایک ہزار تازیانے لگائے جانے کا حکم دیا۔ ہنوز
پانچ سو تازیانے لگنے نہ پائے تھے کہ وہ اسی حال میں جاں بحق ہوا۔ بروایت خرائج
غلام نہیں یہ ساعی عمر بن بزیع ابن لقطین کا چچازاد بھائی تھا۔ اس نے براہ حسد
یہ چغلخوری کی۔ فسوّد اللہ وجہہ وکذّبہ والحمد للہ۔ سو خدا کا شکر ہے کہ اُس نے
اس کا مُنہ سیاہ کیا اور اس کی تکذیب فرمائی۔ جس طرح خود امام موسیٰ کاظمؑ کے بھائی
یا بھتیجے نے ان کی چغلخوری ہارون کے آگے کرکے اپنے کئے کی سزا پائی۔ جس کا
بیان آگے آتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت کے خالص معتقد علی بن یقطین کے ابن عم کی
سعایت بھی اسکے حق میں بارآور نہ ہوئی۔

علی بن لقطین کا دوبارہ ہارون کے سرپنجۂ ظلم سے چھوٹنا

محمد بن فضیل نے کہا علماء شیعہ میں اختلاف ہوا کہ وضو میں مسح پا سر انگشتان سے
شروع ہوکر بند کعبین تک ہو یا برعکس۔ علی بن یقطین نے امام ہمام موسیٰ کاظم علیہ

السلام کی خدمت میں لکھا جعلت فداک ہم لوگوں کے درمیان پاؤں کے مسح
میں اختلاف ہو رہا ہے۔ حضور دستِ مبارک سے اس مسئلہ میں تحریر فرمائیں تا کہ
اس کی بموجب عمل کیا جاوے۔ حضرت نے جواب میں لکھا تمہارا خط آیا۔ وضو کے بارے
میں جو اختلاف ہے اس کا حال معلوم ہوا۔ اس معاملے میں جو تمکو امر کرتا ہوں وہ
یہ ہے کہ تین مرتبہ مضمضہ تین دفعہ استنشاق کرو۔ پھر تین دفعہ مُنہ دھوؤ اور ساتھ
ہی موئے ریش کو حرکت دو۔ پھر ہاتھوں کو تین مرتبہ کہنیوں تک دھوؤ۔ مسح
تمام سر کا اور کانوں کا اندر اور باہر سے کرو۔ پھر پاؤں کو ٹخنوں تک تین تین مرتبہ
مرتبہ دھو ڈالو یہی کرو اس کے خلاف ہرگز نہو۔ یہ فرمان علی کو پہونچا تو حیران ہوئے
کہ ہیں یہ کیا کہ مسائل مجمع علیہ فرقہ حقہ کے خلاف حکم ہوتا ہے۔ پھر کہا میرے مولے
بہتر جانتے ہیں۔ مجکو بہر حال تعمیل حکم لازم ہے۔ اور بموجب اس ارشاد کے وضو کرنی
شروع کی۔ انہی دنوں پھر کسی غماز نے ہارون کے کان بھرے کہ ابن یقطین کے عقیدے
میں رافضی تمھاری خلافت کا قائل نہیں۔ خلیفہ نے ایک خواص سے شکایت کی۔ کہ
ابن یقطین کی نسبت بار بار لوگ مجکو شک میں ڈالتے ہیں کہ رافضی فاسد العقیدہ ہے
میں اس کے کاروبار متعلقہ میں کوئی نقص نہیں پاتا۔ چند بار پہلے اس کا امتحان بھی
کر چکا ہوں۔ ہر طرح کی تہمت سے اس کو بری پایا۔ اب چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ پھر اس کا
آزمودہ لوں مگر اس طرح کہ اس کو خبر نہو کہ اپنے بچاؤ کی تدبیر نہ کر لے۔ اس نے کہا ان
لوگوں کی وضو ہمارے خلاف خفیف اور ہلکی ہوتی ہے پاؤں نہیں دھوتے۔ لاعلمی میں اسکی
وضو کو دیکھو۔ ہارون نے کہا ٹھیک ہے اس سے بخوبی حال کھُل جائیگا۔ کچھ عرصہ بعد
ایک روز کام میں لگایا تا اینکہ نماز کا وقت آگیا۔ علی کو ایسا موقعہ پیش آتا تو سب سے
علیحدہ ایک گوشہ میں جا کر وضو نماز کیا کرتے تھے۔ اس وقت بھی ایک حجرے میں
گئے۔ اُدھر ہارون ان کی تاک میں بیرون حجرہ اس طرح کھڑا ہوا کہ وہ ان کو دیکھے اور

علی خلیفہ کو نہ دیکھ سکے۔ غرض پانی آیا اور وضو شروع ہوا تو وہی سنیوں کا وضو تھا
جو امام اپنے آخری خط میں تلقین کر چکے تھے۔ ہارون کو یہ دیکھ کر فرطِ مسرت سے یارائے
ضبط نہ رہا بے تحاشے سامنے آکر پکارا کَذِبَ یَا عَلِی مَنْ زَعَمَ اَنَّکَ مِنَ الرَّافِضَۃِ
اے علی جو تم کو رافضی کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے اور عزت و اعتبار ان کا ہارون کے نزدیک
زیادہ ہوگیا۔ گھر پہونچے تو نامۂ گرامی امام انامی کا صادر ہوا تھا کہ اے علی اب وضو اپنا
درست کرو یعنی بدستور منہ کو ایک مرتبہ وجوباً دوبارہ استحباباً دھوؤ۔ ہاتھوں کو سیدھا
کہنیوں سے سرِ انگشتان تک ایک ایک مرتبہ دھونا چاہیئے اور بقیۂ رطوبت سے
مقدم سر کا اور دونوں پاؤں کا مسح کرو۔ بتحقیق کہ جو اندیشہ تمھارے حق میں تھا۔
وہ اب زائل ہوگیا۔ والسلام۔

حقیر مؤلّفِ اوراق کہتا ہے کہ داؤد بن زربی کو بھی اسی طرح کا ایک واقعہ منصور
دوانیقی کے عہد میں پیش آیا اور اس نے بارشاد امام بحق ناطق جعفر بن محمد الصادق ویسے
ہی اُس مہلکہ سے نجات پائی۔ ہم وہ واقعہ بھی نشاطِ ناظرین کے لئے یہاں نقل کرتے
ہیں۔ رجال کشی علیہ الرحمہ میں ہے کہ ایک روز داؤد رقی حاضر خدمت امام انام تھے
اور اعضاءِ وضو کے دھونے کی تعداد کا مسئلہ درمیان تھا۔ حضرت نے فرمایا ما اوجبہ
اللہ فواحد ۃ و اضاف الیہا رسول اللہ واحدۃ لضعف الناس حق تعالےٰ نے
ایک ایک مرتبہ دھونا واجب کیا ہے حضرت رسولِ خدا نے آدمیوں کی ضعیفی کی وجہ
سے ایک بار اپنی طرف سے زیادہ کیا۔ پس جو شخص اس سے زیادہ کرے یعنی تین تین
بار دھوئے اس کی نماز باطل ہوتی ہے۔ داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں ہنوز اپنی جگہ بیٹھا ہوا
تھا کہ داؤد بن زربی حاضر خدمت ہوئے اور ایک گوشہ میں آکر بیٹھ گئے۔ اتفاق سے
انہوں نے بھی یہی مسئلہ عددِ غسلات کا دریافت کیا۔ فرمایا تین تین بار ہاتھ منہ
دھوئیں مَنْ نَقَصَ عَنْہُ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ جو اس سے کم کرے گا اُس کی نماز نہیں ہوگی۔

یہ سُنکر میرے بدن کے بال کھڑے ہو گئے اور چہرہ کا رنگ اُڑ گیا۔ قریب تھا کہ شیطان مجکو راہِ راست سے بھٹکا دے۔ حضرت نے میری طرف دیکھا فرمایا ساکن ہو اے داؤد۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس میں یا تو آدمی کافر ہو جائے یا گردنیں ماری جائیں۔ داؤد زربی ابو جعفر منصور کے باغ کے پاس مقیم تھا۔ کسی نے اس سے مخبری کی تھی۔ کہ داؤد رافضی ہے جعفرؑ بن محمدؑ کے پاس آمد و رفت رکھتا ہے۔ منصور نے کہا میں چھپ کر اس کی وضو کو دیکھونگا۔ اگر جعفرؑ کے طریق پر وضو کیا جس سے کہ میں بخوبی واقف ہوں تو جانونگا کہ شیعہ ہے اس کو قتل کروں گا۔ غرض داؤد کی وضو نماز کا وقت آیا تو منصور نے جھانک کر دیکھا۔ داؤد نے تین تین مرتبہ اسی طرح اعضاء وضو کو دھویا جیسا کہ حضرت نے اسے تلقین کیا تھا۔ اور مسح سر تمام سر کا کیا اور پاؤں کو کعبین تک دھویا۔ وضو کو تمام کیا تو منصور نے بُلوا کر عذر خواہی کی کہ بدگویوں نے تیری بُرائی کی تھی۔ میں نے خود تیرا وضو دیکھا تیرے اوپر محض تہمت و افترا تھا تیری وضو رافضیوں کی سی نہیں مجکو تمہاری طرف سے جو بدگمانی ہوئی اسے معاف کرنا اور ایک لاکھ درہم دے کر رخصت کیا۔ داؤد رقی کہتے ہیں کہ اس کے بعد دوبارہ ہمکو حضرت ابو عبداللہ کی مجلس میں جمع ہونے کا اتفاق ہوا تو ابن زربی کہنے لگے یا ابن رسول اللہ فدا ہوں آپ پر جس طرح دنیا میں حضور نے مجھے قتل ہونے سے بچایا اسی طرح امید ہے کہ آپ کی برکت سے فردائے قیامت بہشت میں داخل ہوں فرمایا حق تعالیٰ تجھے اور تمام مؤمنین کو داخل جنّت کرے اپنی تمام سرگزشت داؤد رقی سے بیان کر کہ اس کی دہشت دور ہو۔ اس نے تمام ماجرائے من و عن مجھ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے اسی دشمنِ خدا کے خوف سے کہ مبادا تمکو قتل کرے یہ طریق تعلیم کیا تھا۔ اب بدستور دو دو بار اعضا کو دھوؤ زیادہ کرو گے تو نماز نہ ہوگی۔

بکار قمی کے ساتھ آنحضرتؑ کا سلوک خرائج میں بکار قمی سے نقل کیا ہے کہ اس نے

کہا میں نے چالیس حج کئے۔ آخری حج میں ملّہ تھا کہ زاد کم ہو گیا اور وطن واپس جانے کا
آسرا نہ رہا۔ ایک قافلہ مدینہ کو آتا تھا۔ اُس میں شامل ہو گیا کہ روضۂ رسول اللہ
پر پہونچکر زیارت کروں گا اور اپنے مولیٰ و آقا موسیٰ کاظمؑ کی زیارت سے مشرف ہوں گا
اور ارادہ کیا کہ محنت مزدوری کر کے کوفہ پہونچنے تک کا خرچ مہیا کروں گا۔ مدینہ میں
داخل ہوا تو پہلے روضۂ رسول اللہؐ پر پہونچکر شرائط زیارت بجالایا۔ پھر مقام مصلیٰ پر
جہاں راج مزدور کھڑے ہوتے تھے آکر کھڑا ہوا۔ اتنے میں ایک شخص وہاں آیا۔ سب
لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے وہ سب کو ساتھ لے کر چلا میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا کہ
شاید مجھے بھی کوئی کام ملجائے۔ راستے میں پوچھنے لگا کہ اہلِ کوفہ سے ہے۔ میں نے
کہا ہاں۔ پس ہم سب ایک مکان عالی شان زیرِ تعمیر میں پہونچ کر کام پر لگ گئے۔ چند روز
کام کیا۔ ہفتہ کے ہفتہ مزدوری ملتی تھی۔ لوگ اچھی طرح کام نہیں کرتے تھے (راج مزدور
کبھی اور کہیں اچھی طرح کام نہیں کرتے۔ اس وقت بھی ان کا یہی وطیرہ ہے) میں نے وکیل
سے کہا تم کہو تو میں اپنا کام بھی کروں اور ان لوگوں کے کام کی نگرانی بھی رکھوں۔ اسنے
کہا بہت خوب۔ پس اپنا کام کرتا اور اوروں سے کام لیتا۔ یہاں تک کہ ایک روز
امام موسیٰ کاظمؑ وہاں تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر پہچانا۔ اشارے سے علیحدہ بلا کر
کہا تو یہاں کیا کرتا ہے۔ میں نے اپنا تمام حال اوّل سے آخر تک بیان کیا۔ فرمایا تو
اچھا آج اور ٹھہرو۔ اگلے روز تقسیم اُجرت کا دن تھا۔ حضرت بھی تشریف فرما ہوئے
وکیل ایک ایک کو بُلا کر ہفتہ کی مزدوری دیتا تھا۔ مجکو سب کے بعد آنحضرت نے بُلا کر
اپنے دست مبارک سے پندرہ دینار عطا کئے کہ یہ تیرا کوفہ تک کا نفقہ ہے۔ کل چلے
جاؤ۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے گئے۔ میں ابھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے پایا تھا۔ کہ ایک
آدمی نے آکر کہا موسیٰ بن جعفرؑ فرماتے ہیں کہ وطن کو روانہ ہونے سے پہلے ہم سے ملنا
صبح حاضر خدمت ہوا تو فرمایا اسی وقت روانہ ہو جاؤ مقام فید پر ایک قافلہ کوفہ جانیوالا

پڑا ہے اس کے ساتھ ہو جانا۔ اور یہ ہمارا خط علی بن ابی حمزہ کو دیدینا۔ غرض رخصت ہو کر متوجہ منزل مقصود ہوا۔ فید پہونچا تو در حقیقت کوفہ کو جانے والا قافلہ وہاں موجود تھا ایک شتر خریدکیا اور اس پر سوار ہو کر انکے ہمراہ طے منازل کرتا ہوا کوفہ پہونچا۔ مکان پر آکر معلوم ہوا کہ پیچھے چور پڑے اور جو کچھ اسباب و سامان دوکان کا تھا سب اڑا لیا۔ صبح نماز پڑھ کر اسی فکر میں بیٹھا تھا کہ دروازہ کھٹکا کواڑ کھولے تو علی بن حمزہ تھے۔ معانقہ و مزاج پرسی کے بعد کہا میرا خط مجکو دو تمہارے آنے کی خبریں کل رات کو ملی تھیں۔ میں نے کہا اسی وقت میں تمہارے پاس آنے کو تھا۔ یہ کہکر خط ان کو دیا۔ علی نے وہ صحیفۂ گرامی ہاتھ میں لے کر آنکھوں سے لگایا اور فرط شوق وعقیدت میں اشک ان کی آنکھوں سے جاری ہوئے۔ خط کو پڑھ کر کہا کیا تمہاری دوکان میں چوری ہوئی۔ کہا ہاں۔ انہوں نے کہا مجھکو حکم ہوتا ہے کہ جبر نقصان کروں اور چالیس دینار نکال کر مجھے دے۔ اندازہ کیا تو جو کچھ نقصان ہوا تھا ٹھیک چالیس دینار کی مالیت کا تھا۔ پھر خط کھول کر مجھے دکھایا اس میں تحریر تھا ادفع الی بکار قیمۃ ما ذھب من حانوتہ اربعین دینارا۔ بکار کو دوکان کے اس مال کے عوض میں جو چوری ہو گیا چالیس دینار دیدو۔

اخبار از غیب

مال ناجائز کی واپسی شعیب عقرقوقی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام مبارک کو دو سو دینار دے کر اپنے مولا و امام موسیٰ کاظم ؑ کی خدمت میں بھیجا اور ایک خط اس کو دیا۔ مبارک مدینہ پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت مکہ کو تشریف لے گئے۔ معتب غلام آنحضرت کا ملا اور کہا خط مجھے دے اور تجھکو حکم ہے کہ معہ زر نقد کے جو لے کر آیا ہے منیٰ کے مقام پر حاضر ہو۔ حسب الحکم منیٰ میں جا کر دینار

سامنے رکھدئے۔ دست مبارک بڑھا کچھ اپنی طرف کھینچ لئے باقی اُس کی طرف سرکا دئے کہ یہ شعیب کو واپس دینا اور کہنا کہ جہاں سے اُٹھائے ہیں اُسی جگہ واپس رکھدینا کیونکہ ان کے صاحب کو ان کی احتیاج ہوگی۔ مبارک پوچھنے لگا کہ ان دیناروں کا کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا فاطمہ اپنی زوجہ سے پچاس دینار طلب کئے تھے تاکہ پوری رقم کر کے آنحضرتؑ کے پاس بھیجوں۔ وہ نہ دیتی تھی۔ کہ مجھ کو فلاں مزرعہ فلاں بن فلاں سے خریدنا ہے۔ میں نے اسکے کہنے کی پرواہ نہ کر کے اس سے پوشیدہ نکال لئے۔ واپس شدہ دیناروں کو شمار کیا تو پورے پچاس تھے۔ نہ کم نہ زیادہ۔

دیگر۔ خرائج میں احمد بن عمر خلال سے روایت ہے۔ میں نے مکہ میں سُنا کہ اخرس مردود حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کو بُرائی سے یاد کرتا ہے۔ میں نے ایک چھرا مول لیا اور دل میں ٹھان لیا کہ قسم خدا کی اس کو قتل کروں گا اور اس ارادہ سے دروازۂ مسجد پر بیٹھکر اس کا انتظار کرنے لگا کہ اندر سے نکلے تو وار کروں۔ اسی خیال میں بیٹھا تھا کہ آنحضرت کا شقہ میرے نام صادر ہوا کہ تجھکو ہمارے اُس حق کی قسم ہے جو تیرے اوپر ہے کہ اخرس کے قتل سے باز رہنا۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کفیل کار ہے اور وہی ہم کو کافی ہے۔ پس چند ہی روز گزرے تھے کہ اخرس فوت ہوا۔

دیگر۔ ایضاً خرائج وغیرہ میں ہے کہ اصبغ بن موسیٰ نے کہا میں کچھ دینار اپنی طرف سے کچھ ایک برادر مؤمن کے دئے ہوئے حضرت موسیٰ کاظمؑ کے پاس لے جارہا تھا مدینہ پہونچا تو اُس کی دی ہوئی رقم کو شمار کیا ننانوے ۹۹ دینار نکلے۔ ایک دینار اپنے پاس سے شامل کر کے پورے سو کئے۔ اور سب کو معطر کر کے صُرّوں میں رکھا اور حاضر خدمت ہوا تو پہلے اپنا نذرانہ پیش کیا۔ بعد ازاں دوسرے کے دئے ہوئے

حاضر کئے۔ ایک دینار ان میں سے نکال کر مجھے دیا کہ یہ تمہارا مال ہے۔ اسمیں شامل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُس نے سو دینار وزن سے دئے تھے تعداد مقصود نہیں تھی۔ مفتی صاحب کہتے ہیں سے

زصد کہ مال دو کس بودہ رو نمودیکے نبودہ گرچہ نشان وتفاوتے بمیاں

دیگر۔ علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ مجکو ابوالحسن موسیٰؑ نے کسی کام کو بھیجا تھا واپس آیا تو معتب درِ دولت پر حاضر تھا۔ اُسے کہا میری حاضری کی اطلاع کرو وہ اندر اطلاع کرنے گیا تو ایک عورت وہاں سے گزری۔ میں نے خیال کیا کہ اگر معتب کو اطلاع کرانے نہ بھیجتا تو اس عورت کے ساتھ جا کر اس سے متعہ کا سوال کرتا۔ پس معتب نے واپس آکر کہا اندر آؤ۔ گیا تو حضرت جائے نماز پر تشریف رکھتے تھے اس کے نیچے ایک گدّہ بچھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھا تو گدّے کے تلے ہاتھ ڈال کر صُرّہ دیناروں کا نکالا۔ اور مجھے دے کر کہا وہ عورت علاف (کاہ فروش) کی دوکان پر کھڑی کہہ رہی ہے۔ اے بندۂ خدا تو نے کس لئے مجھے حبس کیا اس کے پاس جاؤ عرض کی میں اس کے پاس جاؤں۔ فرمایا ہاں تم جاؤ۔ حسب الحکم وہاں گیا اور عورت سے متمتع ہوا۔

اخبار از آئندہ

ایک آزاد کردہ کو زن امویہ کی کید سے بچانا خرائج میں موالی آنحضرتؑ سے ایک شخص نے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا میں ایک روز راہ میں جا رہا تھا۔ ایک حسین عورت کو جاتے دیکھ کر دل اس کی طرف مائل ہوا۔ اس کے نزدیک جا کر نکاح کی خواہش کی۔ اس نے کہا اگر پہلے سے زوجہ نہیں رکھتا تو ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا زوجہ میرے پاس نہیں۔ وہ میرے ساتھ ہوئی۔ ہم دونوں مکان پر پہونچے۔ عورت

موزے اُتارنے لگی۔ ایک موزہ اُتارا۔ دوسرا ابھی پانوں ہی میں تھا کہ موفق غلام امام نے آکر دروازہ پر دستک دی۔ باہر گیا تو کہا آپ کا ارشاد ہے کہ اس عورت کو گھر سے نکال دے زنہار اس سے نکاح کا ارادہ نہ کرنا۔ اندر جاکر کہا نیکبخت موزہ پہنو اور یہاں سے رخصت ہو۔ وہ موزہ پہن کر باہر نکلی۔ دروازے پر موفق کو کھڑا دیکھا کہا دروازہ بند کرو۔ میں بند کر کے کھڑا سنتا تھا۔ اوباش شہر سے ایک نے اسے بلایا کہ کیوں جلدی چلی آئی۔ میں نے نہ کہا تھا کہ وہاں توقف کرنا۔ عورت بولی ساحر کا آدمی آیا اور مجھے وہاں سے نکلوا دیا۔ میں نے اپنے کانوں سُنا کہ اُس نے کہا اسکے واسطے اچھا ہی ہوا۔ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے منصوبہ باندھا تھا کہ میرا تمام مال نکلوالیں۔ رات کو خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو فرمایا پھر ایسا ارادہ نہ کرنا۔ وہ عورت بنی اُمیہ سے ہے۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کو تیرے گھر سے پکڑوا دیں خدا کا شکر ہے کہ یہ بلا سر سے ٹلی۔ پھر فرمایا فلاں عورت سے جو فلانے کی لڑکی ہے جو ابوایوب نجاری کا آزاد کردہ ہے عقد کر۔ اس میں تمام دنیا و آخرت کی جمع ہیں میں نے حضرت کے مشورے کی موافق اس کے ساتھ شادی کی۔ عورت کو ویسا ہی پایا جیسا کہ ارشاد ہوا تھا۔

بلخ کی ضرر رسانی سے آگاہ کرنا عثمان بن عیسٰی راوی ہے کہ ابراہیم بن عبدالحمید صبح کے وقت محلہ قبا کو جارہا تھا اور امام موسیٰ کاظمؑ ادھر سے مدینہ کو تشریف لارہے تھے راہ میں مقابلہ ہوا تو آپ نے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا قبا کو جاتا ہوں۔ ہم ہر سال خرمے خرید کیا کرتے ہیں۔ اب ایک انصاری کے پاس جاتا ہوں تاکہ اُس سے پھل مول لوں۔ فرمایا کیا تم کو بلخ کی خطر سے امن ہے۔ یہ کہہ کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ میں نے قبا جاکر آپ کا یہ مقولہ ابوالعز سے نقل کیا۔ اُسنے کہا قسم خدا کی ہم اس سال خرمے نہیں خرید کرینگے۔ پانچ روز

اس بات کو نہیں گزرے تھے کہ ٹڈی آئی اور درختوں کو برگ و ثمر سے صاف کردیا۔

بادِ تند و سیاہ کی خبر

اسمٰعیل بن موسٰی نے کہا ہم حضرت ابوالحسن ع کے ہمراہ عمرہ کو گئے تھے۔ وہاں ایک امیر کے قصر میں فروکش تھے۔ کہ حضرت نے کوچ کا حکم دیا۔ سفر کی تیاری ہونے لگی۔ محملیں اونٹوں پر کسی گئیں عیال سے کچھ لوگ سوار ہو گئے۔ باقی باقی تھے۔ آپ اسوقت ایک حجرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں سے نکلے تو اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اسباب کو اونٹوں سے اُتارو۔ میں نے کہا کیا آپ نے دیکھا۔ فرمایا بادِ تند و سیاہ آنے والی ہے۔ جو بعض بعض اونٹوں تک کو گرادے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد کالا اندھیاؤ آیا اور اس شدّت سے ہوا چلی کہ ہمارا اونٹ جسپر میں اور میرا بھائی سوار ہوتے تھے اور محمل کے آگے اسپر ایک سائبان لگا رکھا تھا ایک جھونکے میں پہلو کے بل گر پڑا۔ اور محمل وغیرہ سب نیچے آ رہی۔

گھر گرنے کی خبر اور سطل کا تذکرہ

عیسٰی مدائنی کا بیان ہے کہ میں ایک سال مکّہ گیا کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ پھر دل میں آیا کہ مکّہ حرمِ خدا ہے تو مدینہ حرمِ رسول اللہ۔ یہاں رہا ہوں تو اسی قدر وہاں بھی رہنا چاہیئے۔ بہت ثواب ہوگا۔ پس مدینہ آیا اور مصلے کے پاس پہلوئے مکان ابوذر میں ایک مکان لیکر رہنے لگا۔ ہر روز اپنے مولٰی اور سردار امام موسٰی ع کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ ایک روز جو حسبِ معمول حاضرِ خدمت ہوا تو مینہ برس رہا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ جوابِ سلام دے کر ارشاد کیا اے عیسٰی اپنے گھر کو پلٹ جاؤ۔ تحقیق کہ تمھارا مکان گر گیا اور تمام اسباب اس کے تلے دب گیا ہے۔ لوٹ کر جو دیکھتا ہوں تو فی الواقع مکان گر گیا ہے۔ مزدور لگا کر دبا ہوا سامان نکلوایا۔ سب چیزیں

درست نکل آئیں مگر ایک سطل (وضو کرنے کا ظرف - آفتابہ) غائب تھا۔ اگلے روز صبح کو حضوری میں پہونچا تو ارشاد ہوا سب اسباب مل گیا کچھ تلف تو نہیں ہوا کہ ہم دعا کریں تا کہ حق تعالی اس کے بدلے اور عطا کرے (یہ تفقد بحال شیعیان ملاحظہ ہو) عرض کی کوئی شے ضایع نہیں ہوئی بجز ایک آفتابہ وضو کے۔ تھوڑی دیر سر جھکائے کچھ سوچتے رہے پھر سر مبارک بلند کر کے فرمایا میرا گمان ہے کہ آفتابہ اسوقت مکان میں نہ تھا وہ باہر رہا۔ مالکہ مکان سے دریافت کرو۔ اُس نے اُٹھایا ہوگا تو دیدے گی۔ میں نے واپس ہو کر اس عورت سے اس کا تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا ہاں تمھارا آفتابہ رکھا ہے لے لو۔ یدبیضا ہے

قماد خانۂ شخصے وطشت او گم شد   خودش نداشت خبر پس امام داد نشاں

اِخبار از مرگِ مردمان

ابوبصیر کے مرنے کی خبر بکنایہ ابلغ من التصریح

ابوبصیر امام موسیٰ کاظم ؑ کی ہمرکاب مدینہ سے عراق کو جارہے تھے۔ مقام زبالہ پر قیام ہوا تو حضرت ؑ نے علی بن ابی حمزہ بطائنی کو جو ابوبصیر کے شاگرد تھے چند کام بتائے کہ کوفہ میں پہونچیں تو تم یہ کرنا وہ کرنا۔ ابوبصیر اس پر بگڑ گئے کہ ایں میرے ہوتے میرے ایک غلام کو خطاب ہوتا اور کام بتایا جاتا ہے۔ اور وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اگلے روز صبح ابوبصیر کو بخار چڑھ آیا۔ اُس وقت علی بن ابی حمزہ کو بلا کر کہا کہ اب میں نے جانا کہ حضرت ؑ کا روئے سخن اس سبب سے تمھاری طرف تھا کہ وہ جانتے تھے کہ میں کوفہ نہ جاؤں گا یہیں فوت ہونگا۔ پس جو بدگمانی میرے دل میں حضرت ؑ کی طرف سے ہوئی تھی اس سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ میں فوت ہوں تو تم میرے فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیت کر کے ابوبصیر زبالہ ہی میں فوت ہوئے۔

اسحاق کی موت کی خبر اسحاق بن عمار نے کہا میں خدمت امام میں حاضر تھا۔ ایک مرد وہاں آیا۔ آپ نے بعلم امامت اسے خبر دی کہ اے فلاں تو ایک مہینے کے عرصے میں مرجائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میرے دل میں آیا یہ تو ایسی بات ہے گویا وہ اپنے شیعوں کی مدت ہائے عمر سے آگاہ ہیں۔ حضرتؑ نے دل کی بات سے آگاہ ہوکر فرمایا اے اسحاق اس میں انکار کی کیا بات ہے۔ رشید ہجری[1] مستضعفین سے تھے وہ علمِ منایا و بلایا پر واقف تھے۔ امام اس سے بہر حال اعلم ہے۔ پھر فرمایا اے اسحاق تو دو سال میں مریگا اور تیرے اہل و اولاد پریشان اور بہت مفلس ہو جائینگے۔ خرائج میں یہ روایت بجائے اسحاق بن عمار کے اسحاق بن منصور سے کی گئی ہے کہ اس نے اپنے باپ منصور سے اسے نقل کیا ہے۔ آخر میں ہے کہ منصور کو پورے دو سال نہونے پائے تھے کہ اس نے قضا کی۔ اس کے ایک مہینے بعد اسکا بھائی بھی فوت ہوا۔ اور بہت سے گھر والے مرگئے باقی مفلس ہو گئے یہانتک کہ خیرات پر بسر اوقات کرتے تھے۔

سنۃ الموت حارث بن مغیرہ نضری کی روایت ہے کہ میں سال موت یعنی ۱۸۶ھ میں بمقام مکہ معظمہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا

---

[1] رشید ہجری اصحاب امیر المؤمنین علیہ السلام سے تھے۔ آپ نے ان کا نام رشید البلایا اس اعتبار سے رکھا تھا کہ ان کو محبت میں آنحضرتؑ کے بلیات جھیلنی پڑیں گی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرتؑ نے علمِ منایا (اموات) سے ان کو آگاہ کیا تھا۔ جسکو چاہتے کہدیتے تھے کہ تو اس طرح مرے گا۔ تو اس طریق پر قتل کیا جائے گا۔ وہی ہوتا تھا جو رشید کہتے تھے اور لفظ مستضعف سے مراد امام یہ نہیں کہ وہ ضعیف الایمان تھے۔ ایسا نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ لوگ ضعیف جان کر تکلیفیں دیتے تھے۔ تا ایں کہ زیاد ملعون نے انہیں قتل کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

آپ نے فرمایا تم لوگوں سے یہاں کتنے اشخاص مریض ہیں۔ عرض کی۔ عثمان بن عیسیٰ سخت بیمار ہے۔ فرمایا اس سے کہو یہاں نہ رہے نکلجائے۔ پھر فرمایا اور کون بیمار آدمیوں سے یہاں رہے۔ میں نے آٹھ اشخاص کے نام گنوائے۔ از انجملہ چار کی نسبت فرمایا کہ وہ بھی چلے جائیں اور باقی چار کے نام پر خاموش رہے کچھ نفرمایا ابھی ہمکو شام نہوئی تھی کہ وہ چار جنکے بارہ میں کچھ نہ فرمایا تھا فوت ہوئے۔ چنانچہ ہم نے انکو دفن وہیں کیا۔ عثمان بن عیسیٰ نے کہا میں بموجب ارشاد وہاں سے نکل آیا اور عافیت پائی

ایک خوردہ فروش کی حکایت

علی بن ابی حمزہ نے کہا مجکو آنحضرت ؑ نے ایک شخص کے پاس بھیجا جو ایک طبق (پُر از خرما) آگے رکھے ہوئے پیسہ پیسہ کے بیچ رہا تھا۔ فرمایا یہ اٹھارہ درہم اسکو دے کر کہنا۔ کہ ان سے منتفع ہو۔ یہ تیرے مرنے تک تیرے لئے کافی ہیں۔ میں نے جاکر دراہم اُس کو دئیے تو رونے لگا۔ میں نے کہا روتا کس لئے ہے۔ کہا کیونکر نہ روؤں۔ جبکہ مجکو مرنے کی خبر دیجاتی ہے۔ میں نے کہا جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ تیری اس حالت سے بہتر ہے جس میں تو ہے۔ اسپر خاموش ہوا۔ بولا اے بندۂ خدا تو کون ہے۔ میں نے کہا علی بن ابی حمزہ۔ کہا درست ہے۔ میرے سیّد و سردار نے یہی کہا تھا کہ ہم تجھکو علی بن ابی حمزہ کی معرفت پیغام بھیجینگے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے بیس۲۰ روز توقف کیا۔ پھر جو اس کے پاس گیا تو اس کو مریض پایا۔ کہا جو چاہو وصیّت کرو میں اپنے مال سے اس کو بجالاؤں گا۔ کہا میں مر جاؤں تو میری لڑکی کا کسی دیندار شخص سے عقد کر دینا۔ اور میرا یہ گھر فروخت کر کے اس کی قیمت میرے مولیٰ ابو الحسنؑ کے حوالے کرنا۔ اور میرے غسل و کفن اور نماز جنازے میں حاضر رہنا۔ راوی نے کہا میں اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوا تو حسب وصیّت اس کی لڑکی کا ایک مرد مؤمن کے ساتھ عقد کیا۔ اور مکان کو فروخت کر کے اسکی قیمت حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مدح کی اور رحمت بھیجی اسکے اوپر۔ اور فرمایا یہ درہم اس کی لڑکی کو دیدو۔

نیز سنۃ الموت (۱۳۸ھ) میں آپ نے خالد بن نجیح سے فرمایا کہ جو تعلقات مردم اور ان کے حقوق تمہارے ذمہ ہوں ہوں ان سے فراغت پاؤ۔ اور کوئی نیا تعلق اب پیدا نہ کرنا۔ یہ فرماکر آپ مکہ سے مدینہ تشریف لیگئے۔ اور خالد نے اسکے پندرہ روز بعد مکہ میں انتقال کیا۔

شیعوں کو مرنے کی خبر سے غم کی بجائے خوشی کرنی چاہیئے

عبداللہ بن یحیی الکاہلی حج سے فارغ ہو کر زیارت امام کے لئے مدینہ میں حاضر خدمت ہوا۔ فرمایا جسقدر عمل خیر تجھ سے ہو سکے کرلے۔ کیونکہ تیری موت نزدیک آگئی۔ عبداللہ یہ سُنکر رونے لگا۔ فرمایا روتا کیوں ہے۔ عرض کی کیونکر نہ روؤں۔ حضور میرے مرنے کی خبر دے رہے ہیں۔ فرمایا خوش ہو۔ کیونکہ تو ہمارے دوستوں اور شیعوں سے ہے انجام بخیر ہو گا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد عبداللہ نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔

جندب کے بھائی کے مرنے کی خبر

علی بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ میں حاضر خدمت تھا۔ ایک شخص جندب نام رَے کا رہنے والا حاضر خدمت ہوا۔ باخلاق و محبت اس سے پیش آئے اور اس کے حالات پوچھتے رہے۔ اسی سلسلہ میں اسکے بھائی کا ذکر آیا۔ فرمایا اس کا کیا حال ہے۔ عرض کی اچھا ہے۔ اور حضرت کو سلام عرض کیا ہے۔ فرمایا تم کو اس کی مصیبت میں حق تعالی مثاب و ماجور کرے۔ اس نے عرض کی کہ ابھی تیرہ ۱۳ روز کا عرصہ گزرتا ہے کہ اس کے پاس سے خیر و عافیت کا خط آیا۔ فرمایا ہاں خط کے لکھنے کے دو روز بعد اُس نے انتقال کیا۔ اور اُس نے کچھ مال اپنی زوجہ کے پاس یہ کہہ کر امانت رکھوایا ہے۔ کہ جب میرا بھائی آئے تو اُس کو دیدیجیو۔ عورت نے اس مال کو اسی مکان میں زمین میں دفن کر دیا ہے۔ تم وہاں جاکر بلطف و مدارا اسکے ساتھ پیش آنا۔ اور اپنے نفس میں اس کو طمع دینا

تمام مال تم کو دیدے گی۔ ابن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ جندب حسین شاندار آدمی تھا۔ مجکو حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد اس سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو کہنے لگا جو کچھ میرے امام اور میرے مولا نے مجھے خبر دی تھی۔ قسم خدا کی وہ مو بمو درست تھی۔ مرنے کا وقت بھی وہی تھا جو آپ نے بتایا تھا اور مال کی خبر بھی بالکل صحیح تھی۔

احیاء اموات

مُردہ گائے کا زندہ کرنا ایک روز منیٰ میں گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک عورت اور اسکے بچے ایک مقام پر رو رہے ہیں۔ اس کے قریب جاکر دریافت کیا کہ اے کنیز خدا تو کس لئے روتی ہے۔ عرض کی ہماری ایک گائے تھی جس سے میں اور میرے بچے بسر اوقات کرتے تھے۔ وہ قضاء الٰہی سے فوت ہو گئی۔ اب ہمارے گزارہ کی کوئی صورت نہیں۔ فرمایا اے امۃ اللہ چاہتی ہے کہ میں اُسے زندہ کروں۔ اس کے مُنہ سے بے اختیار نکلا کہ ہاں اے بندۂ خدا اس کو زندہ کر دے گویا اس کو اس کا الہام ہوا۔ آپ نے علیحدہ ایک طرف جاکر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اپنے دستہائے مبارک کو بلند کرکے زیر لب کوئی دعا پڑھی۔ اور وہاں سے اُٹھ مُردہ گائے کے پاس تشریف لائے اور اسکے ٹھوکر ماری۔ بمجرد اس کے گائے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ عورت نے گائے کو زندہ کھڑی دیکھا تو پکاری قسم خدائے کعبہ کی یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ حضرت اسکو پہنچتے چھوڑکر لوگوں کے درمیان مل گئے۔ عورت کو پتا نہ لگا کہ کہاں گئے۔

حمار میت کا زندہ فرمانا خرائج والجرائح میں علی بن ابی حمزہ بطائنی سے نقل ہے کہ اس نے کہا کہ ایک روز جناب موسیٰ بن جعفرؑ میرے ہاتھ میں ہاتھ دیئے مدینہ سے صحرا کی طرف جا رہے تھے۔ سر راہ ایک شخص کو دیکھا کہ رو رہا ہے اور اسکے

سامنے ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے۔ اور اس کا پالان وغیرہ ایک طرف پڑا ہے آپ نے
پوچھا کیا حال ہے۔ عرض کی اپنے رفقار کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ اس مقام پر
پہونچکر میرا گدھا مر گیا۔ وہ لوگ چلے گئے۔ میں یہاں رہ گیا۔ اب حیران ہوں کہ کیا
کروں۔ کوئی شے ایسی نہیں جسپر اپنا اسباب بار کروں۔ حضرتؑ نے فرمایا شاید یہ
گدھا مرا نہو۔ کہا میری مصیبت میں رحم نہیں کرتے اور الٹا میرے ساتھ مخول کرتے
ہو۔ فرمایا میرے پاس ایک عمدہ افسوں ہے جس سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے۔ کہا
مجھے میرے حال پر رہنے دو۔ مذاق مت اُڑاؤ۔ آپ مُردہ گدھے کے پاس تشریف
لائے۔ اور مُنہ سے کچھ فرمایا جسکو میں نہ سمجھا اور ایک لکڑی جو وہاں پڑی تھی اُٹھا کر حمار
کے ماری کہ اُٹھ کھڑا ہو۔ گدھا فوراً کھڑا ہو گیا۔ گویا کبھی بیمار نہ ہوا تھا۔ فرمایا اے مغربی
اب تو دیکھا تو نے کہ ہم نے تیرے ساتھ تمسخر نہیں کیا۔ اب جا اور اپنے ساتھیوں
سے مل جا۔ علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک روز میں چاہِ زمزم پر کھڑا تھا
کہ وہ مغربی مجھے ملا۔ مجھے دیکھ کر دوڑا ہوا آیا اور میرے ہاتھ خوشی میں چوم لئے۔
میں نے کہا وہ گدھا کیسا ہے۔ کہا قسم خدا کی وہ بالکل صحیح و سالم ہے۔ میں نہیں
جانتا کہ خدائے تعالیٰ نے کہاں سے اس مرد کو بھیجدیا تھا جسنے مرے ہوئے گدھے
کو زندہ کیا۔ میں نے کہا تیری حاجت رفع ہو گئی۔ اب اس بات کو مت پوچھ جہاں تک
تیری عقل نہ پہونچ سکے۔

شراء البعیر ہشام بن حکیم کہتے ہیں کہ میں مکہ کی راہ میں تھا۔ ایک اونٹ کے خریدنے
کی ضرورت لاحق ہوئی۔ امام موسیٰ کاظمؑ اس طرف سے گزرے۔ میں نے رقعہ
پیش کیا اس میں دریافت کیا تھا کہ یہ شتر خرید کروں یا نہ۔ آپ نے بغور اونٹ کو
ملاحظہ فرمایا۔ پھر ارشاد کیا میرے نزدیک اس کے خریدنے میں کچھ مضائقہ نہیں
اگر کبھی اس کے ضعف سے خوفِ ہلاکت ہو تو چند لقمہ (دانے وغیرہ کے) اس کو کھلادو

ہشام کہتے ہیں کہ حسب الاشارہ میں نے وہ شتر خرید لیا اور اسباب لاد لیا۔ اسمیں کوئی عیب دکھائی ندیا۔ الّا ایک روز کوفہ کے قریب اسکے اوپر بھاری بوجھ لدا ہوا تھا۔ دفعتہً گرگیا۔ اور موت کی اضطرابی اسپر طاری ہوئی۔ غلام اسباب اُتارنے لگے۔ مجکو حضرت کا ارشاد یاد آیا۔ وہ کھلانے کی شے منگالی۔ سات ہی لقمے دینے پایا تھا کہ شتر اپنے بوجھ سمیت اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور چل نکلا۔

اِعطاءِ اولاد

حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں اور میرا ماموں اسمٰعیل بن الیاس حج کو گئے تھے میں نے حضرت موسٰی کاظمؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ میرے ماموں نے بھی خط لکھا اور اس میں التجا کی کہ میرے لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں لڑکا کوئی نہیں۔ ہمارے کنبے کے مرد مارے گئے۔ اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت دعا کریں کہ لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے اس عریضہ پر لکھدیا کہ تمھاری حاجت خدا نے پوری کی۔ لڑکے کا نام محمد رکھنا۔ حسن کہتے ہیں کہ ہم کوفہ پہونچے۔ تو معلوم ہوا کہ ہمارے پہونچنے سے چھ دن پہلے اس کے لڑکا پیدا ہوچکا تھا۔ ہم ساتویں روز کوفہ میں داخل ہوئے۔ ابو محمد نے کہا قسم خدا کی آج وہ مولود پورا آدمی ہے اور کئی بچوں کا باپ ہے۔

دیگر۔ عثمان بن عیسٰی نے کہا میں نے حضرت ابوالحسن اوّل کی خدمت میں عرض کی کہ حسن بن محمد کے علاتی بھائی بہنیں ہیں مگر اپنی اولاد کچھ نہیں۔ جو بچّہ پیدا ہوتا ہے مرجاتا ہے۔ فرمایا اس کی حاجت پوری ہوگئی۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد اسکے دو بیٹے (جیتے جاگتے) پیدا ہوگئے۔

قصّہ حماد بن عیسٰی حماد بن عیسٰی امام موسٰی کاظمؑ کی خدمت میں داخل ہوئے

اور عرض کی فدا ہوں میرے ماں باپ آپ کے اوپر۔ آپ دعا کریں کہ حق تعالےٰ
مجھے مکان۔ زوجہ۔ فرزند۔ اولاد۔ خادم عنایت فرمائے۔ اور ہر سال حج کی
توفیق دے۔ آپ نے دست مبارک درگاہِ الٰہی میں بلند کر کے فرمایا اللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وارزقہ دارًا وزوجۃً وولدًا وخادمًا والحج
خمسین سنۃً۔ خداوندا تو رحمت کاملہ اپنی نازل کر محمد و آلِ محمد کے اوپر۔ اور
عطا کر حماد کو گھر اور زوجہ اور اولاد و خادم۔ اور توفیق دے اسکو کہ پچاس
حج بجا لائے۔ حماد کا بیان ہے کہ آپ نے دعا میں پچاس سال کی قید لگائی تو
مجھے یقین ہو گیا کہ اس سے زیادہ حج کرنا نصیب نہو گا۔ پھر حماد نے راوی حدیث
سے کہا کہ ببرکت دعائے آنحضرتؑ یہ میرا گھر ہے۔ اور وہ زوجہ جو پس پردہ بیٹھی
میرا کلام سُن رہی ہے۔ اور یہ فرزند۔ یہ خادم ہے۔ اور میں اسوقت تک اڑتالیس
حج ادا کر چکا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس کلام کے بعد حماد نے دو حج ادا کیئے۔
پچاس حج پورے ہونے کے بعد وہ پھر حج کو چلے۔ احرام کے مقام پر پہونچکر
وادی میں غسل کے واسطے اُترے اُس وقت ایک سیل آئی اور وہ اس میں غرق
ہو گئے۔ اور وہ اکیاونواں حج کرنے نہ پائے۔ ان کی قبر سیالہ میں ہے۔ یہ روایت
مناقب کی ہے۔ اور خرائج میں اُمیّہ بن علی عیسٰی سے نقل کیا ہے اسکا بیان ہے
کہ میں اور حماد مدینہ میں ابو جعفر تقی الجوادؑ کے پاس آنحضرتؑ سے وداع ہونے
کو گئے۔ آپ نے فرمایا آج توقف کرو کل جانا۔ راوی کہتا ہے کہ ان کے پاس سے
نکلے تو حماد نے کہا میرا اسباب روانہ ہو گیا۔ میں تو ٹھہر نہیں سکتا۔ میں نے
کہا میں تو ٹھہروں گا۔ پس حماد گئے اور اس رات کو رَو آیا وہ اسمیں غرق ہو گئے۔

قول مؤلف۔ اسی طرح کی ایک روایت پیشتر کتاب کشف الحقائق
میں نقل ہوئی ہے کہ جناب صادق علیہ السّلام نے حماد کے حق میں یہ دعا فرمائی

اس روایت سے جناب موسیٰ کاظمؑ کا دعا فرمانا ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ حماد نے دونوں حضرات سے التجا کی ہو۔ اور دونوں نے اس کے حق میں دعا بقید پچاس حج فرمائی ہو۔ یا رواۃ کو وہم ہوا۔ ایک امام کا واقعہ دوسرے کے عہد میں سے ذکر کر دیا۔

امام ہر زبان سے واقف ہوتے ہیں

مکرر بیان ہوا کہ امام مختلف ممالک کے باشندوں کی زبانیں جانتے ہیں۔ مزید براں چرند۔ پرند وغیرہ تمام جانداروں کی بولیاں بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اس کتاب میں پیشتر بھی بعض شواہد بیان ہوئے۔ بقیہ یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

ملک چین کے ایک حصہ کی زبان میں کلام کرنا

بدر آزاد کردۂ امام رضاؑ کی روایت ہے کہ ایک بار اسحاق بن عمار حضرت موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مرد خراسانی[1] اجازت لے کر اندر آیا۔ اور ایک ایسی زبان میں باتیں کرنے لگا جو پہلے ہم نے کبھی نہ سنی تھی۔ امام علیہ السلام اسی زبان میں اسکو جواب دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اس کے تمام مسائل کا جواب اسی کی زبان میں دیا۔ رخصت ہوئے تو اسحاق نے تعجب سے کہا۔ میں نے ایسا کلام کبھی نہ سنا تھا۔ فرمایا ہاں اہل چین سے ایک قوم اس طرح بولتی ہے۔ تمام چین کی یہ بولی نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم کو ہماری اس زبان میں کلام کرنے سے تعجب ہوا۔ عرض کی تعجب کی تو بات ہی ہے۔ فرمایا میں اس سے بھی عجیب بات تجھکو بتاتا ہوں وہ یہ کہ انسان تو انسان امام پرندوں کل جانداروں کی زبان سے واقف ہوتا ہے۔ آگاہ رہو کہ امام وقت پر کسی ذی روح کی زبان مخفی نہیں رہتی۔

---

[1] اس زمانے میں شمال مغرب۔ ایران۔ بلخ۔ بخارا۔ کابل۔ غزنی۔ تاتار۔ چین وغیرہ سب پر خراسان کا اطلاق ہوتا تھا ۱۲ منہ۔

ابراہیم بن موسیٰ کی ولادت

خرائج میں امام رضاؑ سے منقول ہے کہ میرے پدر بزرگوار موسیٰ کاظمؑ نے حسین بن ابی العلا سے کہا۔ ہمارے لئے ایک کنیز نوبیہ خرید کرو حسین نے کہا قسم خدا کی مجکو ایک نفیس نوبیہ کنیز کا حال معلوم ہے جس سے بڑھ کر نوبہ کی کنیزوں میں دوسری میں نے نہیں دیکھی۔ مگر اس میں ایک عیب ہے جس سے خدمت میں نہیں لا سکتا۔ فرمایا وہ کیا عیب ہے۔ عرض کی نہ وہ حضور کا کلام سمجھیگی نہ آپ اس کا۔ اسپر حضرت متبسم ہوئے اور فرمایا جاؤ اسکو لے آؤ۔ یہ کوئی عیب نہیں۔ وہ کنیز حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اسی کی زبان میں فرمایا تمھارا کیا نام ہے۔ کہا مولنسہ۔ فرمایا تو واقعی مولنسہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نام بھی تھا۔ کہا ہاں پہلے جبیبہ کہتے تھے۔ فرمایا درست ہے پھر ارشاد کیا اے پسر ابی العلا اس سے ہمارے ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ میری اولاد میں سخاوت شجاعت۔ عبادت میں کوئی (بجز امام رضاؑ) اس کا نظیر نہوگا حسین نے عرض کی اس کا کیا نام رکھینگے ارشاد کردیں تاکہ ہم بھی اسکو پہچان لیں۔ فرمایا اسکا نام ابراہیم ہوگا یہاں تک امام ہشتم کی روایت تھی۔ آگے کا حال علی بن ابی حمزہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں جناب کاظمؑ کے ساتھ منیٰ میں تھا۔ اور آپ کے عیال اور عمران غلام بھی ہمراہ تھے۔ پھر ثعلبیہ میں آئے۔ فرمایا یہاں ٹھہروگے یا مکہ جانا چاہتے ہو۔ عرض کی جیسا حضور ارشاد کریں۔ فرمایا تو مکہ بہتر ہے۔ مکہ پہونچکر دولت خانہ پر حاضر ہوا تو اسوقت نماز مغرب سے فارغ ہو چکے تھے۔ داخل ہوا تو فرمایا اخلع نعلیک انک بالوادِ المقدس۔ اپنی جوتیاں اُتار دو کیونکہ تم وادیِ مقدس میں ہو۔ میں نعلین اُتار کر پاس جا بیٹھا۔ ایک خوان طعام جو روغن و خرما سے تیار ہوا تھا حاضر کیا گیا میں نے بھی آپکے ساتھ کھایا۔ فارغ ہوئے تو باتیں کرتے کرتے مجھے نیند آگئی۔ فرمایا اٹھو اور جبتک میں

نمازِ شب کے لئے اُٹھوں سو رہو۔ میں غلبۂ خواب میں سوتا رہا۔ تا اینکہ حضرت نمازِ شب سے فارغ بھی ہو گئے۔ اُس وقت مجھے جگایا کہ وضو کر کے نمازِ شب کو مخففاً ادا کرو۔ میں نے نمازِ تہجّد پڑھکر صبح کی نماز پڑھی۔ اُسوقت مجھ سے فرمایا کہ میری اُمّ ولد دردِ زِہ میں مبتلا تھی۔ لہذا اس کو مقامِ ثعلبیہ میں پہونچا دیا تھا کہ لوگ اسکی آواز نہ سُنیں (یہاں آنحضرات کی شرم وحیا و پردہ داری کا اہتمام قابلِ لحاظ ہے) وہاں اس سے وہ فرزند پیدا ہوا جسکی کرم و سخاوت و شجاعت کا ذکر میں نے ولادت سے پہلے تم سے کیا تھا۔

شفاءِ بیماران

علیؑ بن ابی حمزہ کو جامِ صحّت کا عطا ہونا حسن بن علی بن ابی حمزہ کی زبانی اس کے باپ علی کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے کہ وہ مدینہ میں بحالتِ مرض داخل ہوا۔ وہاں اس میں شدّت ہوگئی۔ اس زور کا بخار ہوا کہ ہوش حواس ذرا باقی نہ رہے۔ لوگ اسکی عیادت کو آتے مگر اسے مطلق خبر نہ تھی۔ حتیٰ کہ اسحاق بن عمار تین روز تک اس انتظار میں ٹھہرے رہے کہ جان بحق ہو تو تجہیز تکفین میں شریک ہوں اور نمازِ جنازہ بجا لائیں۔ مگر اسکے جاتے ہی علی کے مرض میں افاقہ ہوا۔ اور انہوں نے اصحاب سے کہا میرے کیسے کھولو اور سو دینار اس میں سے نکال کر مومنین پر تقسیم کر دو یہ اشرفیاں قسمت کی گئیں تو حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کا آدمی ایک جام پانی کا لیکر آیا کہ اس کو نوش کرو۔ اسمیں تمھاری شفا ہے۔ علی نے کہا میں نے وہ پانی پی لیا۔ مجھے اسکے پینے سے کچھ دست آئے اور تمام مادّہٗ مرض انہیں نکل گیا۔ بالکل تندرست ہوگیا تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ فرمایا اے علی تمھاری موت بار بار آکر واپس ہوئی۔ مکہ گیا تو عمار نے بھی بیان کیا کہ مجکو تمھارے مرنے میں ذرا شک نہ رہا تھا۔ کیونکر شفایاب ہوئے۔ میں نے قصّہ اشرفیوں کے خیرات کرنے اور امام کے ساغرِ آبِحیات

عنایت فرمائے اور یہ فرمائے گا کہ یا علی تمہاری موت آ گئی۔ پلٹی اس کے آگے بیان کیا اور اس سے کہا۔ موسیٰ کاظم ع واقعی امام بن امام ہیں۔ یہی وہ امور ہیں جن سے امام کی شناخت ہوتی ہے۔

سوکن کی عداوت کا نتیجہ سلیمان بن عبداللہ نے کہا۔ میں حضرت ابوالحسن ع کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک عورت کو آپ کے پاس لائے جس کا رخ اسکے پشت کی طرف پھر گیا تھا۔ آپ نے دستِ راست اس کی پیشانی پر رکھا اور چپ پشت پر اور اسکو گردش دی۔ اور آیۂ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ تلاوت کی۔ اس کا سر پھر گیا اور منہ اپنے رخ پر آ رہا۔ فرمایا خبردار اب ایسا کام نہ کرنا۔ جیسا پہلے کیا تھا۔ حضار نے کہا یا ابن رسول اللہ اس نے کیا برا کام کیا تھا۔ فرمایا یہ راز پوشیدہ ہے یہی جانتی ہے۔ اس سے دریافت کیا تو کہا۔ میری ایک سوکن تھی۔ میں نماز کو اٹھنے لگی تو خیال گزرا کہ شوہر اسکے پاس ہے (ظاہراً اسکو مشغول جماع سمجھی) اس کی طرف (موڑ کر) دیکھنے لگی۔ مگر وہ وہاں نہ تھا۔ سوکن بیٹھی تھی۔ میرا منہ ویسا ہی پھرا رہ گیا۔

سزاءِ دشمنان

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتاب مناقب میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن برمکی نے آنحضرت ع کے قتل میں سعی کی تھی۔ حق تعالیٰ نے اس کا مال و جاہ اس سے چھین لیا۔ اسکی جماعت متفرق ہو گئی اور خواری کے ساتھ نیست و نابود ہو گئے۔ سندی بن شاہک ملعون نے حضرت ع کو ایذائیں دیں۔ آخر زہر دے کر آنحضرت ع کو شہید کیا۔ اس کو یہ سزا ملی کہ اس کا گھوڑا راہ میں بھڑکا اور اس کو لئے چلا گیا حتیٰ کہ دریا میں لے جا کر ڈال دیا جہاں غرق ہو کر سیدھا جہنم میں پہونچ گیا۔

شعیب عقرقوفی و یعقوب مغربی شعیب اصحاب کاظمی سے ثقہ و مامون

ہیں۔ ایک بار حضرت نے ان سے فرمایا اے شعیب کل تم سے ایک فرد مغربی ملے گا۔ جو میرے حالات دریافت کرے گا۔ کہدینا کہ وہ امام وقت ہیں۔ ہم سے امام جعفر صادق ؑ اس امر کو بیان کر چکے ہیں۔ مسائل حلال و حرام تم سے دریافت کرے تو ہماری طرف سے ان کے جواب دینا۔ شعیب نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر اس کے کچھ نشان و علامات ارشاد فرمائیے جس سے اس کو پہچان سکوں۔ فرمایا ایک جسیم و قد آور آدمی ہے۔ یعقوب نام ہے۔ تمھارے پاس آئے تو بے اندیشہ اس کی تمام باتوں کے جواب دینا۔ کیونکہ وہ اپنی قوم میں فرد و یکتا ہے۔ میرے پاس آنا چاہے تو اُسے یہاں لے آنا۔ شعیب کہتے ہیں کہ اسکے دوسرے روز میں طواف خانۂ کعبہ میں مصروف تھا۔ کہ ایک شخص بلند قامت ایسا جسیم جتنا کوئی ہو سکتا ہے سامنے حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تمھارے صاحب سے گفتگو کروں۔ میں نے کہا ہمارے صاحب کون؟ کہا امام موسیٰ بن جعفر علیہما السّلام۔ میں نے نام پوچھا تو یعقوب بتلایا۔ اور کہا سرزمین مغرب کا رہنے والا ہوں۔ شعیب نے کہا مجھے تم نے کیونکر پہچانا۔ اُسنے کہا ایک شخص نے خواب میں بتلایا اور کہا جو کچھ پوچھنا چاہو شعیب سے دریافت کرو۔ اس لئے میں نے تم کو تلاش کیا۔ آخر پتا مل گیا۔ اور تم تک پہونچا۔ شعیب نے کہا اچھا ذرا ٹھہرو۔ میں طواف سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔ طواف سے فارغ ہو کر جو باتیں کی تو اسکو ایک عقلمند صاحب فہم و فراست پایا۔ اُس نے خدمت امام میں لے چلنے کی درخواست کی۔ وہ اس کو حضور میں لائے۔ جناب موسیٰ کاظم ؑ نے فرمایا۔ یعقوب کل تم یہاں آئے۔ راہ میں فلاں مقام پر تم میں اور تمھارے بھائی میں نزاع ہوئی اور اتنا طول ہوا کہ سخت سُست کی نوبت پہونچی۔ دیکھو یہ بات ہمارے اور ہمارے باپ دادا کے طریقے کے خلاف ہے۔ ہم اپنے شیعوں کو ایسی باتوں کی

اجازت نہیں دیتے۔ خدا سے ڈرو۔ موت عنقریب تمہارے اور بھائی کے درمیان تفرقہ انداز ہوگی۔ وہ اپنی اہل وعیال تک پہونچنے پائیگا کہ اسکی اجل آجائے گی اور تم کو اپنی باتوں پر نادم ہونا پڑے گا۔ اور اس خطاب پر کہ تم نے قطع رحم کیا حق تعالیٰ نے تمہاری عمریں کم کردی تھیں یعقوب نے کہا میری موت کب آئے گی ارشاد ہوا کہ موت تو آہی گئی تھی۔ مگر تم نے ایک پھوپھی کے ساتھ فلاں منزل پر سلوک کیا اُسکا دل تمہاری نیکی سے مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ نے اس وجہ سے تمہاری عمر میں اضافہ کردیا۔ اب تم بیس۲۰ سال اور زندہ رہوگے۔ شعیب کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھکو یعقوب سے حج میں پھر ملنے کا اتفاق ہوا۔ اُس نے بیان کیا کہ میرا بھائی گھر تک پہونچنے نہیں پایا۔ اثنارِ راہ میں اسکا انتقال ہوگیا اور وہیں دفن ہوا۔

اعجاز طیّ الارض

صالح بن واقد طبری نے کہا میں حضرت ابوابراہیمؑ کی خدمت میں داخل ہوا فرمایا اے صالح یہ طاغی (ہارون) تجھ سے میرا حال دریافت کریگا تو کہنا میں کچھ نہیں جانتا۔ تجھے قید کرلے گا۔ مگر ہم تجھکو رہا کردینگے۔ صالح کہتا ہے کہ تھوڑے عرصے بعد جیسا امام نے خبر دی تھی اُس مردود نے طبرستان سے مجھے بُلوایا۔ اور وہی سوال (قید کرنے کا بہانہ) کیا کہ مَافَعَلَ موسی بن جعفرؑ کہ موسیٰ بن جعفرؑ کا کیا حال ہے۔ میں نے سُنا ہے کہ تیرے پاس ہیں (یہ ہارون کی شرارت وحیلہ جوئی تھی۔ ورنہ امام موسیٰؑ کو طبرستان سے کیا واسطہ تھا) صالح نے کہا میں کیا جانوں وہ کہاں ہیں امیر المؤمنین کو ان کا حال مجھ سے بہتر معلوم ہوگا۔ کہا اسکو زندان میں لے جاؤ۔ اور قید میں ڈالدو۔ صالح کہتا ہے میں قید خانے میں تھا۔ ایک رات وہاں بیٹھا تھا۔ قیدی اُس وقت سورہے تھے کہ یک بیک وہ حضرتؑ

تشریف لائے اور میرا نام لے کر آواز دی۔ میں نے کہا لبیک۔ آپ نے فرمایا تو
یہاں پہونچ گیا۔ عرض کی نعم۔ فرمایا اٹھو اور ہمارے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ میں ساتھ
ہولیا۔ راستے میں ایک مقام پر فرمانے لگے۔ اے صالح سلطنت ہماری ہے جو
خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہمکو عنایت فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی اے مولیٰ میرے
اس ظالم سے کہاں جاکر چھپونگا۔ فرمایا بے کھٹکے اپنے گھر کو چلا جا۔ اب اُسکو تیرے
اوپر دست رس نہوگا۔ صالح نے کہا قسم بخدا میں اپنے وطن کو چلا گیا۔ ہارون نے کبھی
نہ پوچھا کہ میں نے اسے قید کیا تھا کہاں گیا۔

طیّ الارض کے عجیب کرشمے علی بن مسیّب راوی ہے کہ ہارون نے مجھے میرے مولیٰ موسیٰ
کاظم ؑ کے ساتھ مدینہ سے بغداد میں لاکر قید کیا (اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ آپ کے بعض موالی و احباب بھی قید کئے گئے تھے) اور مدت
اسیری کو میری طول ہوا تو میرا دل اہل و عیال کے دیکھنے کو بھڑکنے لگا۔ آپ نے بعلم
امامت اس سے آگاہ ہوکر فرمایا۔ اے علی اہل و عیال کو دیکھنا چاہتے ہو۔ عرض کی
ہاں اے پسر رسولخدا ؐ فرمایا تو نہا دھوکر میرے پاس آؤ۔ میں غسل کرکے حاضر خدمت
ہوا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک سے پکڑا اور فرمایا
بسم اللہ کہہ کر چلے چلو۔ اور آنکھیں بند کرلو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ فرمایا آنکھیں کھولو
کھول کر دیکھتا ہوں تو نہ بغداد تھا نہ اس کا قید خانہ۔ کربلا کی زمین پر زیر قبۂ امام حسین ؑ
کھڑے تھے۔ ارشاد کیا یہ میرے جد امجد سید الشہداء کی تربت شریف ہے وہاں نماز
پڑھی۔ پھر آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا۔ اب جو دیکھتا ہوں تو روضۂ منورہ حضرت
رسالت پناہ میں تھے۔ ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے نانا رسولخدا ؐ کی قبر اور یہ شہر مدینہ
ہے۔ اپنے گھر جاؤ اور اہل و عیال سے مل آؤ۔ میں گیا اور جلد جلد سب سے مل کر
واپس آیا۔ میرا ہاتھ پکڑ کر پھر آنکھیں بند کرائیں اب دیکھا کہ ایک پہاڑ سبزہ زار

کی کثرت سے زمرد کی شکل ہے اور پانی کے چشمے اس میں جاری ہیں۔ حضرتؑ نے ان چشموں سے وضو کیا اور اذان کہہ کے مشغول نماز ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ چالیس اشخاص بزرگ صورت نے صف باندھکر آپ کے پس پشت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوکر مجھ سے فرمایا یہ کوہ قاف ہے۔ اور یہ لوگ برگزیدگانِ خدا ہیں انہوں نے دعا کی تھی کہ حجاب مباعدت میرے اور ان کے درمیان سے اُٹھ جائے اور قرب صورتی حاصل ہو۔ دعا ان کی قبول ہوئی۔ یہ کہکر ان کو وداع کیا اور بدستور مجکو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا چنانچہ ایک چشم زدن میں پھر بغداد آ گئے۔

برادرِ مومن کے ساتھ طرزِ سلوک کی تعلیم بحار میں محمد بن علی صوفی سے روایت ہے کہ ابراہیم جمال علی بن یقطین کے دروازے پر حاضر ہوا۔ اندر آنے کی اجازت نہ پائی واپس ہوا۔ اسی سال علی حج کے لئے مکّہ گئے۔ وہاں سے پلٹے۔ تو مدینہ آکر درِ دولت مولائے زمان موسیٰ بن جعفرؑ پر حاضر ہوئے۔ اطلاع کرائی۔ اجازت نہ ملی۔ دوسرے روز ملاقات ہوئی۔ تو عرض کی اے مولیٰ میرے کیا خطا اس فدوی سے سرزد ہوئی کہ مجکو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی۔ فرمایا تو نے ابراہیم جمال سے حجاب کیا۔ علی نے یہ سُنا تو ایک آہِ سرد کھینچی۔ اور کہا مَنْ لی بابراهیم فی هذا الوقت انا بالمدینة وهو بالکوفة۔ کون ہے جو اسوقت ابراہیم کے پاس میرا شفاعت خواہ ہو۔ میں مدینہ میں ہوں وہ کوفہ میں۔ فرمایا رات کو بغیر نوکر و غلام کے تن تنہا۔ بقیع کو جاؤ۔ ایک ناقہ زین سے آراستہ وہاں ملیگا۔ اسپر سوار ہو۔ وہ کوفہ پہونچا دے گا۔ المختصر علی بن یقطین ناقہ پر سوار ہوئے۔ اور ایک چشم زدن میں کوفہ ابراہیم کے دروازے جا پہونچے۔ کواڑ کھٹکھٹائے کہ علی بن یقطین حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ وزیر کا مجھ غریب کے دروازے پر کیا کام ہے۔ کہا برائے خدا دروازہ کھولو۔ اندر گئے تو کہا میرے مولیٰ ابو ابراہیم موسیٰؑ تمھاری

وجہ سے ہم سے ناراض ہیں ہم عمل کرو تو رضامند ہوں - ابراہیم نے کہا عفرالله

لک خدا تمھارے گناہ سے درگزرے - کہا یوں نہیں میں زمین پر لیٹ جاؤں۔

تم میرے رخساروں پر قدم رکھو ابراہیم اسکو منظور نہ کرتے تھے - مگر علی نے مجبور

کیا - لاجرم ابراہیم نے ان کے سر اور منہ پر قدم رکھے - علی نے کہا اَللّٰھُمَّ

اشھَدُ - خداوندا تو گواہ رہنا - پھر وہاں سے اُٹھکر ناقہ پر سوار ہوئے اور دم کے دم میں

مدینہ میں دارالامامہ کے دروازے پر حاضر ہوئے - بکمال مرحمت اندر بلالیا - اور اپنی

رضامندی کا اظہار فرمایا -

مؤلف - ایک ادنیٰ خادم کی کیا عزّت افزائی منظور ہے کہ اس کے لئے اپنے

ایک خالص مخلص امیر کبیر کو چشم نمائی فرماتے ہیں - اور اس امیر کبیر کا رسوخ اعتقاد

ملاحظہ ہو - کہ زبانی معافی پر قناعت نہیں کرتا - اپنے تئیں رضا امام کی خاطر پانوں

میں روندواتا ہے - امام ایسے ہوتے ہیں اور مقتدی ہونا اسکا نام ہے - کس خوبی کے

ساتھ ایک اخلاقی ضروری مسئلے کی تعلیم عمل میں آئی ہے کہ باید وشاید -

حکایت علی بن صالح طالقانی ابن شہرآشوب علیہ الرحمہ نے کتاب مناقب میں اور مجلسی نے

بحارالانوار میں خالد بن سمان سے روایت کی ہے کہ رشید نے

ایک مرد کو جسکا نام علی بن صالح طالقانی تھا - بلاکر کہا تو ہی وہ شخص ہے جو ابر پر سوار

ہوکر چین سے طالقان میں آیا - کہا ہاں - ہارون نے کہا ہم سے وہ کیفیت بیان کرو - کہا

میں دریا کا سفر کر رہا تھا - ہمارا جہاز لجۂ بحر میں آکر ٹوٹ گیا - حتیٰ کہ میں ایک تختہ پر رہگیا

جسکو موجیں ادھر اُدھر لئے پھرتی تھیں - تیسرے دن ایک مقام پر کنارے لگا - اُتر کر

دیکھتا ہوں تو وہاں اشجار و انہار ہیں - ازبسکہ کوفتہ و ماندہ تھا ایک درخت کے سائے

میں پڑکر سو رہا - تھوڑی دیر میں ایک مہیب آواز سنکر خواب سے چونکا - دیکھا کہ دو

دریائی جانور مثل گھوڑے کے جن کا بیان مجھ سے اچھی طرح نہیں ہو سکتا خشکی پر باہم

لڑ رہے ہیں۔ مجکو دیکھا تو دریا میں چلے گئے اور نظر سے غائب ہو گئے۔ اس نظارہ
سے فارغ نہوا تھا کہ ایک عظیم الخلقۃ طائر میرے قریب پہاڑ کے غار کے پاس آکر گرا
میں درختوں میں اپنے تئیں چھپاتا اس کے پاس گیا اور اس کو دیکھنے لگا۔ مجھے دیکھ
کر وہ جانور ڈرا۔ میں بھی اسکے پیچھے چلا۔ جب اس غار کے قریب پہونچا تو اس سے
تسبیح و تہلیل و تکبیر کی اور تلاوت قرآن کی آواز سُنائی دی۔ زیادہ پاس گیا تو سُنا
کہ غار میں سے آواز آئی کہ اے علی بن صالح طالقانی خدا تجھپر رحم کرے۔ اندر آ۔ داخل
کہف ہوا تو ایک مرد عظیم الشان فربہ اندام۔ کشادہ پیشانی۔ فراخ چشم وہاں دکھائی دیا
میں نے سلام کیا۔ اس بزرگ نے جواب سلام دیا۔ اور فرمایا اے علی تو معدن کنوز سے
ہو کر تشنہ و گرسنہ خوف میں مبتلا رہا۔ اگر حق تعالی تجھپر رحم نہ کرے اور اس مہلکہ سے
نجات نہ دے اور آب سرد و شیریں نہ پلائے تو تو ہلاک ہو گیا تھا۔ اے علیؔ ہم کو وہ
ساعت معلوم ہے جس میں تو سوار ہوا اور جتنے عرصہ دریا میں رہا اور جسوقت تیرا جہاز
ٹوٹا اور جبتک موجیں تجھکو ادھر اُدھر لئے پھریں۔ اور تو نے اُکتا کر ارادہ کیا کہ اپنے تئیں
دریا میں ڈالدے۔ تاکہ اس مصیبت سے جس میں مبتلا ہے نجات پائے اور جب تو نے
اس آفت سے نجات پائی اور خشکی میں دو قبول صورتیں تیری نظر پڑیں اور طائر عظیم
الخلقۃ تیرے قریب آکر گرا۔ اور تجھکو دیکھکر آسمان کی طرف اُڑا۔ اب آؤ اور یہاں بیٹھو
رحمت خدا ہو تیرے اوپر۔ میں نے ان کا کلام سُنا تو کہا برائے خدا یہ تو بتلائیے کہ آپکو
ان امور کی کس نے اطلاع دی۔ کہا عالم الغیب و الشہادہ نے جو تجھکو ماں کے پیٹ میں
دیکھتا تھا۔ پھر کہا تو بھوکا ہے۔ یہ کہا اور لبوں کو حرکت دی۔ اُسی وقت ایک خوان خوان
پوش سے ڈھکا ہوا آگے آکر رکھا گیا۔ سر پوش اُٹھا کر کہا آؤ اور اس عطیۂ خدا کو
تناول کرو۔ میں نے کھایا سُبحان اللہ ایسا کھانا میں نے کاہے کو کھایا تھا۔ پھر نہایت
شیریں و لذیذ پانی پیا۔ بعد ازاں انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے علی اپنے

وطن کو جانا چاہتا ہے۔ کہا وطن کجا اور میں کہاں۔ میں کیونکر وہاں جا سکتا ہوں فرمایا اللہ کے نزدیک کچھ بعید نہیں وہ ہمارے دوستوں کی عزت کرتا ہے۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور کہا الساعۃ الساعۃ اُسی وقت ایک پارۂ ابر در غار پر اُترا اس میں سے آواز آئی۔ سلام ہو تم پر اے ولی خدا اور حجۃ اللہ۔ فرمایا تیرے اوپر بھی سلام ہو اے سحاب فرماں بردار۔ کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہا فلاں مقام کے لئے مامور ہوں اسی طرح اور چند قطعات ابر آئے۔ آخر ایک پر ضیا و روشن ابر آیا۔ اُس نے سلام کے بعد ظاہر کیا کہ طالقان جانے پر تعینات ہوں۔ فرمایا زمین پر اُترو۔ اور میرا شانہ پکڑ کر اسپر سوار کیا۔ اس وقت میں نے عرض کی۔ میں تم کو اللہ جل شانہ اور حضرت خاتم النبیین اور ان کی آلِ طاہرین کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم کون بزرگ ہو۔ اس شرف عظیم کے ساتھ۔ فرمایا اے پسر صالح مگر نہیں جانتا کہ زمین حجۃ خدا سے خالی نہیں رہتی۔ امام ظاہر یا غائب ضرور موجود رہتا ہے۔ میں حجتِ خدا ظاہر و باطن کا اور عہد رسول اور اُس کی شریعت کا پہونچانے والا موسیٰ بن جعفرؑ امام ابن امام ہوں۔ پس ابر کو طیران کا حکم دیا وہ مجکو لے کر اُڑا۔ اور ایک طرفۃ العین میں طالقان کے اُس کوچہ میں جہاں میرا مکان تھا جا پہونچا نہ احساس الم ہوا نہ دہشت معلوم ہوئی۔ رشید نے یہ ماجرا سُنکر اس کو قتل کرا دیا تاکہ یہ خبر مشہور نہ ہونے پائے۔

ہارون نے گستاخی کر کے ہاتھ کے ہاتھ سزا پائی کشف الغمہ میں ہے کہ ہارون نے ایک مرتبہ ایک طبق پُر از سرگین مشابہ با انجیر سر بستہ اپنے ایک معتمد کے ہاتھ خدمت امام الانس والجن موسیٰ بن جعفرؑ کے بھیجا اور مقصود اس کا اس فعل سے استخفاف و اہانت آنجناب تھی۔ طبق سامنے آیا اور آپ نے سرپوش اسپر سے اُٹھایا تو بفضل خدا و اعجازِ امام دوسرا سے وہ سرگین پلید انجیر نفیس و شیریں و خوشبو بن گئے۔ آپ نے چند دانے اس میں سے اُٹھائے اور تناول فرمائے پھر چند دانے

ملازم ہارون حامل طبق کو کھلائے۔ مابقی ہارون کو واپس کئے۔ حامل نے قصہ انجیروں کے کھانے کھلانے کا بیان کیا۔ ہارون نے دیکھا تو فی الواقع عمدہ انجیر تھے ہاتھ میں لیکر تحقیق کیا مطلق شک نہ رہا۔ ایک دانہ مُنہ میں رکھا۔ اس کے مُنہ میں جاتا تھا کہ بدستور لید پلید بن گیا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں ؎

چہ صنع بود کہ انجیر شد بخدمت او پلید گشت چو ہاروں گذاشتش بدہاں

صاحب کشف الغمہ علی بن عیسی الاربلی رہ کہتے ہیں کہ مجکو اس خبر میں نظر ہے کیونکہ رشید ہرچند آنحضرت ؑ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ مگر آپ کی شرافت و بزرگی کو پہچانتا۔ آپ کی اس قدر تذلیل کا روادار نہ تھا۔ اور گو وہ آپ کی وجہ سے اپنے ملک و بادشاہی کو خطرے میں پاتا تھا مگر یہانتک آپکی اہانت گوارا نہ تھی۔ اور جناب موسیٰ ؑ بھی ایسے نہ تھے کہ طبق کو بایں ارادے اس کی طرف واپس کریں کہ انجیر اس کے مُنہ میں لید ہو جائے۔ خاصکر جبکہ اس کے قید میں تھے۔ اور تقیہ کرنا ان کا دین و مذہب تھا۔ اور اپنے عفو و درگزر کی وجہ سے کاظم ؑ کے لقب سے مشہور تھے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ مصنف کشف الغمہ کا یہ استبعاد بے وجہ ہے۔ ہارون و دیگر خلفاء معاصرین ائمہ طاہرین آنحضرات کی آبروریزی اور جان سے مار ڈالنے کے متمنی رہتے تھے۔ خاصکر ہارون کی خباثت سے ذرا بعید نہیں کہ اس نے اس اہانت کا قصد کیا ہو۔ دشمن کے مر جانے پر عموماً غصہ اور کینہ کم ہو جاتا ہے۔ مگر ہارون نے آپ کے قتل کرنے پر بھی بس نہیں کی۔ جنازے کی دل کھول کر بے حرمتی کرائی جس کا بیان آگے آتا ہے۔ اور یہ بات کہ حضرت ؑ اسکی قید میں تھے۔ آپ کو تقیہ چاہئے تھا سو ممکن ہے کہ یہ واقعہ اُسوقت کا ہو جبکہ اپنے قرب قتل پر متیقن اور شرائط تقیہ آپ سے برطرف ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس حالت کا بیان آپ نے اپنے ایک شیعہ (علی بن سوید) کے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ تعجب ہے کہ مصنف کو اگلے پچھلے خلیفوں کی بے عنوانیاں

جو وہ آنحضرات ائمہؑ کے ساتھ کرتے تھے فراموش ہو گئیں۔ یزید پلید اور عبداللہ بن زیاد نے جو حضرت سید الشہداؑ اور ان کے حرم محترم کے ساتھ سلوک کئے کہ ان کو با نیزہائے سریاں کوفہ و شام کے بازاروں میں پھرایا۔ یاد نہ رہے۔ مصنف آگے چلکر خود فرماتے ہیں اما فعل الاواخر بموسی کما فعل الاوائل بالحسینؑ کیا پچھلوں نے امام موسیٰؑ کے ساتھ وہی کام نہیں کیا جو اگلوں نے حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

انقیاد اجنہ با آنحضرت صلوات اللہ علیہ

جنوں کی خلقت نار سے ہے جیسے کہ انسان میں ارضیت غالب ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ نور آتش سے ملائکہ پیدا ہوئے اور اس کی حدت وحرارت سے جنات وجود میں آئے۔ اور دخان سے شیاطین خلق کئے گئے۔ بہر کیف یہ امر ثابت ہے کہ حضرت آدمؑ سے پہلے جنات اس زمین پر آباد تھے۔ حق تعالیٰ نے جناب ابوالبشر کو پیدا کیا اور آنحضرت کی ذریت شرق و غرب زمین میں پھیلی۔ تو یہ قوم دریاؤں میں اور پہاڑوں پر چلے گئے۔

کتاب مستطرف تصنیف شیخ شہاب الدین الشبی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اجنہ کو سلیمانؑ بن داؤدؑ نبی کے لئے مسخر کیا تو جبرئیلؑ نے بحکم رب جلیل منادی کی کہ اے معاشر اجنہ و شیاطین سلیمان پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو۔ سنتے ہی اس صدا کے تمام بنی جان و شیاطین بنوں جنگلوں پہاڑوں سمندروں سے سمٹ کر لبیک کہتے ہوئے چلے۔ ملائکہ ان کو اس طرح ہنکاتے تھے۔ جیسے چرواہے بھیڑ بکریوں کو۔ حتیٰ کہ مطیع و ذلیل آنحضرتؑ کے سامنے لائے گئے۔ آپ نے ان کی مختلف صورتوں اور رنگوں میں نگاہ کی۔ کوئی سرخ تھا۔ کوئی زرد۔ کوئی سبز۔ کوئی

سفید۔ کوئی چت کبرا۔ اور سب حیوانات کی صورتوں پر۔ کسی کا سر شیر کا تو بدن فیل کا کوئی خرطوم و دُم رکھتا تھا۔ کسی کے سینگ اور کھر تھے۔ نبیِ خدا سلیمانؑ ان کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور سجدۂ شکر بدرگاہِ خدا بجالائے اور دعا کی کہ ان کے قلوب میں آنحضرتؑ کی ہیبت جاگزیں ہو۔ پھر ان کو مختلف کاموں میں لگا دیا کہ کوئی پتھر تراشے۔ کوئی لکڑی کاٹے۔ کوئی معدنیات نکالے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ یہ ہماری بخشش ہے پس ممنون ہوا ئے پسر داؤد اور اس کو تھام بے حساب۔

پستر واضح رہے کہ نیکانِ اجنہ سے بعض عہدِ کرامت مہد حضرت رسالت پناہؐ میں آنحضرتؐ سے کلام اللہ سُنکر مُسلمان ہو گئے تھے۔ اور اشرار ان کے تیغ صاعقہ بار حیدرِ کرار سے فی النار ہوئے۔ باقی کو طوعاً و کرہاً حلقۂ اسلام میں داخل ہونا پڑا۔ اس کے بعد یہ گروہ مُومنین کا اور ان کی اولاد وقتاً فوقتاً حضرت امیر المومنینؑ و دیگر ائمہ طاہرین کی خدمات عالیہ میں حاضر ہو کر اپنی مشکلات کو آنحضراتؑ سے حل کراتا تھا۔ چنانچہ حالات ان کے موقعہ بموقعہ اس سلسلہ کے ناظرین پڑھتے رہے ہیں یہاں موضوع کتاب ہذا امام السابع جناب کاظمؑ کی نسبت جو کتب معتبرہ میں دیکھا گیا ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

صبیان الجن جنوں کے لڑکے موسی بن بکر کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوالحسنؑ اوّل نے چند ضروریات ایک پرچہ کاغذ پر لکھ کر دیں کہ اس کو پڑھکر مہیا کر دو میں نے وہ رقعہ مُصلّے کے نیچے رکھ لیا۔ اور اس کی تعمیل میں مجھے سُستی واقع ہوئی پھر جو حاضر خدمت ہونے کا اتفاق ہوا تو وہ پرچہ دست مبارک میں تھا مجھ سے فرمایا کہ وہ ہمارا کاغذ کہاں ہے۔ عرض کی گھر پر ہے۔ فرمایا اے موسیٰ میں جس امر کا تمکو حکم دوں اس کو جلد بجالاؤ۔ ورنہ میں ناراض ہوں گا۔ اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ

وہ رقعہ حضرت ؑ کو جنوں کے لڑکوں نے لا کر دیا ہے۔

جن سانپوں کی شکل میں

ابراہیم بن وہب نے مقام عُریض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ چلتے چلتے قصر بنی سراۃ کے قریب پہونچکر وادی میں اُترنے لگے تو ایک آواز کان میں آئی۔ آواز دینے والا دکھائی نہ دیا کہ اے ابو جعفر تمھارے امام قصر کے پشت پر سد کے قریب ہیں۔ ان کے پاس پہونچو تو میرا بھی سلام ان کو پہونچاؤ۔ ابراہیم نے کہا میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ پڑا۔ دوبارہ وہی آواز بعینہٖ الفاظ آئی اور کہنے والے کا کہیں نشان نہ تھا تیسری مرتبہ پھر سُنی۔ اس وقت تو ابراہیم کے بدن پر مارے خوف کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ میں بدستور وادی میں جا رہا تھا۔ یہانتک کہ اُس راستے پر جو قصر کے پس پشت کو تھا ہو لیا۔ اور قصر میں داخل نہوا۔ پس سد کے قریب جس طرف کو کیلے کے پیڑ تھے چلا اور تالاب کا ارادہ کیا۔ اس کے پاس پہونچا اس سانپ پھن اُٹھائے دکھائی دیے۔ کان لگا کر سُنا تو گفتگو کی آواز سنائی دی۔ میں نے جوتوں کو زمین پر مارا کہ میری آہٹ معلوم ہو جائے۔ اُسوقت حضرت ابوالحسن ؑ کی کھنکھار سُنی میں نے بھی کھنکھار کر حضرت ؑ کا جواب دیا اور آگے بڑھا تو ایک سانپ درخت کی شاخ سے لپٹ رہا تھا۔ حضرت ؑ نے فرمایا چلا آ۔ تیرے لئے کوئی ضرر نہیں۔ پس وہ سانپ درخت سے چھوٹ کر حضرت ؑ کے شانے پر آگیا۔ اور اپنا منہ گوش مبارک کی برابر کر کے چرچرانے لگا۔ آپ نے فرمایا ہاں میں تمھارے درمیان فیصلہ کر چکا ہوں جو اسکے خلاف کرے گا ظالم ہے اور جو دُنیا میں ظلم کریگا اُس کے لئے عذاب جہنم موجود ہے۔ اور میں جو اس کو سزا دونگا جُدا ہے۔ عذاب شدید کیا جائے گا۔ اور اس کا مال منال ضبط ہو گا۔ تاوقتیکہ توبہ نہ کرے۔

راوی کہتا ہے اُس وقت میں نے کہا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں کیا تمھاری

طاعت اُن پر (جنوں پر) بھی فرض ہے۔ فرمایا قسم ہے اُس خدائے عزّوجل کی جسنے محمد مصطفےٰ ؐ کو نبوت سے مخصوص کیا اور علی مرتضیٰؑ کے واسطے وصایت و ولایت مقرر مقرر کی اے معشر الانس یہ تمھاری نسبت ہمارے زیادہ مطیع ہیں وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ اور وہ قلیل ہیں یعنی اطاعت گزار ان سے تھوڑے ہیں۔

اطاعت حیوانات

ہارون بن موفق مولائے امام موسیٰ کاظمؑ کا بیان ہے کہ میں ایک روز اپنے سیّد و سردار ابوالحسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ ہم کو آج اپنی املاک کی طرف چلنا ہے سوار ہو جاؤ۔ میں نے ایک مقام پر سبزہ زار میں جوئے آب کے کنارے پر ایک تنبوٹی ڈال رکھی تھی۔ وہاں جاکر حضرتؑ کا انتظار کرنے لگا۔ اور آپ کے لئے ایک اور چھوٹا خیمہ لگوا دیا۔ تھوڑی دیر میں گھوڑے پر سوار وہاں تشریف لائے۔ میں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ اترے میں نے باگ تھامنی چاہی۔ مجھے نہ دی۔ خود لگام دہنِ اسپ سے نکال کر خیمہ کے طناب پر ڈال دی۔ اور بیٹھکر باتیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر میں گھوڑا ہنہنایا ہنسکر کچھ فارسی میں جواب دیا۔ گھوڑا سر اُٹھائے وہاں سے چلا اور کھیتوں و نالیوں سے گزرتا ہوا کھلے میدان میں جاکر پیشاب کیا اور اپنی جگہ آکر کھڑا ہو گیا۔ اُس وقت میری طرف نظر کرکے متبسّم ہوئے اور فرمایا ما اعطی داؤدؑ وال داؤدؑ شیئاً الا وقد اعطی محمدؐ وال محمدؐ اکثر منہ۔ جو کچھ داؤد اور آلِ داؤد کو عطا ہوا ہے۔ محمد و آلِ محمد کو اس سے زیادہ عطا ہوا ہے۔

مادہ شیر کے لئے دعاء سہولت ولادت

بطائنی کہتے ہیں کہ ایک روز موسیٰ بن جعفرؑ بیرونِ شہر مدینہ اپنے ایک مزرعہ کو تشریف لے چلے۔ میں ہمراہ

رکاب ہوا حضرت فاطر پر میں حمار پر سوار تھا۔ دریں اثنا کہ ہم چلے جا رہے تھے راہ میں ایک شیر ہمارے سامنے آیا۔ میں جھجک کر پیچھے کو ہٹا۔ لیکن حضرت بلا دھڑک آگے بڑھے چلے گئے۔ اُس وقت دیکھا میں نے کہ شیر آپ کے آگے تذلل و انکسار کرنے اور آہستہ آہستہ کچھ بولنے لگا۔ آپ نے باگ روک لی جیسے کہ اسکی باتیں سُننا چاہتے ہیں۔ پس شیر نے دونوں ہاتھ خچرّ کے پٹھوں پر رکھ دئے۔ میں دور سے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اور بہت ڈر رہا تھا۔ بارے شیر وہاں سے جدا ہوا تو آپ نے رو بقبلہ ہو کر زیر لب کچھ دعا کی جسکو میں نہ سمجھا۔ پھر اشارہ کیا شیر کو چلے جانے کا۔ تب وہ دیر تک کرتا اور بولتا رہا۔ آپ اسپر آمین کہتے تھے۔ بعد ازاں شیر ایک طرف کو چلا گیا اور آپ نے اپنا راستہ لیا۔ دور جا کر میں سواری سے ملا۔ اور عرض کی فدا ہوں حضرت پر یہ کیا معاملہ تھا۔ کیسا یہ شیر تھا مجکو تو بڑا اندیشہ ہوا اور سخت حیران تھا۔ فرمایا اس کی مادہ پر ولادت دشوار ہو رہی تھی یہ اس کی شکایت لے کر آیا تھا اور خواستگار دعا تھا۔ میں نے اس کے لیئے دُعا کی اور مجکو الہام ہوا کہ اس کے بچہ پیدا ہوا۔ اسکی اُس کو خبر دی تو خوش ہوا۔ اور بولا حفظ و حمایت خدا میں تشریف لے جائیے۔ خدا آپ پر اور آپ کی ذریت پر اور دوستوں و شیعوں پر کسی درندے کو مسلط نہ کرے۔ میں نے اس دُعا پر آمین کہی۔

استجابتِ دعوات

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے نقل کیا ہے کہ ایک غلام آزاد کردہ امام جعفر صادق ؑ نے کہا۔ ہم سفر بصرہ میں حضرت موسیٰ کاظم ؑ کے ساتھ تھے۔ شہر کے قریب پہونچے تو دریا میں تلاطم پیدا ہوا۔ اور موجیں اُٹھنے لگیں۔ ہمارے پیچھے ایک اور کشتی آرہی تھی اُس میں دُلہن سوار تھی جسکو شوہر کے گھر لے جا رہے تھے وہاں

... آپ نے فرمایا یہ شور کیسا ہے۔ عرض کی
یہ بارات ہے دلہن بیاہ کر لائے ہیں۔ تھوڑی دیر میں چیخیں سُنائی دیں۔ فرمایا یہ کیا
ہے؟ معلوم ہوا کہ دلہن نے پانی لینے کو دریا میں ہاتھ ڈالا تھا۔ اس کا کنگن سونے
کا دریا میں گر گیا۔ بیقراری میں وہ فریاد کرتی ہے۔ فرمایا کشتی کو روکو اور اُس کشتی
کے ملاح کو بھی کہو کہ ٹھہر لے۔ کشتیاں روک لی گئیں۔ کنار کشتی پر تکیہ کر کے کھڑے
ہوئے اور کچھ کلمات آہستہ زیر لب کہے۔ پھر فرمایا کہ ملاح لنگی باندھ کر دریا میں اُتر پڑے
اور کنگن اُٹھا لائے۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پانی دریا کا بہت کم ہو گیا ہے اور کنگن تہِ آب
صاف دکھائی دے رہا ہے۔ ملاح اُترا اور کنگن اُٹھا لایا۔ فرمایا اس عورت کو دیدو اور
کہو شکر خدا بجا لائے۔ پس کشتیاں روانہ ہوئیں۔ بھائی آپ کے اسحاق بن جعفر حاضر
تھے۔ عرض کی فدا ہوں جو دعا آپ نے آہستہ پڑھی مجھکو بھی بتا دیجئے۔
فرمایا اچھا لکھ لو۔ مگر جو اسکا اہل نہو اُسے تعلیم نہ کرنا۔ یہ کہہ کر دعا[1] لکھوا دی۔

مناقب میں ہے کہ خلفاء سے ایک خلیفہ (مراد ہارون غالبًا) ہیضہ میں مبتلا ہوا۔

---

[1] دعا یہ ہے۔ یا سابق کل فوت یا سامعًا لکل صوتٍ قوی او خفی یا محیی النفوس بعد
الموت لا تغشاک الظلمات الحندسیة ولا تشابہ علیک اللغات المختلفة ولا
یشغلکَ شیٔ عن شیٔ یا من لا یشغلہ دعوة داعٍ دعاہُ من السّماء یا
من لہٗ عند کل شیٔ من خلقہ سمع سامع وبصر نافذ یا من لا تغلطہ کثرة
المسائل ولا یبرمہ الحاح الملحّین یا حی حین لا حیّ فی دیمومِ ملکہ وبقائہٖ
یا من سکن العُلیٰ واحتجب عن خلقہ بنورہ و یا مَن اَشرَقَت لنورہ دجی
الظلم اسئلک باسمک الواحد الاحد الفرد الصّمد الّذی ہو من جمیع
ارکانک صل علی محمّد واھل بیتہ۔

بختیشوع نصرانی شاہی طبیب نے بہت سے علاج کئے کچھ نفع نہوا۔ اس سے اسکی بابت کہا گیا تو اس نے ایک شے منجمد لی اور اُسپر دوا ڈالی وہ رقیق پانی بن گئی۔ پھر ایک دوا پانی میں شامل کی وہ مثلِ برف منجمد ہوگیا۔ اور کہا دوا میں یہ قدرت ہے کہ بستہ کو رقیق رقیق کو منجمد کر دیتی ہے۔ مگر خلیفہ کا مرض لاعلاج ہے۔ اس کے لئے کوئی مستجاب الدعوۃ مقبولِ بارگاہِ احدیت ہو وہ دعا کرے اسکے سوا کوئی چارہ نہیں۔ خلیفہ نے کہا موسیٰؑ بن جعفرؑ کو بلاؤ حضرت تشریف لے گئے۔ قریب پہونچے تو اسکے چیخنے چلّانے کی آواز سُنی۔ دُعا کی اسکو شفا ہوئی اور مرض جاتا رہا۔ سامنا ہوا تو عرض کی آپ کو اپنے جدّ محمد مصطفیٰ صلعم کی قسم ہے فرمائیے کن الفاظ سے آپ نے دعا کی۔ فرمایا میں نے کہا تھا اللّٰھمّ کما اریتہ ذلّ معصیتہ فارہ عزّ طاعتی۔ پروردگارا جس طرح تو نے اس کو اسکی عصیان و نافرمانی کی ذلّت دکھائی۔ میری طاعت و فرماں گزاری کی عزّت بھی اس کو مشاہدہ کرا۔ بمجرّد اسکے تجھکو شفا ہوئی۔

حقیر مؤلف کہتا ہے جن مختصر لفظوں میں یہ دعا کی گئی اور جس بلاغت سے ادا کی گئی ہے۔ اس سے بہتر دوسرا طریقہ دعا کا نہیں ہوسکتا۔ جس خوبی کی دعا ہے ویسا ہی اسکا ذکر کرنا خلیفۂ عاصی کے لئے بلیغ موعظہ بھی ہوسکتا تھا۔ مگر ؎

باسیہ دل چہ سود گفتنِ وعظ   نرود میخِ آہنی در سنگ

اس سنگدل خلیفہ پر اسکا اثر نہوا۔ اور جو اثر ہوا تو دیر تک باقی نرہا۔

ایک مفلس کا مالدار ہونا

ابراہیم بن صالح نے ایک مرد اولاد جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا۔ مدینہ میں ہمارے ہمسائے ایک شخص اہلِ حرفہ سے رہتا تھا جو ابوالتمقام کے نام سے مشہور تھا وہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ کی خدمت میں آکر اپنے پیشہ کی شکایت کرنے لگا کہ کوئی میرے پاس کام نہیں لاتا۔ تاکہ اس کو بناکر اپنا پیٹ پالوں۔ حضرت نے اس سے کہا کہ نمازِ صبح کے بعد جو دعائیں پڑھے ان کے

آخر دس مرتبہ یہ فقرہ کہا کر سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ واسئل من فضلہ۔ ابو القمقام کہتا ہے کہ میں نے اپنا یہ معمول کر لیا۔ قسم خدا کی تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ کچھ لوگ بازار سے میرے پاس آئے اور مجکو ایک مرد کے مرنے کی خبر پہونچائی جو میرے قبیلہ سے تھا۔ اور میرے سوا کوئی وارث نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے وہاں جا کر اس کی میراث حاصل کی۔ اور اتنا مال پایا کہ غنی ہو گیا۔

حرز امام موسیٰ کاظمؑ کتاب مہج الدعوات سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ میں ہے کہ ہارون دون نے امام موسیٰؑ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو فضل بن ربیع اپنے حاجب کو بلا کر کہا کہ تجھ سے میری ایک حاجت ہے اس کو روا کر۔ اسکے جلدو میں ایک لاکھ درہم تجھ کو عطا کروں گا۔ فضل سجدے میں جھک گیا کہ امیر المومنین کا حکم ہونا چاہئے نہ کہ سوال یہ تاکیدی فرمان ہے جسکی تعمیل میرے ذمّہ واجب ہے۔ ہارون نے کہا میں نے حکم دیدیا کہ ایک لاکھ درہم تیرے گھر پہونچا دئے جائیں۔ مدعا یہ ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ کے مکان پر جاکر ان کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آ۔ فضل نے کہا میں حاضر خدمت ہوا تو آپکو مشغول نماز پایا۔ میں بیٹھ گیا تا اینکہ فارغ ہوئے اور متبسم ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے ارشاد کیا کہ مجھے علم ہے جس امر کے لئے تو اس وقت میرے پاس آیا ہے۔ لیکن مجھے اتنی مہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ میں نے کہا آپ نماز پڑھ لیں پس آپ نے کامل وضو فرمایا اور دو رکعت نماز بجا لائے جن میں رکوع وسجود کو خوبی کے ساتھ بوجہ کمال ادا کیا۔ نماز پڑھ کر یہ حرز (بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ اکبر اللہ اکبر الخ۔ مہج الدعوات میں تمام مذکور ہے) پڑھا۔ اسکا پڑھنا تھا کہ مکان خالی نظر آنے لگا۔ کچھ معلوم نہ ہوا کہ زمین میں چلے گئے یا آسمان پر اُڑ گئے۔ میں پلٹ کر ہارون کے پاس آیا اور حال گزشتہ اس سے بیان کیا۔ ہارون یہ ماجرا سنکر رونے لگا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کو خدا نے مجھ سے پناہ دی۔

دیگر۔ نیز مہج الدعوات میں علی بن یقطین سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں ہارون کے پشت سر پر کھڑا تھا کہ اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ کو طلب کیا اُس وقت وہ بہت غیظ و غضب میں تھا۔ اور ارادہ ان کے قتل کا رکھتا تھا حضرتؑ تشریف لائے تو لبہائے مبارک ساتھ دُعا کے جنبش کرتے تھے۔ پس دیکھا میں نے کہ ہارون آپ سے بلطف و مدارا پیش آیا۔ اور واپس جانے کی اجازت دی۔ بعد ازاں میں نے ایک بار خدمت میں اپنے مولیٰ اور آقا امام موسیٰؑ کے عرض کیا کہ حضورؑ نے کونسی دعا اسوقت پڑھی تھی کہ اس اظلم کا غصہ فرو ہوگیا۔ فرمایا میں نے اُس وقت دو دعائیں پڑھی تھیں ایک دعائے خاص[1] اللّٰھم انک حفظت الغلامین لصلاح ابویھما فاحفظنی لصلاح آبائی۔ دوسری دُعا عام یعنی اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَکْفِیْ مِنْ کُلِّ اَحَدٍ وَلَا یَکْفِیْ مِنْکَ اَحَدٌ فَاکْفِنِیْہِ بِمَا شِئْتَ وَکَیْفَ شِئْتَ وَاَنّٰی شِئْتَ برحمتک انہی کا اثر تھا کہ اس کا غصہ فرو ہوا۔ اور مجکو واپس ہونے کی اجازت دی۔

[1] دعائے خاص۔ پروردگارا تونے دو لڑکوں کی ان کے والدین کی نکوئی و صلاح کے سبب سے حفاظت کی۔ میرے آبا طاہرین کی وجہ سے میری حفاظت کر۔

دعائے عام۔ خداوندا تو ہر شخص کے لئے کافی ہے۔ اور کوئی تیرے لئے کفایت نہیں کرتا۔ پس اے پروردگار میرے لئے کافی ہو جس سے کہ چاہئے۔ اور جسطرح کہ چاہئے اور جہاں کہ چاہئے اپنی رحمت کاملہ سے۔ ممکن ہے کہ پہلی دُعا کو خاص اس لئے کہا ہو کہ اس میں موسیٰؑ و خضرؑ کے خاص اُس قصے کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں ان کی دیوار گرنے سے بچائی گئی تھی۔ دوسری دعا میں کوئی خاص بات نہیں۔ یا یہ کہ پہلی میں اپنے آبائے طاہرینؑ کا واسطہ دیکر دعا مانگی گئی ہے جو مخصوص آنحضرتؐ کے لئے ہے دوسرا اس عبارت سے دعا نہیں کرسکتا۔ دعائے ثانی عام ہے سب کے لئے ۱۲ منہ

شمائل فرخندہ خصائل آنحضرت صلوات اللہ علیہ

قدمیانہ سے ذرا نکلتا۔ بدن چھریرا۔ رنگ کھلا گندم گوں شدتِ گرما میں بوجہ حرارتِ مزاج قدرے سانولا دکھائی دیتا۔ ریش مبارک گنجان۔ دندان کشادہ۔ سینہ فراخ۔ روئے خنداں۔ تنہائی پسند طبیعت واقع ہوئی تھی کہ آدمیوں کی چق چق بق بق سے علیحدہ رہنا مرغوب خاطر تھا۔ شملہ صوف کا اکثر اوقات پارچوں کے اوپر رکھتے۔ نعلین پہن کر سفر کرتے۔ کبھی برہنہ پا جاتے حلم میں یکتا۔ بذل و عطا میں بے نظیر فصلوات اللہ علیہ وعلی اٰبائہ الکرام واولادہ العظام

نقش خاتم

بروایت امام رضاؑ حسبی اللہ یعنی خدا میرے لئے کافی ہے۔ اور اس میں نگینہ کے نیچے کی طرف گلاب کا پھول اور اوپر ہلال کی صورت بنی ہوئی تھی اور حسن بن خالد نے کہا کہ آٹھویں امام نے مجھ سے فرمایا کہ میرے باپ کی انگوٹھی کا نقش حسبی اللہ تھا۔ پھر کفِ مبارک کھول کر وہ انگوٹھی مجھکو دکھائی۔ یہی کلمہ اس پر منقوش تھا۔ بروایت دیگر الملک للہ وحدہ اس پر لکھا تھا۔ بقولے یہ کلمات تھے کن من اللہ علی حذر یعنی قہرِ خدا سے ڈرتا رہ۔ بموجب ایک قول کے انگشتری مبارک بعینہ امیر المومنینؑ کی انگوٹھی تھی اور للہ الملک اُس پر کندہ تھا۔ صورت جمع ان مختلف روایتوں کی وہی ہے جو ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ ہر ایک حضرات کے پاس متعدد انگشتریاں ہوتی تھیں جس نے جو دیکھی اُسی کو روایت کیا۔ یا باختلاف ازمنہ انگشتریاں بدلتی رہتی تھیں۔

لہ نقش نگین ائمۂ معصومین علیہم السلام کہ شاہان دنیا و دین ہیں بمنزلہ مہر شاہی و سکۂ سلطنت ظاہری سلاطین کے سمجھنے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات علماء نے نقش ہائے انگشتر آنحضرات کو باوجود اختلافات کے بہت احتیاط سے ضبط کیا ہے۔

شاعر مدّاح سید حمیری۔ دربان مفضل بن عمر جعفی۔ ثقات و معتمدان آنجناب حسن بن علی فضال کوفی مولی تیم الرباب عثمان بن عیسی داؤد بن کثیر رقی مولی بنی اسد و علی بن جعفر صادق ؑ برادر آنجناب۔

اور خواص اصحاب علی بن یقطین مولی بنی اسد۔ ابو الصّلت عبد السّلام بن صالح ہروی۔ اسمٰعیل بن مہران۔ علی بن مہزیار فارسی ثم الاہوازی۔ ریّان بن صلت خراسانی احمد بن محمد حلبی۔ موسی بن بکیر واسطی۔ ابراہیم بن ابی البلاد کوفی۔ ہکذا فی المناقب

دُعاءِ آنحضرت صلوات اللہ علیہ

جو دعائیں کہ وہ حضرت بوقت مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات پڑھتے تھے بکثرت ہیں بعض ان سے پیشتر اس کتاب میں گزریں اور کسی قدر آگے آئیں گی مگر جن کا زیادہ ورد تھا اور مداومت فرماتے تھے وہ یہ ہیں۔ یاخالق الخلق ویاباسط الرزق ویافالق الحبّ ویابارئ النّسم ومحی الموتٰی وممیت الاحیاء یادائم الثبات یامخرج النبات افعل بی ما انت اھلہ فانك اَھلُ التقوٰی واھل المغفرۃ

و دیگر اللّٰھم انی اسئلك الراحۃ عند الموت والعفو عند الحساب۔ اور آخر دعا میں بار بار کہتے عظُم الذنب من عبدك فَلْیحسُن العفوُ من عندك۔ اور ہواؤں کے چلنے کے وقت کہتے اللّٰھمّ اجعلھا علینا رحمۃً وعلی الکافرین عذابًا وصلی اللہ علی محمّد وآل محمد۔ اور عقیقہ کے وقت کہتے بسم اللہ وباللہ اللّٰھم ھذہٖ عقیقۃ عن فلان لحمھا بلحمہ ودمھا بدمہ وعظمھا بعظمہ اَللّٰھمّ اجعلہ وقاءً لآل محمّد علیھم السّلام۔

توسّل بآنحضرت ؑ شفا از امراض ظاہری و باطنی وصحت و سلامتی آنحضرت ؑ کی وسیلہ جوئی سے منوط ہے۔ اس طریق پر کہ کہے اللّٰھمّ انی اسئلك بحق ولیك موسیٰ ؑ

بن جعفرؑ الاّ ما عافیتنی فی جمیع جوارحی ما ظہر منہا وما بطن ودفعت عنی جمیع الالام والاسقام یا جواد یا کریم یا ارحم الراحمین۔

مرض شدید ہو خصوصًا اطفال کو تو تھوڑا سا نقد نذر آنحضرتؑ کی نکال کر بیمار کے سرہانے رکھیں۔ صبح لے کر اسے تصدق کریں اور آپ سے استشفا کریں فورًا شفا ہوگی۔ یہ عمل درد چشم و دردِ اعضا میں خاصکر مجرب ہے۔ جنات الخلود

ازواج و اولاد آنحضرتؑ

ازواج منکوحہ بی بی کوئی نہ تھی۔ تمام اولاد کنیزان اُمہاتِ اولاد کے بطن سے پیدا ہوئی اور اسمار گرامی ان امہاتِ اولاد کے بھی سوائے جناب تکتم والدہ ماجدہ امام رضاؑ و اسحاق وغیرہ کے دریافت نہیں ہو سکے۔ اور اس سے کوئی نقص وعیب (نعوذ باللہ منہا) آنجناب کی طرف عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل سلسلۂ اولاد باپ کی جانب سے ہے اور وہ حضرات بہرکیف نجیب ترین نجباء ہیں۔

اولاد باعتبار تعداد اولاد جناب کاظمؑ اکثر ائمہ علیہم السلام سے سبقت لیگئے ہیں بلکہ ائمہ دوازدہ گانہ سے سوائے امام دوازدہم صاحب العصر کے کہ ان کا حال معلوم نہیں کسی امام کے اس قدر کثیر اولاد نہیں تھی جتنی آنحضرتؑ کے ہوئی۔ حتی کہ بقول بعض اہل سنت تعداد آپ کی اولاد کی ساٹھ[60] کو پہونچی تھی۔ مگر مشہور میانِ علمار شیعہ سنتیس[37] ہے بقولے اڑتیس[38]۔ از انجملہ ذکور بدین تفصیل۔ علی[1] بن موسی الرضا علیہما السلام۔ ابراہیم[2]۔ عباس[3] قاسم[4]۔ مختلف ماؤں سے احمد[5]۔ محمد[6]۔ حمزہ[7]۔ ایک ماں سے۔ اسمٰعیل[8]۔ جعفر[9]۔ ہارون[10] حسن[11]۔ ایک ماں سے ہیں[1] عبداللہ[12]۔ اسحاق[13]۔ عبیداللہ[14]۔ زید[15]۔ حسن[16]۔ فضل[17]۔ سلیمان[18] یہ اٹھارہ اشخاص وہ ہیں جو علامہ طبرسی نے اعلام الورٰی میں ذکر کیے ہیں مگر ارشاد

[1] جامع اوراق حقیر العاصی مظہر حسن سید صادق حسن بن سید شہامت علی الموسوی السہارنپوری

(باقی برصفحہ آئندہ)

شیخ مفید میں باضافہ حسین بعد سلیمان انیس[19] مذکور ہوئے ۔ مگر مناقب ابن شہر آشوب میں سلیمان کو ان میں سے کم کر کے یحییٰ ۔ عقیل ۔ عبد الرحمٰن تین اشخاص کو زیادہ کیا ہے جس سے کل تعداد پسران میں[30] ہو گئی ۔

دختران ۔ فاطمہ کبریٰ[1][ا] ۔ فاطمہ صغریٰ[2] ۔ کلثوم[3] ۔ رقیہ[4] ۔ حکیمہ[5] ۔ ام ابیہا[6] ۔ رقیۃ الصغریٰ[7] ۔ ام جعفر[8] ۔ لبابہ[9] ۔ زینب[10] ۔ خدیجہ[11] ۔ علیہ[12] ۔ آمنہ[13] ۔ حسنہ[14] ۔ بریہہ[15] ۔ عائشہ[16] ۔ ام سلمہ[17] ۔ میمونہ[18] ۔ ام کلثوم[19] ۔

افضل و اعلیٰ تمام اولاد میں امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام ہیں ۔ جن کا احوال فرخندہ مآل احقر نے کتاب لمعۃ الضیا کی دو جلدوں میں مفصل لکھا ہے ۔ ابراہیم[2] بن موسیٰ معروف بابراہیم المرتضیٰ بڑے سخی و شجاع تھے ۔ مامون کے عہد خلافت میں محمد بن محمد بن زید کی طرف سے جن کے ساتھ ابو السرایا نے بیعت کی تھی ۔ حاکم یمن مقرر ہوئے وہاں جا کر عظیم جنگ کے بعد اس کو فتح کیا ۔ اور مدت دراز تک اس ملک

(بقیہ سابقہ) سادات موسویہ سے ہے اور اس کا نسب شریف ۲۶ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم تک پہونچتا ہے ۔ اولاد کاظمی سے انہی عبد اللہ تک منتہی ہوتا ہے ؎

اگرچہ عار جہانم بس ست فخر مرا　　　که میرسد نسب من بآں امام زماں

ف۱ فاطمہ اپنے بھائی امام رضاؑ کی عاشق صادق تھیں ۔ چنانچہ جب امام رضاؑ حسب الطلب مامون خراسان تشریف لے گئے تو ان سے صبر نہ ہو سکا اور بارادہ مرو گھر سے نکلیں مگر قم پہونچکر جان بحق ہوئیں ۔ چنانچہ ان کا مزار وہیں ہے اور ہم یہ کیفیت تاریخ امام رضاؑ میں مفصل لکھ چکے ۔ حدیث میں سعد بن سعد سے نقل ہے کہ اس نے کہا میں نے فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفرؑ کی بابت امام رضاؑ سے پوچھا آپ نے فرمایا من زارها فله الجنة ۔ جو ان کی زیارت کرے بہشت اسپر واجب ہوتا ہے ۱۲ منہ

ف۲ یہی مشہور بہ شاہ چراغ ہیں اور شیراز میں مدفون ہیں ۔ کذا فی جنات الخلود ۱۲

کی حکومت کرتے رہے۔ جب ابوالسرایا کے کام میں خلل آیا اور نظام حکومت درہم وبرہم ہوگیا تو ان کے لئے مامون سے امان لی گئی۔ احمد بن موسیٰ فیاض جلیل القدر پرہیزگار تھے۔ جناب موسیٰؑ ان کے تئیں بہت دوست رکھتے تھے۔ اور مقدم گنتے تھے۔ اور باغ معروف یسیرہ کہ تیس ہزار کو خرید کیا تھا ان کو ہبہ کیا۔ کہتے ہیں کہ احمد مذکور نے ایک ہزار بندے راہ خدا میں آزاد کئے تھے۔ اسمٰعیل بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ موسیٰؑ ایک مرتبہ اپنے بیٹوں سمیت اپنے ایک موضع میں نواحی مدینہ سے (راوی اس کا نام بھول گیا) تشریف لے گئے تھے۔ ہم سب وہاں تھے۔ ہمارے بھائی احمد کے ساتھ ہمارے باپ کے خادموں سے بیس[1] خادم ایسے رہتے تھے کہ ہر وقت ان کی نگہداشت کرتے۔ احمد کھڑے ہوتے تو ان کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ بیٹھتے تو ان کے ہمراہ بیٹھتے۔ باوجود اس کے وہ حضرت خود ان کی طرف ملتفت رہتے ذرا ان سے غافل نہوتے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم وہاں سے واپس نہیں ہوئے جب تک کہ احمد نے اپنی پیشانی پر چوٹ نہیں کھائی۔

محمد بن موسیٰؑ اہل فضل وصلاح سے تھے۔ ارشاد میں ہاشمیہ آزاد کردہ رقیہ بنت امام موسیٰؑ سے منقول ہے کہ محمد بن موسیٰؑ صاحب وضو ونماز تھے۔ رات بھر مشغول وضو ونماز رہتے۔ ہم آب وضو کے گرنے کی آواز سنتے۔ وضو کرکے نماز میں مشغول ہوتے۔ تمام رات ان کا یہی معمول تھا۔ حتی کہ صبح ہوتی۔ میں ان کو دیکھتی تو یہ قول حق سبحانہ تعالیٰ کا مجھے یاد آتا كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ کہ تھے وہ کہ رات کو کمتر آرام کرتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ اس کے بعد فرماتے ہیں ولکل واحد من ولد ابی الحسنؑ موسی فضل ومنقبة مشهورة وكان الرضاؑ المقدم عليهم فى الفضل۔ یعنی ہر ایک کے لئے اولاد ابوالحسنؑ موسیٰ سے ایک فضیلت

---

[1] جنات الخلود میں ہے کہ بقول بعض وہ مدفون شیراز معروف بہ شاہ چراغ ہیں ۱۲ منہ

اور مشہور منقبت ہے۔ مگر امام رضا تمام پر از روئے فضیلت مقدم ہیں اور سن میں سب سے بڑے تھے۔

یونس بن یعقوب نے کہا کہ جب ابوالحسن موسیٰ بغداد سے مدینہ واپس آتے تھے تو راہ میں منزل فید پر آپ کی ایک دختر فوت ہوئی آپ نے اپنے ایک غلام آزاد کردہ کو حکم دیا کہ اس کی قبر پختہ کرا دے اور ایک لوح پر اس کا نام لکھوا کر اس کے اندر رکھوا دے۔

محمد بن علی بن شہر آشوب علیہ الرحمہ اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں کہتے ہیں کہ پسران امام موسیٰ سے تیرہ[1] اشخاص سے اولاد باقی رہی۔ وہ علی رضا، ابراہیم عباس۔ اسمٰعیل۔ محمد۔ عبداللہ۔ عبیداللہ۔ حسن۔ جعفر۔ اسحاق۔ حمزہ ہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتے ہیں کہ کل اولاد امام موسیٰ ساٹھ ہیں۔ سینتیس ۳۷ بیٹے تیئیس ۲۳ بیٹیاں۔ پانچ پسر ایسے کہ جن سے بلا خلاف اولاد نہیں رہی۔ وہ عبدالرحمن عقیل۔ قاسم۔ یحییٰ۔ داؤد ہیں۔ اور تین پسر سلیمان۔ فضل و احمد سے اولاد نرینہ باقی نہیں رہی۔ پانچ کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ان سے اولاد رہی یا نہ۔ وہ حسین۔ ابراہیم اکبر۔ ہارون۔ زید۔ حسن ہیں۔ اور دس وہ جن سے بلا خلاف اولاد باقی رہی۔ وہ علی۔ ابراہیم اصغر۔ عباس۔ اسمٰعیل۔ محمد۔ اسحاق۔ حمزہ۔ عبداللہ۔ عبیداللہ۔ جعفر ہیں۔ یہ قول ہمارے استاد اور شیخ ابو نصر بخاری کا ہے۔ اور تاج الدین نقیب نے

[1] کتاب مناقب میں اول تیرہ لکھ کر انہی گیارہ اشخاص کے نام گنوائے ہیں۔ دو باقی کا ذکر نہیں کیا۔ اور لطف یہ کہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں مناقب کی یہ عبارت اسی طرح نقل کر دی اور اصلاً متوجہ نہیں ہوئے کہ جن دو کا ذکر رہ گیا وہ کون ہیں۔ اگر تاج الدین نقیب والی روایت جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور مناقب کی ایک لیں تو زید النار اور ہارون ذکر سے چھوٹ گئے ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ موسیٰ کاظمؑ کے تیرہ بیٹوں سے اولاد جاری ہوئی۔ چار ان سے علی رضاؑ ابراہیم المرتضیٰ۔ محمد بن العابد و جعفر کثیر الاولاد ہیں۔ اور چار زید النار عبداللہ و عبیداللہ و حمزہ قلت و کثرت اولاد میں متوسط ہیں۔ اور پانچ وہ ہیں جن سے کثیر اولاد رہی۔ وہ یہ ہیں۔ عباس۔ ہارون۔ اسحاق۔ اسمٰعیل اور حسن اور حسین بن موسیٰؑ سے بقول ہمارے شیخ ابوالحسن عمری کے اولاد رہی۔ مگر بعد میں منقرض ہو گئی۔

پارہ از احوال اقارب و عشائر آنحضرتؑ

حسین بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام

بحار الانوار میں حسین بن طریف سے روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ طریف بن ناصح سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں حسین بن زید کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کا بیٹا علی بن حسین بن زید بھی حاضر تھا۔ اس وقت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ ہمارے پاس سے گزرے اور ان پر سلام کر کے آگے بڑھ گئے۔ میں نے کہا فدا ہوں تم پر موسیٰ قائم آلِ محمد کو پہچانتے ہیں۔ انہوں نے کہا اگر کوئی اس کو پہچانتا ہے تو وہ فقط موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ کیونکر وہ نہ پہچانیں جبکہ ان کے پاس وہ کتبہ موجود ہے جس کو حضرت رسولِ خداؐ تبلاتے گئے ہیں اور امیر المومنین علی بن ابی طالب نے اپنے قلم سے اس کو لکھا ہے۔ ان کے بیٹے علی بن الحسین بولے اے پدر وہ کتبہ زید بن علی بن الحسینؑ ہمارے جد امجد کے پاس کیوں نہ ہوا۔ حسین نے کہا اے فرزند علی بن الحسین و محمد بن علی علیہما السلام سید و سردار آدمیان اور امام انام تھے۔ تمہارے دادا زید شہید اپنے بھائی محمد بن علی کی تعلیم و تربیت میں رہے اور ان کے ادب سے ادب پذیر ہوئے۔ اور ان کے فقہ سے تفقہ حاصل کیا۔ کہا اے پدر اگر موسیٰؑ بن جعفرؑ کو زمان ناگزیر پیش آئے تو کیا وہ اپنے بھائی کو اپنا وصی و جانشین نکر ینگے حسین نے کہا قسم خدا کی ایسا ہوگا تو وہ اپنے بیٹے کو وصی کرینگے نہ کہ بھائی کو کیا تو ان خلفا

کو نہیں دیکھتا کہ خلافت اپنے بیٹوں کو دیتے ہیں بھائیوں کو نہیں دیتے۔

محمد بن عبداللہ ارقیط بصائر الدرجات میں عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ میں ابوالحسنؑ اول کے پاس حاضر تھا۔ محمد مذکور کا ذکر آیا۔ فرمایا میں نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کہ اسکے اور میرے اوپر ایک سقف سایہ افگن نہو۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ ہم کو نیکی و صلۂ رحم کا امر کرتے ہیں اور اپنے چچا کے ساتھ ان کا یہ حال ہے آپ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ بھی نیکی و صلۂ رحم ہے۔ کیونکہ میرے پاس آئیگا تو جو کچھ کہیگا لوگ اس کی تصدیق کرینگے یہاں نہ آئیگا تو کوئی اس کی بات نہ مانے گا۔ پس وہ بدگوئی سے باز رہیگا۔

قاسم بن موسیٰ الکاظم سلیمان جعفری کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت تھا۔ آپ نے اپنے فرزند قاسم کو حکم دیا کہ اے فرزند اٹھو اور اپنے اس بھائی کے سرہانے بیٹھکر سورۂ والصافات کی تلاوت کرو یہاں تک کہ اسکو تمام کرلو۔ انہوں نے اسکو پڑھنا شروع کیا جب اس آیۂ شریفہ پر پہونچے اَھُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا الخ تو اس جوان نے قضا کی۔ اس کی تجہیز و تکفین کرکے دفن کو لیگئے تو یعقوب بن جعفر نے کہا ہم تو جانتے تھے کہ مرنے کے وقت بیماروں کے پاس سورۂ یٰسین پڑھا جاتا ہے حضرت نے سورۂ صافات کا حکم دیا۔ فرمایا اے فرزند یہ وہ سورہ ہے کہ جو کوئی سکرات موت میں مبتلا ہو اُسکے آگے اسکو پڑھیں تو حق تعالیٰ فی الفور اس کو راحت بخشتا ہے۔

احقر مؤلف اوراق کہتا ہے کہ آپ کے اعزہ و اقارب کا حال زیادہ تر اس کے بعد باب ستمہائے عباسیہ میں اس کتاب کے مذکور ہوگا لہذا یہاں اسقدر قلیل پر اکتفا ہوئی

فائدہ

شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں در بیان حدیث ثقلین جہاں اس بات کو ثابت

---

[1] رقطہ سیاہی جس میں سفید نقطے ظاہر ہوں اسی سے ہے دجاجۃ رقطاء و حیۃ رقطاء ۱۲ منہ

کو بزعم خود ثابت کر رہے ہیں کہ شیعہ مخالف کتاب اللہ و منکر عترت رسول ہیں لکھتے ہیں کہ یہ لوگ فلاں فلاں کو عترت سے نہیں جانتے۔ فلاں کو ان سے خارج کرتے ہیں حتیٰ کہ اولاد فاطمہؑ سے زید شہیدؓ اور ان کے بیٹے یحییٰ بن زید کے دشمن ہیں۔ یہ شاہ صاحب کا جہل یا تجاہل ہے ورنہ زید شیعوں میں عام طور سے ممدوح و مقبول گنے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آبار طاہرین کی امامت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ اپنے برادر گرامی جناب محمد باقر اور اپنے بھتیجے جعفر صادقؑ کو امام برحق جانتے تھے۔ اور کبھی اپنے لئے مدعی امامت نہیں ہوئے۔ کوفہ میں جن دنوں میں بارادۂ جہاد اہل عناد انہوں نے خروج کیا صاف کہدیا تھا الامن اراد الجہاد فالیّ ومن اراد العلم فالی جعفر بن اخی۔ جو جہاد کرنا چاہے وہ میرے پاس آئے۔ جس کو طلب علم دین منظور ہو وہ میرے برادر زادے جعفر صادقؑ کے پاس جائے۔ جناب صادقؑ کو ان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو اس قدر اندوہ گین ہوئے کہ آثار حزن و ملال چہرۂ مبارک پر نمایاں ہونے لگے۔ فرماتے تھے کہ ہمارے عمو اگر فتحیاب ہوتے تو ضرور حق بحقدار پہونچاتے۔ وہ رضا از آل محمد کی طرف خلقت کو دعوت کرتے تھے۔ کبھی اپنے نفس کی طرف دعوت نہیں کی۔

نیز آپ نے ابو خالد واسطی کو ایک ہزار دینار اپنے پاس سے عنایت کئے کہ کوفہ جاکر جو لوگ زیدؒ کے ساتھ شہید ہوئے ان کے پس ماندوں پر تقسیم کریں کما بیناہ فی کشف الحقائق۔ اور یحییٰ بن زیدؓ بھی شیعوں کے نزدیک صحیح العقیدہ و مقبول ہیں چنانچہ ہم نے ان کا حال بھی کتاب کشف الحقائق میں نقل کیا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا تھا کہ آیا زید امام تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا اے بندۂ خدا زید سادات کرام و زہاد امام و مجاہدین اسلام سے تھے۔ امام نہ تھے۔ نہ انھوں نے یہ ناحق دعویٰ کیا۔ الرضا الی آل محمد کی طرف خلقت کی دعوت کرتے تھے اور مراد ان کی اس سے میرے ابن عم جعفر صادقؑ تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیعہ کیونکر ان کے دشمن ہوں اور کیوں ہوں۔

اس سے آگے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "ہمچنیں ابراہیم بن موسیٰ کاظم ع و ہمچنیں جعفر بن موسیٰ کاظم ع را او را ملقب بکذاب کردہ اند۔ حال آنکہ او از کبار اولیا بودہ۔ و بایزید بسطامی از و اخذ طریقت کردہ و بغلط شہرت یافتہ است کہ بایزید بسطامی مرید جعفر صادق است"

یہ بیان سابق پر بھی طرّہ ہے۔ ابراہیم بن موسیٰ ع کے برخلاف ارشاد شاہ صاحب کتب شیعہ میں مدح لکھی ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کاظم ع نے ان کی ولادت سے پہلے ان کے پیدا ہونے کی خبر دے کر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ بیٹا میرا ابراہیم نام شجاعت سخاوت عبادت میں آپ ہی اپنا نظیر ہوگا۔ اور پھر پیدا ہونے پر مکرر اس کا اعلان فرمایا کہ وہ مولود مسعود وجود میں آگیا۔ چنانچہ اسی کتاب کے باب معجزات میں اس سے پہلے نقلاً عن الخرائج للراوندی اس کا بیان گزرا۔ پھر شیعہ بھلا کیسے ان کے دشمن ہو سکتے ہیں۔ اور جعفر بن موسیٰ ع کو کتب شیعہ میں جہاں جہاں اولاد موسیٰ بن جعفر ع کا ذکر ہے کہیں کذاب نہیں کہا گیا۔ ہمارے سامنے اس وقت کافی ابوجعفر کلینی ارشاد شیخ مفید اعلام الورٰی طبرسی۔ مناقب ابن شہر آشوب محمد بن علی۔ کشف الغمہ اربلی و حدیقہ اردبیلی۔ بحار الانوار مجلسی وغیرہ موجود ہیں کسی نے جعفر بن موسیٰ ع کی اشارۃً بھی مذمت نہیں کی کذاب کہنا تو درکنار۔ شاہ صاحب کو جعفر بن علی نقی سے بوجہ اشتراک نام دھوکہ ہوا انہوں نے البتہ اپنے برادر مکرم جناب حسن عسکری کے بعد ناحق دعویٰ امامت کیا۔ اس لئے علمائے شیعہ نے ان کو اس وقت کذاب کہا۔ مگر توقیع رفیع جناب صاحب الامر علیہ السلام کے نکلنے پر جس میں یہ لکھا تھا۔ امّا سبیل عمّی جعفر فسبیل اخوہ یوسف علیہ السلام کہ ہمارے عمو جعفر کی صورت وہ ہے جو حضرت یوسف ع کے بھائیوں کی تھی یعنی جیسے آنحضرت ع نے اپنے بھائیوں کا گناہ معاف کر دیا تھا ہم بھی اپنے چچا سے درگزر کرتے ہیں۔ شیعہ ان کو بجائے کذاب کے تواب کہنے لگے اور کہتے ہیں۔ اور یہ جو کہا ہے کہ جعفر اولیائے کبار سے تھے۔ بایزید بسطامی نے ان سے اخذ طریقت کیا چشم مار روشن

دل ماشاد - ایک بایزید کیا پانچہزار بایزید جیسے ان کی شاگردی کریں تو کوئی بڑی بات نہیں مگر صحیح یہی ہے کہ بایزید خدام جناب صادق ؑ سے تھے اور کاشانہ میمنت نشانہ میں کار سقائی دیا گئے حضرت ان کو طیفور سقا کہکر پکارتے تھے - یہ امر تاریخ ابن زہرہ اندلسی سے نقل ہوا ہے - اور فخر الدین رازی نے بہت سے کتب کلامیہ میں اس کو وارد کیا ہے - اور علمار شیعہ سے سید رضی الدین علی بن طاؤس کا یہی قول ہے - اور علامہ حلی نے شرح تجرید میں ایسا ہی کہا ہے - پس ان کے مقابلے میں شارح مقاصد کا یہ کہنا کہ بایزید نے امام ؑ کے زمانے کا ادراک نہیں کیا کب مسموع ہو سکتا ہے هكذا قال شیخنا البھائی رح فی کشکول

ذکر برخے از اصحاب انجناب آنحضرت صلوات اللہ علیہ

ابو محمد ہشام بن الحکم الکندی الشیبانی الکوفی اصحاب اطیاب ما بین ہمامین ابو عبد اللہ جعفر صادق ؑ و ابو ابراہیم موسی کاظم ؑ سے ہیں - بنا بریں ان کا حال دونوں کتابوں کا حصہ ہے - پہلا حصہ بزمرۂ اصحاب جناب صادق ؑ کشف الحقائق میں درج ہوا ما بقی اس جگہ لکھا جاتا ہے -

علم الہدی سید مرتضی رحمۃ اللہ علیہ کتاب فصول میں شیخ سعید مفید علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہشام حکم اکابر اصحاب جناب صادق ؑ سے فقیہ و متکلم تھے - ابو محمد ابو الحکم کنیت مولائے بنی شیبان ساکنان کوفہ سے تھے - بعد وفات آنحضرت ؑ کے شرف صحبت موسی کاظم ؑ پر فائز ہوئے - حضرت صادق ؑ کے نزدیک ان کا مرتبہ اس قدر عالی تھا کہ ایک مجلس میں جہاں حمران بن اعین یونس بن یعقوب - ابو جعفر مومن الطاق قیس

ناصر۔ جیسے بزرگان اصحاب حاضر تھے۔ آپ نے سب سے اونچی جگہ ہشام کو بٹھایا اور جب قرائن سے معلوم ہوا کہ یہ تقدیم و ترجیح بعض طبائع پر دشوار گزری تو ان کی طرف خطاب کر کے فرمایا هذا ناصرنا بقلبه ولسانه کہ ہشام دل سے اور زبان سے ہمارا مددگار ہے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایک بار اصحاب ابو عبد اللہ آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور ہشام حکم کہ اسوقت نوجوان تھے۔ ان کے درمیان تھے۔ حضرت نے ارشاد کیا اے ہشام تمھارے اور عمرو بن عبید کے درمیان جو سوال و جواب گزرے ذرا اس کی کیفیت تو بیان کرو۔ ہشام نے جھجک کر کہا یا ابن رسول اللہ حیا مجکو مانع ہے۔ اور زبان میری حضرت کے سامنے نہیں کھلتی۔ فرمایا جو کچھ میں کہوں تمکو چاہیئے کہ بلا عذر اس کو بجالاؤ۔ اس پر ہشام درست ہو بیٹھے اور کیفیت یوں بیان کرنے لگے کہ ہاں حضور جب میں نے سُنا کہ عمرو بن عبید مسجد بصرہ میں بغرض افادہ بیٹھتا ہے اور مسئلہ امامت کا ذکر کرتا ہے تو یہ امر میرے اوپر شاق گزرا۔ میں بصرہ کو روانہ ہوا۔ جمعہ کا روز تھا کہ داخل مسجد ہوا دیکھا تو فی الواقع ایک وسیع حلقہ آدمیوں کا لگا ہے اور ابن عبید ایک چادر سیاہ صوف کی بجائے تہ بند اور ویسی ہی دوسری سر پر لئے ان کے درمیان مسند آرا ہے۔ لوگ اس سے سوال کر رہے ہیں۔ میں بھیڑ کو چیرتا اس کے آگے جا کر بیٹھا اور کہا ایہا العالم میں ایک مرد عرب ہوں اتاذن لی ان اسئلك مجھے اجازت دیتے ہو کہ کچھ سوال تمسے کروں۔ کہا ہاں جو چاہو پوچھو۔ میں نے کہا تمھارے آنکھیں ہیں۔ کہا اے فرزند یہ کیا سوال ہے جو تم مجھ سے پوچھتے ہو۔ کہا میرا یہی سوال ہے آپ جواب دیں۔ کہا اچھا سوال کرو۔ ہر چند تمھارا سوال احمقانہ ہے۔ میں نے مکرر کہا اَلَكَ عَيْنٌ۔ اُس نے کہا ہاں میرے آنکھیں ہیں۔ میں نے کہا ما تصنع به اس سے کیا کام لیتے ہو۔ کہا اجسام والوں کو دیکھتا ہوں۔ میں نے کہا ناک ہے۔ کہا ہاں ہے۔ کہا وہ کس کام آتی ہے کہا خوشبو اور بدبو اس سے معلوم کرتا ہوں۔ میں نے کہا زبان ہے کہا ہاں ہے۔ کہا

وہ کس کام کی ہے۔ کہا اس سے کھانوں کا مزہ چکھتا ہوں۔ کہا کان ہے۔ کہا ہاں ہے
کہا اس کا کیا فائدہ ہے۔ عمرو نے کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ کہا ہاتھ ہے۔ کہا
ہاں ہے۔ کہا وہ کس کام کا ہے۔ کہا اس سے اشیا کی سختی و نرمی دریافت ہوتی ہے
میں نے پوچھا دل ہے کہا ہاں ہے کہا وہ کیا کام دیتا ہے۔ کہا اس سے جو امور اعضائ
مذکورہ پر وارد ہوتے ہیں ان کی تمیز کرتا ہوں۔ میں نے کہا کیا یہ اعضا دل سے بے نیاز
نہیں اس کے محتاج ہیں۔ کہا ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا کیوں اس کے محتاج ہیں جبکہ
خود صحیح و سلیم و قوت ادراک سے آراستہ ہیں۔ عمرو نے کہا اے فرزند جب مجکو اپنی
دیکھی سنی سونگھی چکھی اور چھوئی ہوئی شے میں شک ہوتا ہے تو دل کی طرف رجوع کر کے
شک رفع کرتا اور یقین حاصل کرتا ہوں۔ میں نے کہا تو حق تعالیٰ نے دل کو اعضا کے رفع
شک کے لیے خلق کیا ہے۔ اور چارہ نہیں وجود قلب سے تا اعضا کو یقین حاصل ہو۔
کہا اور کیا۔ میں نے کہا تو تم قائل ہو کہ باری تعالیٰ نے ان اعضا کو ایک امام سے خالی
نہیں چھوڑا جو ان کے شک و یقین میں تمیز کرے۔ اور ان کے کھرے کھوٹے کو پرکھے۔
اور اپنی اس تمام مخلوقات کو وادی حیرت و ضلالت و حالت اختلاف میں رہنے دیا۔
اور کوئی امام ان کے لئے مقرر نہیں کیا۔ جس کی طرف وہ رجوع کریں۔ یہ سنکر ابن عبید
تھوڑی دیر سر بگریبان تامل رہا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوا کہ تو ہشام بن الحکم ہے؟ میں نے
کہا نہیں کہا تو اس کی صحبت میں رہا ہے؟ کہا یہ بھی نہیں۔ کہا پھر کہاں کا رہنے والا
ہے۔ کہا کوفہ کا۔ عمرو نے کہا تو مقرر تو ہشام ہے۔ یہ کہکر اٹھا اور مجکو اپنے سینہ سے
لگا لیا اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور کچھ کلام نہ کیا۔ جب تک میں بیٹھا رہا۔ حضرت صادقؑ یہ سنکر
متبسم ہوئے اور فرمایا اے ہشام یہ باتیں تو نے کہاں سے سیکھیں۔ کہا حق تعالےٰ
نے میری زبان پر جاری کیں۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ
میں ہے۔ بر و لیتے ہشام نے کہا یا ابن رسول اللہ جو باتیں حضور سے مختلف مواقع

پرسُنی انہی کو ترتیب دیکر آراستہ کیا تھا۔

ہشام کا ضرار متکلم کے ساتھ مناظرہ

رجال نجاشی میں ہے کہ ایک بار یحیی بن خالد برمکی نے ضرار بن عمر ضبی سے کہ علم کلام میں شہرۂ آفاق تھا۔ کہا تو ایک مرد ہے جو مذہب شیعہ کا رکن اور ان کا فرد کامل ہے۔ مناظرہ کر سکتا ہے۔ اُس نے کہا جسکو چاہو بلوالو۔ میں مناظرے کو تیار ہوں۔ یحییٰ نے آدمی بھیجکر ہشام کو بُلوایا۔ اور کہا۔ اے ہشام یہ ضرار ہے علماء کلام سے۔ معہذا اصولِ مذہب میں تمھارا مخالف۔ میں چاہتا ہوں کہ امر امامت میں اس کے ساتھ مناظرہ کرو۔ ہشام نے قبول کیا۔ اور ضرار سے کہا۔ ولایت اور برارت بحسب ظاہر واجب ہیں یا باطن میں۔ ضرار نے کہا ظاہر میں۔ کیونکہ باطن کا حال سوائے خاص صورت کے دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہشام نے کہا درست ہے۔ اب یہ تبلاؤ کہ علی بن ابی طالب اور ابوبکر ان دونوں میں رسول اللہ ؐ کے دشمنوں کو بذریعہ شمشیر زیادہ ترکس نے دفع کیا۔ اور دشمنانِ خدا معرکہائے جنگ میں بیشتر کس کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور آثار جہاد کس سے زیادہ ظاہر ہوئے۔ کہا ان امور میں بے شک علی بن ابی طالب بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ابوبکر کا ایمان محکم تر تھا۔ ہشام نے کہا یہ تو وہی باطنی امر ہے جسکی نسبت تم نے کہا کہ دوسرا اس کو نہیں جان سکتا اور تو نے اعتراف کیا ہے کہ آراستگی علی کی ولایت خدا ورسول کے ساتھ زیادہ تر تھی۔ ضرار نے کہا ظاہر حال یہی ہے۔ ہشام نے کہا اور تم یہ بخوبی جانتے ہو کہ کسی کا باطن اس کے حسن ظاہر کے مطابق ہو تو وہ فضیلت میں کامل ہوگا۔ کہا البتہ ہوگا۔ ہشام نے کہا تم کو معلوم ہے کہ حضرت رسولخدا ؐ نے فرمایا یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ آیا جائز ہے کہ رسول اللہ ؐ یہ کلمہ اُس شخص کے بارے میں کہیں جس کا ایمان قوی نہو۔ کہا نہیں۔ ہشام نے کہا تو بموجب تیرے قول کے ولایت علی ظاہر و باطن دونوں صورتوں میں ثابت ہے۔ حال آنکہ

ابوبکر کے لئے یہ ولایت نہ ظاہر میں ثابت کر سکا نہ باطن میں۔ والحمد للہ علی ذالک۔

ہشام کا مناظرہ ایک خارجی کے ساتھ

مجالس المومنین میں ہے کہ ہارون کو ایک مرتبہ شوق سماعت بحث و مناظرہ مذہبی ہوا تو اس نے یحییٰ بن خالد سے کہا عبداللہ بن زید ریاضی و ہشام بن حکم میں مناظرہ کراؤ۔ اور خود اس طرح بیٹھا کہ ان کا کلام سُنے۔ مگر وہ اسے نہ دیکھ سکیں۔ مجلس منعقد ہوئی تو یحییٰ نے عبداللہ سے کہا ہشام کے ساتھ مناظرہ کرو۔ ہشام نے کہا خارجیوں کو ہمارے اوپر کوئی سوال نہیں جسے وہ پیش کریں عبداللہ نے کہا کیونکر کوئی سوال نہیں۔ ہشام نے کہا تم لوگ امیرالمومنینؑ کی امامت و فضیلت و عدالت میں ہمارے ساتھ متفق تھے۔ بعد ازاں جُدا ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ سے برائت و بیزاری کی۔ پس ہم اس پہلے اتفاق و اجماع پر قائم ہیں جس میں تمہاری شہادت ہمارے ساتھ ہے۔ بعد کی مخالفت ہمارے مذہب میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ اختلاف اتفاق کی برابر نہیں ہو سکتا۔ اقرار العقلا خصم کے لئے حجت ہے انکا مردود۔ سلسلۂ کلام یہاں تک پہونچا تھا کہ یحییٰ نے کہا اے ہشام تم نے الزام کو حد کمال تک پہونچا دیا اور دشمن کو بند و لاجواب کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ لیکن امیرالمومنین کو تمہارا طرز تقریر پسند ہے سلسلۂ کلام کو قطع نہ کرو۔ کہا بہت خوب اور کہا اے یحییٰ۔ مناظرے کی غرض اظہار حق و صواب ہے اور اس کا دار و مدار رعایت انصاف پر ہے۔ بعض اوقات ایسا غامض و دقیق موقعہ پیش آجاتا ہے کہ اذہان اسکے ادراک سے قاصر رہتے ہیں اس وقت فریقین مکابرہ کرنے لگتے ہیں۔ چاہتے ہو کہ حق حقیق ظاہر ہو کر رہے۔ تو عبداللہ سے کہو کہ شرائط انصاف مرعی رکھے۔ اور ایک واسطۂ عدل درمیان میں مقرر کرے۔ جو ہم کو طریقہ حق سے اِدھر اُدھر نہونے دے لیکن وہ واسطہ میرا ہم مذہب ہوگا تو وہ نمانے گا۔ علی ہذا میں اس کے ہم مشرب کو قبول نہیں کر سکتا

کہا احسنت یعنی خوب کہا تونے میں یہی چاہتا ہوں - یہ گفتگو ہوئی تو ہشام یحیی سے
مخاطب ہوئے ایہا الوزیر میرا مناظرہ اس مرد کے ساتھ تمام ہوا - میں نے ذرا
سے اشارے میں اس کا مذہب باطل کر دیا - اور اصلاً راہ سخن اس کے لئے باقی
نہیں رکھی - اسپر ہارون پس پردہ سے بولا کہ یہ متکلم شیعہ اپنے حریف سے شرائط
مناظرہ طے کر رہا تھا - مناظرہ ہنوز شروع نہیں ہونے پایا تھا کہ کہتا ہے میں نے
اس کا مذہب باطل کر دیا اور مناظرے سے فارغ ہو گیا - اسکو چاہئے کہ اپنے
اس انوکھے دعوے کی دلیل بیان کرے - ہشام نے کہا یہ لوگ اعتقاد
امامت امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب میں ہمارے ساتھ تھے جب تک کہ
واقعۂ تحکیم پیش آیا - اس وقت آپ سے جُدا ہو گئے کہ کس لئے آنحضرتؑ نے
حکمین مقرر کئے - حال آنکہ آپ کو خود انھوں نے مجبور کیا تھا - اسوقت یہ شیخ جو
اس فرقہ کا مقتدا ہے برضا و رغبت خود بلا اکراہ و اجبار میرے اور اپنے درمیان
دو حکموں کو قبول کرتا ہے - پس اگر اس میں حق پر ہے تو امیر المؤمنین اولی بالحق
ہیں - ورنہ اپنا مذہب آپ باطل کیا - ہم کو ضرورت بولنے کی نہیں - ہارون یہ
برجستہ تقریر سنکر مسرور ہوا اور ہشام کو معقول انعام دیکر رخصت کیا -

یحییٰ ہشام کا دُشمن ہو گیا

کشی علیہ الرحمہ نے یونس بن عبد الرحمٰن سے نقل کیا ہے
کہ ایک بار یحییٰ نے ہارون کے سامنے ہشام سے سوال کیا
کہ علی و عباس کے درمیان جو دربارۂ میراثِ رسول اللہؐ نزاع ہوئی - اور یہ
دونوں ابوبکر کے پاس فریاد لے گئے تو ان میں حق پر کون تھا - ہشام نے اسکے
جواب میں یہ بیان شافی حضرت داؤد اور دو فرشتوں کی مثال دے کر واضح
کیا کہ وہ دونوں حق پر تھے - اس تنازعہ سے محض ابوبکر کا تنبّہ کرنا مقصود تھا
یہ جواب موافق طبع خلیفہ واقع ہوا - اور اس کا گوشۂ التفات ہشام کی طرف

مائل ہونے کو ہوا تو یحییٰ کی پہلی حالت بدل گئی اب وہ ہشام پر حسد کرنے لگا۔
اور اس کا دشمن ہو گیا۔ اس نے ہارون کو سمجھایا کہ ہشام پکا شیعہ ہے۔
میں نے اس کا حال تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسکا گمان یہ ہے کہ تمھارے سوا
زمین پر ایک اور امام مفترض الطاعۃ موجود ہے۔ ہارون نے کہا ہاں یہ حال
ہے۔ یحییٰ نے کہا ہاں اسکا ایسا ہی حال ہے۔ اور اگر وہ امام اسکو خروج کا
حکم دے تو اس سے بھی درگزر کرنے والا نہیں۔ خلیفہ نے کہا علمار کلام کو
جمع کر کے اسکے ساتھ مناظرہ کراؤ۔ میں بھی پردہ پیچھے بیٹھکر ان کے مکالمات
سنوں گا اس سے اسکے عقیدے کا حال کھلجائے گا۔ یحییٰ نے ضرار ابن عمر۔
سلیمان بن جریر۔ عبداللہ بن زید ریاضی وموید بن موید وراس الجالوت وغیرہ
کو بلایا اور مناظرہ شروع ہو گیا۔ ہشام اسوقت بیمار اور بہت نقیہ ہو رہے
تھے۔ مگر یحییٰ نے بابرام تمام ان کو بلوا بھیجا۔ یونس بن عبدالرحمٰن کہتے
ہیں کہ یحییٰ کا قاصد پیام طلب لے کر آیا تو ہشام مجھ سے کہنے لگے۔ میرا
دل نہیں چاہتا کہ اس مرد کے پاس جاؤں۔ اس ملعون کی طبیعت برہم ہو رہی
ہے۔ ایسا نہو کہ میرے گرفتار کرانے کو جال بچھایا ہو۔ میرا تو ارادہ یہ تھا کہ اس
بیماری سے شفا ہو جائے تو کوفہ کو چلا جاؤں اور زبان گفت وشنید بند کر کے
مسجد میں جا بیٹھوں اور باقی عمر یاد خدا میں مصروف رہوں۔ میں نے کہا
انشاء اللہ بہتر ہو گا اندیشہ کی بات نہیں۔ حتی الامکان زبان کی نگاہداشت
رکھنا اور اس کی شرارت سے اپنے تئیں بچانا۔ کہا جو بات نکلنی ہے مُنہ سے
نکل کر رہیگی۔ یہ کہکر توکل بخدا اُٹھے اور اشتر پر کہ یحییٰ نے بھیجا تھا سوار ہوئے
میں اپنے حمار پر سوار ہو کر ہمراہ ہوا۔ وہاں پہونچے تو دیکھا کہ مجلس فحول علما سے
لبالب ہے۔ شوق صفوف کر کے یحییٰ کے آگے جا کر بیٹھے۔ میں بھی ایک جگہ دیکھ کر

بیٹھ گیا۔ یحیی نے کہا جو مناظرہ آپ کے درمیان جاری ہے اور ہنوز طے نہیں ہوا تم اس کو طے کر دو اور حکم ہو۔ ہشام نے فریقین کا کلام سُنکر بڑی متانت و استقلال سے ایک فیصلہ صادر کیا۔ یحیٰی کا کینہ اور بھی تیز ہوا۔ کہنے لگا آج یہ مُناظرے و مجادلے سُنتے سُنتے جی اُکتا گیا۔ تم باختیار خود آدمیوں کے امام انتخاب کرنے کی خرابیاں بیان کرو اور ثابت کرو کہ امامت خلائق آل رسولؐ کا حق تھا۔ ہشام نے کہا مجھ کو مرض نے مضمحل کر رکھا ہے اسکے اثبات کی طاقت نہیں رکھتا۔ کوئی معترض اعتراض کر بیٹھا تو بوجہ علالت اسکے جواب سے عہدہ بر آ ہونا مشکل ہو گا۔ مجھ کو تو اس سے معاف ہی رکھو۔ یحیی نے عذر قبول نہ کیا اور بجدّ ہوا کہ ضرور اس بارے میں کلام کرنا ہو گا۔ ناچار ہشام نے شروع کیا اور بہ نہج مرغوب اس مسئلے کی تقریر انجام کو پہونچائی۔ سلیمان نے کہا تمھارے بیان سے واضح ہوا کہ علیؑ ابن ابی طالب نصب کردۂ خدا و رسول امام مفترض الطاعہ تھے تو کیا ویسا ہی وہ شخص بھی مفترض الطاعہ ہے جو اس وقت ان کے سلسلہ میں امام ہے۔ کہا۔ ہاں۔ سلیمان نے کہا اگر وہ اس وقت تم کو خروج کرنے کا حکم دے تو اس میں بھی اسکی اطاعت کرو گے ہشام نے کہا وہ مجھ کو ایسا حکم ہی نہ دینگے۔ کہا بالفرض اگر حکم دے۔ ہشام نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ یہ حکم نہیں دے گا۔ کہا بر سبیل جدل کہتا ہوں کہ اس کا ایسا حکم نہ دینا واجب نہیں تو اگر حکم دیوے تو تم کیا کرو گے۔ ہشام نے کہا کب تک اس وادی کے اندر ٹھوکریں کھائے گا۔ ڈرتا نہیں کہ اگر کہہ دوں کہ ایسا حکم کرے گا تو میں خروج کروں گا پھر تجھکو مجال سخن باقی نہیں رہے گی اور قطعی طور سے ملزم ہو جائے گا۔ مگر جانتا ہوں کہ اس کا انجام اچھا نہیں زبان سے نہیں نکال سکتا۔ ہارون نے درون پردہ یہ سُنا تو مارے غصّہ کے

تھر اگیا اور اسی غیظ میں مجلس کو برخاست کیا۔ ہشام اسکو غنیمت جان کر بغداد میں نہ ٹھیرے۔ اور وہاں سے سیدھے مدائن کو چلے گئے۔ وہاں ان کو خبر ملی کہ خلیفہ نے یحییٰ کو تاکید کی کہ ہشام سے دست بردار نہو تا ضرور اسکو گرفتار کرو۔ اور اسی عرصہ میں اس نے امام موسیٰ کاظم ؑ کو بھی قید کر لیا تھا۔ مگر ہشام عرصہ دراز تک کوفہ میں مخفی رہے۔ یحییٰ ان کے درپے رہا مگر قادر نہو سکا۔ حتیٰ کہ رحمت الٰہی کی طرف انتقال کیا۔

ہشام کے ساتھ یحییٰ کی ایک اور چھیڑ خانی

نیز کشی رح نے یونس مذکور سے روایت کی ہے کہ یحییٰ برمکی کا قاصد اسکے پاس آیا اور کہا وزیر کہتا ہے کہ ہم نے رافضیوں کا مذہب بگاڑ دیا۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ امام زندہ کے بغیر دین قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم نے ان کے امام کو قید کر لیا ہے۔ اب وہ نہیں جانتے کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ ہشام نے یہ سُنا تو کہا ہمارے مذہب میں اسیقدر واجب ہے کہ اعتقاد کریں کہ امام زندہ موجود ہے۔ سامنے ہو یا نظر سے غائب ہو اس سے بحث نہیں جب تک اس کی وفات کی خبر نہ ملیگی اسوقت تک اسکی زندگی کے اعتقاد پر قائم رہیں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنی زوجہ سے ہم بستر ہوا۔ پھر سفر کو چلا گیا یا کسی اہل شہر یا محلہ والے کے پاس چھپ گیا ہم اُس کو زندہ ہی جانیں گے جب تک کہ اس کے مرنے کی خبر ملے۔ رسول یحییٰ نے واپس جا کر یہ جواب یحییٰ سے بیان کیا تو اس نے کہا ہم کو ہشام کے بارے میں کوئی بات ایسی بن نہیں پڑتی جس سے اس کو بند و لاجواب کریں۔ پھر ہارون کے پاس جا کر اس کا یہ جواب نقل کیا۔ اُس نے دوسرے روز کچھ آدمی بھیجے کہ ہشام کو پکڑ لائیں مگر فرستادہ ہائے خلیفہ بے نیل مرام واپس آئے۔ ہشام نے اسکے دو مہینے بعد کوفہ میں محمد و حسین

خیاطوں کے گھر میں وفات پائی یعنی مواخذہ ہارون سے ہمیشہ ہمیشہ کو مخلصی ہوئی۔ راوی حدیث یونس بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہشام کا یحیی کے پاس جانا اور سلیمان بن جریر کے ساتھ مناظرہ کرنا حضرت امام موسیٰؑ کے حبس سے پہلے تھا۔

علی بن یقطین اسدی

عمدۂ اعاظم واجلۂ اصحاب امام موسیٰ کاظمؑ سے تھے۔ صاحب مجالس المؤمنین لکھتے ہیں کہ یقطین ان کے باپ بزرگ زادہائے عراق و موالیان ائمۂ آفاق سے بامتیاز خاص ممتاز تھے۔ مروان حمار آخر خلفاء امویہ بوجہ تشیع ان کو گرفتار کرنا چاہتا تھا وہ بھاگ کر کوفہ آئے۔ چنانچہ علی مذکور سرزمین کوفہ میں پیدا ہوئے۔ مگر وہاں بھی دست تعرض معاندان کا دراز دیکھکر یقطین اپنے اہل وعیال سمیت مدینہ طیبہ کو چلے گئے۔ عباسیوں کا دورہ ہوا۔ اور سفاح کے ساتھ بیعت کی گئی تو انھوں نے پھر عراق کو مراجعت کی۔ اور سفاح و منصور کی خدمتیں کرتے رہے۔ باوجود اس کے شیعہ وامامیؑ المذہب تھے علیٰ ہذا ان کے بیٹے علی ہارون کے وزیر باتدبیر و صاحب جاہ و توقیر رہے۔ اور اموال فراواں جعفر صادق و موسےٰ کاظم علیہما السلام کے پاس بھیجتے تھے۔

علی بن یقطین کا پہلے پہل جناب صادقؑ کی خدمت میں پہنچنا

یقطین مذکور کے چار بیٹے۔ علی[1]۔ عبید[2]۔ خزیمہ[3]۔ یعقوب[4] تھے۔ جو سب کے سب شیعہ مؤمن اصحاب امام موسےٰؑ کاظم سے شمار ہوتے ہیں۔ کشی رح محمد بن عیسی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

کہا۔ ہمارے بزرگان خاندان کہا کرتے تھے کہ علی وعبید پسران یقطین ابوعبداللہ جعفر ؑ صادق کی خدمت میں داخل کئے گئے تو آپ نے فرمایا قربوا مني صاحب الذ وابتین۔ اس دو زلفوں والے لڑکے کو یعنی علی کو میرے نزدیک لاؤ۔ پاس لیگئے تو سینۂ مبارک سے لگایا اور دعائے خیر سے ان کو اختصاص بخشا۔

کہتے ہیں کہ علی نے جناب صادق ؑ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے حال آنکہ موسیٰ کاظم ؑ سے روایات کثیرہ کے ناقل ہیں اور فرقۂ ناجیہ امامیہ میں بغایت بزرگوار وراویان ثقہ وجلیل القدر سے ہیں۔ موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ کے نزدیک رتبۂ عظیم رکھتے تھے۔ ۱۸۰ھ میں جبکہ وہ جناب ہارون کی قید میں اسیر تھے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام موسیٰ ؑ علی کے لئے ضامن جنت ہوئے

کشی علیہ الرحمہ نے پسر یقطین سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے ابوالحسن الخراسانی (امام رضا ؑ) سے سُنا فرماتے تھے۔ علی بن یقطین نے قضا کی۔ حال آنکہ اسکے امام (حضرت ابوالحسن ؑ الاول) اس سے خوشنود تھے۔ اور عبداللہ بن یحیی الکاہلی سے نقل کیا کہ وہ حضرت ابوابراہیم ؑ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علی یقطین وہاں آئے۔ حضرت نے ان کو آتے دیکھکر فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ اصحاب رسول اللہ ؐ سے ایک کی طرف نظر کرے اُسے چاہیئے کہ اس آنے والے کو دیکھے۔ حضار سے ایک نے کہا کیا وہ جنتی ہے۔ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ قطعی جنتی ہے۔

دیگر۔ عبدالرحمٰن بن الحجاج کہتے تھے میں نے حضرت ابوالحسن ؑ سے کہا علی بن یقطین نے مجھے حضور کی ... پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپ اسکے

حق میں دعائے خیر کریں - فرمایا کیا دعائے آخرت کو کہا ہے - عرض کی ہاں - سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا - میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور اس بات کا کہ آتش جہنم کبھی اس کو مس نہ کریگی -

بروایت دیگر ابن حجاج مذکور نے کہا میں ایک سال حج کو گیا اور بہت سا مال حضرت ابوابراہیمؑ کی خدمت میں پہونچانے کا میری ہمراہ تھا - اپنی حاجات سے فارغ ہوا - اور مال خدمت میں گزرانا تو عرض کی جُعِلتُ فداکَ علی بن یقطین نے درخواست کی ہے کہ حضرت اس کی آخرت کے لئے دعائے خیر کریں فوضع یَدَہٗ علیٰ صَدرِہٖ ثم قال ضَمِنتُ لعلی بن یقطین اَلّا تمسّہ النار ابداً

مزید ضمانت عبداللہ بن یحیی الکاہلی نے کہا - حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے علی بن یقطین سے کہا تو کاہلی اور اس کے عیال کے نفقہ کا میرے سامنے ضامن ہو - میں تیرے لئے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں - عبداللہ مذکور کا برادر زادہ کہتا ہے - کہ علیؒ علیہ الرحمہ نے اس ضمانت کو برابر نباہا وہ ہمیشہ اسکے لئے طعام اور اموال و دیگر ضروریات بھیجتے تھے - یہاں تک کہ کاہلی نے وفات پائی - ان کی عطیات اس قدر فراخ ہوتے تھے کہ کاہلی کے اہل و عیال اور اسکے جملہ رشتہ داروں تک کو کافی ووافی ہوا کرتے تھے -

انکا اخلاص - جناب کاظمؑ ہارون کے امر سے گرفتار ہو کر اس کے سامنے آئے تو اس وقت علی بن یقطین اپنی تلوار زمین پر ٹیکے اسکے سر پر کھڑے تھے - اور آنحضرتؑ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ذرا اشارہ کریں تو اسکا سر نحس گردن - سے اڑا دیں - ہارون کسی قدر اشارہ پاکر کھٹکا تو علی نے کہکر اسکو ٹالدیا کہ یا امیرالمؤمنین میں دیکھ رہا تھا کہ آپ اشارہ کریں تو میں اس کے تلوار ماروں اس لئے تلوار بقدر ایک بالشت کے میان سے نکال لی تھی - یہ بات

بناکر اسکے ہاتھ سے نجات پائی۔

کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ علی کے تین بھائی خزیمہ۔ یعقوب و عبید بھی اصحاب جاں نثاران موسیٰ کاظمؑ سے تھے

علیؑ بہت سا مال حضرتؑ کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے بکر بن محمد اشعری سے روایت ہے کہ موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا میں نے شب گزشتہ علی بن یقطین کو حقتعالےٰ سے مانگا اُس عزّ وجل نے اس کو میرے تئیں بخشدیا۔ تحقیق اُس نے ہمارے حق میں مال و محبت بذل کی ہے وہ کرامت دنیا و آخرت کا مستوجب ہے۔

دیگر مروی ہے کہ علی بن یقطین لاکھ سے لیکر تین لاکھ درہم تک آنحضرتؑ کی خدمت میں تحفہ کے طور سے بھیجتے تھے جسکو وہ حضرتؑ فقراء شیعہ اور اپنی اہل و عیال پر قسمت فرمایا کرتے تھے۔

دیگر۔ ایک زمانے میں آنحضرتؑ کو اپنے تین یا چار بیٹوں کی شادی کرنی تھی کہ حضرت ابوالحسن رضاؑ بھی ان میں شامل تھے۔ آپ نے پسر یقطین کو لکھا کہ ان کے مہر تم پر حوالے کرتا ہوں۔ علی نے اپنے وکلا و کارندوں کو حکم دیا کہ اسباب و سامان خانگی فروخت کر کے روپیہ مہیا کیا جائے۔ پس مقدار مہر کے علاوہ تین ہزار دینار طعام عروسی (ولیمہ) کے واسطے خدمت اقدس میں ارسال کیا کہ مجموع تعداد اس کی تیرہ ہزار دینار ہوئے تھے۔

علی بن یقطین لوگوں کو بکثرت حج کرواتے تھے خصائل محمودہ علی سے تھا کہ ہمیشہ راہ خدا میں لوگوں کو حج کو بھیجتے اور ان کا زادراہ اپنے پاس سے ادا کرتے۔ چنانچہ ان کا عطیہ بیس ہزار درہم سے ایک ہزار یا پانچ سو درہم فی کس ہوتا تھا۔ محمد بن عیسیٰ نے کہا

کہ حسن بن علی نے مجھ سے نقل کیا۔ کہ ایک سال ان لوگوں کا جو حج میں علی کی طرف سے لبیک پکار رہے تھے شمار کیا گیا تو تین سے نفر نکلے۔ کبھی ڈیڑھ سو اشخاص ایسے ہوتے تھے جن کو دس دس بیس بیس ہزار دیکر حج کراتے جن میں عبداللہ کاہلی اور عبدالرحمٰن بن حجاج جیسے ذی رتبہ اشخاص ہوتے تھے جس کسی کو حج کو بھیجتے روپیہ دئے بغیر نہ رہتے۔

نتیجہ ان خصائل حمیدہ کا یہ ہوا کہ جناب کاظمؑ اوقات خاصہ میں ان کے لئے دعائے خیر کرتے۔ ہمیشہ ان کو یاد رکھتے اور سر پنجۂ ظلم ہارون سے نجات دینے میں تا بقدور سعی وافر بجالاتے جیسا کہ قصۂ دراہم باب معجزات میں گزرا۔

یونس بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں حضرت ابوالحسن الاول نے مجھ سے کہا کہ سعادت علی بن یقطین سے ہے کہ مجھکو موقف عرفات میں یاد رہا۔ اور داؤد رقی نے کہا میں بروز دہم ذی الحجہ منیٰ میں حاضر خدمت ہوا تو ابتداءً بغیر میرے سوال کرنے کے فرمایا کہ موقف میں جبکہ بینی و بین اللہ تمیرانہ تھا علی مجھ سے سہو نہیں ہوا۔ اس کی یاد میرے ساتھ تھی جب تک کہ وہاں سے روانہ نہیں ہولیا۔ اسمٰعیل بن موسیٰ علوی نے کہا میں نے عبدِ صالحؑ کو کوہ صفا پر دیکھا دعا کرتے تھے الٰہی فی اعلیٰ علیین اغفر لعلی بن یقطین اے بلند مرتبہ والے خدا علی بن یقطین کے گناہ بخشدے۔

علی بن یقطین اور خلفاء جور کی ملازمت

بحار میں ہے کہ علی نے امام موسیٰؑ کی خدمت میں لکھا کہ میں شاہی نوکری سے تنگ آگیا ہوں (اسوقت ہارون کے وزیر تھے) حضرت اجازت دیں تو یہاں سے نکل جاؤں۔ جواب میں تحریر فرمایا میں نوکری چھوڑکر فرار ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ فاتق اللہ خدا سے ڈرا اور اسپر قائم رہ۔

بروایتے انہوں نے اسکے چھوڑنے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت
ندی۔ اور فرمایا ایسا نہ کرو۔ تحقیق کہ ہم کو تیرے ساتھ اُنس ہے اور تیرا یہ عمل
تیرے برادران مؤمن کے لئے فخر و مباہات کا باعث ہے۔ اللہ تعم تیری وجہ
سے جبر کسر کرتا ہے۔ اور نائرہُ مخالفین کو جو مؤمنین پر ہے دباتا ہے۔ اے علی
تیرے اس فعل کا کفارہ یہ ہے کہ برادران مؤمن کے ساتھ ہو اور احسان کر ان کے
اوپر۔ اے علی تو ہم سے ایک امر کا ضامن ہو ہم تیرے لئے تین باتوں کے ضامن
ہوتے ہیں۔ عرض کی میں کس بات کا ضامن ہوں اور حضور کاہے کے ضامن
ہوتے ہیں۔ فرمایا تو ضامن ہو کہ جو برادر مؤمن تیرے پاس جائے اس کا اکرام
کرے اور حاجت اس کی برلائے۔ ہم ذمہ دار ہوتے ہیں کہ سقف زندان
کبھی تیرے اوپر سایہ اُفگن نہوگی یعنی کبھی قید میں نہ جائیگا۔ اور زخم تلوار کبھی تیرے
نہ لگے گا۔ اور فقیری اور مسکنت ہرگز تیرے گھر میں داخل نہ ہوگی۔ اے علی
جو کسی مؤمن کو خوش کرتا ہے وہ خدا کو خوش کرتا ہے اور اُسکے رسولؐ کو بعدازاں
ہم ائمہ طاہرین کو خوشنود کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ خصلت مذکور کا ضامن ہوا
اور امام اس کے لئے خصائل مرقوم کے ذمہ دار ہوئے۔

دیگر۔ کافی میں ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے کہ علی بن یقطین نے
امام موسیٰ ؑ کی خدمت میں عرض کی آپ ان ظلمہ کی نوکری کے بارے میں کیا
ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر اسکے بغیر چارہ نہیں تو حتی الامکان شیعوں کے
اموال سے پرہیز کرو۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اسکے بعد علی کا یہ حال
تھا کہ ظاہر میں شیعوں سے خراج لیتے خفیہ واپس کر دیتے۔ اور کاتب
علی نے کہا۔ ظاہراً ان پر جرمانہ کرتے پوشیدہ وہ مال رد کر دیتے تھے۔

دیگر کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ عراق میں تشریف

لائے تو علی نے شکایت کے طور پر عرض کی اما تری حالی وما انا فیہ۔ حضرت میرا حال نہیں دیکھتے کہ کس مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں۔ فرمایا اے علی کچھ لوگ دوستانِ خدا سے اولیائے ظلمہ کے ساتھ رہتے ہیں جنکے سبب اُسے حق تعالیٰ اپنے دوستوں سے ان کا ظلم دور کرتا ہے وانت منھم یا علی۔ اے علی تو ان اولیائے خدا سے ایک ہے۔ وقال ابو الحسنؑ ان اللہ مع کلّ طاغیۃ وزیرًا من اولیائہ یدفع بہ عنھم یعنی آنحضرتؑ کا قول تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم طاغی کے ساتھ اپنا ایک دوست بطور وزیر کے رکھ چھوڑتا ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنے دوستوں سے اسکے ظلموں کو ہٹاتا رہتا ہے۔

یونس بن عبدالرحمن یقطینی

ان کا کچھ حال تاریخ امام رضاؑ میں بزمرۂ اصحاب آنجناب تحریر ہوا۔ یہاں بحیثیت صحابیت امام ہمام موسیٰ کاظمؑ بقیہ درج ہوتا ہے

واضح ہو کہ یہ بزرگوار خدمت مبارک امام جعفر صادقؑ میں پہونچے مگر نقل حدیث آنحضرتؑ سے نہیں کرنے پائے۔ چنانچہ خود کہتے تھے۔ میں نے حضرت ابو عبداللہ کو درمیان قبر و منبر رسول اللہ کہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے۔ نماز پڑھتے دیکھا۔ مگر کوئی مسئلہ آں حضرتؑ سے دریافت نہیں کر سکا۔ لاجرم ان کا سلسلہ نقل روایت امام موسیٰؑ سے شروع ہوتا ہے اور تمام عہد امام رضاؑ اور کسی قدر زمانہ تقی الجوادؑ تک منتہی ہوتا ہے۔ کیونکہ سنہ وفات انکا ۲۰۸ ہجری ہے۔

محمد بن عیسیٰ ناقل ہیں کہ مجھ سے یونس نے کہا کہ حضرت ابو الحسنؑ

میرے لئے جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے محفوظ رہنے کے ذمہ دار ہوئے۔ اور یاسر خادمِ رضاؑ کہتے ہیں کہ ایک روز بوقت صبح آنحضرتؑ نے فرمایا۔ میں نے رات کو یونس کو خواب میں دیکھا ان کی دو آنکھوں کے درمیان سفیدی تھی۔ میں اس سے ان کی دینداری تعبیر کرتا ہوں۔

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ ہم بعد ازیں عیسیٰ بن سلیمان کی مجلس میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے عیسیٰ مذکور سے کہا میں نے ابوالحسنؑ اول کو یہ مسئلہ لکھکر بھیجا۔ کہ فدا ہوں آپ پر یہاں کچھ لوگ یونس کے قول کے قائل ہیں۔ میں ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں۔ آپ نے لکھا کہ ان کو زکوٰۃ دو۔ بتحقیق کہ یونس پہلا شخص ہے جسنے علی کو دوست رکھا جبکہ اسکی طرف دعوت کیا گیا۔ نیز اس نے کہا ہم اسکے بعد بیٹھے تھے۔ ہمارے پاس ایک شخص آیا کہ ابوالحسن موسیٰؑ نے وفات پائی۔ یونس بھی حاضر تھے۔ بولے اے معشر اہل مجلس (گواہ رہنا) کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی امام نہیں سوائے علی بن موسی الرضاؑ کے وہ میرے امام ہیں۔

رفع اشتباہ پہلے لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ میں گزرا کہ یونس بڑے پائے کے عالم صاحب فتویٰ تھے۔ انھوں نے ایک ہزار کتابیں ردِ مخالفان مذہب شیعہ میں لکھیں۔ ان کی غزارت علم کی وجہ سے بعض اشخاص ان کا کلام نہ سمجھتے۔ اور ان کو مطعون کرنے لگتے۔ وہ متوحش ہوتے۔ حضرات ائمہ علیہم السلام ان کو تسلی دیتے۔ اور معترضوں کو سمجھاتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت امام رضاؑ سے اہل بصرہ نے شکایت کی کہ یونس کہتا ہے کہ قرآن شریف کلام خدا مخلوق نہیں۔ فرمایا راست کہتا ہے۔ کلام مخلوق نہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ حضرت محمد باقرؑ سے سوال کیا گیا کہ قرآن

خالق ہے یا مخلوق۔ آپ نے فرمایا کہ نہ خالق ہے نہ مخلوق۔ وہ صرف خالق کا کلام ہے۔

اور حضرت موسٰی بن جعفرؑ ان کو کہتے تھے۔ اے یونس لوگوں سے رفق و مدارا کرو و بتحقیق کہ تمہارا کلام دقیق ہوتا ہے۔ وہ نہیں سمجھتے معترض ہوتے ہیں۔ عرض کی مجکو زندیق تک تو کہتے ہیں۔ فرمایا اس میں تمہارا کیا ضرر ہے اگر تمہارے ہاتھ میں دانۂ مروارید ہے۔ اور لوگ نادانی سے اسکو پشکل گو سفند کہیں تو تجھے کیا نقصان۔ اور تیرے ہاتھ میں سنگریزہ ہو اور اس کو موتی جانیں تو اس سے کیا نفع ہے۔ اسی طرح اہل بصرہ نے امام رضاؑ کے سامنے ان کی مذمت کی تو کہا فدا ہوں میں اس دین کی حمایت کرتا ہوں اور ان لوگوں کا یہ حال ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس میں تمہارا کچھ حرج نہیں تمہارے پاس موتی ہے تو وہ کسی کے کہنے سے اونٹ کی مینگنی نہیں بن سکتا۔ اے یونس جب تیرا امام تجھ سے رضامند ہے تو لوگ جو چاہیں کہیں تمہارا کوئی ضرر نہیں

کشی علیہ الرحمہ چند روایات متضمن بر ذم و تنقیص یونس بن عبدالرحمن نقل کر کے کہتے ہیں یہ وہ روایتیں ہیں جن کو بعض اہل قم نے انکے بارے میں نقل کیا ہے۔ ان کو دیکھ کر ہر کوئی تعجب کرے گا اور جانے گا کہ کوئی بات انمیں درست نہیں۔ کیونکہ احمد بن محمد بن عیسٰی اور علی بن حدید نے ان ذمائم کے ساتھ یونس کے مدائح بھی نقل کئے ہیں۔ شاید احمد نے یہ نقائص پہلے زمانے میں نقل کئے ہوں اور علی محض اپنے یاروں کی خاطر یہ عمل میں لایا ہو۔ رہا یونس بن بہمن سو یہ ان لوگوں سے ہے جنھوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اخذ علم و فضل کیا۔ اس کا ان کی مذمت میں لب کشائی کرنا بعید از قیاس ہے کیونکہ یہ انسان کا طبعی امر ہے کہ ایسی بات زبان سے نہ لگالے گا جس میں

خود اسکی تنقیص و تہجین ہوتی ہو۔ اور حدیث جعال کہ حضرت رضا ؑ نے یونس کا خط پڑھ کر پھینکدیا کہ یہ ولد الزنا کا خط ہے پس امام رضا ؑ کا رتبہ اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ کسی کو منسوب بزنا کریں۔ ان سے پہلے ان کے آباء طیبین اور ان کے بعد انکے پسران طاہرین اس سے بزرگ و برتر تھے کہ کسی کو زنا سے نسبت دیں۔ بلکہ وہ حضرات ایسی باتوں سے اوروں کو منع کرتے تھے۔ علی بن جعفر نے بواسطہ اپنے آباء طاہرین علیؑ ابن الحسینؑ زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ اپنی اولاد کو تاکید کرتے تھے کہ ہمیشہ اہل دین و معرفت کے پاس بیٹھو جن کے مجالس فحش اور گندہ باتوں سے پاک ہوں۔ پس اس راوی نے جو کچھ امام رضا ؑ سے یونس کے مکتوب کے بارے میں نقل کیا ہے محض بیہودہ ہے یہ حضرات فحش و سفاہت سے منزہ تھے۔

یونس بن یعقوب بجلی

اصحاب ابوعبداللہ جعفر صادق ؑ و ابوابراہیم موسیٰ کاظم ؑ سے تھے۔ بنابریں ان کا ذکر پہلے کشف الحقائق فی احوال جعفر الصادق میں گزرا۔ اور بیان ہوا کہ انہوں نے بعہد امامت امام رضا ؑ مدینہ میں وفات پائی۔ آں حضرت ؑ نے جنت البقیع میں ان کو دفن کرایا۔ اور اپنے پاس سے متکفل تجہیز و تکفین ہوئے۔ وکفیٰ بہ فضلاً و شرفاً۔

شیخ ابوعمرو کشی رہ محمد بن عبدالحمید سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا مجھ سے ابوعبداللہ جعفر صادق ؑ اور ابوابراہیم موسیٰ کاظم ؑ نے کچھ اشیاء کے خرید کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی تو فرمایا قسم خدا کی اے یونس

تو ہمارے نزدیک متہم نہیں۔ ہم تجھ کو اپنی اہلِ بیت سے شمار کرتے ہیں حقتعالیٰ تجھے اپنے رسولؐ اور ان کی اہلِ بیت کے ساتھ محشور کرے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ سبحانہ ایسا ہی کرے گا۔ راوی نے کہا نظر کرو کہ حق تعالیٰ نے اسکا خاتمہ کیسا بخیر کیا کہ عراق سے آکر جوارِ روضۂ رسول اللہؐ میں مدفون ہوئے۔

نیز انھوں نے ابن عبد الحمید مذکور سے نقل کیا کہ یونس بن یعقوب کہتے تھے۔ میں نے حضرت ابو الحسنؑ کی خدمت میں کسی معاملہ میں خط لکھا اس میں یا سیدی کا لفظ آنحضرتؑ کے حق میں استعمال کیا یعنی اے سید و سردار میرے۔ جواب میں نامہ بر سے فرمایا اُس سے کہنا انت اخی کہ تو ہمارا غلام نہیں کہ سیّد لکھے۔ تو ہمارا بھائی ہے۔

نیز یونس مذکور سے نقل کیا کہ میں حضرت ابو الحسنؑ کی خدمت میں داخل ہوا اور عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ آپ کے والد بزرگوار اس ناچیز پر نرم دل اور مہربان تھے۔ اگر حضرت بھی مجکو اسی درجہ پر رکھیں تو عین بندہ نوازی ہے۔ فرمایا اے یونس میں ایک روز اپنے باپ کی خدمت میں داخل ہوا اسوقت حضرت کے آگے خیس یا ہریسہ[1] رکھا ہوا تھا۔ مجکو دیکھکر فرمایا اے فرزند میرے نزدیک آؤ۔ اور یہ طعام تناول فرماؤ۔ بتحقیق کہ اس کو یونس بن یعقوب نے ہمارے لیئے بھیجا ہے۔ جو ہمارے قدیم شیعوں سے ہے۔ بنا بریں ہم اسکے حافظ و نگاہبان ہیں۔

موسیٰ بن بکر الواسطی

اصحاب انجاب کاظمؑ اور ان کے رواۃ اخیار سے ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ

[1] ہریسہ یک قسم طعام است کہ از گوشت و حبوبات پختہ شود و بہتر آں آنچہ از گندم و گوشت مرغ سازند منتہی ۱۲

ان سے فرمایا کہ ہمارے باپ فرماتے تھے کہ آدمی کی سعادت سے ہے۔ کہ اپنے مرنے سے پہلے اپنا قائم مقام دیکھکر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر عبد صالح (خود امام موسیٰ) کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ھذا خلف ما تقر بہ عینی۔ یہ میرا قائم مقام ہے جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

نیز موسیٰ مذکور نے کہا کہ حضرت ابوالحسنؑ نے مجکو بلوا بھیجا۔ حاضر ہوا تو فرمایا تیرا رنگ زرد کس لئے ہے کیا میں نے تجھکو نہیں کہا تھا کہ گوشت کھایا کرو۔ میں نے عرض کی جب سے حضور نے حکم دیا ہے میں گوشت ہی کھاتا ہوں۔ دوسری شے کو ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا کس طرح کھاتے ہو عرض کی طبخ کرکے۔ فرمایا کباب کرکے کھاؤ۔ میں نے اس طریق پر کھانا شروع کیا۔ ایک جمعہ کے بعد حاضر خدمت ہوا تو خون کی سرخی چہرہ پر عود کر آئی تھی۔ فرمایا ہاں اب درست ہے۔ بعد ازاں دریافت کیا ہم اپنی ضرورت میں کہیں بھیجیں تو جا سکتے ہو۔ میں نے عرض کی غلام کو کیا عذر ہو سکتا ہے جو چاہیں حکم دیں بجا لاؤنگا۔ پس آپ نے ایک کام کے لئے شام کو روانہ کیا

صفوان بن مہران بن مغیرہ کوفی اسدی

آپ اصحاب و راویان امام ابوابراہیم موسیٰ کاظمؑ سے ہیں۔ رجال ابن داؤد سے نقل ہوا ہے کہ شتر بہت رکھتے تھے ان کے کرایہ سے بسر اوقات کرتے۔ لہذا صفوان جمال کے نام سے موسوم ہوگئے۔

ان کے دو بھائی حسن و حسین پسران مہران بھی مؤمن دیندار تھے۔ آخر بحکم و ارشاد آنحضرتؑ انھوں نے اونٹوں کو بیچ ڈالا تھا۔ کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے۔ کہ صفوان نے کہا میں ایک روز خدمت بابرکت موسیٰ کاظمؑ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے صفوان تمھارے سب کام نیک و خوب

بجز ایک شے کے ۔عرض کی میری جان حضرت پر فدا ہو وہ کیا شے ہے جو حضور کو پسند نہیں ۔ فرمایا تم اپنے شتر اس مرد (ہارون) کو کرایہ پر دیتے ہو۔ میں نے عرض کی میں سیر و تماشے لہو و لعب کے لئے نہیں دیتا فقط سفر حج کے واسطے کرایہ پر دیتا ہوں ۔ اس میں بھی خود اسکی خدمت کے لئے نہیں جاتا غلاموں کو ہمراہ کر دیتا ہوں ۔ فرمایا اے صفوان تمھارا کرایہ اس کے اور اس کی اہل اولاد کے ذمہ ہوتا ہے یا نہ ۔ کہا کیوں نہیں ہوتا ۔ فرمایا کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ زندہ رہیں تاکہ تمھارا کرایہ ضائع نہو ۔ کہا البتہ چاہتا ہوں ۔ فرمایا تو جو ان کی زندگی و بقا چاہے وہ ان میں سے ہوگا ۔ اور جو ان سے ہوگا اُسکا مقام جہنم ہے ۔ صفوان کہتے ہیں کہ میں نے گھر پر پہونچ کر تمام شتر بیچڈالے ۔ یہ خبر ہارون کو پہونچی تو مجھے بلوا کر پوچھا ۔ کہ میں نے سُنا ہے کہ تو نے اپنے شتر فروخت کر دئے ۔ کس لئے تو نے یہ کام کیا ۔ میں نے کہا پیر و ناتوان ہو گیا ہوں ۔ غلاموں کے بھروسہ پر کام ٹھیک نہ تھا ۔ ہارون نے کہا یہ بات نہیں ۔ تو نے موسیٰ بن جعفر ؑ کے کہنے سے اونٹ فروخت کئے ہیں ۔ کہا مجھکو موسیٰ سے کیا واسطہ ۔ کہا بس بس ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ تو ان کی امامت کا معتقد ہے ۔ اگر حق صحبت کی رعایت منظور نہو تی تو ضرور تجھکو قتل کرتا ۔

حمّاد بن عیسی الجہنی الکوفی البصری قبیلہ جہینہ سے کوفی الاصل تھے ۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی ۔ کچھ اوپر ستر سال کی عمر پائی ۔ پس مدینہ کے قریب وادی قناۃ میں جو مسجد شجرہ سے مدینہ تک چلا گیا ہے ہلاک ہوئے ۔ جیسا کہ باب معجزات میں گزرا ۔

حماد مذکور عباد بن صہیب بصری کے ساتھ خدمت بابرکت ابو عبداللہ جعفر

صادق ؑ میں پہونچے - اور آنحضرت ؑ سے سماع حدیث کیا - عباد نے دو سو حدیثیں
یاد کیں جنکو وہ آنحضرت ؑ کی طرف سے روایت کرتے تھے - مگر حماد بڑے محتاط تھے
انھوں نے صرف ستر حدیثیں لیں ان سے بھی بعض میں خلجان رہا تو صرف
تیس حدیثوں پر اکتفا کی - جن کی نسبت کہا کرتے تھے لم یدخلنی فیها الشکوک
ان میں مجکو ذرا شک نہیں پیدا ہوا -

حماد نے جو امام موسی کاظم ؑ کی خدمت میں درخواست کی اور آنحضرت ؑ نے
برطبق اسکے اس کے لئے دعا کی کہ خداوندا تو حماد کو توفیق دے کہ پچاس حج
بجالائے - اور گھر و زوجہ و اولاد و خادم اسکے تئیں عطا کر - چنانچہ حق تعالی نے
یہ تمام چیزیں اس کو عطا کیں - اسکا بیان اس سے پیشتر باب معجزات کتاب
ہذا میں گزرا - ان کی وفات ۲۰۹ھ ہجری میں ہوئی - لہذا زمانہ امامت امام رضا ؑ
کا استیعاب اور زمانہ امامت امام محمد تقی ؑ کا انھوں نے ادراک کیا -

کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ فرقہ امامیہ نے ان کی تمام روایات کی تصحیح پر
اتفاق کیا ہے اور ان کی تفقہ و علم کا اعتراف فرمایا ہے - ان سے ایک کتاب
توحید میں دوسری حدیث میں باقی رہی -

مفضل بن عمر جعفی

بڑے پایہ کے شخص ہیں ابو عبداللہ جعفر صادق ؑ
اور امام موسی کاظم ؑ کی عظیم خدمات بجالائے -
آن حضرات ؑ نے ان کی مدح و ثنا فرمائی ہے - ہاں کچھ عرصے کے لئے سبیل
استقامت سے متزلزل ہو کر فرقہ ضالہ خطابیہ کے ہم خیال ہو گئے تھے
مگر جلد ہی اس سے تائب ہوئے -

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حجر بن زائدہ و عامر بن خداعہ نے
حضرت صادق علیہ السلام سے کہا - فدا ہوں حضرت پر مفضل بن عمر

کہتا ہے کہ ارزاق عباد تمہارے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ فرمایا خدا کی قسم کہ اس سبحانہ، کے سوا ارزاق عباد کسی کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ بعض اوقات اپنے عیال کے رزق کا محتاج ہوتا ہوں تو نہایت فکر و تشویش ہوتی ہے۔ پھر حقتعالیٰ روزی کا دروازہ ہمارے اوپر کھول دیتا ہے تو تسلّی پاتا اور شادان ہوتا ہوں لعنت ہو اُسکے عقیدے پر میں اس سے بیزار ہوں۔

اور خالد بن نجیح نے ان سے روایت کی کہ اُس نے کہا میں اور مفضل بن عمر اور چند ہمارے اصحاب مدینہ میں تھے۔ ربوبیت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے کہا حضرت ابو عبداللہؑ کی خدمت میں حاضر ہونا اور اُن سے اس مقدمے میں دریافت کرنا چاہیئے۔ پس آن حضرتؑ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ آپ بیت الشرف میں تشریف رکھتے تھے۔ برآمد ہوئے تو اس آیہ شریفہ کی تلاوت کرتے تھے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی ہم کو عبودیت سے نہ بڑھاؤ ہم اُس معبود کے بندگانِ عزّت دادہ ہیں بات میں اُس پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

یہ اس کے راہِ راست سے انحراف کا زمانہ تھا۔ اس سے پہلی یا پچھلی کیفیت اسکے خلاف یہ ہے کہ ہشام بن احمد کہتے ہیں۔ میں حضرت صادقؑ کے پاس اس لئے گیا کہ ان سے مفضل بن عمر کا حال پوچھوں۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ اپنے ایک کھیت پر تشریف رکھتے تھے اور عرق روئے مبارک سے بہ کر سینہ تک آگیا تھا۔ قبل اسکے کہ کچھ عرض کروں فرمایا۔ ہاں قسم ہے خدائے عزّ و جل کی کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں وہ مفضل بن عمر جعفی ہے۔ اس کلمہ کو بار بار فرماتے تھے۔

دیگر۔ آپ نے محمد بن کثیر ثقفی سے فرمایا کہ تم مفضل بن عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ عرض کی میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس کی گردن میں صلیب اور بدن میں زنار ہو اور آپ اس سے راضی ہوں تب بھی اس کو اچھا ہی سمجھوں گا فرمایا رحمہ اللہ۔ خدا اس پر رحم کرے۔

اور خالد جون نے کہا امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھ سے فرمایا۔ لوگ مفضل بن عمر کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں۔ میں نے کہا اسکو یہودی یا نصرانی جانتے ہیں۔ فرمایا ویل و عذاب ہو ان کے اوپر۔ بہت بری سمجھ ان کی ہے میرے نزدیک وہ ایسا نہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمارے واسطے ان میں کوئی بھی اس کی مثل نہیں۔

دیگر۔ اور موسیٰ بن بکر سے نقل ہوا کہ اس نے کہا میں حضرت ابوالحسن موسیٰؑ کی خدمت میں تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ آپ کے پاس سوائے مفضل بن عمر کے کہیں سے کچھ نہیں آتا۔ بلکہ بعض اوقات یہ دیکھا کہ ایک شخص کوئی شے لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ نے اسے قبول نہ کیا کہ مفضل کے پاس لے جاؤ یعنی اس کے ذریعہ سے ہمارے پاس آنا چاہیئے۔

دیگر۔ عیسیٰ بن سلیمان سے منقول ہے اس نے کہا میں نے حضرت ابوابراہیمؑ سے التماس کیا جعلت فداک آپ کے غلام مفضل بن عمر کو بیمار چھوڑ کر آیا ہوں حضرت اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔ فرمایا رحمت خدا مفضل پر تحقیق کہ اس نے راحت پائی (یعنی فوت ہوا) میں نے وہاں سے نکل کر اپنے ہمراہیوں سے یہ ماجرا بیان کیا۔ اور کہا قسم خدا کی مفضل فوت ہوئے پھر کوفہ آئے تو معلوم ہوا کہ حضرتؑ کے ارشاد سے تین روز پہلے مفضل قضا کر چکے تھے۔

فائدہ

شیخ محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ یحیی بن عبد الحمید حمانی نے اپنی کتاب میں جو اثبات امامت امیر المومنین میں لکھی ہے ذکر کیا ہے کہ میں نے شریک[1] سے کہا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جعفرؑ بن محمدؑ ضعیف الحدیث تھے۔ شریک نے کہا۔ میں اصل حقیقت تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ جعفرؑ بن محمدؑ مرد صالح و متقی تھے۔ مگر جہال ان کے ارد گرد رہتے۔ اور اندر آتے اور باہر جاتے اور باہر نکل کر کہتے۔ جعفرؑ نے ہم سے یہ بیان کیا۔ اور جھوٹی باتیں انکے سر تھوپتے۔

---

[1] شریک بن عبد اللہ نخعی عالم۔ فقیہ۔ ذکی۔ فہیم۔ فطین تھا۔ مہدی خلیفہ کے زمانے میں کوفہ کا قاضی رہا۔ اس کے قاضی ہونے کی حکایت اس طرح پر ہے۔ کہ عہدۂ قضا سے اس کو کراہت تھی۔ ایک مرتبہ مہدی کے پاس بیٹھا تھا مہدی نے کہا تجکو تین کاموں سے ایک کرنا ہوگا یا حدیث کا درس دے اور ہمارے لڑکوں کو اسکی تعلیم کر۔ یا قاضی ہو۔ یا ایک مرتبہ ہمارے یہاں کھانا کھا۔ شریک نے سوچ کر کہا۔ کھانا کھالینا زیادہ آسان ہے۔ مہدی نے باورچی کو تاکید کی کہ لطیف و لذیذ کھانا پکائے۔ اُس نے مغز استخوان میں قند و شہد وغیرہ ڈال کر مزیدار کھانے تیار کئے۔ شریک کھانا کھا کر فارغ ہوا تو باورچی نے کہا واللہ یا امیر المؤمنین لیس یفلح الشیخ بعد ھذہ الاکلۃ ابدًا۔ قسم خدا کی اے امیر یہ مرد اس کھانے کے بعد کبھی فلاح نہ پائیگا فضل بن ربیع نے کہا قسم خدا کی شریک نے اس کے بعد حدیث کا درس بھی دیا انکے بچوں کو تعلیم دی۔ ان کی طرف سے عہدۂ قضا بھی قبول کیا۔

اس کی تنخواہ ایک صراف پر لگائی گئی تھی۔ اسکے وصول میں تقاضا و تنگ طلبی کی۔ تو صراف نے کہا تو ایسا تقاضا کرتا ہے کہ گویا میرے ہاتھ کپڑا بیچا ہے۔ شریک نے کہا میں نے بخدا اس سے بھی عزیز شے یعنی اپنا دین فروخت کیا ہے۔ شریک ۱۷۷ھ ہجری میں بمقام کوفہ فوت ہوا ۱۲ ملخص مافی ابن خلکان۔

اور تہمت و افترا کرتے ان کے اوپر۔ اس ذریعہ سے درہم و دینار لوگوں سے لیتے
اور مال حاصل کرتے۔ اور منکرات پھیلاتے۔ عام لوگوں سے کچھ ان کا کلام قبول
کرتے۔ کچھ انکار کرتے۔ یہ لوگ مثل مفضل بن عمر و بنان و عمر نبطی وغیرہم کے تھے۔
انھوں نے مشہور کیا کہ جعفر بن محمد نے ہم سے نقل کیا کہ معرفت امام نماز روزے
سے کافی ہے اسکو انھوں نے اپنے باپ دادا سے حدیث کے طور پر ذکر کیا ہے
نیز انھوں نے بیان کیا کہ علی علیہ السلام ہوا کے ساتھ بادلوں میں اڑتے پھرتے
ہیں۔ انھوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور تختۂ غسل پر حرکت کرتے تھے۔ اور یہ کہ
امام معبود آسمان و زمین ہے۔ ان جاہل گمراہوں نے امام کو اللہ کا شریک
قرار دیا قسم خدا کی جعفر نے ان باتوں سے ایک بات بھی نہیں کہی وہ متقی و
پرہیزگار تھے۔ لوگوں نے یہ باتیں ان کی طرف سے سنی تو ان کو ضعیف الحدیث کہا۔
تو ان حضرت کو دیکھتا تو جانتا کہ وہ ایک بے نظیر شخص ہیں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ درحقیقت فرقہ خطابیہ نے اس زمانے میں کوفہ میں
غلو کا رواج دے رکھا تھا۔ جناب صادق اور ان کے بعد دیگر ائمہ علیہم السلام
برابر اس کی تردید فرماتے رہے۔ مفضل بھی کچھ عرصے ان کے ہم داستاں رہے
مگر بہت جلد رجوع بحق کیا۔ حتیٰ کہ جناب موسیٰ کاظمؑ کے وکیل و معتمد ہوئے آنحضرت
نے انکی وفات پر دعاء مغفرت کی اور رحمت بھیجی جیسا پیشتر ذکر ہوا۔

عبداللہ بن یحییٰ الکاہلی

پیشتر علی بن یقطین کے حال میں گزرا کہ
حضرت کاظمؑ نے ان سے فرمایا تو میرے
پاس کاہلی اور اس کے عیال کے نفقہ کا ضامن ہو۔ میں تیرے لئے بہشت
کا ضامن ہوتا ہوں۔ اسکے بھتیجے نے کہا کہ ابن یقطین طعام و دراہم اور
دیگر ضروریات اس کثرت سے ان کے لئے بہم پہونچاتے تھے کہ وہ اغنیا سے

ہو گئے تھے۔ تا اینکہ کاہلی نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔ ابن یقطین کا سلوک کاہلی اور عیال کاہلی سے گزر کر اس کے عزیزوں و رشتہ داروں تک پہونچا تھا۔

خطل کاہلی سے منقول ہے کہ عبد اللہ کاہلی نے کہا۔ میں حج کو گیا تو حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اس سال جسقدر نیک کام تجھ سے ہوسکیں کرے۔ بتحقیق کہ تیری اجل نزدیک آگئی۔ میں یہ سُنکر رونے لگا۔ فرمایا روتا کیوں ہے؟ عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ آپ میرے مرنے کی خبر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بشارت ہو تجھکو کہ تو ہمارے شیعوں سے ہے تیرا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ اخطل نے کہا اسکے بعد عبد اللہ تھوڑے عرصہ زندہ رہ کر انتقال کر گیا۔

محمد بن حکیم ابن ابی عمیر نے محمد بن حکیم کی بابت ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابوالحسن موسیٰؑ الکاظم کے آگے اربابِ کلام کا ذکر کرتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ابن حکیم کو تو تم چھوڑ ہی گئے۔

دیگر یونس بن عبد الرحمٰن نے حماد سے روایت کی کہ اُس نے کہا حضرت موسیٰ کاظمؑ محمد مذکور کو امر کرتے تھے کہ مسجد رسول اللہؐ میں اہلِ مدینہ کے پاس بیٹھے اور ان کے ساتھ گفتگو کرے۔ وہ ان کے ساتھ بحث و مناظرہ کرتا۔ حتیٰ کہ صاحب قبر یعنی رسولِ خداؐ کے بارے میں کلام ہوتا حضرت کی خدمت میں واپس آتا تو آپ پوچھتے انھوں نے کیا کہا اور تو نے اسکا کیا جواب دیا۔ جب وہ بیان کرتا تو حضرت اس سے رضامند ہوتے۔

نصر بن قابوس اصحاب ابو عبد اللہ جعفر صادق و ابوالحسن موسیٰ علیہما السلام سے ہیں۔ انھوں نے امام رضاؑ کی

امامت پر نص آنحضرتؑ سے روایت کی جیسا کہ پہلے لمعۃ الضیا میں ذکر ہوا کہ جناب کاظمؑ نے ایک مکان کا دروازہ کھول کر دکھایا کہ امام رضاؑ کتاب جفر کا مطالعہ کر رہے ہیں اور فرمایا دیکھو یہ میرے فرزند علی بن موسیٰؑ ہیں۔ اور جو کتاب یہ دیکھ رہے ہیں اس کو سوائے نبیؐ یا انکے وصی کے دوسرا نہیں دیکھ سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کو کبھی امامت امام رضاؑ میں شک نہوا۔

نیز منقول ہے کہ انھوں نے ایک بار حضرت ابوالحسن اول کی خدمت میں عرض کی۔ میں نے آپ کے پدر بزرگوار جناب ابو عبداللہ سے انکے بعد کے امام کی بابت استفسار کیا۔ انھوں نے آپ کا نشان دیا۔ پس آنحضرتؑ کی وفات پر جب لوگ دہنے بائیں جانے لگے۔ تو میں اور میرے اصحاب حق پر قائم رہے تھے۔ اب اسی طرح آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کی اولاد میں کون امام ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا فرزند میرا علی بن موسیٰؑ شیخ کشی رہ بعد نقل روایت کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کی عقل ودانائی وکمال دینداری پر دلالت کرتی ہے۔

عبداللہ بن جندب

شیخ کشی رہ نے لبسند معتبر بن جندب مذکور سے روایت کی ہے کہ اُس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے دریافت کیا۔ کیا آپ مجھ سے راضی ہیں! فرمایا ہاں قسم خدا کی میں راضی ہوں اور اللہ اور اُس کا رسولؐ تجھ سے راضی ہیں۔

اور حسن بن علی بن یقطین سے کہ اس کی رائے یونس کے بارے میں خوب نہ تھی۔ نقل کیا ہے کہ اس نے ابوالحسن موسیٰؑ سے کہا یونس مولیٰ آل یقطین کہتا ہے کہ آزاد کردہ اور متمسک تمھاری طاعت کا عبداللہ بن جندب حق تعالیٰ کے ستر حرفوں پر پرستش کرتا ہے۔ اور وہ اپنے دین میں

مشتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا قسم خدا کی وہ ایک حرف پر خدا کی پرستش کے لئے اولیٰ ہے۔ یونس کو عبداللہ سے کیا کام پڑا ہے انّ عبداللہ بن جندب لمن المحقّین او من المخبتین بتحقیق کہ عبداللہ اُن لوگوں سے ہے جو حق پر ہیں۔ یا اہلِ ایمان واطمینان سے ہیں۔

اور خود یونس بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ اُسنے عبداللہ بن جندب کو دیکھا جبکہ وہ عرفات سے روانہ ہو رہے تھے۔ حال آنکہ عبادت خدا میں جدوجہد رکھنے والے تھے۔ میں نے ان سے کہا آج جس سعی واجتہاد سے تم عبادت کرتے رہے ہو حق تعالیٰ اس کا شاہد ہے۔ کہا قسم اُس خدائے واحد کی جسکے سوا دوسرا معبود نہیں میں اس موقف میں رہا اور اب یہاں سے جا رہا ہوں اُس سبحانہ سے میں نے ایک دعا بھی اپنے لئے نہیں کی۔ کیونکہ میں نے حضرت کاظم علیہ السلام سے سُنا ہے کہ جو شخص برادر مؤمن کے لیے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے اُس کو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ تیرے لئے ہر دعا کی عوض ایک لاکھ حسنے ہیں پس مکروہ جانا کہ ایک لاکھ مضمون حسنے چھوڑ کر ایک شے اپنے لئے طلب کروں جو معلوم نہیں کہ ملے یا نہ ملے۔

علی بن سویدسائی

محمد بن منصور خزاعی نے علی مذکور سے نقل کیا اُس نے کہا میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جبکہ وہ حضرت قید ہارون میں تھے۔ ایک عریضہ لکھا۔ اُس میں آپ کے حال کا استفسار کیا۔ اور چند مسائل دریافت طلب درج کئے۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ العلی العظیم الذی بعظمتہ ونورہ ابصر قلوب المؤمنین وبعظمتہ ابتغی الیہ الوسیلۃ بالاعمال المختلفۃ والادیان الشتی فمصیب

ومخطئ وضال ومهتد وسمیع واصم وبصیر واعمی وحیران فالحمد
لله الذی عرف وصف دینه بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعد حمد وصلوٰۃ
کے لکھا تحقیق کہ تو ایک مرد ہے کہ حق تعالیٰ نے تجھکو محبت اہل بیت کے
ایک خاص درجہ میں رکھا ہے بباعث اس کے کہ رشد وبصارت دین
ان کی فضیلت کی اور تمام کاموں کو ان کی طرف راجع کرنے کی۔ اور ان کے
ارشاد پر رضامند ہونے کی تجھکو الہام فرمائی۔ پھر بہت سا کلام فرمانے کے
بعد ارشاد کیا ہمارے مقدمے میں اُن لوگوں کو راہ راست خدا کی طرف
دعوت کر جنکے قبول کرنے کی تجھے امید ہو۔ اور ہمارے جیسی تنگی اپنے اوپر
نہ اختیار کر۔ آل محمدؐ کو دوست رکھ۔ جو بات ہماری طرف سے تجھکو پہونچی یا جو
ہم سے منسوب بھی کی جائے اُس کو باطل نہ سمجھ۔ ہرچند کہ تجھکو اس کے خلاف
معلوم ہو۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کیوں ہم نے اس کو کہا ہے اور کس موقعہ پر کہا ہے
جو تجھکو خبر دی اُسپر ایمان لا اور جس بات کا اخفا تجھ سے مطلوب ہو اُسکو چھپا۔
بتحقیق کہ تجھکو خبر دیتا ہوں کہ ضروری حق برادر مومن کا تیرے اوپر یہ ہے کہ کوئی
بات کہ دین یا دنیا میں اس کو فائدہ دے اس سے پوشیدہ نہ رکھے۔

محمد بن سنان

ابو عمر کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ذیل کے اشخاص اہل علم نے عدول وثقات نے ان سے
روایت کی ہے۔ فضل اور ان کے باپ شاذان۔ یونس بن یعقوب۔ محمد
بن عیسیٰ عبیدی۔ محمد بن حسین بن ابی الخطاب۔ حسن وحسین پسران سعید
ہوازی۔ ایوب بن نوح وغیرہ وغیرہ۔

نیز کشیؒ کہتے ہیں کہ مجکو دریافت ہوا ہے کہ ابن سنان مذکور مکفوف
البصر نابینا تھے۔

عبداللہ بن محمد بن عیسی الاسدی نے کہا ہم مسجد کوفہ میں جاتے تو محمد بن سنان ہماری طرف دیکھکر کہتا کہ جو شخص مشکل باتوں کا حل کرنا چاہے میرے پاس آئے جسکو حلال حرام کے مسائل دریافت کرنے ہوں شیخ (صفوان بن یحیی) سے دریافت کرے۔

نیز محمد بن سنان مذکور کہتا ہے کہ میں ابوالحسن موسیٰؑ کے پاس ایک سال قبل اس کے کہ وہ عراق کو لیجائے جائیں حاضر تھا اور علیؑ رضا فرزند آپ کے آپکے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا اس سال مجکو حرکت ہوگی جس سے رہائی نہ ملے گی۔ پھر سر جھکا کر کچھ سوچنے لگے۔ پھر سر اٹھا کر بولے اللہ تعالی ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ میں نے عرض کی یہ کیا ارشاد ہوتا ہے فدا ہوں آپ پر۔ فرمایا جو میرے بعد میرے اس فرزند پر ظلم کرے اور اس کی امامت سے انکار کرے ایسا ہے جیسا کہ امیرالمؤمنینؑ کی امامت کا بعد محمد مصطفےٰ صلعم کے انکار کیا۔ میں نے جانا کہ اپنے مرنے کی خبر دیتے ہیں۔ عرض کی اگر عمر میری دراز ہوئی یعنی اس وقت تک زندہ رہا تو البتہ ان کی امامت کا قائل ہونگا۔ گواہی دونگا کہ وہ آپ کے بعد حجّتِ خدا ہیں اور دعوت کنندۂ خلائق ہیں اس کے دین کی طرف۔ فرمایا اے محمد حق تعالی تیری عمر دراز کرے گا اور تو اس کی اور اسکے بعد کے امام کی امامت کی طرف لوگوں کو دعوت کریگا۔ میں نے عرض کی ان کے بعد کون رہنمائے خلق ہوں گے۔ فرمایا ان کے بیٹے محمد تقیؑ۔ عرض کی تسلیم کیا میں نے اور راضی ہوا۔ فرمایا درست ہے۔ میں نے تیرا نام صحیفہ امیرالمؤمنینؑ میں لکھا دیکھا ہے۔ آگاہ ہو کہ تو ہمارے شیعوں میں شب تاریک میں برق درخشندہ سے زیادہ روشن ہے۔ پھر فرمایا اے محمد مفضل تیرا انیس و راحت دہندہ

ہے۔ اور تو ان دونوں کا اعنی علی بن موسیٰؑ اور محمد تقیؑ کا موجب انس و راحت ہے۔ اور آتش جہنم پر حرام ہے کہ کبھی تیرے جسم کو مس کرے۔

فقہائے اصحاب ابو ابراہیم موسیٰؑ و ابو الحسن علی رضاؑ

شیخ کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا ہے اور تصحیح اس حدیث کے جو بطریق صحیح اشخاص ذیل سے نقل ہووے اور انھوں نے اسکی تصدیق کی ہو۔ اور اعتراف کیا ہے ان کے علم و تفقہ کا۔ وہ چھ نفر ہیں سوائے اُن چھ اشخاص کے جن کا ذکر اصحاب ابو عبد اللہؑ میں گزرا۔

وہ یونس بن عبد الرحمٰن و صفوان بن یحیی۔ بیاع سابری محمد بن ابی عمیر۔ عبد اللہ بن المغیرہ۔ حسن بن محبوب۔ احمد بن محمد بن ابی نصر۔

بعض نے حسن بن محبوب کی جگہ حسن بن علی فضال و فضالہ بن ایوب کو ذکر کیا ہے۔ اور بعضوں نے فضالہ بن ایوب کے مقام پر عثمان بن عیسی کا نام لیا ہے۔ اور فقیہ ترین ان تمام کے یونس بن عبد الرحمٰن و صفوان بن یحیی تھے۔

اور اجلۂ اصحاب آنجناب سے علی بن یقطین۔ علی بن سوید سائی (سایہ ایک قریہ ہے گرد و نواح مدینہ میں) محمد بن سنان۔ و محمد بن عمیر رازی وغیرہم ہیں۔

وکیل آں حضرتؑ سے عثمان بن عیسی الرواسی تھا۔ کچھ مال اسکے پاس باقی رہ گیا تھا۔ لہٰذا آپ کی وفات پر موت کا انکار کر کے واقفی ہو گیا۔ مگر حضرت امام رضاؑ کا خطاب بعتاب سُنکر جلدی اس کے ہوش ٹھکانے پر آگئے۔ توبہ کی۔ اور مال بھی بھیجا۔ ساٹھ سال کی عمر کو پہونچا۔ ابو حمزہ ثمالی سے روایت کرتا ہے۔ ہمارے اصحاب نقل حدیث میں مطلقاً اس کو متہم نہیں جانتے۔

فرقۂ ضالّہ واقفیہ

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے عیون اخبار الرضاؑ میں روایت کی ہے کہ ربیع بن عبدالرحمٰن نے کہا قسم خدا کی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام متوسّمین سے تھے۔ جو کوئی آنحضرتؑ کے سامنے آتا اُسے دیکھکر جان لیتے کہ وہ میرے بعد میری امامت پر وقوف کریگا اور میرے جانشین کی امامت کا منکر ہوگا۔ اس غم و غصّہ کو زبان پر نہ لاتے۔ بکمال حلم اس کی برداشت کرتے۔ اور کظم غیظ فرماتے تھے۔ لاجرم کاظم کے لقب سے ملقّب ہوئے۔

ہدایت مذہب بحار میں ہے کہ مذہب وقوف اس طرح شروع ہوا۔ کہ **واقفیہ**۔ اشاعیہ کے پاس مبلغ تیس ہزار دینار ان کے اموال کی زکوٰۃ کا جو ان پر واجب تھی جمع ہوگیا۔ وہ کوفہ میں امام موسیٰ کاظمؑ کے وکیلوں حیان سرّاج اور اس کے رفیق کے پاس لے گئے۔ جناب کاظم اس وقت ہارون دون کی قید میں تھے۔ ان لوگوں نے مال حاصل کرکے مکانات تعمیر کرائے۔ نکاح کئے۔ غلامات خریدے۔ آں حضرتؑ کا زندان میں انتقال کرنا تھا کہ یہ لوگ آپ کی موت کے منکر ہوگئے۔ اور مشہور کیا کہ وہ نہیں مرے اور نہ کبھی مرینگے۔ کیونکہ قائم آل محمدؐ ہیں اسپر ایک گروہ شیعہ نے صدائے لبیک کہی اور یہ قول ان کا شہرت پاگیا۔ حتّٰی کہ مرنے کے وقت ان بدبختوں نے وصیّت کی کہ اس قدر مال آں حضرتؑ کا ہمارے اوپر ہے۔ ان کے ورثہ کو پہونچایا جائے۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ قول ان کا بہ وقوف صرف مال کی طمع و حرص سے تھا۔

واضح رہے کہ اشخاص مذکورہ کے سوا اور لوگ مثل زیاد قندی و ابن ابی حمزہ

بطائنی وغیرہ کے بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے تھے کہ بوجہ حبس آں جناب اموال خمس وزکوٰۃ مستحقین پر قسمت نہیں ہو سکا۔ ان کے پاس جمع ہو گیا۔ وہ اسکے مار کھانے کی نیت سے قائل بوقوف ہوئے۔

دیگر۔ ان لوگوں میں ایک غلط فہمی جناب صادقؑ کے زمانے سے چلی آتی تھی کہ کسی موقعہ پر آں حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ قائم آل محمد یعنی مہدی امت میری اولاد سے ہو گا۔ بعض حضار اس سے آپ کی صلبی اولاد سمجھے۔ حال آنکہ غرض امام کی یہ تھی کہ جب اور جس وقت مہدی ہو گا ہماری اولاد سے ہو گا۔ پس یہ روایت اس غلط تاویل کے ساتھ ان خود غرضوں تک پہونچی انھوں نے ایک لخت آپ کی موت سے انکار کیا۔ اور اس طرح مذہب باطل واقفیہ کی بنیاد پڑی۔

نیز بحارالانوار میں یونس بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ابوابراہیمؑ نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا تو ان لوگوں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف آں حضرتؑ کا مال کثیر واجب الادا نہو۔ انھوں نے آپ کی امامت پر وقوف کیا اور مال کی طمع سے ان کی موت سے منکر ہوئے۔

زیاد بن مروان قندی کے پاس ستر ہزار دینار اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے۔ میں نے یہ دیکھا اور حق حقیق میرے اوپر آشکار ہو گیا یعنی امامت امام رضاؑ میں شک وشبہ باقی نہ رہا تو میں نے کلام کرنا شروع کیا اور لوگوں کو آں حضرتؑ کی امامت کی دعوت کرنے لگا۔ انھوں نے پیغام دیا کہ تجھکو اس کا کیا باعث ہوا۔ مال کی خواہش رکھتا ہے تو اس سے بے نیاز کر دیں گے۔ دس ہزار دینار کے تیرے لئے ضامن ہوتے ہیں۔ اس دعوے سے باز آ۔ میں نے انکار کیا اور کہا ہم کو ائمہؑ اطہار سے حدیث پہونچی ہے کہ آں حضرات علیہم السلام نے کہا :-

اِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فَعَلَی الْعَالِمِ — جسوقت بدعتیں ظاہر ہوں عالم پر واجب ہے
اَنْ یُظْهِرَ عِلْمَهٗ فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْهُ — کہ اپنا علم ظاہر کرے۔ ایسا نہ کرے گا تو
سُلِبَ مِنْهُ نُوْرُ الْاِیْمَانِ۔ — نور ایمان اس سے چھین لیا جائے گا۔

پس میں خدا کے واسطے بہرکیف اس کام میں جد و جہد بجالاؤنگا اسپر میرے دشمن ہو گئے اور کھلم کھلا عداوت رکھنے لگے۔

ابطال مذہب واقفیہ پیشتر لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ میں گزرا کہ یہ وہ فرقہ ہے جنھوں نے حضرت موسٰی کاظمؑ کی امامت پر توقف کیا۔ ان کو مہدی آل محمد کہتے تھے۔ اور حضرت امام رضاؑ کی امامت کے منکر تھے یہ کلام ان کا سراسر باطل تھا۔ کیونکہ جناب موسٰیؑ کی موت ویسی ہی مشتہر ہوئی جیسی کہ ان سے پیشتر ان کے آباء طاہرین کی موت مشتہر ہوئی تھی۔ بلکہ اس کی شہرت ان سے زیادہ ہوئی۔ کیونکہ ہارون دون نے (جیسا کہ آگے آتا ہے) آپ کی نعش جسر بغداد پر رکھوادی۔ اور قضاۃ و شہود طلب ہوئے کہ دیکھکر ان کی موت کے گواہ ہوں۔ اور منادی کرادی کہ یہ ہے وہ شخص جسکی نسبت رافضی کہتے تھے کہ حیّ لایموت ہے۔ دیکھو ابھی موت سے دفعتًہ مر گیا۔ پس خاص و عام دیکھتے۔ پھر بسبیل اعلان نہ بطور خفا و کتمان جسد انور مقابر قریش میں دفن کیا گیا۔ ایسے مشہور واقعہ کا انکار سراسر جہل و نادانی ہے۔ اس سے انکار ہو سکے تو کسی کی موت پر وثوق و اعتماد نہیں ہو سکتا۔

دوسرے مشہور و متواتر ہے کہ آپ نے اپنے بعد کے لئے اپنے فرزند ارجمند جناب رضاؑ کو وصی و جانشین مقرر کیا۔ اگر زندہ و قائم رہنا تھا تو اس وصایت کی کون ضرورت تھی۔ یہ ایک لغو و فضول حرکت تھی۔ اس وصایت پر اخبار کثیرہ و احادیث شہیرہ کتب امامیہ میں وارد ہیں۔ جس سے کسی قدر

تاریخ امام رضاؑ میں بیشتر لکھے گئے۔ بہت تھوڑے یہاں ذکر ہوتے ہیں۔

جناب کاظمؑ کا شیوخ واقفیہ کو اپنے پسر امام رضاؑ کی وصایت سے متنبہ کرنا

بحار میں ابن عقدہ سے روایت ہے کہ اُس نے باسناد خود زیاد قندی و ابن مسکان سے نقل کیا۔ انھوں نے کہا ہم حضرت ابوابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت ہمارے پاس وہ شخص آئے گا جو بہترین اہل زمین ہے۔ پس ابوالحسن رضاؑ کہ سن طفولیت میں تھے تشریف لائے۔ ہم نے عرض کیا۔ کیا یہی خیر اہل الارض ہیں۔ نزدیک آئے تو حضرتؑ نے اپنے لخت جگر کو سینہ سے لگالیا اور پیار کیا۔ پھر فرمایا اے فرزند تم نے سُنا کہ ان دونوں نے کیا کہا۔ عرض کی۔ ہاں اے سیّد میرے۔ انھوں نے میرے بارے میں شک ظاہر کیا۔ راویانِ حدیث سے علی بن اسباط نے کہا۔ میں نے اسکو حسن بن محبوب کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے کہا اس نے حدیث کو ابتر کرکے بیان کیا۔ تتمہ اس کا علی بن رباب نے ذکر کیا کہ حضرت ابوابراہیمؑ نے ان دونوں سے کہا اگر تم میرے اس نورچشم کے حق کا انکار کروگے یا اس کے ساتھ بخیانت پیش آئے۔ تو تم پر خدا اور رسول اور تمام آدمیوں کی لعنت ہو۔ اے زیاد تو اور تیرے رفقا کبھی فلاح نہیں پانے کے حسن محبوب کہتے ہیں کہ ہم زیاد کے حق میں ابوابراہیمؑ کی دعا کے انتظار میں تھے۔ حتیٰ کہ امام رضاؑ کے زمانے میں اس سے ظاہر ہوا۔ جو کچھ کہ ہوا وہ زندیق ہوکر مرا۔

اور ابوسعید زیات سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا۔ ایک میں سفرِ حج میں زیاد قندی کے ساتھ تھا۔ راہ مکہ میں۔ مکہ میں طواف وغیرہ میں ایک جگہ

رہتے تھے۔ ایک رات اسے نہ دیکھا۔ صبح کو آیا تو پوچھا رات کہاں تھا۔ کہا ابوابراہیمؑ کے پاس ابطح میں تھا۔ ان کا بیٹا علی بن موسی ان کے پاس تھا۔ کہنے لگے اے زیاد یہ میرا بیٹا علی ہے اسکا قول وفعل میرا قول وفعل ہے۔ تجھکو جب کوئی مشکل پیش آئے تو اس سے سوال کرنا تحقیق کہ جو بات وہ کہیگا حق کہیگا۔ راوی حدیث زیات مذکور کہتا ہے کہ اس بات کو عرصہ گزر گیا حضرت موسی کاظمؑ نے وفات پائی اور برمکیوں کا خاتمہ ہولیا تو میں نے زیاد سے کہا اب اس حدیث کو ظاہر کر اور جو موسیٰ کاظمؑ سے سُنا تھا اُسے بیان کر۔ کہا ابھی اسکا موقعہ نہیں آیا۔ جب کوفہ وبغداد میں میں نے بہت الحاح واصرار کیا تو جھنجلا کر کہنے لگا وائے ہو تیرے اوپر۔ ہم اُن بہت سی احادیث کو جو کہ ہم نے روایت کی ہے کس طرح ضائع کردیں۔ یعنی مفتریات واقفیہ اسکو اس حدیث کاظمی کے اظہار سے مانع آئے ان کی وجہ سے اسکا ذکر زبان پر لایا

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ اور مثل ان کے دیگر نصوص کثیرہ کہ وصایت و امامت امام رضاؑ کی بابت میں وارد ہیں دلالت واضحہ رکھتی ہیں اوپر بطلان مذہب واقفیہ کے۔ نیز آنحضرتؑ نے درجۂ رفیعہ امامت پر فائز ہوکر جو معجزات باہرہ دکھلائے اُن سے بھی اس مذہب کا بطلان بخوبی آشکار ہے۔

اور ایک دلیل اسکے باطل ہونے کی یہ بھی ہے کہ آج دنیا میں کہیں ان کا پتہ و نشان نہیں اگر ان کا مذہب حق ہوتا تو اس طرح نیست ونابود نہیں ہوسکتا تھا۔

لعضے از مذمّتِ واقفیہ لعنہم اللہ از زبان ائمہ علیہم السّلام حمزۂ زیات نے حمران بن اعین سے نقل کیا ہے کہ اُس نے ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں حضرتؑ کے شیعوں سے ہوں؟

فرمایا ہاں قسم خدا کی تو دنیا و آخرت میں ہمارے شیعوں سے ہے اور جو جو ہمارے
شیعہ ہیں اُن کا اور اُن کے باپوں کا نام ہمارے پاس لکھا ہوا ہے سوائے
اُن لوگوں کے جو ہم سے پھر گئے۔ اور پشت موڑی انھوں نے۔ عرض کی فدا
ہوں آپ پر کوئی ایسا بھی شیعہ ہوگا جو عارف بحق ہونے کے بعد اس
طریق سے پھر جائے۔ فرمایا ہاں اے حمران ایسے لوگ ہیں۔ الا تو ان کو
ادراک نہ کریگا یہ حمزہ زیات نے کہا ہمارے درمیان حمزہ کی اس حدیث پر
مباحثہ ہوا۔ ہم نے اسکو امام رضاؑ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ وہ کون لوگ ہیں جنکا
حضرت ابو جعفرؑ نے اس حدیث میں استثنا کیا ہے۔ آپ نے لکھا وہ واقفیہ
ہیں جنھوں نے موسیٰ بن جعفرؑ پر وقوف کیا۔ اور ہماری امامت کے قائل نہ ہوئے
اور عبداللہ بن ابی یعفور نے کہا میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر
تھا۔ اتنے میں حضرت موسیٰ کاظمؑ وہاں تشریف لائے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے
پسر ابو یعفور یہ میری اولاد میں سب سے بہتر اور تمام سے میرے نزدیک محبوب تر
ہے۔ کچھ لوگ ہمارے شیعوں سے اسپر مفتون ہوں گے لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ان کا آخرت
میں کوئی بہرہ نہیں۔ اللہ ان کا تزکیہ نہ کرے گا اور ہوگا ان کے لئے عذاب دردناک
عرض کی فدا ہوں آپ پر یہ کیا بات حضور نے ارشاد کی۔ فرمایا ہاں موسیٰؑ کے
مرنے پر کچھ لوگ یہ کہینگے کہ وہ نہیں مرے۔ اس لئے ان کے بعد کے اماموں
کا انکار کرینگے اور اوروں کو اپنی ضلالت کی طرف دعوت کرینگے اس میں
ہمارے حقوق کا ابطال اور دین کا انہدام ہے۔ اے پسر یعفور اللہ اور اسکا
رسول اور ہم تمام ائمہ ان سے بیزار ہیں۔
اور حکم بن عیص سے روایت ہوا ہے کہ میں لڑکپن میں اپنے خال سلیمان

بن خالد کے ساتھ حضرت جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ لڑکا تمھارے ساتھ کون ہے؟ عرض کی میرا بھانجا ہے۔ فرمایا عارف بحق ہے! عرض کی خدا کا شکر ہے کہ اسکو شیطان نہیں پیدا کیا۔ ارشاد کیا اے سلیمان خدا سے پناہ مانگو اپنی اولاد کے لئے اُس فتنہ سے کہ ہمارے شیعوں میں اُٹھیگا۔ عرض کی جُعِلْتُ فِدَاکَ وہ کیا فتنہ ہوگا۔ فرمایا کچھ لوگ ان سے میرے پسر موسیٰؑ بن جعفرؑ پر وقوف کرینگے۔ اور ان کی موت کے اور ان کے بعد اماموں کے منکر ہوں گے۔ آگاہ رہ کہ وہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

اور علی بن جعفر علیہ السّلام سے نقل ہوا ہے کہ انھوں نے کہا ایک شخص میرے بھائی موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس آیا اور عرض کی فدا ہوں آپ پر۔ صاحب اس امر کا کون ہے؟ فرمایا یہ لوگ فتنہ میں پڑینگے۔ اور میری نسبت کہینگے کہ وہ قائم ہیں۔ حال آنکہ قائم آل محمدؐ اور ہمارے درمیان بہت بُعد ہے۔

نیز مروی ہے کہ ابراہیم بن ابی البلاد نے حضرت امام رضاؑ کے سامنے کلاب ممطورہ (بارش میں بھیگے کتّے یہ فرقہ واقفیہ کا نام ہے کیونکہ وہ اپنے نجس عقائد کی اوروں میں اشاعت کرتے تھے۔ جیسے بھیگے کُتّے اوروں کو ناپاک کرتے ہیں) کا ذکر کیا اور ان کے تشکوک و شبہات کا۔ فرمایا وہ جبتک زندہ رہینگے شک و شبہ میں رہینگے۔ مرینگے تو زندیق ہوکر مریں گے۔

اور علی بن عبد اللہ زبیری نے کہا میں نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں عریضہ لکھکر واقفیہ کا حال دریافت کیا آپ نے جواب میں لکھا وقوف کرنے والا حق سے پھرا ہوا بدی پر مقیم ہے۔ مرنے پر جہنم اسکی جائے پناہ ہوگا۔ وہ بہت بُری جائے بازگشت ہے۔

اور یحیی بن مبارک نے آپ چند مسائل لکھے۔ آخر میں آیہ شریفہ مُذَبۡذَبِیۡنَ بَیۡنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَآءِ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرت[ع] نے بخط خاص اپنے اس کا جواب لکھا۔ اور آیہ شریفہ کی نسبت تحریر کیا کہ اس سے واقفیہ مراد ہیں۔ وہ نہ مومنین سے ہیں نہ مسلمین سے۔ کیونکہ آیات خدا کی انھوں نے تکذیب کی۔ اے یحیی تو ان کے ساتھ نصب عداوت کر جہانتک تجھ سے ہو سکے۔

محمد بن فضیل کہتا ہے کہ میں نے امام رضا[ع] سے پوچھا ان لوگوں کا کیا حال ہے جنھوں نے آپ کے باپ کے اوپر وقوف کیا۔ فرمایا لعنت خدا ہو اُن پر۔ بڑے جھوٹے ہیں وہ مجکو بھی لاولد جانتے ہیں اور میری اولاد سے کسی کے امام ہونے کے قائل نہیں۔

اور امام محمد تقی الجواد[ع] سے نقل ہوا ہے کہ زیدی واقفی اور نصاب ان کے نزدیک ایک درجہ میں تھے۔ ابن ابی عمیر نے ایک شخص سے روایت کی کہ اس نے آیہ شریفہ وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کی بابت محمد تقی[ع] سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ آیہ ناصبیوں زیدیوں اور واقفیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ابراہیم بن عتبہ نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں لکھا فدا ہوں میں ان سگان باراں زدہ کو خوب پہچانتا ہوں۔ آپ کہیں تو قنوتات نماز میں انپر لعن کروں۔ آپ نے اجازت دی کہ ہاں لعن کر انکے اوپر

احتجاج امام رضا[ع] با فرقۂ واقفیہ

کشی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ علی بن ابی حمزہ بطائنی و ابن سراج و ابن مکاری حضرت امام رضا[ع] کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن ابی حمزہ نے سوال کیا تمھارے

باپ کہاں گئے۔ کہا انھوں نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ کہا مر گئے؟
فرمایا ہاں مر گئے۔ کہا کس کو ولیعہد اپنا کیا؟ فرمایا مجکو۔ اسنے کہا تو تم امام مفترض
الطاعت ہو۔ فرمایا ہاں۔ ابن سراج و ابن مکاری نے کہا قسم خدا کی انھوں نے
تجھکو اپنے نفس پر قدرت دی۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تیرے اوپر میں نے کیا
قدرت دی۔ کیا تو چاہتا ہے کہ بغداد جاکر ہارون سے کہوں کہ میں امام مفترض
الطاعۃ ہوں۔ قسم بخدا کہ یہ مجھپر لازم نہیں۔ تم سے بھی صرف اس لئے ظاہر کیا کہ
تمھارے درمیان تفرقہ و اختلاف پڑا ہوا ہے۔ ایسا نہو دشمن کے آگے پردہ
فاش ہو جائے۔ ابن ابی حمزہ نے کہا تم نے وہ بات ظاہر کی جسکو تمھارے باپ
دادا چھپاتے تھے۔ فرمایا کیونکہ میرے باپ دادا چھپاتے تھے۔ میرے آبار
طاہرین میں سب سے افضل حضرت رسولخداؐ ہیں۔ آنحضرتؐ نے جب آیہ شریفہ
وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ یعنی ڈرا تو اپنے نزدیک ترکنبہ والوں کو۔ نازل
ہوئی تو اپنے خاندان سے چالیس اشخاص کو جمع کرکے کہا۔ میں فرستادہ خدا
اور اُس کا پیغامبر ہوں تمھاری طرف۔ سب سے زیادہ آپ کا تکذیب کرنے
والا اور ان پر لوگوں کو انگیختہ کرنے والا آپ کا چچا ابولہب تھا۔ حضرت رسولخداؐ
نے ان سے فرمایا کہ اگر ابولہب سے مجھے ذرا سا خراش بھی پہونچے تو مجھے نبی نہ جاننا
یہی پہلی علامت میری نبوت کی ہے۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ اگر ہارون سے مجکو
ذرا سا خراش پہونچے تو جاننا کہ میں امام نہیں۔ یہی پہلی علامت میری امامت
کی ہے۔ علی نے کہا ہمکو تمھارے آبار طاہرین سے روایت پہونچی ہے اِنَّ الْاِمَامَ
لَا یَلِیْ اَمْرَہٗ اِلَّا اِمَامٌ مِثْلُہٗ کہ امام کی تجہیز و تکفین وہی شخص کرسکتا ہے جو ویسا ہی
امام ہو۔ تمھارے باپ موسیٰؑ کاظم کی تجہیز و تکفین کس نے کی؟ فرمایا تیرے
نزدیک حسینؑ بن علیؑ امام تھے یا نہ۔ کہا کیوں نہ تھے۔ فرمایا ان کی تجہیز و تکفین

کس نے کی۔ کہا علی بن الحسینؑ ان کے بیٹے نے۔ فرمایا وہ حضرت تو عبید اللہ زیاد کے ہاتھ میں قید تھے انھوں نے کس طرح کی۔ بطائنی نے کہا انھوں نے وہاں سے نکل کر اپنے باپ کی میت کا انصرام کیا پھر بدستور وہیں آ گئے۔ ان لوگوں کو اسکی اطلاع نہوئی۔ فرمایا جس خدا نے علی بن الحسینؑ کو قدرت دی کہ اسیری و قید کے باوجود کوفہ سے کربلا پہونچ کر اپنے باپ کے کفن و دفن کے متکفل ہوں اور پھر اپنی جگہ واپس ہو جائیں وہی خدا اس پر بھی قادر ہے کہ موسیٰ کاظمؑ کا بیٹا یعنی آنحضرتؑ جو کسی کی قید و اسیری میں نہ تھا قدرت دے کہ ان کے کاروبار کا انصرام کر کے اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ علی نے کہا ہم کو روایت پہونچی ہے ان الامام لا یمضی حتی یری عقبہ کہ امام فوت نہیں ہوتا جبتک اپنا جانشین اپنی اولاد سے نہیں دیکھ لیتا۔ فرمایا اس حدیث کا تتمہ تجھ سے رہ گیا کہا وہ کیا۔ فرمایا الا القائم یعنی قائم آل محمد اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کہا ہاں ہاں اسکا یہ تتمہ مجھ سے رہ گیا تھا۔ فرمایا وائے ہو تیرے اوپر۔ کیونکر ایسی حدیث سے استدلال کی جرأت کرتا ہے جو تمام تجھکو یاد نہیں۔ پھر فرمایا اے شیخ خدا سے ڈر اور اُن لوگوں میں شامل نہو جو خلقت کو دین خدا سے روکتے ہیں۔

رُجُوعِ شیعہ از مذہبِ باطلہ واقفیہ

دلائل امامت حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ ظاہر و آشکار دیکھے تو اکثر اشخاص قول بوقف سے تائب ہو کر راجع بحق ہوئے۔

بحار میں ہے کہ ایک جماعت نے قول بوقف سے رجوع بحق کیا۔ مثل عبد الرحمن بن الحجاج۔ رفاعۃ بن موسیٰ۔ یونس بن یعقوب۔ جمیل بن دراج

وحماد بن عیسیٰ وغیرہم کے ۔ یہ لوگ اصحاب ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر سے تھے، جن کو امامت امام رضاؑ میں شک ہوا تھا ۔ اسی طرح دیگر اشخاص کہ اس عہد کے تھے مثل احمد بن محمد بن نصر، حسن بن علی الوشا وغیرہ کے قول بوقف ترک کر کے قائل بامامت امام ہشتم علی بن موسی الرضاؑ ہوئے ۔ اور آنحضرتؑ اور ان کے بعد کے اماموں کی امامت کا اذعان کیا ۔ جملہ قائلین بوقف سے اور پھر اس سے توبہ کرنے والوں میں ایک عبداللہ بن مغیرہ ہے اس نے اپنے تائب ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے کہ میں ابتدا میں واقفی تھا ۔ اس حالت میں حج کو گیا ۔ مکہ میں داخل ہوا تو میرے دل میں خلجان پیدا ہوا ملتزم سے لپٹ کر دعا کی خداوندا بہترین ادیان کی طرف ہدایت کر ۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے ۔ لاجرم حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا اور درِ دولت آنحضرتؑ پر حاضر ہو کر اطلاع کرائی کہ اہل عراق سے ایک شخص حاضر ہے اذن دخول چاہتا ہے ۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کی آواز آئی ۔ اے عبیداللہ بن مغیرہ اندر چلا آ ۔ داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر فرمایا حق تعالیٰ نے تیری دعا قبول کی اور اپنے دین کی طرف تیری رہبری فرمائی ۔ میں نے کہا گواہی دیتا ہوں تم حجتِ خدا اور اس کے امین ہو اس کی خلق پر ۔

یزید بن اسحاق کہ اس گروہ میں سر برآوردہ تھا ۔ کہتا ہے کہ میرا بھائی محمد جو اہل استوا سے یعنی مستوی العقیدہ تھا مجھ سے بحث و تکرار رکھتا تھا یہاں تک کہ میرے اور اس کے درمیان کلام طول پکڑ گیا ۔ آخر میں نے کہا اگر تیرا صاحب (امام رضاؑ) اس درجہ پر ہے جس پر کہ تو ان کو ظاہر کرتا ہے تو اس سے یہ کہہ دعا کریں تا کہ میں تمہارے دین میں شامل ہو جاؤں ۔ حضور اس کے لئے دعا کریں تو بہت انسب ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ ابوالحسنؑ اسی وقت قبلہ رو ہو کر

دعا کرتے تھے - آخر میں فرمایا اللّٰھمّ خذ بسمعہ و بصرہٖ و مجامع قلبہ حتّٰی یردّہٗ الی الحق - خداوندا تو سمع و بصر اور مجامع قلب سے اس طرح اسکی گرفت کر کہ وہ حق کی طرف واپس آجائے - یہ فرماتے تھے اور دست راست اپنا بلند کر رکھا تھا - بارے میرا بھائی میرے پاس آیا تو یہ کیفیت مجھ سے بیان کی - قسم خدا کی اس کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں قائل بحق ہوگیا۔

دیگر - ابو خالد سیستانی نے اپنے رجوع ہونے کی یہ صورت بیان کی کہ حضرت ابوالحسنؑ کا انتقال ہوا تو میں اہل وقوف کے ساتھ قائل بوقف ہوگیا - مگر کچھ عرصہ بعد مجکو علم نجوم کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ واقعی آنحضرتؑ نے وفات پائی - تو اپنے اصحاب سے جدا ہو کر حق کی طرف رجوع ہوا۔

دیگر - حسین بن یزید نے کہا میں امام رضاؑ کے پاس حاضر ہوا درانحالیکہ آنحضرتؑ کی امامت میں شک رکھتا تھا - ایک مرد مقاتل بن مقاتل نام میرا ہم سفر تھا - وہ کوفہ ہی میں حضرتؑ کی امامت کا قائل ہو چکا تھا - میں نے اس سے کہا تو نے عجلت کی - کہا مجکو بحجت و برہان اس کا علم ہوگیا تھا - غرض حسین نے کہا میں نے امام رضاؑ سے کہا تمھارے باپ نے قضا کی؟ فرمایا ہاں قسم بخدا اور میں ان کے بعد امامِ زماں ہوں - اگر زندہ ہوتے تو اس سعادت سے بہرہ ور ہونے والا مجھ سے زیادہ کون تھا - پھر فرمایا حقتعالٰی کہتا ہے اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ یہ وہ لوگ ہیں جو ظہور امام کے وقت اس کی امامت کی طرف سبقت کریں - پھر فرمایا تیرے دوست کا کیا حال ہے - کہا کون دوست - فرمایا مقاتل بن مقاتل جسکا چہرہ لمبا - ریش دراز - ناک درمیان سے دبی ہوئی ہے - آگاہ رہ کہ وہ ہمارے پاس ہنوز نہیں آیا - نہ ہم نے بیشتر اس کو کبھی دیکھا - مگر خدا پر ایمان لایا اور تصدیق امامت

کی۔ اسکے ساتھ بھلائی کر۔ میں پلٹ کر فرودگاہ پر آیا تو اُس وقت مقاتل سوتا تھا۔ اُس کو جگاکر کہا میرے پاس ایک خوشخبری ہے مگر بیان نہ کرونگا جبتک کہ تو سو مرتبہ الحمدللہ نہ کہیگا۔ اُس نے سو دفعہ تحمید کی۔ میں نے ارشاد حضرتؑ کا اس سے ذکر کیا۔

ذکر بعضے از مخالفین و معاندین آنحضرتؑ

بڑے مخالف و معاند آپکے اور آپکے آبا و طیبین و اولاد طاہرین کے جن کو یہ حضرات اشد دشمن اپنے جانتے تھے۔ غالی ہیں جو ان کی مدح میں غلو کرتے اور درجۂ عبودیت سے گزر کر صفات مخصوصہ باری تعالیٰ۔ خالق رازق وغیرہ سے متصف گردانتے تھے۔ ہرچند یہ حضرات اپنے تئیں بندہ فرمانبردار خداوندی بتاتے اور بزجر و توبیخ ان کو اس اعتقاد سے مانع آتے وہ اصلاً اثرپذیر نہوتے اور بمفاد مدعی سُست گواہ چُست۔ اپنے اصرار پر جمے رہتے۔ لامحالہ یہ اسنے برائت و بیزاری ڈھونڈتے۔ اور کافر و مشرک کہکر لعن و نفرین سے یاد کرتے تھے۔

یہ ناہنجار عقیدہ ابتداءً حضرت امیرالمومنینؑ کے عہد میں پیدا ہوا۔ اور آخر تک مسلسل رہا۔ چنانچہ کشف الحقائق میں اس سے پیشتر عبداللہ بن سبا کا حال لکھا گیا کہ آنحضرتؑ نے کیسے تشدد و تاکید سے اس نحس عقیدہ سے اُس کو ہٹانا چاہا۔ مگر وہ نہ مانا تو آپ نے اسے جلوا دیا۔

یہاں اسی قسم کی ایک اور روایت رجال کشی سے نقل ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دس نفر غالیوں سے آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا انت الذی خلقتنا وانت الذی رزقتنا۔ تم نے ہم کو

پیدا کیا اور تم ہی رزق دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا وائے ہو تمہارے اوپر
یہ کیا بکتے ہو انما انا مخلوق مثلکم میں محض ایک مخلوق تمہاری مثل ہوں
پھر فرمایا ویلکم ربّی و ربکم اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار خدا ہے
اپنے اس عقیدۂ فاسدہ سے باز آؤ۔ انھوں نے کہا ہم اپنے قول سے
نہ پھرینگے۔ تم نے ہمکو پیدا کیا اور تم ہی رزق دیتے ہو۔ حضرتؑ نے قنبر کو
آواز دی کہ کچھ بیلداروں کو طلب کرو۔ وہ بیلچے و کھدالیں لیکر حاضر ہوئے۔
تو فرمایا ایک گڑھا کھودو۔ پھر اُس میں ایندھن بھروا کر آگ دلوائی۔ جب
دہک گئیں تو ان کو بلوا کر ارشاد کیا۔ اپنی کفریات سے توبہ کرو۔ کہا کبھی توبہ
نہ کرینگے بے شک آپ خالق و رازق ہیں۔ تب حضرتؑ نے ان کو ایک
ایک کرکے آگ میں ڈلوا دیا حتی کہ جل کر خاکستر ہوگئے۔ اُسوقت فرمایا ؎

انّی اذا ابصرت شیئًا منکرًا   اوقدتُ نارًا وَدعوت قنبرًا

جسوقت میں کوئی ممنوع امر یعنی کفر و شرک دیکھتا ہوں تو قنبر کو بُلا کر آگ
روشن کراتا ہوں۔ حضرت صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہم اہل بیتؑ
اہل صدق و امانت ہیں۔ ہم سے ہر ایک کے ساتھ ایک کذاب لگا رہتا ہے
کہ ہم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ حضرت رسولخداؐ راست گوترین عالم تھے
مسیلمہ کذاب ان پر جھوٹ لگاتا تھا۔ پھر امیر المؤمنینؑ اصدق خلق خدا تھے۔
عبد اللہ بن سبا ان پر تہمتیں باندھتا تھا۔ علی ہذا ابو عبد اللہ الحسینؑ مختار
سے مبتلاء بلا ہوئے۔ حارث شامی اور بنان علی بن الحسین پر جھوٹ باندھتے
رہے۔ پھر حضرت نے مغیرہ بن سعید۔ بزیع۔ سری۔ ابو الخطاب۔ معمر
ابو البشار۔ اشعری۔ حمزہ یزیدی اور صاید نہدی کا ذکر کیا۔ اور کہا ان سب پر
خدا کی لعنت ہو۔ ہم سے کوئی کذاب سے خالی نہیں رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ انکی

شرارتوں کو ہم سے دفع کرتا رہتا ہے اور ان کو ذائقہ آہن چکھاتا یعنی تلوار سے قتل کراتا ہے۔

اور امام رضاؑ نے فرمایا کہ بنان حضرت زین العابدین پر افترا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو حرارت آہن کا مزہ چکھایا۔ مغیرہ بن سعید ابوجعفر محمد باقرؑ پر کذب لگاتا۔ خدا نے اُسے بھی تلوار سے قتل کرایا۔ ابوالخطاب حضرت ابو عبداللہؑ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ وہ بھی بضرب شمشیر مارا گیا۔ محمد بن لبشیر ابوالحسن موسیٰؑ پر تہمتیں لگاتا اس کا بھی لوہے سے کام تمام ہوا۔ محمد بن فرات مجھ پر افترا پردازی کرتا ہے۔ ابو یحییٰ راوی حدیث بیان کرتا ہے کہ محمد بن فرات دفاتر شاہی میں کتابت کا کام کرتا تھا۔ ابراہیم بن مہدی معروف با بن شکلہ نے اسے قتل کیا۔

نیز معصومؑ نے افّاک اثیم کی تفسیر میں فرمایا۔ آیا تم کو خبر دوں کہ افّاک اثیم جن پر شیطان نزول کرتے ہیں کون ہیں۔ وہ سات نفر ہیں۔ مغیرہ بن سعید۔ بنان۔ صائد ہندی۔ حارث شامی۔ عبداللہ بن حرث حمزہ بن عمارہ مربدی۔ اور ابوالخطاب۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جملہ اشخاص غالی ہیں کہ بانتحال محبت حضرات ائمہ علیہم السلام سب کے سب گمراہ ہوئے تھے۔ حضرت صادقؑ کے زمانے میں ابوالخطاب غالی کے زیر اثر کوفہ میں ان لوگوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ باسم خطابیہ ان کا ایک جداگانہ فرقہ ہوگیا تھا۔ کہ خطاب نے ابتدا میں خلیفہ بحق سے غصب خلافت کر کے نصب و خروج کی بنیاد ڈالی تو ابوالخطاب نے بھی آنحضراتؑ کو ان کے اصلی مرتبہ سے بڑھا کر کفر و زندقہ کو رواج دیا۔ وہاں رتبہ شناسی میں کمی و کوتاہی تھی تو یہاں اس میں غلو و زیادتی۔ راست ہے

الجاهل اِمّا مفرِط او مفرِّط

خلاصہ یہ کہ بہت سی بدعتیں ان لوگوں نے ایجاد کی تھیں۔کبھی آنحضرتؑ کو پروردگار کہتے تھے۔کبھی نبی تبلاتے تھے۔ان کو عالم الغیب قطرات باراں برگِ درختاں۔ ریگِ بیاباں و نجومِ آسمان کی تعداد جاننے والے ظاہر کرتے نمازِ مغرب کو اُس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ ستارے نہ دکھائی دینے لگیں۔معمر بن خلاد سے حضرت موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ ابوالخطاب نے اہل کوفہ کو بگاڑ دیا کہ وہ نمازِ مغرب اُس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ شفق غائب نہیں ہوتی۔ حال آنکہ یہ حکم صرف مسافر و بیمار کا ہے۔

نیز معمر نے کہا کہ کسی نے آنحضرتؑ سے کہا کہ تمھارے باپ ابوعبداللہؑ ابتدا میں ابوالخطاب کے حق میں ایسا اور ایسا کہتے تھے۔بعد کو اس سے برارت کی اور بیزار ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے نزدیک وہ حضرت منصوب کر سکتے تھے۔معزول کرنے کا ان کو اختیار نہ تھا۔ بروایتے آپ نے فرمایا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بعض کو نبی بنایا۔بعض کو مؤمن۔اور کچھ ایسے بھی ہیں جنکو ایمان عاریت دیا تھا پھر ان سے واپس لے لیا۔ ابوالخطاب اُن لوگوں سے ہے جنکو ایمان عاریت دیا گیا تھا۔جب میرے باپ پر افترا پردازیاں کرنے لگا تو اس سے چھین لیا گیا۔نیز جناب موسیٰؑ نے فرمایا جسقدر آیات قرآنی منافقوں کے حق میں وارد ہیں وہ غالیوں کے حق میں بھی سمجھنی چاہئیں جو ہماری محبت کو اپنے اوپر باندھ کر کفر و بیدینی پھیلاتے ہیں۔

یونس بن ظبیان

شیخ کشی علیہ الرحمہ نے ایک شخص یونس نام سے روایت کی ہے کہ

اُس نے کہا۔ میں نے ایک مرد کو طیارہ سے دیکھا کہ امام رضا سے یونس بن ظبیان کی کیفیت بیان کرتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا کہ یکایک سر کے اوپر سے اُس کو آواز آئی اے یونس! اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ بتحقیق کہ کوئی معبود نہیں مگر میں میری پرستش وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ کرو اور میری یاد پر نماز کو قائم رکھو۔ سر اُٹھا کر دیکھتا ہوں تو حضرت ابوالحسنؑ اوّل تھے۔ حضرت امام رضاؑ کو یہ سُنکر اسقدر غصہ آیا کہ آپ سے ضبط نہو سکا۔ اُس سے کہا دور ہو یہاں سے۔ لعنت خدا ہو تیرے اوپر اور اُس پر جسنے تجھ سے یہ روایت کیا۔ اور یونس بن ظبیان پر ہزار لعنت جسکے پیچھے اور ہزار لعنت ہوں کہ ان سے ہر ایک تمکو قعر جہنم میں پہونچانے کے لئے کافی ہو۔ شہادت دیتا ہوں کہ وہ آواز شیطان کے سوا کسی کی نہ تھی۔ آگاہ رہ کہ یونس ابوالخطاب کے ساتھ اشدّ عذاب میں ہے۔ اور وہ اسکے اصحاب جو اس عقیدے میں اسکے شریک ہیں شیطان اور فرعون اور آل فرعون کے ساتھ شدید ترین عذاب جہنم میں ہوں گے۔ میں نے اپنے باپ سے یہ سُنا ہے۔ یونس راوی حدیث کہتا ہے کہ وہ مرد وہاں سے اُٹھا۔ دروازہ کی طرف کوئی دس قدم چلا تھا کہ غش کھا کر گرا۔ اور اس کا پاخانہ مُنہ کے راہ نکلا اور جان بحق ہوا۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ فرشتہ گرز گراں لے کر آیا اور اس کے سر پر مارا۔ اسکی کمر ٹوٹ گئی۔ اور نجاست کی قے کر کے جہنم واصل ہوا۔ اور اس شیطان سے ملحق ہوا جسنے یونس کو آواز دی۔ اور اس شیطان کو دیکھا جو اکثر اسے دکھائی دیا کرتا تھا۔

نیز عمار بن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے۔ کہ ابوالخطاب کی ایک لڑکی فوت

ہوئی تھی - اُس کو قبر میں اُتارا تو یونس اسے جھانک کر کہنے لگا السّلام علیك یا بنت رسول اللہ - سلام ہو تیرا تمپر اے دختر رسول خدا -

علی بن ابی حمزہ بطائنی

اس کا ذکر پہلے لمعۃ الضیا میں بزمرۂ معاندان امام رضاؑ گزرا تھوڑا سا حال بحیثیت مخالفانِ موسیٰ کاظمؑ یہاں مذکور ہوتا ہے۔

شیخ کشی رہ نے عقبہ بیاع القصب (بانس فروش) سے روایت کی ہے اُس نے علی مذکور سے نقل کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کو کہا یا علی انت واصحابك اشباہ الحمیر۔ اے علی تو اور تیرے رفقا گدھوں کے مانند ہیں۔

اور حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ علی بن ابی حمزہ نے چاہا تھا کہ زمین و آسمان میں خدا کی پرستش نہ کیجائے فابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ مگر اللہ نے یہی چاہا کہ اُس کا نور تمام و کامل ہو ہر چند کہ مشرک اس سے کراہت کریں۔ آپ نے فرمایا ہر چند کراہت کرے اس سے یعین مشرک۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا آپ اس کے تئیں مشرک فرماتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ مشرک ہے ہر چند کہ اس میں خوار و ذلیل ہو۔ یہ آیہ شریفہ اس کے اور اس کے اشباہ و امثال کے حق میں ہے جنھوں نے اطفاء نور خدا چاہا۔

نیز آنحضرتؑ نے فرمایا کہ ابن ابی حمزہ کہا کرتا تھا کہ مہدی کا سر عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس ہدیہ میں بھیجا جائیگا اور وہ صاحب سفیانی۔

نیز اس کا قول تھا کہ حضرت ابو ابراہیم آٹھ مہینے بعد دنیا میں واپس

آجائینگے۔ کیا ابتک بھی ان لوگوں کو اسکا کذب و دروغ ثابت نہیں ہوا۔

محمد بن بشیر

یہ شخص اہل کوفہ سے آزاد کردگان بنی اسد سے تھا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ کے حق میں غلو کرتا اور آنحضرت پر تہمتیں لگاتا اور افترا پردازی کرتا۔ لامحالہ آپ اسپر غضبناک تھے اور بار بار برارت و بیزاری کا اظہار کرتے۔ اور دعا فرماتے۔ پروردگارا میں بری ہوتا ہوں تیری طرف اس امر سے جس کا ابن بشیر میرے حق میں ادعا رکھتا ہے۔ خداوندا مجھے اس سے راحت دے۔ پروردگار اب مجھے اس رجس نجس پسر بشیر سے رہائی بخش۔ یہ فرماتے کہ شیطان اسکے باپ کے نطفہ اور ماں کے رحم میں شریک ہوا ہے۔ علی بن ابی حمزہ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے ایسی بُری طرح کسی کو قتل ہوتے نہیں دیکھا جیسے ابن بشیر مارا گیا۔

اور علی بن حدید مدائنی سے روایت کی کہ اُس نے کہا کسی نے حضرت ابوالحسنؑ اول سے سوال کیا کہ محمد بن بشیر کہتا ہے کہ آپ وہ موسیٰ کاظم نہیں ہیں جو ہمارے امام اور ہمارے اور خدا کے درمیان حجۃ اللہ ہیں۔ حضرتؑ نے تین مرتبہ فرمایا لعنت خدا ہو اُس پر۔ پھر فرمایا اذاقہ اللہ حرّ الحدید قتلہ اللہ اخبث ما یکُون مِن قتلۃٍ۔ یعنی بددعا کی کہ بضرب آہن بہت رسوائی کے ساتھ مارا جائے۔ اسوقت میں نے کہا جُعِلتُ فِداک میں یہ باتیں اسکی زبان سے سُنوں تو کیا مجھے اسکا مار ڈالنا روا نہیں جیساکہ رسول اللہ اور امام کی مذمت کرنے والے کا خون مباح و روا ہے۔ فرمایا ہاں قسم خدا کی تجھکو اور جو کوئی اس سے ایسی باتیں سُنے اُس کو یہ روا ہے۔ پھر کہا کیا یہ آپ کی

مذمت نہیں۔ فرمایا ہاں ضرور یہ خدا و رسولِ خداؐ و ائمہ ہدیٰ کی مذمت ہے اور سن رکھ۔ آگاہ رہ کہ بروزِ قیامت اونچا درجہ شہیدوں میں اُس کا ہوگا جو خدا و رسول کی انکی پیٹھ پیچھے نصرت کرے اور ان سے ہر بدی و بُرائی کو دفع کرے۔

دیکھئے۔ جناب کاظمؑ اس پسرِ بشیر سے کیسے دل آزردہ اور کس قدر اسپر خشمناک ہیں کہ باوجود اپنے معروف حلم و کظمِ غیظ کے علی کو صریح لفظوں میں حکم دیتے ہیں کہ اسے قتل کرو۔ بابِ اخلاق میں گزرا کہ ایک شیعہ نے آپ کے کسی بدگو کو مارنے کے لئے چھُرا خریدکیا اور سرِ راہ بیٹھا کہ اس کو قتل کرے مگر آپ نے عین وقت پر اسکو رقعہ بھیجکر منع کیا۔ اور موقعوں پر بھی یہ حضرات مُومنین کو اس سے منع کرتے رہے ہیں مگر یہاں فرماتے ہیں بلیٰ واللہ حلّ دمہ واباحہ لک ولمن سمع ذلک منہ اس سے زیادہ ابن بشیر کے لئے کونسی شقاوت ہوگی۔

اب اس پسرِ بشیر کے کچھ حالات سُنئے۔ اور بتائیے امام اسپر نفرین و لعنت کیجئے۔ یہ شخص شعبدہ بازی اور خرقِ عادات دکھانے میں ضرب المثل تھا حضرت موسیٰ کاظمؑ نے وفات پائی تو یہ قائل بوقف ہوا اور کہا جب وہ خلقِ خدا کے درمیان ظاہر تھے تو سب لوگ ان کو دیکھتے تھے۔ اہلِ نور کو بوجہ اپنی نورانیت کے اور اہلِ کدورت کو کدورت انسانیہ لحمانیہ سے نظر آتے تھے۔ بعد ازاں محجوب ہوگئے تو عالم ان کے دیکھنے سے باز رہا۔ ہر چند کہ وہ اب بھی انکے درمیان ویسے ہی قائم و موجود ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ مگر ادراک نہیں ہوسکتا ایسے ہی اُسکے کچھ اصحاب کہتے تھے کہ موسیٰ بن جعفرؑ فوت نہیں ہوئے۔ نہ محبوس ہوئے وہ نظروں سے غائب ہیں وہی مہدی و قائم ہیں۔ بوقت غیبت محمد بن بشیر کو اپنا خلیفہ و وصی کر گئے۔ اور اپنی انگشتری ان کو دے گئے۔ اور

تمام علوم جن کی امت کو دین و دُنیا کے کاروبار میں ضرورت پڑتی ہے اس کے سپرد کرکے اپنی جگہ بٹھلگئے ہیں۔ پس آں حضرتؑ کے بعد محمد بن بشیر امام مفترض الطاعت امت ہے۔ اور اسکے بعد اسکا بیٹا سمیع بن محمد پھر جس کو سمیع اپنا وصی و جانشین کرے وہ امام ہوگا۔ تاوقتیکہ موسیٰ بن جعفرؑ ظہور کریں۔ پس تمام حقوق مالیہ وغیرہ اسکی طرف رجوع ہونے چاہئیں۔

نیز یہ ملاعین کہتے تھے کہ اولاد موسیٰ کاظمؑ سے جو لوگ دعویٰ امامت کریں جھوٹے کاذب ہیں۔ طرح طرح سے انکی عیب جوئیاں کرتے تھے۔ اور فقط نماز پنجگانہ و روزہ ماہ رمضان کے قائل تھے۔ باقی جملہ ضروریات اسلام حج زکوٰۃ وغیرہ کا انکار کرتے۔ اور جو شخص مال کی راہ خدا میں وصیت کر جاتا وہ سمیع کا مال جانتے غرض کہاں تک ان کی بیہودگیاں ذکر ہوں بہت سی کفر و ضلالت پھیلا رکھی تھیں اور خلق خدا کو گمراہ کرتے تھے۔

چونکہ بشیر مذکور خرق عادت و شعبدہ بازی کا ماہر تھا اس لئے واقفیوں سے کہا تھا کہ موسیٰؑ تمہارے رب و پروردگار ہیں۔ اور میں اُن کی طرف سے نبی مرسل ہوں۔ اور ایک مجسّم صورت آں حضرتؑ کی ریش میں وغیر ریش میں پارچوں سے بنائی تھی اور دوائیں اسپر ملی تھیں۔ بہت سے حیل و تدابیر کام میں لایا تھا۔ حتّٰی کہ دیکھنے والے کو شک اس میں نہ رہتا تھا۔ ہو بہو آنحضرتؑ کی شکل دکھائی دیتی تھی۔ جب شعبدہ دکھانا چاہتا تو اس میں پھونکیں مار کر کھڑا کر لیا کرتا تھا۔ وہ لوگوں سے کہتا کہ ابوالحسنؑ میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں دیکھنا چاہو تو دکھا سکتا ہوں۔ پس ان کو اپنے ساتھ اندر حجرے میں لے جاتا کہ دیکھو یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی نہیں۔ پھر پس پردہ جا کر مجسّمہ میں نفخ دم کرکے درست کرتا اور پردہ اُٹھا کر دکھاتا۔ ان کو بعینہ حضرت موسیٰؑ کھڑے معلوم

ہوتے ۔ وہ شعبدے کے طور سے ان سے باتیں کرتا اور سرگوشی کرکے اپنی نبوت کا یقین دلاتا ۔ پھر اشارہ کر کے ان کو علیحدہ کرتا اور پردہ ڈال کر اس شکل کو توں موں کر رکھدیتا ۔ آخر رفتہ رفتہ اس کی یہ حرکات حکام وقت اور خلیفہ تک پہونچیں اور انجام یہ ہوا کہ جس طرح امام موسیٰ کاظمؑ نے دعا کی تھی بزخم آہن شدید عذاب سے مارا گیا ۔ وَاِنَّ عَذَابَ الْاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی ۔ ہر آئینہ عذابِ آخرت اس سے بھی شدید و پائندہ ہے ۔

عُلمارِ معاصرین از اعدارِ مخالفین

علمائے سُنیہ سے کہ ہم عہدِ آنحضرتؑ تھے ۔ قاضی ابو یوسف یعقوب ۔ محمد بن الحسن شیبانی دو شاگرد ابو حنیفہ کے ۔ اور مالک بن انس اصبحی ۔ محمد بن ادریس شافعی وغیرہ وغیرہ ہیں ۔ آب و ہوائے زمانہ موافق پاکر فرطِ تموّل و تونگری سے غرق دریائے زر و سیم ہوئے تھے ۔ خصوصاً جناب ابو یوسف کہ تحصیل زخارف دنیوی میں اس طرح منہمک تھے کہ جس طریق سے ہاتھ آتا تھا اُس کو حاصل کئے بغیر نہ چھوڑتے ۔

ہمارے اس سلسلہ کے ناظرین قاضی صاحب کے ساتھ پہلے سے کافی واقفیت رکھتے ہیں ۔ یہاں بحیثیت معاصر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہونے کے ہم ان سے مزید تعارف کرانا چاہتے ہیں ۔ اتفاقات حسنہ سے قاضی کو زمانہ اچھا ملا تھا ۔ ہارون خلیفہ اور اس کے ارا کین کو تکمیل اغراض و استیفار لذات منظور تھی ۔ اور آپ کو بہرکیف تحصیل دنیا مدِ نظر ۔ پھر کیا تھا ۔ ان کے حسبِ دلخواہ فتوے دیتے اور لاکھوں کے وارے نیارے کرتے تھے ۔ ہارون کے باپ مہدی کی مدخولہ کنیز کے ساتھ اسکو ہم بستر کرا کر جو اپنی فطانت سے انھوں نے بھاری بُردماری تھی

اس کا بیان پیشتر گزرا۔ اور اُس سے پہلے کشف الحقائق میں ذکر ہوا کہ خلیفہ ایک کنیز پر فریفتہ ہوا۔ اس کے مالک (زبیدہ زوجۂ ہارون ماں عیسیٰ بن جعفر) نے قسم کھائی کہ نہ بیع کروں گا نہ ہبہ۔ قاضی صاحب طلب ہوئے تو انھوں نے یہ گتھی اس طرح سُلجھائی کہ نصف کنیز بیع نصف ہبہ کی جائے۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ نصف ہبہ ہوئی اور آدھی فوراً لاکھ دینار پر خریدلی گئی۔ مگر عدۃ کی ایک اُڑ پیچ باقی رہ گئی۔ یہاں یہ تعجیل تھی کہ ذرا بھی دیر نہ ہو اور تر ترا تا لقمہ مُنہ میں آہی جائے قاضی صاحب نے یہ عقدہ بھی حل کر دیا۔ حکم دیا کہ کنیز کو آزاد کرے اسکے ساتھ نکاح پڑھالیا جائے۔ اس صورت میں ضرورت عدۃ نگاہ رکھنے کی آپکی فقہ میں نہیں رہتی تھی۔ اس حکم کی بھی اُسی وقت تعمیل ہوئی۔ کنیز آزاد ہوئی اور خود قاضی صاحب نے اس کا نکاح خلیفہ کے ساتھ بیس[2] ہزار دینار مہر پر پڑھ دیا۔ ان حسن خدمات کی جلدو میں قاضی کو دو لاکھ درہم نقد اور بیس[2] صندوق پُر از پارچہائے بیش قیمت پیشگاہ خلافت سے عطا ہوے۔ آپنے بشیر بن خالد کندی شاگرد سے کہا ھل رایت فیہ باسًا۔ تمھارے نزدیک جو مرحلے ہم نے طے کیئے ان میں کوئی شرعی خدشہ تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں (نہیں کیوں ہے) اسپر ایک عشر اس نقد وجنس کا بشیر کو دیا۔ ابھی یہ معاملہ ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ کنیز مذکورہ کی ایک لونڈی نے آکر کہا تمھاری لڑکی سلام کہتی ہے اور کہتی ہیں کہ ہم کو بیس ہزار اشرفی ملی اُس میں سے نصف اپنی ضروریات کے لیئے رکھتی ہوں۔ آدھے تم کو دیتی ہوں۔ قاضی نے (ناک مُنہ چڑھاکر) کہا۔ ہیں۔ میں نے ذل رقیت سے رہائی دلوائی۔ امیرالمومنین کی زوجیت کی عزت بخشی۔ میری یہ قدر دانی کہ دس ہزار دینار پر ٹرخاتی ہے۔ بارے بشیر وغیرہ کے کہنے سے قبول کیا۔ اور اس میں سے بھی وہ یکی بشیر کی

نکالدی۔ کما فی ابن خلکان۔

نیز ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ام جعفر زبیدہ زوجۂ ہارون نے ابو یوسف کو لکھا کہ اس مسئلہ میں تمھاری کیا رائے ہے۔ میں تو اسکو دوست رکھتی ہوں۔ آپ نے اُس کی مرضی کے موافق فتویٰ لکھ بھیجا۔ زبیدہ نے ایک ڈبہ نقرئی اُس کے اندر چھوٹے چھوٹے چند ڈبے چاندی کے اُن میں اقسام انواع عطریات اور ایک طشت پُر از درہم ان کے درمیان ایک پیالہ اُس میں دینار تھے ان کو بھیجا۔ یہ تحائف زبیدہ کے پہنچے تو یہاں مجلس آراستہ تھی۔ حاضرین سے ایک شخص بول اُٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔

من اُھدِ یت لہ ھدیۃ فجلساؤہٗ شرکائہ — کہ جسکو کوئی ہدیہ بھیجا جائے تو جو لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوں وہ اس میں شریک ہیں۔

ابو یوسف نے کہا یہ حکم اُس وقت تھا جب ہدیے شیر و خرما کے ہوا کرتے تھے۔ دیکھئے کیا برجستہ جواب ہے۔

اور یحییٰ بن معین نے کہا میں ابو یوسف قاضی کے پاس حاضر تھا اور اہل حدیث کی ایک جماعت بھی وہاں تھی۔ ام جعفر کا ہدیہ آیا اس میں صندوق پُر از جامۂ دیبا اور نقد درہم و دینار۔ خوشبویات۔ آبخورے وغیرہ وغیرہ اشیاء تھے۔ کسی نے حدیث رسول اللہؐ کا ذکر کیا کہ جسکے پاس ہدیہ آوے اُسوقت لوگ اسکے پاس بیٹھے ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہوں گے۔ ابو یوسف نے کہا یہ مجکو سُنایا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ نے یہ بات اُس وقت کہی تھی جبکہ پنیر۔ خرما۔ مویز کے تحفے ہوتے تھے۔ آج کے تحفے ویسے نہیں ہوتے۔ پھر غلام کو کہا کہ ان اشیاء کو اُٹھاؤ۔ اور خزانوں میں داخل کرو۔

دیگر۔ وفیات الاعیان میں ہے کہ ابو حنیفہ کے مرنے پر ابو یوسف پہلے

پہل بغداد میں آئے تو قواد شاہی سے کسی کو ضرورت مسئلہ کی ہوئی انھوں نے اس کی مرضی کے موافق فتویٰ دیا۔ اس نے چند دینار آپ کو عطا کئے۔ ایک روز خلیفہ کو بھی فقیہ کی ضرورت پڑی۔ اُس نے ان کا ذکر خلیفہ سے کیا۔ غرض ابو یوسف طلب ہوئے۔ محلوں میں داخل ہوتے آپ نے ایک جوان رعنا کو کہ شاہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ ایک حجرے میں اسیر دیکھا کہ ہاتھ کے اشارے سے ان سے استغاثہ کرتا ہے۔ قاضی (باوجود فطانت) اسکا مطلب نہ سمجھے۔ خلیفہ کے سامنے گئے تو اس نے کہا اگر میں اپنی آنکھ سے کسی کو زنا کرتے دیکھوں تو اُس پر اجرا رحد کر سکتا ہوں۔ قاضی صاحب اس وقت سمجھے کہ او ہو وہ جوان قیدی ہی زانی ہے۔ بے دھڑک بولے۔ نہیں۔ خلیفہ یہ سُنتے ہی سجدے میں جُھک گیا۔ سجدے سے سر اُٹھایا تو کہا۔ یہ تم کہاں سے کہتے ہو؟ کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ ادرؤا الحدود بالشبہات کہ حدود کو شبہوں پر دفع کرو۔ کہا آنکھ سے دیکھ لیا تو شبہ کہاں رہا۔ کہا دیکھنے سے یہی نہ کہ علم ہو جائے سو علم مستوجب اجرا رحدود نہیں۔ کوئی شخص اپنے علم پر اپنا حق نہیں لے سکتا ہارون نے دوبارہ سجدہ کیا۔ اور بہت سا مال مفتی صاحب کو دیکر رخصت کیا گھر پر پہونچے تو اموال کثیر جوان کی ماں و اسکے دیگر اعزہ نے آپ کو ہدیہ کیا۔ چنانچہ یہیں سے ان کے تموّل کی بنیاد پڑی۔ گھر میں بیٹھتے لوگ انسے فتوے طلب کرتے۔ کوئی مشورہ لینے آتا۔ اس وقت سے پوچھ اتکیں ہونے لگی۔ حتیٰ کہ ہارون نے آپ کو قاضی مقرر کر دیا۔

ابن خلکان کہتا ہے کہ یہ اسکے خلاف ہے، جو ہم نے پیشتر نقل کیا کہ ابو یوسف تین خلیفوں مہدی۔ ہادی۔ ہارون کی طرف سے قاضی رہے ہے۔

ابو یوسف و محمد بن الحسن نے امام موسیٰ ع سے تعرض کر کے

خفّت اُٹھائی احتجاج میں ہے کہ ابویوسف نے مہدی خلیفہ کے حضور میں حضرت موسیٰ کاظمؑ سے عرض کی۔ میں ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا پوچھو جو کچھ پوچھنا ہو۔ کہا محرم کو بحالت احرام اپنے اوپر سایہ کرنا روا ہے۔ فرمایا نہیں۔ کہا خیمہ میں داخل ہونا اور بیٹھنا حلال ہے فرمایا ہاں حلال ہے۔ کہا ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہوا۔ فرمایا شرع میں قیاس کو دخل نہیں جسکو شارع نے حلال کیا حلال ہے جسے حرام فرمایا حرام۔ تم زن حائض کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ نماز قضا کرے گی یا نہ۔ کہا نہیں فرمایا روزہ؟ کہا اس کی قضا لازم ہے۔ فرمایا یہ کیا بات ہے؟ کہا ھکذا اجاء۔ ایسا ہی وارد ہوا ہے۔ فرمایا کذلک ھذا۔ ایسا ہی یہ بھی ہے۔ مہدی نے ابویوسف سے کہا۔ تم سے کوئی معقول بات بن نہ پڑی۔ کہا انھوں نے دلیل ہی ایسی بیان کی۔

علیٰ ہذا محمد بن الحسن شیبانی ابویوسف کے پیر بھائی نے ہارون کے سامنے مکّہ میں آپ سے یہی سوال کیا کہ محرم کو اپنے محمل کے اوپر سایہ کرنا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا بحالت اختیار ناجائز ہے۔ کہا اس کو سایہ میں چلنا روا ہے۔ فرمایا ہاں۔ محمدؐ ہنسنے لگے۔ آپ نے فرمایا تو سنّتِ رسول اللہ پر تمسخر واستہزاء کرتا ہے۔ اِنّ رسول اللّٰہؐ کشف ظلالہ فی احرامہ ومشیٰ تحت الظلال وھو محرم۔ تحقیق کہ رسول اللہؐ نے بحالت احرام محمل پر سے سایہ اُتار دیا۔ اور سایہ کے نیچے چلتے رہے ہیں۔ انّ احکام اللّٰہ یا محمد لا تقاس فمن قاس بعضھا علی بعض ضلّ عن السّبیل۔ اے محمد احکام خدا ایک دوسرے پر قیاس نہیں ہوتے۔ جس نے قیاس کو ان میں دخل دیا راہ راست سے بھٹک گیا۔

محمد بن الحسن و امام شافعی

محمد مذکور کے شافعی کے ساتھ بھی مناظرے رہے جنمیں آپ ہمیشہ خفیف و خوار ہوا کئے۔ شافعی کا بیان ہے کہ میں نے محمد کی کتابیں۔ بروایتے حنفیوں کی کتابیں ساٹھ دینار خرچ کرکے بہم پہونچائیں۔ ان کا ہر ایک مسئلہ احادیث رسول اللہ صلعم کے خلاف پایا۔ لہذا ہر ایک مسئلہ کے مقابل ایک حدیث لکھدی۔

بروایت دیگر کہا ان کی مثال اُس مکار روغن گر کی مشک کیسی ہے جو انواع و اقسام کے روغن اس سے برآمد کرتا تھا۔ یہ لوگ ان کو کتاب خدا و سنت رسول کی موافق ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ قطعی ان کے برخلاف ہیں۔

نیز شافعی نے کہا حماد بربری (حاکم یمن) نے رشید کو میری شکایت لکھی کہ اگر تجھکو ان اطراف کی حاجت ہے تو اُس کو (شافعی کو) اپنے پاس بُلوا لے۔ کیونکہ یہاں غلبہ پاتا جاتا ہے۔ پس بہت سے علوّیین کے ہمراہ مجکو رقہ بھیجدیا۔ کچھ رات گزری تھی کہ ہم رشید کے دروازے پر پہونچے۔ وہ دس دس اشخاص کو اولاد علیؑ سے اپنے سامنے بُلواتا۔ اور ایک ایک کے ساتھ کچھ کلام کرتا۔ اور گردن مارنے کا حکم دیتا (کیا معلوم ہے کہ کتنے سادات اس اظلم کے ہاتھ اس رات شہید ہوئے ہوں گے لعنۃ اللہ علی الظالمین) میری باری آئی تو میں نے کہا اے امیر المؤمنین میں تمہارا خادم محمد بن ادریس مطلبی ہوں۔ کہا اے غلام اسکو قتل کر۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین کیا تم مجھے اپنے سے منحرف اور علوییین کی طرف مائل سمجھے ہوئے ہو۔ بتحقیق کہ میری مثال اُس شخص کی مانند ہے جسکے دو پسر عم ہوں ایک اسکو اپنے نسب میں مخلوط اور اس کا مال اپنے اوپر حرام اسکی دختر کو بلا نکاح ناجائز جانے۔ دوسرا اسکو اپنا غلام سمجھے اور اسکے عرض و اموال کو حلال کہے تو بتلاؤ کہ وہ ان دونوں عموزادوں سے کس کی

طرف مائل ہو گا۔ رشید نے تین بار اس کلام کا اعادہ کرایا۔ میں ہر بار رنگ برنگ کی عبارت میں اس کو بیان کرتا۔ پس حکم دیا کہ اسکو قید رکھیں۔ حسب الحکم دار العامہ میں قید ہوا۔ وہاں کوئی ایسا نہ تھا جسکے ساتھ انس پذیر ہوں۔ الا محمد بن الحسن۔ بوجہ اس کی فقاہت کے اور اس امید کے کہ رشید کے پاس میرا شفاعت خواہ ہو گا۔ اس کی طرف راغب ہوا۔ ایک روز وہ آیا تو مدینہ واہل مدینہ کی مذمت کرنے لگا۔ اور اپنے اصحاب کی مدح سرائی کی اور کہا میں نے ان کی قدح میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جو کوئی اس کا ایک حرف بھی نقص کرنا چاہے میں اس سے مناظرہ کروں گا۔ میں نے دیکھا کہ چہرے اولاد و مہاجرین و انصار کے یہ کلام سنکر سیاہ ہو گئے۔ اور اس کے اصحاب کے منہ خوشی سے دمکنے لگے۔ میں نے چاہا کہ جواب دوں۔ پھر سوچا کہ دشمن ہو جائے گا۔ اور خلیفہ کے پاس میری مذمت کرے گا۔ آخر رضائے حق سبحانہ کو اختیار کیا اور کہا اے ابو عبداللہ مدینہ حرم رسول اللہ صلعم اور دار ہجرت آنحضرت صلعم کا ہے وہاں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی وہیں آنحضرت صلعم نے وفات پائی۔ اس میں قبر شریف بنی۔ آپ نے اس کا نام طیبہ رکھا ہے اور فرمایا کہ اس میں ایک روضہ ہے ریاض جنت سے اور جو مقصود تمہاری اس مذمت سے ساکنانِ مدینہ ہیں تو وہ خود حضرت رسالت پناہ و مہاجرین و انصار و حافظانِ وحی و حاملانِ شریعت اور ان کے بعد تابعین بالاحسان ہیں۔ اگر فقط مالک بن انس کا ارادہ رکھتے ہو تو ان کا نام لینا چاہئے تھا۔ مدینہ کی مذمت کی کون ضرورت تھی۔ کہا میرا مدعا تنہا مالک ہے۔ وہ کتاب اللہ کے خلاف ایک شاہد اور قسم پر فیصلِ خصومات کرتا ہے۔ حال آنکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ۔ شافعی کہتا ہے۔ پھر میں نے کہا میں نے تمہاری مدینہ والی کتاب دیکھی ہے۔ اُس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور صلی اللہ علی

محمد کے درمیان (یعنی اوّل سے آخر تک) جو کچھ لکھا ہے تمام غلط اور خطا ہے۔ یہ کہکر اس کے بعض اغلاط مشرح بیان کئے۔ راوی کہتا ہے کہ اس جلسہ کی خبر ہارون کو پہونچی تو کہا محمد یہ نہ جانتا تھا کہ قریش سے ایک مرد کی عقل دو مردوں کی برابر ہوتی ہے۔ اور شافعی کو کہلا بھیجا کہ میں تجھ سے رضامند ہوں۔ انتہی مافی الاستقصار نقلاً عن رسالۃ ترجیح مذہب شافعی بر دیگر مذاہب۔

شافعی سنہ ۲۰۴ھ میں مصر میں فوت ہوئے۔ انکی عمر ۵۴ سال کی تھی۔ کافی نور الایضاح

شافعی کا سفر مدینہ و عراق

شافعی چودہ[14] سال کی عمر میں مکہ سے طلب علم میں نکلے۔ اور مدینہ پہونچ کر مالک بن انس اصبحی کے حلقۂ شاگردان میں داخل ہوئے۔ وہاں کوئی آٹھ مہینے امام صاحب کے مہمان رہکر ان کی کتاب مؤطا کا درس حاصل کیا۔ پھر وہاں سے ایک قافلہ کے ساتھ چلکر چوبیسویں[24] روز کوفہ میں داخل ہوئے۔ وہاں دو صاحب ابوحنیفہ ابویوسف و محمد بن الحسن سے ملاقات ہوئی۔ محمد نے پوچھا حرم کا رہنے والا ہے کہا ہاں۔

محمد۔ عرب ہے یا موالی سے۔

شافعی۔ عرب۔

محمد۔ کس خاندان سے۔

شافعی۔ اولاد مطلب بن عبد مناف سے۔

محمد۔ مالک سے ملاقات ہوئی؟

شافعی۔ اُسی کے پاس سے آرہا ہوں۔

محمد۔ کتاب مؤطا پڑھی ہے؟

شافعی۔ اس کو ازبر یاد رکھتا ہوں۔

اس پر متعجب ہوا۔ اور کاغذ و قلمدان منگا کر کچھ سوالات طہارۃ۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ

وغیرہ کے لکھکر دیئے کہ ان کے جواب دو۔ شافعی نے جواب شافی تحریر کیے۔
ان کو دیکھا اور بغور پڑھا۔ پھر اپنے مکان پر لوا لے گئے۔ شافعی نے کہا جس قاطر
پر غلام نے مجھے سوار کیا۔ اُسکا زین زیورات طلا و نقرہ سے آراستہ تھا۔ چلتے
چلتے ایک مکان عالی شان کے دروازہ پر جا کھڑا ہوا۔ جسکے دروازے۔ دریچے
چھتیں سونے چاندی کے نقوش سے آراستہ تھیں۔ اُسوقت مجھے اہل حجاز
کی تنگدستی کا خیال آیا کہ عراق میں سقوف طلا و نقرہ سے سجاتے ہیں۔ حجاز
کے لوگ سوکھا گوشت کھا کر اور خرمے کی گٹھلیاں چوس کر اوقات بسر کرتے ہیں
یہ خیال آنا تھا کہ بے اختیار اشک آنکھوں سے نکل پڑے۔ محمد بھی آگئے تھے۔
انھوں نے روتے دیکھا تو کہنے لگے۔ اندیشہ نہ کرو۔ یہ تمام مال کسب حلال کا ہے
حقوق خدا اس میں رہنے نہیں پاتے۔ زکوٰۃ سال بسال ادا ہوتی ہے۔ پھر
کتب خانے میں جا کر ایک کتاب اُٹھا لائے اسکا نام الاوسط تھا از تصنیف
امام ابوحنیفہ۔ مجکو دے کر کہا اس کو پڑھا کرو۔ میں نے شب کو شام سے صبح
تک اس کو دیکھا اور سب کو حفظ کر لیا۔ محمد کو اسکی خبر بھی نہوئی۔

پھر شافعی کہتا ہے۔ محمد کوفہ کے مفتی تھے۔ شہر میں ان کا فتویٰ چلتا تھا۔
مسند افتا پر بیٹھتے تو دائیں ہاتھ مجھکو بٹھاتے۔ ایک روز میں بدستور اپنی جگہ
بیٹھا تھا۔ کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا اور کہا ھکذا قال
ابوحنیفہ۔ میں نے کہا تم کو وہم ہوا۔ ابوحنیفہ کا یہ قول نہیں۔ انھوں نے ایسا اور
ایسا کہا ہے۔ جیسا کہ ان کی فلاں کتاب میں فلاں مسئلہ کے آگے فلاں کے بعد
لکھا ہے۔ کتاب منگائی گئی۔ اور اُس میں دیکھا گیا۔ ویسا ہی لکھا تھا۔ جیسا میں نے
کہا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کوئی کتاب مجھے دیکھنے کو نہ دی۔ بعد میں کئی سال
ملک فارس و بلادِ عجم میں گھومتا اور اہل علم سے ملاقات کرتا رہا۔ دوبارہ عراق

مین آیا تو ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ اس کے دربار تک رسائی ہوئی۔ ایک ہزار
دینار عنایت کئے۔ پھر نجران میں متولی صدقات مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ وہاں رہا۔
تا اینکہ ایک قافلہ حجاز کا آیا۔ ان سے حال پوچھا۔ خاص کر مالک کی خیر و عافیت
دریافت کی۔ کہا وہاں ہر طرح خیریت ہے۔ اور مالک کی نسبت کہا مختصر کیفیت
بیان کروں یا مشرح کہوں۔ میں نے کہا اختصار خوب ہے۔ کہا وہ تندرست
ہے اور تین ۳ سے کنیزیں رکھتا ہے۔ ہر رات ایک کے پاس سوتا ہے۔ پھر سال
آئندہ تک اس کے پاس نہیں جاتا۔ شافعی کہتا ہے کہ میں نے چاہا کہ اسکو توانگری
کے زمانہ میں پھر دیکھوں جیسا افلاس کی حالت میں دیکھا تھا۔ پس تہیۂ سفر
کر کے نجران سے حران۔ وہاں سے رملہ گیا۔ اور وہاں سے مدینۃ الرسول ؐ
کا راستہ لیا۔ طے مراحل کرتا ہوا ۲۷ ستائیسویں روز داخل مدینہ منورہ ہوا۔
اور مسجد رسول اللہ ؐ میں جا کر نماز عصر بجالایا۔ دیکھا کہ ایک کرسی وہاں رکھی ہے۔
جسکے اوپر قباطی مصر کا گدا پڑا تھا۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر تھا۔
اس کے گرد چار سے اشخاص کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ تھوڑی دیر نہوئی تھی۔ کہ مالک کی
آمد آمد ہوئی۔ باب النبی ؐ سے داخل مسجد ہوئے۔ چار سو سے زیادہ طلبہ اس کے
گرد و پیش تھے۔ چار شخص اس کے دامن سنبھال رہے تھے۔ اندر آئے تو مسجد
خوشبو و عطریات سے مہک گئی۔ لوگ تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے کرسی پر
بیٹھکر درس دینا شروع کیا۔ جراح عمد کا مسئلہ تھا۔ جو سوال پیش آتا اور شاگرد
جواب نہ دیسکتے تو میں اسکو حل کرتا۔ بارے مجھے پہچانا۔ کرسی سے اُٹھ کر گلے لگالیا
اور کہا اب درس کو تم پورا کرو۔

اسکے تمول کا یہ حال تھا کہ تحف و ہدایا خراسان و مصر و اقصائے عالم سے
چلے آتے تھے۔ شاندار مکانات تعمیر کرائے تھے۔ میں تین روز مہمان رہا۔ بہت سے

بذل احسان کے ساتھ رخصت کیا۔ مکہ آیا تو وہاں بھی برابر میری خبر گیری کرتا رہا۔ سال بسال نفقہ پہونچتا تھا۔ یہاں تک کہ گیارہ سال بعد مالک نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔ وہ مدد خرچ بند ہوئی تو مکہ میں نہ ٹھہر سکا۔ مصر چلا آیا۔ وہاں حق تعالیٰ نے عبداللہ بن عبدالحکم مجکو اسکا بدل عطا کیا۔ اب وہ میرے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ تمام ہوئی کیفیت سفر شافعی۔ از نور الابصار برعایت قدرے اختصار۔

جناب مالک ۹۱ھ بقولے ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور طویل عمر نوّے سال کے قریب دنیا میں بھگت کر۔ اور لذّاتِ دُنیا کا من مانتے طور سے استیفا فرما کر ۱۷۹ھ میں رہگزائے عالم باقی ہوئے۔ ان کے مسائل غریب سے جواز اغلام اور وطی فی الدبر کا مسئلہ ہے۔ یہاں بجز اسکے کیا کہا جائے کہ بین سے زوجہ سے بھی سیدھی طرح اس بزرگ کی کاربرآری نہوئی ہوگی جوان فتاوی کی ضرورت پیش آئی۔ دیکھے کس قدر شہرت ان مسائل کی آپ کی طرف سے ہوئی۔ شعرا نے اسپر مذاق اُڑائے۔ ملا جامی کہتے ہیں ؎

آبروئے غلام خویش مبر — دفتر بدبنام خویش مدر
نتوان زد بگفتۂ مالک — غوطہ در بحر این چنیں ہالک

ایضاً بہارستان ملا جامی میں ہے ؎

گفت مملوکہ بمالکِ خویش — کز قفا لیش گرفت راہِ فساد
ترکِ این فعل کن کہ جائز نیست — نزد دیں پرورانِ شرع نہاد
گفت خامش کہ شیخ دیں مالک — بچنیں عیش رخصتِ ما داد

گفت مسکیں زِ زیرِ او کہ خدات
در زد و کیر مالک اندازاد

خُلفاءِ مُعاصِرین

پیشتر گزرا کہ زمانۂ امامت آں حضرت صلوات اللہ علیہ متحد تھا ساتھ زمانۂ خلافت منصور دوانیقی کے اور اور زمانہائے مہدی بن منصور و موسیٰ و ہارون پسران مہدی مذکور کے۔

ان سب سے منصور کوئی نو سال ابتدائے امامت آنجناب میں فرماں روا رہا۔ وہ حضرت صادقؑ کے شہید کرنے کے بعد بہت بجد تھا کہ پسرانِ آنحضرتؑ سے جو آپ کا وصی و جانشین ہو اُسے بھی قتل کرے۔ اسکے معلوم کرنیکے لئے جاسوس مدینہ میں چھوڑ رکھے تھے۔ مگر ادھر تو جناب صادقؑ نے نہایت حزم و دور اندیشی سے حلقۂ وصایت کو اس قدر وسیع دکھایا تھا کہ خود منصور اور اسکے نائب عامل مدینہ تک کو اس میں شامل کر لیا تھا۔ چنانچہ پیشتر اسکا بیان بروایت ابو ایوب خوزی کاتب منصور گزرا اور ادھر حضرت موسیٰ کاظمؑ اس عہد میں نہایت احتیاط و تقیہ میں بسر کرتے تھے۔ ان وجوہات سے وہ حضرت اسکے دستِ تعرض سے محفوظ رہے۔ منصور مقہور کا زیادہ حال کتاب کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادقؑ مؤلفہ حقیر میں گزرا۔ کیونکہ اس کا حصہ تھا۔ بقیہ کسی قدر یہاں بمناسبت مقام ہدیۂ ناظرین ہوتا ہے۔

منصور - نہایت تند خو بے حد سفاک تھا۔ اس کا ظلم اولاد امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے گزر کر عامۂ خلائق پر عام تھا۔ دربار میں بیٹھتا تو چہرہ افروختہ رنگ متغیر۔ آنکھیں سُرخ ہوتیں۔ ایک شخص نے کہ ابتدا سے اس کے ساتھ بے تکلفانہ تعارف رکھتا تھا ایک بار اس سے کہا اے امیر تم تعذیب خلائق

اس طرح منہمک رہتے ہو کہ گویا عفو و اغماض کا نام تک نہیں سُنا۔ اُس نے عذر گناہ بدتر از گناہ اس خصلت زبون کا یہ کیا کہ کل کی بات ہے جبکہ ہم عام طور سے رعایا میں شامل تھے۔ جن لوگوں نے ہم کو اس حالت میں دیکھا تھا آج وہی سلطنت و بادشاہی پر دیکھ رہے ہیں پس ہماری ہیبت ان پر اسی طرح قائم ہو سکتی ہے کہ عفو و بخشش کو بھول جاویں۔ اور قہر و سطوت کا استعمال رکھیں۔ یہ فرعونی خیال ایک ایسے شخص سے جو قرابت رسول اللہ پر فخر کرتا ہو۔ اور آں حضرت صلعم کی خلافت و جانشینی کا دعوے دار ہو جس قدر خلاف توقع ہے حاجتِ بیان نہیں۔

اس کی سفّاکی کی ایک ادنیٰ مثال اس کی خونخوار خصلت اور ظالمانہ جبلت کی ایک چھوٹی سی مثال روضۃ الصفا میں یہ نقل کی ہے۔ کہ کسی بیرونجات کے عامل کو حکم بھیجا تھا کہ حاضر پائے تخت ہو۔ اُس نے گرانی جسم کا عذر کر کے معافی کی درخواست کی تو منصور نے جواب میں لکھا کہ اگر تمام بدن سے حاضر نہیں ہو سکتا تو ہم اسکے ایک حصّہ پر قناعت کرتے ہیں۔ اہل عملہ کو چاہیئے کہ اسکا سر کاٹ کر روانہ کر دیں۔ اس فرمان قضا جریان کی علی الفور تعمیل کی گئی اللہ اکبر! سر کاٹنا اس اظلم کے نزدیک گاجر مولی سے زیادہ نہ تھا۔

اسکی نظیر ہمارے اس زمانے کے قرب وجوار میں امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل و افغانستان گزرے ہیں۔ ان کے ظلم کی داستانیں بھی شیطان کے انکار سجدۂ آدم کی کہانی سے کمتر شہرۂ آفاق نہیں۔ اس بارے میں بہت سی حکایتیں زبان زدِ خلائق ہیں۔ از انجملہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دار الخلافۃ سے باہر شکار کی خاطر بیرونجات کو جا رہے تھے ایک قریہ کے نزدیک سے سواری کا گزر ہوا دیکھا کہ ایک مرد ایک عورت کے مابین تکرار ہے پاس جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ

دہی بیچنے والی عورت مرد سے کہتی ہے کہ مجھ سے دہی لے کر کھا گیا۔ دام نہیں دیتا مرد سے کہا کیوں قیمت نہیں دیتا۔ اس نے دہی لینے سے صاف انکار کیا امیر عورت کی جانب مڑا کہ سچ بتا۔ اس نے دہی تیری کھائی۔ کہا البتہ کھائی ہے۔ کہا اچھا اس کا پیٹ چیر کر دیکھا جائے۔ شکم چاک کیا گیا تو معلوم ہوا واقعی دہی کھائی تھی۔ عورت کو حکم ہوا کہ جاؤ انصاف ہو گیا۔ اسکا تتمہ یہ تھا کہ اگر مرد کے پیٹ سے دہی نہ نکلتی تو عورت کے بدن پر سر نہیں رہ سکتا تھا۔

الغرض منصور جیسے سفاک سے آنحضرات صلواتُ اللہ علیہم کے حق میں کہ عموماً اپنے خلفا رہم عصر کے آماجگاہِ تیر ستم بنے رہے جو کچھ ظاہر ہوتا کم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شیعوں نے اسکے عہد میں امام موسی کاظمؑ کا نام لینا چھوڑ دیا تھا اجل یا کسی اور تلفظ سے آپ کو تعبیر کرتے تھے۔

منصور کا ایک نام مقلاص بھی تھا بناء بغداد کے وقت اسکے کارندوں نے اس قطعہ زمین کو جہاں ثانی الحال بغداد تعمیر ہوا پسند کر کے اسکو اطلاع دی تو وہ خود طے مراحل کرتا ہوا وہاں آیا۔ مزید غور و تامل کے لئے اس خطے میں کبھی ادھر کبھی اُدھر گھومتا پھرتا تھا۔ اتفاقاً اس نواح میں ایک راہب مقیم تھا۔ منصور نے علی بن یقطین اپنے اہل کار کو اس کے پاس بھیجا۔ راہب نے علی سے پوچھا کہ امیر ادھر اُدھر کیوں کودتا پھرتا ہے۔ کہا چاہتا ہے کہ ایک شہر عظیم یہاں آباد کرے۔ راہب نے کہا اسکا کیا نام ہے؟ کہا عبد اللہ۔ لقب اور کنیت دریافت کی تو کہا منصور ابو جعفر۔ راہب نے کہا یہ اسکو آباد نہیں کر سکتا۔ کہا کیوں؟ راہب نے کہا ہم نے کتاب قدیم میں دیکھا ہے کہ اس جگہ بہت بڑا شہر آباد ہونے والا ہے۔ مگر اسکا بانی مقلاص نام بادشاہ ہوگا۔ علی نے یہ کلام راہب کا منصور سے نقل کیا تو وہ بہت خوش ہوا

اوری المنصور [illegible] کیا - اور رغبت بنائے شہر بیش از بیش ہوگیا۔
حکم دیا کہ مہندس و معمار اطراف آفاق سے جمع ہوں - ابن یقطین نے کہا کلام راہب
سُنکر بجائے ترکِ عزم یہ مزید رغبت کیسی اور سجدہ کس امر پر آپنے کیا - منصور
نے کہا اسکا باعث یہ ہے کہ مقلاص دراصل میرا ہی نام ہے - صورت حال یہ ہے
کہ ہمارے بچپن میں بنی اُمیہ کا عہد سلطنت تھا - ہم نہایت افلاس و تنگدستی
میں بسر کرتے تھے - انہی دنوں ہم عمر لڑکوں میں دعوت کے جلسے شروع ہوئے
ہر روز ایک لڑکا احباب کی دعوت کرتا میرا نمبر دعوت کرنے کا آیا تو کوڑی پاس
نہ تھی - فکر ہوئی کہ کیا کیجئے - گھر میں دایہ کا سوت رکھا ہوا تھا وہ چُرا کر بازار میں لے گیا
فروخت کر کے اسکی قیمت سے سامان ضیافت مہیا کیا - دایہ نے پوچھا کہ کہاں
سے یہ سامان بہم پہونچا - میں نے کہا ایک شخص سے کچھ قرض لیا مگر جب اپنا سُوت
مفقود پایا تو سمجھ گئی کہ کیا ماجرا ہے - اس نے یہ قصہ میرے باپ اور چچا سے
بیان کیا - اس زمانہ میں ایک مرد عیار دزدی پیشہ مقلاص نام مشہور تھا - دایہ نے
ان کے سامنے مجکو اسی نام سے یاد کیا - اس کے بعد سے یہ دستور ہوگیا کہ میرے
باپ اور چچا مجکو سرزنش کرتے تو مقلاص کہکر پکارا کرتے تھے - روضۃ الصفا

لطیفہ - شہر بغداد کی تعمیر شروع ہوئی تو منصور کو خیال آیا کہ ایوان کسرےٰ کو
جو مدائن میں ہے گرواکر اسکی اینٹیں اس میں لگائی جائیں - خالد بن برمک اس کا وزیر
اس سے مانع ہوا کہ یہ سلاطینِ عجم کی یادگار ہے اور اس سے دین محمدیؐ کے لئے
ایک قوت و غلبہ کا اظہار ہوتا ہے کہ اس نے ایسی ایسی عمارتوں کے بنانے والوں کو
مغلوب کیا - علاوہ بریں امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب اپنے عہدِ خلافت میں یہاں
سے گزرے تو اس جگہ قیام کیا اور نماز پڑھی - مناسب نہیں کہ اسکو منہدم کیا جائے
مگر منصور نے اسے قبول نہ کیا اور کہا چونکہ تو نسلِ عجم سے ہے نہیں چاہتا کہ انکے آثار

محو ہوں۔ حکم دیا کہ اس کو گرانا شروع کیا جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ اسکے انہدام کی لاگت اور اُجرت خرانِ باربردار کی جو اینٹیں مدائن سے بغداد کو پہونچائیں اصل قیمت خشت سے جو بغداد میں تیار کرائی جائیں زیادہ پڑتی ہے تو اس سے باز رہا۔ خالد نے کہا یہ کام شروع کیا ہے تو چھوڑنا اچھا نہیں۔ کیونکہ لوگ کہینگے کہ جو عمارات پہلے بادشاہ بنا گئے منصور ان کے گروانے سے بھی عاجز رہا۔ مگر منصور پر اس کا ذرا اثر نہوا۔ اسکا عزم انہدام بھی طمع ولالچ سے تھا۔ اور ترکِ انہدام کا باعث بھی وہی خست و طمع ہوئی۔

منصور کی دغابازی منصور[1] حج کو جانے لگا تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ اپنے بھتیجے اور ولیعہد خلافت کو بلا کر کہا کہ میرے بعد تو خلیفہ ہونے والا ہے۔ یہ تیرا اور میرا بدچچا عبداللہ بن علی ہے اسکو تیرے سپرد کرتا ہوں اسکو لے اور میرے پیچھے جب یہاں سے چلا جاؤں قتل کر دینا۔ خبردار اس میں بزدلی نہ کرنا۔ اثنار راہ سے پھر اس بارے میں تاکید لکھی۔ عیسیٰ نے اپنے کاتب یونس سے صلاح لی۔ اسنے کہا منصور چاہتا ہے کہ تو اسے قتل کرے اور وہ اسکے قصاص میں تیرا کام تمام کرے۔ پوشیدہ اس کا امر کرتا ہے۔ علانیہ خون کا دعویٰ کریگا۔ اسکو اپنے پاس پوشیدہ رکھ چھوڑ۔ اور منصور کو لکھدے کہ میں نے قتل کر دیا۔ عیسیٰ نے اسکو لکھ بھی بھیجا کہ میں اسکے کام سے فارغ ہو چکا۔ حج سے واپس ہوا تو دیگر اعمام کو اشارہ کیا کہ تم مجھ سے عبداللہ کی عفو تقصیر اور جان بخشی کی درخواست کرو۔ انھوں نے یہ سوال کیا تو کہا ہاں عیسیٰ کو بلاؤ۔ حاضر ہوا تو کہا اے عیسیٰ میں نے حج کو جانے سے بیشتر اپنے چچا عبداللہ کو تجھکو سونپا تھا کہ بعزت و آرام اپنے گھر میں رکھے۔ اب میرے دیگر اعمام اسکے عفو گناہ کی خواہش کرتے ہیں اسکو حاضر کرو۔ عیسیٰ نے کہا اے امیرالمومنین تم نے مجھ سے اسکے قتل کرنے کو

---

[1] یہ قصہ ثمرات الاوراق تقی الدین ابن ابی بکر معروف بہ ابن حجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴ جلد اول میں مذکور ہے ۱۲

کہا تھا۔ میں نے [illegible] نہیں۔ میں نے تو قید رکھنے کو کہا تھا۔ اور اعمام سے کہا اس نے تمھارے بھائی کو مارا ہے۔ یہ جھوٹ کہتا ہے کہ میں نے یہ حکم دیا۔ انھوں نے کہا ہمکو اجازت دے کہ اپنے بھائی کا قصاص اس سے لیں۔ کہا تم کو اجازت ہے۔ وہ صحن مکان میں لے گئے تاکہ قتل کریں۔ یہ امر دم کے دم میں مشہور ہو گیا اور لوگ جوق جوق آنے لگے۔ ایک نے ان میں سے تلوار سونت لی کہ اسکا سر اُڑا دے اسوقت عیسیٰ نے کہا اے امیر تمھارا چچا زندہ ہے۔ تو میرے ہاتھ سے اسکو قتل کرا کر مجھے قتل کرنا چاہتا تھا۔ یہ کہکر اُسے حاضر کیا۔ بعد کو منصور نے اسے ایک اور عجیب فریب سے قتل کیا۔ ایک حجرے میں جسکی دیواریں نمک کے کھنگروں سے تعمیر ہوئی تھیں قید کیا۔ اسکی بنیاد میں پانی چھوڑوا دیا کہ نمک گل کر چھت اسپر آ پڑی وہیں مرا رہ گیا

منصور کے عمال ظلم میں حجاج یوسف سے بڑھے ہوئے تھے ایک روز منصور اپنے جلیسوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ حال آنکہ محمد و ابراہیم اسوقت سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔ کہنے لگا کہ میں نے کسی شخص کو ایسا مخلص نہیں پایا جیسا کہ حجاج یوسف بنی مروان کے لئے تھا۔ اسپر مسیّب بن زہرہ ضبّی اُٹھا اور کہا اے امیر المؤمنین حجّاج نے کسی بات میں ہم سے سبقت نہیں کی جس میں ہم اس سے پیچھے رہے ہوں۔ قسم خدا کی کہ دنیا میں کوئی مخلوق نہیں جو ہمارے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سے زیادہ عزیز ہو۔ تو نے ہمکو ان کی اولاد کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے اطاعت کی اور انھیں مار ڈالا اب بھی ہم تیرے مخلص ہیں یا نہیں۔ منصور نے کہا اِجلِس لَاجَلَستَ بیٹھ جا خدا بیٹھنے کی طاقت تجھ سے سلب کرے۔

منصور کی کنجوسی اسکی کنجوسی کا بیان کسی قدر ہم اس سے پہلے کشف الحقائق

میں کہ آئے ہیں کہ وہ ایسا خسیس النفس و دنی الطبع تھا کہ شاہی مطبخ کے باورچیوں سے چکوتہ کر لیا کرتا تھا کہ باورچی خانہ کے نمک مصالحہ اور ایندھن کے خرچ کے کفیل ہوں اور اسکے عوض جو بکرے ذبح کئے جائیں اُن کی کھالیں لیلیا کریں

دیگر۔ وہ نہایت خسّت سے کرتے میں پیوند لگواتا تھا اور اسپر محل سرا کی کنیزوں کے طعن[1] تشنیعیں سُنتا۔ نقل ہے کہ حضرت صادق ؑ کو اسکا یحال دریافت ہوا تو فرمایا[2] سُبْحَانَ مَنِ ابْتَلٰی اَبَا جَعْفَرٍ بِالْفَقْرِ فِی مُلْکِہٖ یعنی پاک ہے وہ خدا جسنے ابو جعفر کو باوجود ملک و بادشاہی فقر و گدائی میں مبتلا کیا۔

دیگر۔ وضین بن عطا کہ منصور کا خلافت سے پہلے کا دوست ہے کہتا ہے کہ منصور نے مجکو ملاقات کے واسطے بلوایا۔ ایک روز ہمارے درمیان خلوت رہی۔ کہنے لگا کہ اے ابو عبداللہ تمھارا کیا حال ہے۔ میں نے کہا میری کیفیت تم سے

---

[1] رأت جاریۃ المنصور قمیصہ مرقوعًا فقالت خلیفۃٌ و قمیصہٗ مرقوع (ترجمہ) منصور کی ایک کنیز نے اسکے کرتے میں پیوند لگے دیکھے تو بولی۔ ہُں خلیفہ اور پیوندوں کا کرتہ ۱۲ تاریخ الخلفا

[2] یہ قول آنحضرت ؑ کا اسی طرح مشہور ہے حتی کہ تاریخ الخلفاء میں بھی اسکے یہی الفاظ ہیں گو بجائے نام آنحضرت ؑ کے مجملاً بعض اشخاص کی طرف اسکو منسوب کیا ہے۔ مگر علامہ ابن اثیر کی عصبیت دیکھئے کہ اسم مبارک آنحضرت ؑ کی تصریح کر کے اصل عبارت میں اس طرح سے تصرف کیا ہے کہ خواہ مخواہ مدح کا پہلو نکل سکے۔ چنانچہ تاریخ الکامل میں لکھے ہیں قیل لجعفر الصادق ان المنصور یکثر لبس جُبّۃ ھرویۃ وانہ یرقع قمیصہ فقال جعفر الحمد للہ الذی لطف بہ حتی ابتلاہ بفقر نفسہ فی ملکہ (ترجمہ) حضرت صادق علیہ السلام نے سُنا منصور اکثر جبۂ ہروی پہنتا اور کُرتہ میں پیوند لگاتا ہے تو فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ حق تعالیٰ نے اسپر لطف کیا کہ باوجود ملک و بادشاہی اسکو فقر نفس میں مبتلا کیا ۱۲ منہ

چھپی ہوئی نہیں۔کہا عیال کتنی ہے۔میں نے کہا تین لڑکیاں۔ایک زوجہ۔ایک خادم۔کہا تمھاری چار عورتیں ہیں۔میں نے کہا ہاں۔اسکو بار بار کہتا تھا تا اینکہ میں نے جانا ضرور کچھ نہ کچھ اعانت کریگا مگر اسنے کہا تو یُسرو آسودگی میں عرب سے بڑھا ہوا ہے۔تیرے گھر میں چار چرخے چلتے ہیں یہ کہا اور کچھ نہ دیا۔

منصور کے عہد کے ظلم و ستم بنی امیّہ سے کم نہ تھے عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی کہتا ہے کہ میں زمانۂ طالب علمی میں منصور کے ہمراہ طلب علم کیا کرتا تھا۔خلیفہ ہوا تو اس سے ملنے گیا۔پہلا سوال جو مجھ سے کیا یہ تھا کہ میرا عہدِ سلطنت بنی اُمیّہ کے مقابلے میں کیسا ہے؟ میں نے کہا کچھ فرق نہیں۔جو ظلم و ستم پہلے ہوتے تھے وہی اب بھی ہو رہے ہیں۔کہا ہمکو اعوان و مددگار ہاتھ نہیں آتے۔میں نے کہا عمر بن عبدالعزیز کا قول تھا کہ سلطان بمنزلہ بازار کے ہے۔بازار میں وہی شے آتی ہے جسکا اس میں نکاس ہو۔علیٰ ہذا بادشاہ جس قسم کا ہوگا ویسے ہی لوگ اسکے پاس جمع ہونگے۔

منصور خانۂ خدا کو نہ دیکھ سکا حضرت موسیٰ کاظمؑ نے علی بن ابی حمزہ سے فرمایا تھا کہ منصور خانۂ خدا کو نہ دیکھیگا۔اس نے کوفہ پہونچکر اپنے احباب سے اسکا تذکرہ کیا۔تھوڑے عرصے بعد وہ بارادۂ حج مکّہ کو سوار ہوا۔اور کوفہ پہونچا۔لوگوں میں اس حدیث کاظمی کا تذکرہ ہوا۔ابن ابی حمزہ نے کہا امام کا قول ہے غلط نہیں ہو سکتا۔ابوجعفر ہرگز مکہ نہیں پہونچے گا۔مقام بستان پر منزل ہوئی تو اور بھی چرچا ہوا۔کہ اسکے پہونچنے میں کیا کسر باقی رہی۔مگر وہ یہی کہتے تھے کہ لا واللہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ قول امام غلط ہو۔بیر میمون پر مقام ہوا تو علی آگے بڑھکر مدینے گئے اور حاضر خدمت اقدس ہوئے تو آپ کو محراب عبادت میں دیکھا کہ سر بسجود ہیں۔یہ منتظر رہے۔دیر کے بعد سجدے سے سر اُٹھایا اور علی سے کہا

باہر نکل کر دیکھو کیا شور ہو رہا ہے۔ باہر آکر معلوم ہوا کہ منصور نے قضا کی۔ اس کی شہرت ہے۔ حضرت ع کو اسکی اطلاع دی۔ فرمایا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسکو خانۂ خدا تک پہونچنا نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ منصور جو ملازموں کو تاکید کرتا تھا کہ جلدی کرو تاکہ مکّہ پہونچ جاؤں۔ جیساکہ کامل ابن اثیر وغیرہ میں ہے۔ اسکی یہی وجہ تھی۔

منصور ذی الحجہ کے مہینے ۱۵۸؁ھ میں فوت ہوا۔ بنابر مشہور چاہ میمون پر۔ اور بقول ابن اثیر معتبرہ معلاۃ مکہ میں رکھا گیا۔ عمر تریسٹھ ۶۳ یا چونسٹھ ۶۴ سال۔ مدۃ خلافت کچھ کم بائیس برس۔ وہ احرام میں ہونے کی وجہ سے مکشوف الراس دفن ہوا۔

مہدی بن منصور

منصور کے مرنے کے وقت مہدی اسکے پاس حاضر نہ تھا وہ بغداد میں تھا۔ منصور راہ مکہ میں فوت ہوا۔ ربیع حاجب نے اس کی طرف سے حاضرین سے بیعت لی۔ اس وقت منصور کی موت کو ظاہر کیا۔ مہدی کا عہدِ خلافت ذی حجہ ۱۵۸؁ھ سے شروع ہو کر محرم ۱۶۹؁ھ تک ختم ہوتا ہے۔ اس کی موت اس طرح ہوئی کہ ایک شکار کے پیچھے گھوڑا دوڑائے جارہا تھا جو خرابے میں گھس گیا۔ گھوڑا بھی اُسکے پیچھے بھاگا چلا گیا۔ سوار سے نہ تھما۔ اندر گھُسنے میں دروازہ کمر میں لگا۔ اور کمر ٹوٹ کر جان بحق ہوا۔ مدّت خلافت کوئی دس ۱۰ سال ایک مہینے ہے۔

مہدی کا زمانہ امن و آرام کا تھا۔ یعنی وہ خون خلائق سے ہولی نہیں کھیلتا تھا۔ اس نے باپ کے مظالم بھی رد کیے۔ اور بڑی خوش نصیبی اسکی یہ تھی کہ کسی امام کے قتل کا وبال اپنی گردن پر نہیں لے گیا۔ حال آنکہ اسکا باپ منصور

اور بیٹا ہارون دونوں قاتلان ائمہ سے ہیں۔ مگر عترت رسول اللہ کو اس کے
عہد میں بھی چین نہیں ملا۔ کچھ قید تھے۔ کچھ قتل وقمع کے خوف سے روپوشی کی
مصیبتیں جھیلتے تھے۔ خود امام انام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی مدینہ
سے بلوا کر بغداد میں قید رکھا الّا توفیق شامل حال ہوئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے
خواب میں آکر متنبہ کیا اور وہ ابد الآباد کی روسیاہی سے چھوٹ گیا۔ کہتے ہیں
کہ اسکے بعد دوبارہ بھی اس نے حضرت کو بلا کر مقید کرنا چاہا تھا مگر اس سے پہلے
خود شہبازِ اجل کے چنگل میں پھنس گیا۔

مہدی کا خواب کتاب عقد الفرید ابن عبد ربہ اندلسی مطبوعہ مصر میں
جسے سفر عراق میں بمقام کاظمین علیہما السلام حقیر نے خرید کیا۔ لکھا ہے کہ مہدی
نے خواب میں دیکھا کہ شریک قاضی اس سے اعراض اور اسکی جانب سے منہ
پھیرتا ہے۔ اس خواب کو ربیع حاجب سے بیان کیا۔ اُس نے کہا شریک
خالص فاطمی تمہارا دشمن ہے۔ مہدی نے شریک کو بلا بھیجا۔ حاضر ہوا تو کہا
تو فاطمی ہے۔ اُس نے کہا میں پناہ چاہتا ہوں خدا سے تیرے لئے اگر تو فاطمی
نہو۔ ہاں فاطمہ سے کوئی اور فاطمہ دختر کسریٰ مراد ہو تو مضائقہ نہیں کہا نہیں۔
فاطمہ بنت رسول اللہ کہا تو کیا تو اُس پر لعنت کرتا ہے کہا نہیں۔ شریک نے کہا تو
جو اسکو لعنت کرے۔ اس کے حق میں کیا کہتا ہے کہا لعنتِ خدا ہو اسکے اوپر۔
کہا تو اپنے اس حاجب ربیع پر لعنت کر۔ ربیع نے کہا نہیں امیر المومنین میں انکو
لعنت نہیں کرتا۔ شریک نے کہا اے فاسق بدکار تو پھر سیدۃ النساء العالمین
وفلذۂ کبد حضرت خاتم النبیینؐ کے مجالس مردان میں اس بیہودہ پن سے ذکر کرنے
سے تیرا کیا مدعا ہے۔ مہدی نے کہا اچھا اب یہ تو بتلا کہ ہم نے جو یہ خواب دیکھا تو
اس کا کیا مطلب ہے۔ شریک نے کہا اے امیر تیرا خواب کوئی یوسف بن

یعقوب کا خواب نہیں کہ خواہ مخواہ اسکا کوئی مطلب ہی ہو۔ آگاہ ہو کہ ان خوابوں کے بنا پر آدمیوں کے خون مباح نہیں ہو سکتے۔ مہدی خاموش ہو گیا۔

یعقوب بن داؤد زیدی مہدی کو شیعوں سے اسقدر عداوت نہ تھی جتنی کہ اسکے باپ منصور کو۔ اس نے اپنے باپ کے قید کئے ہوئے بہت سے شیعوں کو چھوڑ دیا تھا۔ منجملہ ان کے یعقوب بن داؤد زیدی تھا۔ مہدی نے اسکو رہا کر کے اپنا مصاحب بنایا۔ پھر رفتہ رفتہ عہدۂ وزارت تک ترقی دی۔ حاسد درپے آزار تھے۔ مگر اسکی داد و دہش سے اسکا مرتبہ روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ یہانتک کہ ایک دفعہ خلیفہ نے ایک علوی شیعہ کے قتل کا حکم دیا اس نے اس علوی کی ہمدردی کی اور اس کی جان بچانے کے خیال سے اس کو بھگا دیا۔ یعقوب کے پاس خلیفہ مہدی کی دی ہوئی ایک لونڈی تھی۔ اُس نے مہدی کو اس امر کی خبر کر دی۔ مہدی نے مخفی طور پر پھر اس علوی کو گرفتار کرا لیا۔ پھر یعقوب سے دریافت کیا کہ قیدی کہاں ہے؟ یعقوب نے مہدی کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا میں نے اسکو قتل کر دیا۔ مہدی نے اس علوی کو بلایا۔ یعقوب کو ندامت اور خوف کے باعث غش آگیا۔ مہدی نے یعقوب کو قید کر دیا۔ اور اس شیعہ زیدی کو مروا ڈالا یعقوب ۱۶ سولہ برس قید رہا۔ اس مدت میں اس کو سخت ایذائیں دی گئیں جس سے اسکی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ اور تمام بدن پر چوپاؤں کی مانند بال اُگ آئے۔

ہارون رشید کے زمانے میں اس کو محبس سے نکال کر خلیفہ کے روبرو لے گئے۔ اسنے سلام کیا۔ لوگوں نے کہا کس امیر پر تم نے سلام کیا۔ اُس نے کہا مہدی پر۔ کہا مہدی نے قضا کی۔ تب یعقوب نے کہا ہادی پر۔ کہا وہ بھی مر گئے۔ اُس نے کہا ہارون پر۔ ہارون نے کہا تم کیا چاہتے ہو۔ اُس نے کہا اجازت دو کہ مکہ جا کر عبادت خدا میں مصروف ہوں۔ اور کوئی خواہش دنیا نہیں رکھتا۔ اس کو اجازت دی گئی۔

یعقوب مکہ میں پہونچنے کے چند روز بعد مر گیا - ابن اثیر کہتا ہے کہ یعقوب قید ہونے سے پہلے ہی مہدی کی صحبت سے اُکتا گیا تھا - اسکے یاران جلسہ اسکے سامنے شراب کباب کی مجالس گرم کرتے وہ پند و نصیحت کرتا مگر کون سُنتا تھا بلکہ مہدی سے کہتے تھے ؎

فَدَعْ عنكَ یعقوب بن داؤد جانبًا ۔۔۔ واقبل علی صہباءِ طیبۃِ النشر

یعقوب بن داؤد کو اپنے سے جدا کر کے ایک طرف ڈالدے اور عمدہ نشہ دینے والی شراب کی طرف متوجہ ہو -

مہدی اور فدک کتاب کافی میں علی بن اسباط سے روایت کی ہے کہ جب ابوالحسن موسیٰؑ مہدی کے پاس تشریف لائے تو وہ اسوقت رد مظالم میں مصروف تھا - فرمایا اے امیرالمومنین ہمارا مظلمہ بھی ادا کرو - کہا اے ابوالحسن تمھارا کونسا مظلمہ ہے - فرمایا جبکہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو کفار پر غلبہ دیا اور علاقۂ فدک اور اسکا گرد و نواح صرف خلبۂ اسلام سے بغیر اسکے کہ مسلمان اسپ و شتر کو وہاں دوڑائیں ہاتھ آیا تو اُس جل شانہ نے یہ آیہ وافی ہدایہ آنحضرتؐ پر نازل فرمائی وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ یعنی حکم محکم صادر ہوا کہ اے نبی اپنے رشتہ داروں کو ان کا حق عطا کرو - آپ نے جبرئیل سے پوچھا میرے قرابت دار کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے - کہا قرابت دار فاطمہ زہرا اور ان کا حق فدک ہے - ان کو عطا کرو - رسول اللہؐ نے فاطمہ کو طلب کیا اور کہا اے فاطمہ حکم خدا یہ ہے کہ میں تمکو فدک بخشدوں - عرض کی یا رسول اللہ میں نے عطیۂ خدا و رسول قبول کیا اُس وقت سے روز وفات رسول اللہؐ تک وکلاء فاطمہ اس میں کام کر کے اس کا محاصل وصول کرتے تھے - ابوبکر خلیفہ ہوا تو اسکو اپنے تصرف میں لایا اور کارندگان بنت رسولؐ کو نکالدیا - جناب فاطمہؑ نے دعویٰ کیا - خلیفہ نے گواہ طلب کئے وہ

جناب امیر المومنینؑ اور ام ایمن کو شہادت کے لئے لیگئیں۔ شیخین نے انکی گواہی رد کی۔ بروایتے ابو بکر نے ایک کتبہ ان کو لکھدیا کہ آئندہ فدک ان کو چھوڑ دیا جائے وہ کتبہ لے کر نکلیں۔ راستہ میں عمر خطاب ملا۔ پوچھا اے بنت محمدؐ! تمھارے ہاتھ میں کیسا کاغذ ہے۔ کہا ایک کتبہ ہے کہ پسر ابو قحافہ نے فدک کے مقدمے میں مجکو لکھ کر دیا ہے۔ کہا مجکو دکھاؤ۔ انھوں نے انکار کیا تو عمر نے چھین لیا اور اس کو پڑھکر پہلے تھوک سے اسکے حرفوں کو مٹایا پھر چاک کر دیا۔ بروایت اول نہیں تنہا تمھارے باپ نے اسپ و شتر دوڑا کر اسکو فتح کیا ہے۔ مگر ہم تم کو نہ دینگے۔ تم سے ہو سکے تو ہماری گردنوں میں رسیاں ڈالدو۔

مہدی نے یہ بیان سُنا تو کہا اے ابو الحسن اس کی حدود اربعہ بتاؤ۔ فرمایا ایک حد کوہ احد۔ دوسری دومۃ الجندل۔ تیسری کنارۂ بحر محیط۔ چوتھی عریس مصر۔ کہا یہ تمام؟ کہا ہاں تمام۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے اس میں غور کرونگا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے ملک حجاز میں۔ مدینہ سے دو یا تین منزل پر مشتمل بر درختانِ بسیار خرما کے۔ اور چشمۂ آب اس میں جاری ہے پیشتر یہودیوں کے ملک میں تھا۔ بعد ازاں رسول اللہؐ کے تصرف میں آیا اور بحکم ایزدی فاطمہ زہراؑ کی طرف منتقل ہوا۔ مگر مہدی سے حضرت کاظمؑ نے حدود اسکے بتلائے اور اس سے بھی فراختر اسوقت ارشاد کئے۔ جبکہ ہارون نے آنحضرتؑ سے عرض کیا کہ اسکے حدود بیان کرو تاکہ تمھارے لئے واگزار کیا جائے۔ تو آپ نے فرمایا اگر ٹھیک ٹھیک اسکے حدود اربعہ بتلاؤں تو امید نہیں کہ تو اس کو واگزار کرے۔ اس نے بقسم کہا کہ آپ بیان کریں میں ضرور تم کو واپس کر دونگا۔ فرمایا تو حد اوّل اسکی عدن ہے ہارون کے کان کھڑے ہوئے کہ ہیں عدن۔ فرمایا ہاں عدن۔ کہا دوسری حد بتلاؤ فرمایا سمرقند۔ اسکا رنگ زرد ہوگیا۔ کہا تیسری حد۔ فرمایا افریقیہ ؍ مغرب اسکا رنگ زردی سے

ـدی تمام ہوا۔ بعدہ بکمال غیظ و غضب بولا اور چوتھی حد۔ کہا دریا آرمینیہ۔ کہا اے موسیٰ تم نے ہماری تمام شاہی قلمرو بیان کردی۔ اسکا مطلب صاف یہ ہے کہ سلطنت و بادشاہی حق بنی فاطمہ ہے۔ عباسی اسپر بظلم متصرف ہیں۔ فرمایا اے امیر المومنین میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اسکو نہ دیکھو گے۔ راوی کہتا ہے کہ اُسی وقت سے ہارون آں حضرتؑ کا دشمن ہوگیا۔ اور یہ بھی ایک سبب ہوا اسباب قتل آنحضرتؑ سے انتہیٰ۔ یہ حدود واقعی خاص مقامِ فدک کے حدود نہیں۔ مگر یہ حضرات موقعہ موقعہ پر جسطرح جس وقت مصلحت سمجھتے تھے۔ حجّت تمام کرتے۔ یعنی کسی نہ کسی پہلو سے اپنی مظلومیت کا اعلان حق مغصوب کی طرف اشارہ کرکے فرماتے۔ مگر غاصبوں کو یہ اشارہ بھی اس قدر ناگوار تھا کہ اتنی سی لب کشائی پر جو خود ہارون کے اصرار سے ہوئی وہ آگ بگولا ہوگیا۔ حتیٰ کہ آنحضرتؑ کے قتل کا ارادہ کرلیا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔

مہدی کی طلبی پر آپکا بغداد کو روانہ ہونا

امام بحق ناطق جعفر بن محمد صادق علیہما السلام کو زہر جفا سے شہید کرنے کے بعد منصور جدّ و کد کے ساتھ آپ کے وصی و جانشین کا نگراں تھا۔ مگر بوجہ تقیہ شدید کے جناب کاظمؑ پر دست رس نہوا۔ منصور کے بعد اس کا بیٹا مہدی باپ کی سُنّت پر عمل پیرا ہونے کے لئے بے تاب رہا۔ یہانتک کہ آخر کار اس نے مدینہ سے حضرتؑ کو بغداد بُلوایا ہی بُلوایا اور قید بھی رکھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس نے کچھ اشخاص مقرر کئے تھے۔ جنھوں نے مدینہ پہونچکر آپ کو مجبور کیا۔ لہذا چار ناچار ان کے ہمراہ روانہ بغداد ہوئے۔

ابو خالد زبالی کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ زبالہ تشریف لائے۔ درآنحالیکہ مہدی کے آدمی جو آپ کو لے کر آئے تھے ہمراہ تھے۔ میں خدمت میں حوائج ضروری

کی ہمسائی کو حاضر تھا۔ مگر یہ صورت دیکھکر ملول و دل گیر ہوا۔ وجہ ملال دریافت
کی تو عرض کیا فدا ہوں حضرت پر آپ اس طاغی کے طلبیدہ جا رہے ہیں
ایمن نہیں۔ ڈرتا ہوں کہ وہاں کوئی صدمہ دشمنوں کو پہونچے۔ فرمایا کچھ اندیشے
کی بات نہیں۔ اس سفر میں میرے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ بوقت واپسی اسی طرف
سے گزروں گا۔ تو فلاں روز بوقت غروب آفتاب ہمارا انتظار کرنا۔ یہ کہکر
روبراہ ہوئے۔ میں انتظار میں دن گننے لگا۔ بروایت دیگر اس نے کہا ابوالحسن
علیہ السلام زبالہ میں ہمارے مکان پر تشریف لائے تو موسم بہت سرد تھا۔ اور بوجہ
قحط سالی مجکو مقدرت ایندھن کی نہ تھی جسکو جلا کر مکان گرم رکھا جائے۔ فرمایا اے
ابو خالد لکڑیاں لاؤ تاکہ ان کو جلا کر گرم ہوں۔ عرض کی قسم خدا کی اس موضع میں
ہیزم میسر نہیں۔ فرمایا اس سامنے کے پہاڑ کی گھاٹی میں جاؤ۔ وہاں ایک
اعرابی لکڑیوں کے دو گٹھے لئے ملیگا وہ اس سے خرید لو مگر قیمت میں تکرار نہ کرنا۔
میں شعب کی طرف چلا تھوڑی دور گیا تھا کہ بموجب ارشاد اعرابی دو گٹھے لئے
نمودار ہوا۔ میں نے وہ گٹھے خرید لئے اور لاکر حاضر خدمت کئے۔ تمام دن ان سے
آگ روشن رہی ایک ظرف میں طعام جو میسر ہوا حاضر کیا۔ اس میں سے تناول فرمایا
پھر کہا اے ابو خالد دیکھو لڑکوں کی نعلینیں اور موزے مرمت کے قابل ہو گئے
ہیں ان کو لیکر ان کی مرمت کر رکھنا۔ واپسی کے روز جو فلاں تاریخ فلاں روز ہوگی
تجھ سے لے لیں گے۔ میں نے وہ دن اور تاریخ اپنے پاس لکھ چھوڑی۔ الغرض
راوی کہتا ہے کہ روز موعود آیا تو میں اپنے حمار پر سوار ہوا۔ اور ایک استقبال
کے لئے آگے جاکر انتظار کھینچنے لگا۔ جوں جوں آفتاب ڈوبنے کے قریب ہوتا
شیطان میرے دل میں وسوسہ کرتا تھا۔ آنکھیں راستہ پر لگ رہی تھیں
دور سے کسی کو آتا نہ دیکھا تو ڈرتا تھا کہ مبادا اشتباہ واقع ہو کر دین میں خلل پڑے

[illegible] عراق کی طرف سے ایک سیاہی
نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام اشتر پر سوار
قطار شتران کے آگے آگے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے آگے جا کر سلام
عرض کیا۔ فرمایا اے ابو خالد زنہار شک نہ کرنا۔ عرض کی خدا کا شکر ہے۔ کہ
حضرت علیہ السلام کو ان ظلمہ کے ہاتھ سے نجات ہوئی۔ فرمایا نہیں۔ مجکو دوبارہ اُنکی طرف
جانا ہے جسکے بعد واپس نہ آؤں گا۔ بروایت دیگر فرمایا اے ابو خالد ہمنے جو وعدہ
کیا تھا پورا ہوا۔ ان دو قبوں کا جن میں ہم جاتی دفعہ ٹھہرے تھے کیا حال ہے۔
عرض کی فدا ہوں آپ پر ان کو حضور کے قیام کے واسطے مہیا کر رکھا ہے۔ پس
اپنے ساتھ لیجا کر اُسی جگہ فروکش کرایا۔ ارشاد کیا نعلینوں اور موزوں کی کیا صورت
ہے۔ کہا درست کر رکھے ہیں۔ فرمایا اے ابو خالد جو حاجت ہو ہم سے طلب کر۔
عرض کی مجھے سب کچھ مل گیا۔ میں حضور سے اپنی کیفیت بیان کروں۔ آپ کی
تشریف آوری سے پیشتر زیدی المذہب تھا۔ مگر لکڑیوں کا معجزہ اور وعدہ واپسی
کے صحیح ہونے کا مشاہدہ کر کے یقین ہو گیا کہ آپ امام مفترض الطاعۃ ہیں فرمایا اے
ابو خالد مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ جو بغیر معرفت
امامِ زمان فوت ہوا وہ جاہلیّت کی موت پر مرا۔

مہدی خلیفہ نے پہلے آپ کو قید کیا پھر معجزۂ باہرہ دیکھ کر رہا کیا

مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ مہدی خلیفہ نے اپنے
عہد خلافت میں ایک روز آدھی رات گزرنے پر حمید بن قحطبہ کو طلب کیا۔ حاضر
ہوا تو کہا تیرے باپ اور بھائی کا اخلاص ہمارے نزدیک آفتاب کی طرح روشن
ہے مگر تیرے اخلاص کا ہنوز امتحان نہیں ہوا۔ کہا اے امیر المومنین میں اپنی
جان و مال تم پر فدا کرتا ہوں۔ کہا یہ معمولی بات ہے۔ ہر شخص دوسرے کیلئے

کہتا ہے۔ کہا میں جان و مال و اہل و اولاد کو تم سے دریغ کرنے والا نہیں مہدی خاموش تھا کچھ جواب نہ دیا۔ حمید نے کہا جان و مال اہل و عیال و دین و ایمان تک تم پر قربان کر سکتا ہوں۔ اُس وقت کہا لِلّٰہ درّک مرحبا ہو تجھپر۔ بعد ازاں اسی اقرار سے عہد لیا اور راز مخفی یہ بیان کیا کہ آج صبح کو موسی کاظمؑ کو قتل کرو۔ مگر رات کو خواب دیکھکر صبح اس سے منع کیا اور انعام و اکرام دیکر آپکو رخصت کیا۔

کشف الغمہ میں محمد بن طلحہ شافعی سے اور اُس نے فضل بن ربیع سے روایت کی ہے کہ اُس نے اپنے باپ ربیع سے نقل کیا کہ مہدی بن منصور نے امام موسی کاظمؑ کو قید کیا تو ایک رات حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کو خواب میں دیکھا کہ اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرماتے ہیں یا محمد۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (ترجمہ) اے محمد! (مہدی) آیا تم حکومت پاکر زمین میں فساد کرنے اور قطع رحم کرنے لگے۔ اُسی وقت آدمی کو بھیجکر مجھے بلوایا۔ میں ڈرا کہ اسوقت کیوں طلب کیا۔ آکر دیکھتا ہوں تو اُس آیہ شریفہ کی تلاوت خوش آوازی سے کر رہا ہے۔ مجکو دیکھ کر کہا اسی وقت موسیؑ بن جعفرؑ کو میرے پاس لاؤ۔ میں قید خانے میں گیا اور ان کو اپنے ساتھ لاکر حاضر کیا۔ اس نے اُٹھ کر معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں آں حضرتؑ کو بٹھا لیا۔ پھر کہا اے ابو الحسنؑ میں نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کو خواب میں دیکھا کہ اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اور آیہ شریفہ کو کہ مذکور ہوئی پڑھا۔ پس اب تم مجکو مطمئن کر دو کہ میرے اور میری اولاد کے اوپر خروج تو نہیں کرنے کے۔ فرمایا قسم خدا کی نہ میں نے کبھی پہلے ایسا کیا نہ آیندہ اسکا ارادہ رکھتا ہوں۔ نہ یہ امور میرے مناسب حال ہیں۔ کہا اے ربیع یہ درست کہتے ہیں۔ تین ہزار دینار انکو دے اور مدینہ کو روانہ کر۔ ربیع کہتا ہے کہ میں نے رات ہی کو انتظام کر دیا اور اس خوف سے

کہ مبادا اسکے ارادے میں تزلزل واقع ہو۔ ابھی صبح طالع نہیں ہونے پائی تھی کہ حضرتؑ کو مدینہ کی طرف سوار کرا دیا۔

صاحب کشف الغمہ نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ محمد بن طلحہ کے علاوہ جنابذی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ اور اس کی روایت میں بجائے تین ہزار دینار کے پانچ ہزار کا ذکر ہے۔

موسیٰ الہادی بن المہدی بن المنصور

اس کی حکومت کا زمانہ بہت قلیل کل چودہ یا پندرہ مہینے کا ہے کیونکہ محرم ۱۶۹ھ میں مہدی کے مرنے پر جیسے پیشتر گذرا خلیفہ ہوا۔ ربیع الاول ۱۷۰ھ میں دنیا سے کوچ کر گیا۔ مہدی نے اسکے بعد اسکے ہارون کے واسطے بیعت لی تھی۔ مگر اس نے خلافت پا کر ہارون کو خلع کرنا اور اپنے بیٹے جعفر کو اپنے بعد خلیفہ بنانا چاہا اس سبب سے خیزران بربریہ زوجہ مہدی کے ساتھ جو اسکی اور ہارون دونوں کی حقیقی ماں تھی اَن بن ہوگئی۔ یہ عورت مہدی کی امّ ولد اور چہیتی بیوی ہونے کی وجہ سے امور سلطنت میں بہت کچھ دخل رکھتی تھی۔ اسنے اُس وقت جبکہ ہادی کچھ بیمار تھا اپنی کنیزوں سے اسکے اوپر بہت سے کپڑے ڈلوا کر اور دم گھونٹ کر مروا دیا۔ اسکی کل عمر چھبیس ۲۶ بقولے تیئیس ۲۳ سال کی ہوئی۔ کذا ذکرہٗ ابن الاثیر فی الکامل۔

ہادی کا اوپر کا ہونٹ چونکہ سمٹا ہوا تقلص رکھتا۔ اور مُنہ ہر وقت کھلا رہتا تھا مہدی نے ایک خادم مقرر کر رکھا تھا جب وہ مُنہ کھلا دیکھتا تو کہتا یا موسیٰ اطبق (اے موسیٰ لبوں کو بند کرو) اس لئے موسیٰ اطبق کے نام سے مشہور ہوا۔

خلیفہ موسیٰ الہادی کے عہد کا بڑا واقعہ حسین صاحب فخ کا خروج کرنا اور قتل ہونا ہے۔ جس کی مختصر کیفیت آئندہ باب اقارب وعشائر آنحضرتؑ میں

مذکور ہے۔ بحار میں ابو صلاح سے روایت کی ہے کہ جسوقت سر حسین کا مع جماعت اسیران ہادی کے سامنے آیا اُس نے چند اشعار اپنی برأت اور بنی اعمام طالبین کے ظلم و زیادتی کے فخریہ پڑھے۔ پھر جماعت اشرار کو زجر و توبیخ کر کے چند اشخاص اولاد امیر المؤمنینؑ کے لئے قتل کا حکم دیا۔ اور تمام اولاد آل حضرتؑ کو دشنام دینے لگا۔ اور حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی سب و شتم کیا۔ اور کہا قسم خدا کی حسین نے ان کے امر و اشارے سے خروج کیا تھا۔ کیونکہ اہل بیت میں آجکل وہی صاحب وصایا ہیں خدا مجکو قتل کرے اگر میں ان کو زندہ چھوڑوں۔ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم نے جو اسکے سامنے کلام کرنے کی جرأت رکھتا تھا۔ کچھ بولنا چاہا۔ موسیٰ نے اس کی بات کاٹ کر پھر اسی کلمہ کا تکرار کیا قتلنی اللہ ان عفوت عن موسی بن جعفر (یہ دعا اسکی لسقوط شرط بہت جلد قبول ہوئی) اسپر بھی بس نہ کر کے اس مردود نے امام بحق ناطق جعفر صادق علیہ السلام کے حق میں زبان درازی شروع کی۔ کہنے لگا کہ جعفرؑ کی علم و فضیلت و دینداری کے بارے میں جو کچھ منصور کی رائے تھی۔ مہدی کی زبانی میں نے نہ سنی ہوتی یا ابو العباس سفاح سے اسکی تفضیل و تفریط مجکو نہ پہونچتی تو میں اسکی قبر کھود اکر ان کا مُردہ نکلواتا اور آگ میں جلا کر خاکستر بنا دیتا۔ قاضی ابو یوسف نے کہا اے امیر میری ازواج کو طلاق ہو اور غلام آزاد ہو جائیں اور تمام مال و اسباب و دواب سب خیرات ہوں اور خانہ کعبہ تک پیادہ سفر کرنا میرے اوپر لازم آوے اگر موسیٰؑ بن جعفرؑ کا یہ مذہب ہو کہ تمھارے اوپر خروج کیا جائے۔ نہ ان کا نہ ان کی کسی اولاد کا یہ مذہب ہے۔ ان کو اسکا خیال تک بھی نہیں۔ ہاں زیدیوں میں سے چند اشخاص باقی تھے جنھوں نے حسین کے ساتھ خروج کیا۔ سو خدا کا شکر ہے کہ امیر المؤمنین کو ان کے اوپر فتح نصیب ہوئی۔ وہ برابر ایسی ایسی

باتیں کرتا رہا جبتک کہ موسیٰ اطبق کا غصّہ فرو ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ علی بن یقطین نے یہ تمام ماجرئی جناب کاظمؑ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ یہ خط پہونچا تو آپ نے اپنے جملہ اعزہ و احباب کو جمع کر کے اسکے مضمون سے آگاہ کیا۔ اور کہا کیا مشورہ تمہارا ہے اس بارے میں۔ سب نے کہا اس خونخوار ظالم سے اپنی حفاظت کرنی چاہیے کچھ عرصے کے لئے روپوش ہو جائیں یہی ایک شکل اس کی صولت و شرارت سے بچنے کی ہے۔ وہ فساد و ایذا پر تلا ہوا ہے۔ ہم سب کو اسکی طرف سے اندیشہ ہے۔ امام عالی مقام یہ سُنکر متبسّم ہوئے اور یہ شعر مشہور کعب بن مالک سلمی کا تمثیلاً آپ نے پڑھا ؎

زَعَمَتْ سخینۃ اَنْ سَتَغْلِبُ رَبَّھَا ۔۔۔ فلیغلبن مغالب الغلّاب

سخینہ نے گمان کیا کہ وہ اپنے رب پر غالب آئیگی (اسکا گمان غلط ہے) ہر آئینہ غالبوں کا غلبہ پانے والا اسپر غالب آئے گا۔ پھر حضار مجلس اعزہ و احباب سے خطاب کر کے فرمایا اپنی خوف و دہشت کو دور کرو تحقیق کہ اب جو پہلا خط عراق سے آئیگا تو وہ موسیٰ پسر مہدی کے مرنے کی خبر پر مشتمل ہوگا۔ کہا اَصْلَحَکَ اللّٰہُ تم کو یہ کس طرح معلوم ہوا۔ فرمایا قسم ہے صاحب قبر (حضرت رسالت پناہؐ) کی کہ موسیٰ نے آج دُنیا سے رحلت کی قسم بخدا کہ یہ خبر بالکل راست و درست ہے۔ اسکی حقیقت میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ اپنے مصلے پر بیٹھا تھا حال آنکہ اپنے ورد و وظائف سے فارغ ہو چکا تھا یک بیک حالت غنودگی میرے اوپر طاری ہوئی اس حالت غنودگی میں دیکھا میں نے کہ حضرت رسالت پناہؐ تشریف لائے۔ میں نے آں حضرتؐ سے موسیٰ بن المہدی کی شکایت کی اور اور کسی قدر اسکے ظلموں سے جو ہم اہل بیت پر گزرے بیان کر کے عرض کی میں اس کی طرف سے خائف ہوں۔ آپ نے فرمایا اے موسیٰ خوشدل ہو کہ حق تعالیٰ

نے اس کے شر سے تمہاری حفاظت کی اور اثنار گفتگو میں میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا قد اھلک اللہ انفاً عدوک فلیحسن للہ شکرک اللہ نے اسی وقت تمہارے دشمن کو ہلاک کیا۔ اب اچھی طرح اُس سبحانہ کا شکر بجالا۔ یہ کہکر آپ روبقبلہ ہو گئے۔ اور دستہائے مُبارک دعا کے لئے آسمان کی طرف بلند کئے ابو وضاح راوی حدیث کہتا ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ اصحاب و شیعیان حضرتؑ سے ایک جماعت کا یہ معمول تھا کہ مجلس اقدس میں حاضر ہوتے۔ تو اپنے ساتھ آستینوں میں کچھ شفاف تختیاں آبنوس کی اور سلائیاں (پنسلیں) رکھ لاتے۔ جو کلمہ حضرتؑ اپنی زبان مُبارک سے ارشاد فرماتے یا کسی معاملے میں فتویٰ دیتے وہ اسکو لکھ لیتے۔ ان لوگوں نے آپ کا یہ بیان بھی قلمبند کر لیا۔

نیز راوی کا بیان ہے کہ آپ نے دعار شکراً اللہ جلت عظمتہ آخر تک پڑھی۔ پھر ہم سے مخاطب ہو کر کہا۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت صادقؑ سے سُنا ہے۔ وہ حضرت بواسطۂ اپنے آبار طاہرینؑ کے حضرت رسولِ خداؐ سے روایت کرتے تھے کہ بوقت حصول نعمت اعتراف احسانِ الٰہی کرنا اور تمام گناہوں سے توبہ کرنا لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے شکر گزاروں کو دوست رکھتا ہے۔ پس ہم سب نماز کے لئے اُٹھے اور وہاں سے متفرق ہو گئے۔ اسکے بعد پھر جو جمع ہونے کا اتفاق ہوا تو وہ اجتماع ہمارا موسیٰ بن مہدی کی مرنے کی خبر سُننے اور ہارون کی بیعت کرنے کے لئے تھا۔

ہارُون بن مہدیؔ بن منصُور ملقب بہ رشیدؔ

ماں اُم ولد کنیز خیزران بربریہ۔ ولادت ۱۴۸ھ میں بمقام رے جبکہ مہدی اسکا باپ وہاں کا اور خراسان کا حاکم تھا واقع ہوئی۔ اور شب شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ

[illegible] کی رات کو مامون خلیفہ اسکا بیٹا
بھی پیدا ہوا کہا جاتا ہے کہ ایسی رات عالم میں دوسری نہیں مات فیھا خلیفۃٌ
وقام خلیفۃ وولد خلیفۃ۔ ایک خلیفہ ہوا ایک نے خلافت پائی ایک پیدا ہوا۔
پیشتر ابو موسیٰ کنیت کرتا تھا بعد کو اپنے دادا منصور کی کنیت (ابوجعفر) کو شاندار
و بابرکت جان کر اس سے مکنّٰی ہوا۔ ہارون نے کچھ اوپر تیئیس ۲۳ سال حکومت و
فرمانروائی کی اور ۲ ربیع الثانی سنہ ۱۹۳ھ کو مقام سنا باد طوس میں دنیا سے
کوچ کیا۔ اور وہیں مکان بنا کردہ حمید بن قحطبہ طائی لعنہ اللہ میں کہ من بعد
اسی میں امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا دفن ہوئے رکھا گیا۔ اس کا تھوڑا حال پیشتر
لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ میں درج ہوا باقی یہاں نظر ناظرین ہے۔

ابو اصمع کا قتل مسٹر پامر صاحب اپنی کتاب "ہارون الرشید" میں
لکھتے ہیں کہ ہادی کے جنازے کی نماز پڑھ کر ہارون رشید نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک
شخص ابو اصمع نام کو مروا ڈالا۔ ایک دن ابو اصمع جعفر بن ہادی کی ہمراہ شہر
عیسیٰ آباد میں ایک تنگ کوچہ سے جا رہا تھا۔ اتفاق سے ہارون بھی سامنے سے
آتا تھا۔ ابو اصمع نے ہارون سے کہا کہ ولی عہدِ سلطنت کے لئے راستہ چھوڑ دو
ہارون نے ظاہرا اسے یہ جواب دیا کہ ہاں شہزادے صاحب تیرے ساتھ ہیں
میں نے سن لیا اور اطاعت کرتا ہوں۔ یہ کہکر ہارون ایک طرف ہو گیا۔ اور
جعفر نکل کر چلا گیا۔ صرف اس گفتگو نے اصمع کی جان کھوئی۔

حقیر مؤلف کہتا ہے۔ کہ یہ مضمون تاریخ انگریزی مسٹر پامر کا ہے۔ اسکے مترجم
مصباح الدین احمد رہتکی کے الفاظ میں۔ مترجم مذکور نے اسکے نیچے ایک نوٹ
دیا ہے۔ اور ان کی عادت ہے کہ ایسے مقامات میں ضرور نوٹ لکھا کرتے اور رد اور
حمایت خلیفہ دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی اسی کلی کا ایک جزئی ہے۔ لیکن جیسے آپ کے

اور نوٹ (مثلاً عباسہ کے قصہ کا سرے سے انکار کرنا۔ یا ہارون کی شراب خواری و دیگر منہیات کے ارتکاب کی رکیک تاویلیں وغیرہ وغیرہ) لغو اور بے معنی ہوا کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہاں بھی آپ ابو اصمع کے قصہ کو بالکل بے ثبوت فرماتے ہیں۔ اور دلیل اسکی محض استبعاد عقلی ہے کہ ایسا دیندار نیک نفس بادشاہ جوایسے اور ایسے اچھے کام کرے کب ہو سکتا ہے کہ وہ سلطنت پاکر بجائے شکر گزاری منعم حقیقی کے پہلا کام یہ کرے کہ گئی گزری بات پر ایک غریب بندۂ خدا کا خون ناحق اپنی گردن پر لیوے۔ عقل اس بات کو ہر گز قبول نہیں کر سکتی۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ قول ہی کسی طرح قابل قبول نہیں اور فقط مصادرہ علی المطلوب ہے۔ ہارون ایسی خونریزیوں کا خوگر تھا۔ وہ بہُت بے رُکی سے خلق خدا کو قتل کروا دیتا تھا۔ اسکے اُمرار خاصان جب ان کو وقت بے وقت بُلواتا تو چونکہ اسکی جبلی خونی عادت سے واقف تھے غسل میت کر کے کفن پہن کے وحنوط مل کے پاس آیا کرتے تھے۔ ابو اصمع بیچارہ تو کس گنتی ہے اس مغلوب الغضب نے تو جعفر وزیر سا بے نظیر شخص دم کے دم میں تہ تیغ کرا دیا تھا۔

اسکے بعد آپ کہتے ہیں کہ یہ بات ضرور ہے کہ ابو اصمع کے قتل میں سیاستاً کسی مصلحت نے ہارون کو مجبور کیا ہوگا۔ یا یہ واقعہ بھی غلط ہو یا مسٹر پامر نے بلا تحقیق اغلباً کسی ضعیف ترین روایات پر پختہ یقین کر لیا ہے۔ انتہیٰ

کیا اچھا طرز طریقہ آپ کے استدلال کا ہے کہ یوں ہوا ہوگا۔ ووں ہوا ہوگا سُبحان اللہ! سُبحان اللہ!! اگر ایسی ہی پادر ہوا باتوں سے اُمور واقعیہ کی تردید یا تضعیف ہو جایا کرتی تو ہر امر قبیح کی نسبت کہہ سکتے کہ اسکے مرتکب کو کسی مصلحت نے مجبور کیا ہوگا یا سرے سے واقعہ ہی غلط ہے۔ اسکے راوی نے کسی ضعیف روایت پر یقین کر لیا ہوگا۔ آپ کے ایسے ہی انوکھے استدلالات سے

ترجمہ کے بہت سے حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔ تعجب ہے کہ اس حسن کلام خوبی نظام پر یہ کتاب سلسلۂ آصفیہ میں داخل اور وزیر اعظم دولت نظامیہ کے کے نام نامی سے معنون ہے۔ مصباح الدین صاحب کو واضح رہے کہ روایت مذکورہ تاریخ کامل ابن اثیر جزری سے لیکر روضۃ الصفائے خاوندشاہی فارسی میں موجود ہے اور کہیں اسکے ضعف کا اشارہ تک نہیں ہوا۔ پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر پامر نے کسی ضعیف ترین روایات پر پختہ یقین کرلیا۔ روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ابواصمع (صحیح ابوعصمت[1]) اُمرار مہدی و ہادی خلیفوں سے تھا۔ اور کوچہ میں نہیں ایک پُل پر اسنے اُن کو ٹوکا تھا۔

پامر صاحب کی تاریخ ہارون کے مترجم رُہتکی مصباح الدین ایک ابوعصمت کے قتل کی روایت سے گھبرا گئے۔ اس کی تاویل یا تردید پر اُتر آئے۔ ابوعصمت نے تو پھر بھی گستاخی کی تھی۔ مجرم تھا۔ خلیفہ ہارون تو اولاد علیؑ و فاطمہ زہراؑ عترت رسولخداؐ پر بلا جرم و خطا ہاتھ صاف کرتا رہتا تھا۔ اور ذرا خوف خدا اسکے دل میں نہ آتا۔ اس بارے میں وہ اپنے اسلاف مہدی و ہادی و منصور سے بھی بڑھ گیا تھا۔ اسکی ان سفاکیوں کی داستانیں ایسی دردانگیز ہیں کہ آج بارہ سو

[1] تاریخ کامل اور روضۃ الصفا میں اس کا نام ابواصمع نہیں ابوعصمت لکھا ہے۔ مترجم نے واہی تباہی حاشیئے لکھ کر کتاب کا حجم بڑھایا مگر اتنا ان سے نہو سکا کہ نام کی صحت پر جو پامر صاحب سے مسامحہ ہوا ہے ان کو ٹوکتے۔ مگر ایسا کس طرح کر سکتے تھے۔ یہ کتابیں تو ان کی اس فہرست میں بھی شامل نہیں جو آخر کتاب میں اپنی وسعت معلومات کے اظہار کے لئے لگائی ہے۔ اور لطف یہ کہ جو کتابیں وہاں درج کی ہیں اُن میں سے اکثر آپکے کام سے غیر متعلق ہیں۔ بھلا روضۃ الاحباب و مدارج النبوۃ و معارج النبوۃ کو تاریخ ہارون سے کیا نسبت ۱۲ منہ

برس بعد بھی ان کو سُنکر کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ چنانچہ شمہ ان مظالم کا باب عشائر واقارب آنحضرتؑ میں مذکور ہوا۔ اور شافعی سُنیوں کے تیسرے امام نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا کہ رقہ میں دس دس علویوں کو اپنے آگے بُلوا کر گردن مرواتا خود اسکے حال میں گزرا۔ اور جس قساوت و شرارت کے ساتھ وہ امام وقت حضرت موسیٰ کاظمؑ کے ساتھ پیش آیا اسکا بیان باب وفات آں حضرت صلوات اللہ علیہ میں آگے آتا ہے۔ اس جگہ صرف ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جسکو سُنکر سنگدل سے سنگدل کا سینہ چاک و جگر ٹکڑے ہوتا ہے تھد منہ الجبال و تنشق بہ الصخور۔ لمؤلفہ ؎

کیا لکھے کاتب بیانِ پُر محن | چاک کاغذ نے کیا ہے پیرہن
خامہ ہے اس درد سے سینہ فگار | چشمِ گریاں ہے دوات اشکبار
سربسر افسانہ درد و غم کا ہے | زمرۂ سادات کے ماتم کا ہے

ہارون کا خاندان رسالت کے ساتھ ایک بینظیر سلوک

حقیقت یہ ہے کہ یزیدیوں کے بعد منصور و ہارون ہی وہ اشخاص ہیں جنکے ہاتھ سے خاندانِ رسالت کا طرح طرح سے استیصال ہوتا رہا وہ واقعہ ہائلہ یہ ہے۔

محمد بن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب عیون اخبار الرضا میں باسناد خود عبداللہ بن بزاز سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا میرے اور حمید بن قحطبہ طائی طوسی کے درمیان کچھ معاملہ تھا۔ ایک بار اُس سے ملنے گیا۔ اُس کو میرے آنے کا حال معلوم ہوا تو اُسی وقت بُلوا بھیجا۔ سفر کے کپڑے ہنوز بدلنے نہ پایا تھا کہ اسکے پاس جانا پڑا رمضان مبارک کا مہینہ تھا اور زوال کا وقت۔ وہاں پہونچا تو اسوقت ایک مکان میں بیٹھا تھا۔ جس میں نہر آب جاری تھی۔ میں سلام کرکے بیٹھا ہی تھا کہ سلیچی آفتابہ آیا۔ اُس نے ہاتھ دھوئے اور مجکو بھی باعث ہوا۔ میں نے بھی ہاتھ دھوئے

اتنے میں خوانِ طعام حاضر ہوا تو مجکو روزہ یاد نہ رہا۔ کھانے کو ہاتھ بڑھایا اُسوقت
یاد آیا کہ روزے سے ہوں۔ فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔ حمید نے کہا کھانا کیوں نہیں کھاتا
میں نے کہا ماہِ مبارک رمضان ہے اور میں بیمار بھی نہیں ہوں۔ کہ افطار کرلوں
امیر کو کوئی عذر ہوگا۔ جس سے اسکو افطار روزہ جائز ہوا۔ بولا میں بھی بیمار نہیں
ہر طرح تندرست ہوں۔ یہ کہکر زار زار رونے لگا۔ کھانا کھا کر فارغ ہوا تو میں نے
کہا اے امیر تمہارے اُسوقت گریہ و بکا کرنے کا کیا سبب تھا۔ کہا تجھ سے
بیان کرتا ہوں۔ اسکا یہ باعث ہے کہ جن دنوں ہارون طوس میں مقیم تھا ایک بار
اسنے رات کو مجھے بُلایا۔ حاضر ہوا تو دیکھا کہ شمع روشن ہے اور شمشیر برہنہ آگے
رکھی اور ایک خادم سامنے کھڑا ہے۔ مجکو دیکھا تو کہا میری اطاعت کہاں تک
کرسکتا ہے۔ میں نے کہا جان و مال سے حاضر ہوں یعنی اگر سارا مال اور جان
بھی تمہارے کام آوے تو مجھے انکے دینے میں عذر نہیں۔ یہ سُنکر سر جھکا لیا۔
اور تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر مجکو اجازت واپس جانے کی دی۔
مکان پر آکر ٹھہرنے نہ پایا تھا کہ پھر آدمی آیا اور مجھے بُلا کر لے گیا۔ اس مرتبہ جان کا
خطرہ ہوا اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ شاید مجکو قتل کرنا چاہتا تھا۔ صورت
دیکھی تو شرم آئی اب کے بُلا کر ضرور قتل کرلے گا۔ آگے گیا تو کہا کس قدر ہماری اطاعت
کرسکتا ہے کہا جان و مال و زن و فرزند تک تم پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ اسپر
ہنسا اور کہا اچھا جاؤ۔ میں گھر پر گیا ہی تھا کہ تیسری مرتبہ پھر قاصد آیا کہ اَجب
امیر المؤمنین۔ سامنے گیا تو کہا کیف طاعتک لامیر المؤمنین۔ امیر المؤمنین
کی یعنی اس ملعون کی اطاعت میں کیسا ہے۔ میں نے کہا جان و مال زن و فرزند
و دین و ایمان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ کہا تو یہ تلوار لے اور جو کچھ یہ خادم کہے بجالا
خادم نے تلوار اُٹھا کر میرے ہاتھ میں دی اور ایک مکان میں لے گیا جسکا دروازہ

بند تھا۔ اسکو کھولا درمیان میں ایک کنواں کھودا ہوا تھا اور حجرے مقفل تھے ایک مکان کا قفل کھولا تو بیس آدمی بوڑھے جوان لڑکے جنکے چہروں پر گیسوو کاکل چھوٹے ہوئے لٹکتے تھے طوق و زنجیر میں مسلسل تھے۔ اور تمام اولاد امیر المومنین علی علیہ السلام اور فاطمہ زہرا سے تھے۔ خادم نے کہا خلیفہ کا حکم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا سر قلم کرو۔ پس وہ ایک ایک کو میرے سامنے لاتا اور میں سر چاہ پر اسکا کاٹتا اور وہ سر اور دھڑ دونوں کو چاہ میں ڈالتا۔ یہانتک کہ بیسوں کا خاتمہ ہوا۔ پھر دوسرے حجرے کا دروازہ کھولا وہاں بھی بیس اشخاص اولاد علیؑ و فاطمہ سے اسیر تھے۔ کہا خلیفہ کہتا ہے کہ ان کو بھی قتل کرو۔ پس وہ بدستور ایک ایک کو نکالتا اور میں اسکا سر قلم کرتا وہ سر اور بدن ان مظلوم سیدوں کے اس کنویں میں ڈھکیل دیتا حتی کہ سب ختم ہوئے۔ پھر تیسرے حجرے کو کھولا وہاں بھی علوی و فاطمی سیدوں سے بیس نفر قید تھے اور کاکل و گیسو کہ علامت سیادت ہے انکے سروں پر موجود تھے۔ انکے قتل کا بھی حکم سنایا اور میں ایک ایک کو قتل کرنے لگا حتی کہ انیس کس تہ تیغ کیے۔ بیسویں اسیر کو لایا تو وہ ایک بوڑھا آدمی تھا میری طرف دیکھکر کہنے لگا کہ او بدبخت میشوم تیرے دست نحس خدا قلم کرے۔ کل روز جزا خدا و رسولخدا کو کیا جواب دیگا جبکہ تجھ سے سوال کرینگے کہ کس جرم و خطا پر تو نے میرے معصوم فرزندوں کا خون بہایا۔ یہ بات سنکر میں ڈرا۔ اور بند بند میرے بدن کا کانپنے لگا۔ خادم نے پاس آکو مجھے ڈانٹا اور بطش خلیفہ سے ڈرایا۔ اس پیر مرد کا بھی فیصلہ کیا۔ اور اس نے ان کو بھی اسی کنویں میں ڈالدیا۔ پس جبکہ میں ایسے ساٹھ شخصوں کو اولاد رسول اللہ صلعم سے بے گناہ بے خطا قتل کر چکا ہوں تو روزہ نماز مجکو کیا فائدہ بخشیں گے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ

عذاب الیم و شدید میں مبتلا ہوں گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ جو مظالم اس ستمگار خلیفہ کے ہاتھوں عترت رسول خدا ص پر گزرے اُن کا بدلہ تو روزجزا حق تعالیٰ ہی اُسے دیگا۔ وہی احکم الحاکمین جانتا بھی ہے کہ کیا بدلہ اُنکا ہوگا۔ کس کس قسم کے عذاب میں اُسکو مبتلا فرمائے گا۔ مگر ہم کو ان مؤرخین سنیہ اسکے مدح خوانوں پر تعجب آتا ہے کہ باوجود ان دھواندار ستموں کے اسکو دیندار پرہیزگار خلیفہ دکھاتے۔ اور سو رکعت نماز پڑھنا اور ایک سال حج کو جانا ایک شرائط جہاد بجالانا وغیرہ وغیرہ اعمال خیر اسکے سر تھوپتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس خلیفہ کا عام فسق و فجور طشت از بام باواز دہل مشتہر ہے۔ اور خاص عترت حضرت رسالت پناہ ص کے ساتھ بھی اسکے سلوک کسی پر مخفی و مستور نہیں۔ مگر مولوی شبلی کو دیکھئے کہ ان مظالم میں اسکو معذور ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ المامون میں کہتے ہیں کہ خاندان عباسیہ پر عموماً قتل اہل بیت کا الزام لگایا جاتا ہے۔ یہ اعتراض حجرے میں بیٹھنے والوں کا ہے۔ پولٹیکل ضرورتوں کا اندازہ داں ہرگز اسکو تسلیم نہ کریگا۔ ہم نے مکرر کہا کہ حضرات سادات خصوصاً ائمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین پر جو ستم ان جباروں نے کئے ان کا اصلی سبب صرف وہ بغض و عناد تھا کہ ان کی طرف سے دلوں میں راسخ ہو رہا تھا اور رشک و حسد جو ان کے فضل و کمال پر رکھتے تھے وہ دیکھ نہیں سکتے تھے کہ خلقت آنحضرات ع کی طرف رجوع کرے یا ان کو مقبول القول اولاد رسول ص جانے۔ ایک حضرت موسیٰ کاظم ع ہی کی کیفیت ملاحظہ ہو کہ اسی ہارون نے اس جرم میں کہ اپنے جدّامجد رسول اللہ کو سلام کرتے ہوئے یا ابت کہکر پکارا تھا پکڑ کر قید کر لیا۔ اور شہید کر کے ہی چھوڑا۔ اور بعض سادات حسنی و حسینی نے جو اپنے ہم عصر خلفا پر خروج کئے تو انکے اوران کے عاملوں کے تشدد اور سختیوں سے تنگ آکر مجبوراً کئے۔ چنانچہ حسین صاحب فخ جب

کے حال میں بروایت ابوالفرج اصفہانی اسکا تذکرہ گزرا کہ مدینہ کے بد سرشست عامل کی اولاد عمر خطاب سے تھا اسکا باعث ہوا۔ اس نے پے درپے اہانت و ایذا رسانیوں سے ان کو تنگ کر کے خروج پر مجبور کیا تھا۔ بھلا ان ساٹھ نفر بوڑھے جوان بچوں کا جو اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے تھے اور جو اسکے فرعونی حکم سے حمید بن قحطبہ لعین کے ہاتھ سے اس بیدردی کے ساتھ یکے بعد دیگرے مقتول ہوئے ان کی کیا خطا اور کون قصور تھا۔ اور کونسی ملکی (پولٹیکل) ضرورت نے اس ارتکاب پر ہارون کو مجبور کیا تھا۔ سادات کی بغض و عداوت کا ہارون کی طرف سے عذر بھی تراشا گیا ہے۔ جسکو سیوطی نے تاریخ الخلفا میں وارد کیا کہ ہارون کہتا تھا مجکو علیؑ بن ابی طالب سے جتنی محبت ہے اس قدر کسی کے ساتھ نہیں۔ مگر یہ لوگ (اولاد امیر المومنینؑ) ہمارے ساتھ سخت عداوت رکھتے ہیں اور طعن و تشنیع کر کے ہماری بادشاہی میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں۔ حال آنکہ ہم نے انکے خون کے بدلے لیئے اور جو ہمیں ملا اُس میں شریک گردانا۔ باوجود اسکے وہ بنی اُمیہ کی طرف ہم سے زیادہ مائل ہیں۔

وانا اقول علویوں کو ہارون نے یا اس سے پہلے کسی عباسی نے ملک و حکومت میں کبھی شریک نہیں کیا۔ لا واللہ ہارون کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ اور نہ کبھی ان سے کسی نے عباسیوں سے زیادہ بنی اُمیہ کی طرف میل و رغبت کا اظہار کیا۔ یہ اسکا دوسرا افترا ہے۔ عباسیوں نے اپنی شروع خلافت میں اموییں کا البتہ بہت قلع و قمع کیا ہے سو اس سے مقصود اپنا استحکام سلطنت تھا نہ کسی کے خون کا بدلہ لینا۔ پس یہ بیان اس کا از سرتاپا مہمل و غلط ہے۔

ہارون کی شہوت رانی خلیفہ ہارون جیسے ڈوم ڈھاریوں کے پرلے

ے کے قدر دان اور غنا یعنی گانے بجانے کے بیحد شائق تھے ویسے ہی غنا کی لفظی و معنوی بہن زنا سے بھی جہاں انکا موقعہ پیش آجاتا تھا چوکنے والے نہیں تھے۔ باوجودیکہ اُن کے پاس صدہا کنیزیں ایک سے ایک حسن و جمال میں بڑھکر رہتی تھیں اسپر بھی اگر کسی کے پاس کوئی خوبصورت عورت دیکھ پاتے تھے تو اسکے سر ہو جاتے۔ چنانچہ اپنی زوجہ زبیدہ کی کنیز پر کبھی عیسی بن جعفر اپنے سالے کی کنیز پر ان کی رال ٹپکتی تھی۔ اب مالک کو ضد ہے کہ ہم اپنی لونڈی نہ دیں گے

لہ ہارون کے شوق غنا کی یہ نوبت پہونچی تھی کہ اسکے مغنیوں کو شیاطین تعلیم غنا کرنے آتے۔ اور نئے نئے نغمے ان کو سکھا جاتے تھے جس سے خلیفہ کا سرور و نشاط دوبالا ہوتا۔

مسعودی نے اسحاق بن ابراہیم موصلی سے نقل کیاہے کہ اُسنے کہا میں ایک رات رشید کے پاس تھا اور گا بجا کر اسکو خوش کر رہا تھا کہ اسکو نیند آگئی۔ میں اُٹھ کر اپنی جگہ آبیٹھا اور عود کو ایک طرف رکھدیا۔ اُسوقت ایک جوان خوبصورت کشیدہ قامت خز کے کپڑے پہنے ہوئے وہاں آیا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ مجکو حیرت ہوئی کہ اس وقت یہ شخص بلا اجازت کس طرح یہاں چلا آیا۔ دل میں سمجھا شاید خلیفہ کا کوئی بیٹا ہو جسکو میں نے پہلے نہ دیکھا ہو۔ اس نے سارنگی اٹھائی اور اُس کو درست کیا پھر گانے لگا اور ایسا راگ گایا کہ ویسا عمدہ نغمہ میں نے پہلے کبھی نہ سُنا تھا اُس نے دو شعر اسی لے میں گائے اور مجھ سے کہا جب خلیفہ کے لئے راگ گاؤ تو اسی طرح گایا کرو یہ کہہ کر سارنگی کو رکھدیا اور وہاں سے چلتا ہوا۔ میں اسکے پیچھے گیا۔ اور حاجب سے جا کر پوچھا کہ یہ جوان جو ابھی یہاں سے نکلکر گیاہے کون تھا۔ اس نے کہا یہاں نہ کوئی آیا نہ گیا۔ میں واپس اپنی جگہ پر گیا تو اُس وقت رشید بھی جاگ گیا تھا۔ پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے تمام قصہ بیان کیا۔ اسکو بھی تعجب ہوا۔ پھر کہنے لگا کہ تجھ سے شیطان نے ملاقات کی ہے وہ ضرور شیطان تھا۔ بعد ازاں میں نے شیطان کا تعلیم کردہ راگ گایا۔ رشید بہت خوش ہوا اور بہت سا انعام اکرام دے کر رخصت کیا ۱۲ منہ عفی عنہ

یہ اڑے ہوئے ہیں کہ لے کر رہینگے ورنہ تمھارے تئیں مار ڈالینگے۔ اس پر قسماقسمی ہو کر حالت نازک ہو جاتی تو بھلا ہو قاضی ابو یوسف کا کہ وقت پر ان کے آڑے آتے کوئی ایسا چٹکلا چھوڑتے کہ مالکوں کو اپنے مال سے دست بردار ہوتے ہی بنتی۔ یہ خلیفہ کی اس شہوت کو ٹھنڈی کر کے چلتے ہوتے اور ہمراہ درہم و دینار کی پوٹلیں بندھوا لیجاتے۔

یہاں تک تو پھر بھی غنیمت تھا۔ ایک دفعہ خلیفہ صاحب کی اپنے باپ مہدی کی زوجہ یعنی اپنی سوتیلی ماں سے آنکھ لڑ گئی۔ پس دل سینہ میں بے تاب ہو گیا۔ اب اُسکے سر ہیں۔ کنیز کہتی ہے اے امیر معاف کرو میں تمھارے قابل نہیں تمھارے باپ کی مدخولہ ہوں وہ بارہا میرے ساتھ ہم بستر ہوا کئے مگر یہ کب سُنتے ہیں۔ کنیز کے اس کلام سے آتش شوق تیز تر ہوتی ہے بے اختیار ہوئے جاتے ہیں۔ آخر امام اعظم صاحب کے شاگرد اعظم صاحب تشریف لاتے ہیں اور قضیہ سانحہ معلوم کر کے بے تکلف فرماتے ہیں یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَوَ کُلَّمَا اِدَّعَتْ شَیْئًا یَنْبَغِی اَنْ نُصَدِّقَ۔ اے امیر کیا جو کوئی بات یہ کنیز کہے تمکو اسکی تصدیق کرنی لازم ہے (ہرگز نہیں) لَا تُصَدِّقْہَا فَاِنَّہَا لَیْسَتْ بِمَامُوْنَۃٍ۔ اس کی تصدیق نہ کر۔ کیونکہ وہ مامونہ نہیں۔ پھر کیا تھا پنجے جھاڑ کر جھپٹ گئے۔ عبداللہ بن مبارک مفتی خراسان کو خلیفہ کی اس بیحیائی اور قاضی کی بیدینی کا حال معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ:۔

فَلَمْ اَدْرِ مِمَّنْ اَعْجَبُ من ھٰذا	میں نہیں جانتا کہ (ان تینوں میں سے) کس سے
الذی وضع یدہ فی دماء المسلمین	تعجب کروں۔ اس شخص (خلیفہ) سے جس نے
واموالھم یتحرج عن حرم ابیہ	اپنا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور مال میں ڈالا

ہے (یعنی ان کی جان و مال کا مالک بنا ہوا ہے کہ جو چاہے اس میں عمل کرے) کہ

اپنے باپ کی حرمت سے مخرج تلاش کرتا ہے۔

أو من هٰذه الامة اللتی رغبت بنفسها عن امیر المؤمنین — یا اس کنیز سے متعجب ہوں کہ امیر المومنین کی طرف رغبت نہیں کرتی اور ملکہ جہان بننے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

أو من هذا فقیه الارض وقاضیه الذی قال اهتك حرمة ابیك و قض شهوتك وصيّره فی رقبتی — یا اس فقیہ روئے زمین و قاضی القضاۃ سے تعجب کروں جسنے فتویٰ دیا کہ اپنے باپ کی ہتک حرمت کر اور اپنی شہوت پوری کر۔ اور اس کا گناہ میری گردن میں ڈالدے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہر چند قاضی ابو یوسف کا یہ بیخ کن شریعت فتوے بہت مشہور و معروف ہے تاہم مورخ ابن خلکان اسکے ذکر سے جی چراتا ہے۔ چنانچہ اپنی تاریخ میں اسکے ترجمہ میں کہتا ہے کہ ابو یوسف کے بہت سے حالات ہیں اور ایک جماعت علماء کی اسکی تعظیم و تفضیل پر ہے مگر خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کبیر میں۔ عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح و یزید بن ہارون و محمد بن اسمٰعیل بخاری و ابوالحسن دارقطنی وغیرہ سے ایسے الفاظ اسکے حق میں نقل کئے ہیں جن کو کان حقارت سے سنتے ہیں اس لئے میں نے ان کا ذکر ترک کیا۔ اور اللہ اسکے حال سے زیادہ آگاہ ہے۔

ہارون اور اسکے ولیعہد سلطنت ہارون کا ایک بٹیا امین زبیدہ بنت جعفر اسکے چچا کی بیٹی کے شکم سے تھا۔ دوسرا ماموں مراجل نام کنیز عجمی سے۔ اہل عرب اور جملہ بنی ہاشم چاہتے تھے کہ امین کو اس کے بعد تخت خلافت ملے اور دربار کا عجمی عنصر ماموں کی جانب مائل تھا۔ مگر خلیفہ نے نہ تنہا ان دونوں کو یکے بعد دیگرے ولیعہد خلافت مقرر کیا بلکہ ماموں کے بعد تیسرے

بیٹے قاسم کو بھی نامزد خلافت کر گیا

سیوطی تاریخ الخلفاء میں کہتا ہے کہ ۱۷۵ھ میں ہارون نے اپنے بیٹے محمد کی ولیعہدی کی اسکی ماں زبیدہ کے اصرار سے بیعت لی اور امین اسکا لقب مقرر کیا ہر چند کہ اس کی عمر اسوقت پانچ سال سے زیادہ کی نہ تھی قال الذهبی فکان هذا وهن جری فی دولة الاسلام من حیث الامامة۔ ذہبی نے کہا یہ پہلی ضعف و سُستی تھی جو در بارہ امامت سلطنت اسلامیہ میں جاری ہوئی پھر ۱۸۲ھ میں اسنے عبد اللہ کے لئے بیعت لی کہ امین کے بعد خلیفہ ہو اور مامون اسکا لقب کیا۔ اور تمام خراسان کا ملک اسے بخشا۔ بعد ازاں ۱۸۶ھ میں تیسرے بیٹے قاسم کے لئے اسکے دو بھائیوں کے بعد خلافت کی بیعت لی اور موتمن اسکا لقب کیا اور جزیرہ و سرحدات کا حاکم بنایا۔ غرض تمام عالم کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیا۔ اسپر بعض عقلا نے کہا کہ اسنے بیٹوں میں بنا رجنگ و فساد قائم کر دی۔ جس سے زیادہ تر رعایا کا نقصان ہوگا۔

ابن اثیر تاریخ کامل میں ہارون کی مذکورہ بالا ولیعہد مقرر کرنے کی حکایت کی نقل کے بعد کہتا ہے کہ یہ عجائبات سے ہے کہ باوجودیکہ رشید اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا جو کچھ اس کے باپ مہدی اور دادا منصور نے عیسی بن موسی کے ساتھ سلوک کیا کہ اس نے مجبور ہو کر اپنے تئیں اسکی ولی عہدی سے خلع کیا۔ اور جو کچھ اسکے بھائی ہادی نے خود اسکے خلع کرنے میں جد و جہد کی اسکو بھولی ہوگی وہ تو موت نے اسکا جلدی سے خاتمہ کر دیا ورنہ وہ ہارون کو خلع کرا کر اپنے بیٹے جعفر کو ولایت عہد دیتا۔ باوصف ان باتوں کے جاننے کے پھر امین کے بعد مامون کے واسطے بیعت لیتا ہے۔ سچ ہے حُبُّكَ الشیء یعمی ویصم کسی شے کے ساتھ تیری دوستی تجھکو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہم کتاب لمعۃ الضیا جلد اول میں ہارون کی اس نا عاقبت اندیشی کی اچھی طرح قلعی کھول چکے ہیں من ارادالاطلاع علیہ فلیرجع الیہ۔

مسعودی کہتا ہے کہ ہارون ۱۸۶ھ میں حج کو گیا تو امین[1] و مامون[2] دو ولی عہد سلطنت اسکے ساتھ تھے۔ اس نے ان کے درمیان شرائط صلح وسلوک لکھ کر وہ کتبہ خانہ کعبہ میں لٹکادیا۔ ابراہیم حجبی کہتا ہے کہ جوں کاغذ کو سقف کعبہ سے لٹکانے لگے تو چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ میرے دل میں آیا کہ چھت تک پہونچنے سے پہلے گر گیا ہے یہ کام پورا نہو گا ضرور منتقض ہو جائے گا۔

اور سعید بن عامر بصری سے روایت کی کہ اُس نے کہا میں اس سال حج کو گیا تھا۔ کعبہ میں قسماقسمی ہوئی اور باہم عہد و پیمان کرنے کے چرچے ہو رہے تھے۔ اسی عرصہ میں ایک شخص کو بنی ہذیل سے دیکھا کہ شتر لئے جا رہا ہے۔ اور یہ شعر پڑھتا ہے ؎

وبیعۃ قد نکثت ایمانھا ۔۔۔ وفتنۃ قد سعرت نیرانھا

یہ ایک بیعت ہے جسکی قسمیں ٹوٹ جائیں گی۔ اور ایک فتنہ ہے جسمیں بہت سی آگ روشن ہوگی۔ میں نے کہا ویحک ما تقول ارے کمبخت یہ تو کیا کہتا ہے۔

---

[1] امین موتمن مامون پہلے حضرت صادقؑ نے اپنے تین صاحبزادوں اسمٰعیل۔ اسحاق۔ محمد کے علی الترتیب القاب مقرر کئے تھے۔ آپ کی ریس سے ہارون نے اپنے بیٹوں کے بھی یہ القاب مقرر کئے کما مرفی کشف الحقائق اور وہ اسکو بہت پسندیدہ تھے۔ چنانچہ کسی شاعر نے اسکی مدح میں شعر کہا ہے

ابوامین ومامون ومؤتمن ۔۔۔ اکرم بہ والداً ابرّ اوما ولدا

یعنی ہارون! امین مامون مؤتمن کا باپ ہے کیا ہی کریم و نیک باپ ہے اور کیسے اچھے یہ بیٹے ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا من احبّ ما مدحت بہ الخ۔ جن جن کلام سے میں مدح کیا گیا اُن سب میں یہ شعر مجکو پسندیدہ ہے ۱۲

کہا البتہ تلواریں ننگی ہوں گی اور فتنے برپا ہوں گے اور ملک میں فساد و نزاع پھیلے گا۔ میں نے کہا تو یہ کیسے کہتا ہے (کیا تجھے الہام ہوا ہے) کہا تو نہیں دیکھتا کہ شتر کھڑا ہے اور دو مرد نزاع کر رہے ہیں۔ اور دو کوے گر کر خون میں لتھڑ گئے۔ قسم خدا کی اس کام کا انجام خون و خرابی ہو گا۔

نیز مسعودی نے کہا روایت ہے کہ جب امین ہارون کے آگے حلف کر کے کعبہ سے باہر آنے لگا تو جعفر بن یحییٰ نے اسے واپس بلایا اور کہا اگر تو نے اپنے بھائی سے نکث عہد کیا تو خدا تجھے مخذول و منکوب کرے گا۔ امین نے قسم کھائی کہ ایسا نہیں ہونے کا۔ تین مرتبہ اس نے ایسا کیا کہ راستے سے لوٹا کر قسمیں دیں اور امین نے قسمیں کھائیں۔ اور پھر ثانی الحال نکث عہد کیا۔ جعفر کی اس حرکت سے اس کی ماں زبیدہ کو اس سے عداوت ہو گئی۔ اور جب آفتاب اقبال برامکہ کا روبزوال ہوا تو اسنے بھی ہارون کو جعفر کے خلاف برانگیختہ کیا اور جو مصیبت اسپر نازل ہوئی زیادہ تر اس کی حث و ترغیب سے ہوا۔

ہارون کا پیادہ پائی کا حج

سنی مورخوں نے خلیفہ کے فضائل شوق سے دل کھول کر لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے بار بار حج بجالانے کی بھی ایک فضیلت جلیلہ بیان کی ہے۔ مگر کتاب فیل ثمرات الاوراق[1] مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۹ پر ایک قصہ ان کے پا پیادہ حج کو جانے کا لکھا ہے اگر ایسی ہی صورتیں آپ کی بجا آوری حج کی باعث ہوا کرتی تھیں تو ان حجات کو بھی رنڈی بازی کے ضمیمے سمجھنے چاہئیں۔

بیان اس کا اس طرح پر ہے کہ ولیعہدی کے زمانے میں اسکے بھائی موسیٰ الہادی

[1] اسکے مصنف امام تقی الدین ابن ابی بکر بن علی المعروف بابن حجۃ الحموی الحنفی ہیں ۱۲ منہ

خلیفہ کی ایک کنیز غادر نام حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی تھی۔ گانے بجانے میں بے نظیر و یکتا۔ ہادی اس پر شیفتہ و شیدا تھا۔ ایک روز دوست احباب جمع و مجلس شراب گرم ہوئی تو غادر گائی اور خوب گائی۔ مگر موسیٰ پر عین ہنگامہ سرور و نشاط میں ایک حالت غم و فکر کی ایسی طاری ہوئی کہ اسکا رنگ متغیر ہو گیا اور جام شراب ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ندیموں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ کیا حالت تمھاری ہو گئی۔ کہا مجکو اس وقت یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میرے بعد ہارون میری اس کنیز غادر کے ساتھ نکاح کرے گا۔ انھوں نے کہا خدا امیر المؤمنین کی عمر دراز کرے اور ہم سب کو آپ کے اوپر قربان فرمائے ایسا خیال کیوں کرتے ہیں۔ کہا یہ خلجان میرے دل سے فرو نہو گا۔ پس ہارون کو بلوایا اور یہ حال اسکے روبرو بیان کیا اس نے بہت دلجوئی کی اور موقعہ کے مناسب باتیں بنا کر خوشنود کرنا چاہا مگر اسکو سکون نہوتا تھا۔ حتی کہ اسکے کہنے کی موافق غلاظ و شداد قسمیں کھائیں کہ یہ کام کروں تو میری لونڈی غلام آزاد۔ ازواج کو طلاق ہو اور پیادہ پا حج لازم آوے۔ اسوقت پر موسیٰ کی تسلی ہوئی۔ اندر جاکر غادر سے بھی یہی عہد و پیمان کرائے۔ بعد ازاں ایک مہینا گزرا تھا کہ ہادی جان بحق ہوا۔ ہارون کو خلافت پر پہونچتے ہی غادر کا فکر ہوا۔ اسکو پیغام نکاح بھیجا۔ کنیز نے کہا اے امیر المؤمنین میرے اور تمھارے قول و قسم و عہد و پیمان کہاں جائینگے مگر کون سنتا تھا۔ آخر کار عقد کر کے اس سے کام دل حاصل کیا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں پیادہ پائی کا حج بھی کرنا پڑا۔

راوی کہتا ہے کہ ہارون اس طرح اُس عورت کے کمند عشق میں گرفتار ہوا۔ اور اس قدر اسکا شیفتہ و دلدادہ بنا کہ سوتی تو اسکی گود میں سر رکھکر سوتی اور وہ اس خوف سے کہ مبادا آنکھ نہ کھلجائے ذرا جنبش نہ کرتا۔ ایک رات اسی طرح

اسکے پاس سورہی تھی کہ دفعتہً خواب سے چونکی۔ کہا خیر ہے کیا کیفیت ہے۔ بولی میں نے اسوقت تمھارے بھائی کو خواب میں دیکھا اُس نے یہ شعر پڑھے ؎

اخلفتِ وعدا کِ بعدما	جاوَرتُ سُکّان المقابر
ونسیتنی وحنثتِ فی	اَیمانك الكذب الفواجر
ونکحتِ غادرۃً اخی	صدق الذی سماكِ غادر
لایھنك الالف الجد	ید ولاتدار عنك الدوائر
ولحقتِ لی قبل الصبا	ح وصرتِ حیث غدوت صائر

(حاصل مطلب اشعار) تونے نکث عہد اور غدر کیا مجھکو بھلا کر میرے بھائی کے ساتھ نکاح کر بیٹھی۔ سچ کہا اُسنے جس نے تیرا نام غادر رکھا تھا مگر یاد رکھنا کہ یہ جدید دوستی تیرے اوپر سزاوار نہوگی۔ آج ہی رات کو صبح سے پہلے پہلے تیرا کام تمام ہوکر مجھ سے آملیگی۔

کنیز نے کہا یہ شعر مجکو حرف بحرف یاد ہیں۔ میرے دل پر لکھے گئے ہیں۔ ذرا نہیں بھولی۔ خلیفہ نے کہا یہ اضغاث احلام ہیں۔ کہا ہرگز نہیں میں اب اپنے تئیں تھام نہیں سکتی۔ یہ کہتی تھی اور لرزتی تھی۔ تاانیکہ ایک ساعت بعد دنیا سے کوچ کیا۔

حیرت ہے کہ ہارون کو خود تو ایک کنیز کے بارے میں ایسے استوار عہد توڑنے میں دریغ نہوا۔ بیٹوں سے سلطنت جیسے عظیم معاملے میں قول و قرار لیکر پابند رہنے کا امّیدوار تھا۔ جب ایک کنیز کے بغیر جسکی مثال بہت کنیزیں اسکو میسّر تھیں اس سے صبر نہو سکا تو بیٹے عروس مملکت پر کیونکر صبر کر سکتے تھے

ہارُون و برامکہ

ہارون نے اپنی دنارتِ طبع و شرارت خو سے جو سلوک برمکیوں کے ساتھ کیا اس سے

اس نے چال چلن کی پیشانی پر ہمیشہ کو سیاہ داغ اعنی کلنک کا ٹیکا باقی رہ گیا۔
اسکی اس بیہودہ حرکت کو نہ تنہا عامہ خلائق نے بنظر استحقار و استنکار دیکھا۔
خود اسکے حمایتوں نے بھی اس کو پسند نہیں کیا۔
سنی[1] مؤرخ جنھوں نے اسکے قبائح اعمال کے اخفا میں اپنی مقدور بھر
کوشش کی۔ وہ بھی اسکے اس فعل کی قباحت و شناعت کو نہیں چھپا سکے۔
تمام نے یہ قصہ دردناک لہجے میں ذکر کیا ہے جس سے اسکی خونخواری ٹپکی پڑتی ہے
یحییٰ اور اسکے دو بیٹوں فضل و جعفر جیسے منتظم۔ مدبر۔ خیر خواہ کو ہاتھ سے کھو کر خلیفہ
کو پھران کا بدل ہاتھ نہیں آیا۔ اور اسکے کاروبار میں مرتے دم تک خلل و خرابیاں
چلی گئیں۔ اور وہ تادم و اپسیں اسپر نادم و پشیمان رہا۔ یا یوں کہئے۔ کہ امام
ہمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قتل کرکے پہلے اس نے اپنے عقبیٰ کو تباہ و برباد کیا
تھا۔ بعد کو برمکیوں کے استیصال سے راحت و آسایش دنیا کو بھی خیرباد کہدیا۔
خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ھو الخسران المبین

برامکہ کے تاریخی حالات انکا فروغ

اس خاندان کا مورث اعلیٰ برمک بن جاماسپ مجوسی بلخ
کے آتش خانے نوبہار نام کا متولی اور آتش پرستوں
میں مقتدر شخص شمار ہوتا تھا۔ یہ تحقیق نہیں کہ آیا اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔

---

[1] مولوی شبلی نے المامون لکھی الہارون نہ لکھی یعنی باپ کو چھوڑ کر بیٹے کے حالات قلمبند
کئے۔ اس کی علت یہی برمکیوں کے مظالم ہیں۔ چنانچہ ہارون کی مدح سرائی کے بعد
اپنی کتاب المامون میں افادہ فرماتے ہیں۔
"حق یہ ہے کہ اگر اسکا (ہارون کا) دامن انصاف برامکہ کے خون سے رنگین نہوتا تو ہم اسکے
ہوتے عباسیوں سے کسی فرماں روا کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے"
یعنی سب سے پہلے ہارون خلیفہ کی تاریخ لکھتے ۱۲

مگر اسکی اولاد مسلمان ہوکر عباسیوں کی خلافت میں مدارج عالیہ پر پہونچی۔خالد
پسر برمک جس زمانے میں ابومسلم مروزی عباسیوں کو قائم کرنے اور بنی
اُمیّہ کی سلطنت مٹانے کے لئے شمال مشرق ایران میں خون کی ندیاں بہارہا تھا
اسکا دہنا ہاتھ بنا ہوا تھا۔اسی جدّ وجہد کے صلے میں ابوسلمہ حَفص خلال کے قتل
ہونے پر وہ ابوالعباس سفاح کا وزیر مقرر ہوا۔اور ذی حجہ ۱۳۶ھ سفاح کی وفات
تک اس عہدہ پر مامور رہا۔بعد ازاں منصور کے عہد میں بھی ایک سال چند ماہ
تک وزارت کرتا رہا۔یحییٰ خالد مذکور کا بیٹا مہدی بن منصور کے زمانے میں مختلف
عہدوں پر ممتاز رہا۔اور ہارون پسر مہدی کی تعلیم وتربیت بھی اس سے متعلق
تھی۔چنانچہ ثانی الحال اسی کے توڑ جوڑ سے ہارون کو خلافت نصیب ہوئی۔
نہیں تو موسیٰ الہادی نے اسکے خلع کرنے اور اپنے بیٹے جعفر بن موسیٰ کے ولیعہد
خلافت کرنے میں کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہ رکھا تھا۔لاجرم ہارون کی خلافت
میں یحییٰ اور اسکے بیٹوں فضل وجعفر کو وہ فروغ حاصل ہوا جس سے مافوق کسی کے
خیال میں نہیں آسکتا۔وہ وزارت کیا تمام شاہی کاروبار پر اُنکی حاوی ومسلط ہوگئے
ہارون یحییٰ کے تئیں باپ کہا کرتا تھا۔کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی ذاتی قابلیت
ملک داری اور حُسن انتظام اور کمال مروّت وسخاوت سے اس طرح قلوب
خلائق کو تسخیر کیا کہ اس زمانے کو ایّام عروس وزمانۂ دوام سرور کہنے لگ گئے
تھے۔ابتدائے خلافت ہارون ۱۷ سترہ سال چند مہینے بڑے کرّ وفرّ وجاہ وجلال
سے بسر ہوئے۔چنانچہ ان کے قصّے زباں زد خلائق ہیں۔آخر ہر کمالے را زوال
زمانے نے دوسرا ورق اُلٹا۔اور ان کے عزّت واقبال کا تمام دفتر
گاؤخورد ہوگیا۔

برمکیوں کے زوال کے اسباب مؤرخوں نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق

ان کے زوال کے مختلف اسباب لکھے ہیں۔ ہمارے نزدیک اصلی سبب فقط امام موسیٰؑ کاظم کی ناخوشی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہارون کے خوش کرنے کو یا محض اپنی خباثت نفس کی وجہ سے یہ لوگ خاندان رسالت کے دشمن تھے۔ خود یحییٰ آنحضرت صلوات اللہ علیہ کے قید و قتل میں آخر دم تک ساعی و سرگرم رہا ناچار آنحضرتؑ نے انکے حق میں بد دعا کی جسکا اثر جلد ان کے شامل حال ہوکر ان کے ہلاکت و تباہی کا موجب ہوا۔ اسکی مزید توضیح حال شہادت آنحضرتؑ کے بیان میں آگے آئے گی۔

دیگر۔ حضرت امام رضاؑ نے یہ معلوم کر کے کہ برامکہ دشمن اہل بیت ہیں اور ان کے پدر بزرگوار امام موسیٰ کاظمؑ کے قتل کے باعث ہوئے ہیں انپر نفرین کی اور یہ نفرین بھی عرفات سے مقدس مقام میں ہوئی وہ بے اثر کس طرح جاسکتی تھی۔ پس ان کا قلع قمع ہوگیا۔ مگر بحسب ظاہر انکے مستاصل ہونے کے وجوہ مفصلہ ذیل ہیں:۔

۱۔ برامکہ خالص عجم تھے۔ اسلئے عربوں کا گروہ کہ ہارون کے دربار کا ایک زبردست عنصر تھا ان سے برگشتہ تھا۔ ان کا فروغ انھیں ناگوار تھا۔ عربوں کا سرگروہ فضل بن ربیع جسکا باپ ربیع مہدی و ہادی کے زمانے میں وزیر رہا تھا اور ہارون نے اسکو موقوف کر کے یحییٰ کو اسکی جگہ مقرر کیا تھا برمکیوں کا جانی دشمن تھا۔ اور ہر موقع پر انکی طرف سے ہارون کے کان بھرتا اور اسکی طبیعت کو برہم کرتا رہتا تھا۔

۲۔ ایک گمنام نظمیہ عرضی خلیفہ کو دی گئی۔ جس میں ان کی سخت شکایت درج تھی کہ مثل امیرالمؤمنین ملک پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اور لکھا کہ ؎

امرئے مردود الی امرہ   وامرہٗ لیس لہٗ ردٌّ

کہ تیرے حکموں کو تو یحییٰ رد کر سکتا ہے مگر اسکے حکموں کا کوئی رد کرنے والا نہیں

پھر لکھا کہ انھوں نے ایسے عالی شان مکان بصرف زرکثیر تعمیر کرائے ہیں۔ کہ ہندوستان فارس مصر میں بھی ان کا جواب نہیں ملتا۔

۳۔ برمکیوں میں، مذہبی پابندی بہت کم تھی۔ ان کے محلوں میں علمی جلسے منعقد ہوتے۔ ان میں آزادی سے بحثیں ہوتیں اور رائیں لگائی جاتیں۔ ان کی کیفیت عام لوگوں میں مشتہر ہوتی اور لوگ ان سے نفرت کرتے۔ اور یہ سارے حالات ہارون کے گوش گزار کئے جاتے۔

۴۔ ایک اور عرضی جسپر سیکڑوں معزز لوگوں کے دستخط ثبت تھے اسکے سامنے پیش ہوئی۔ اس میں لکھا تھا کہ اے امیرالمومنین تو خدا کو حشر میں کیا جواب دیگا۔ تونے یحییٰ اور اسکے بیٹوں کو مسلمانوں پر غیر محدود اختیار دے رکھے ہیں۔ حال آنکہ یہ لوگ مرتد و زندیق ہیں اور زندیقوں کے طور و طریق کے خفیہ پابند ہیں ہرچند ان باتوں کا ہارون پر اثر ہوا۔ مگر نہ ایسا کہ جس سے ان کے استیصال کا مصمم ارادہ کر لیتا۔ جس بات نے اسکو اسپر قطعی آمادہ کر دیا وہ جعفر و عباسہ کا قضیہ تھا اس نے خیال کیا کہ یہ بدنامی اسی طرح سے دور ہوسکتی ہے کہ جو اشخاص اس سے متعلق ہیں ان سے جلد انتقام لیا جائے۔ ان کا خاندان ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا جائے۔ مگر اسکے اس طرز عمل سے یہ معاملہ بجائے فرو ہونے کے اور چمک اٹھا اور قیامت تک مؤرخوں کے لئے ایک ضروری مضمون بنگیا۔ ترجمہ تاریخ طبری میں بہت درست لکھا ہے "کہ مردمان بد ال (قتل جعفر برمکی) ہارون را ملامت کردند و میگفتند کہ اگر حدیث خواہرت درمیان نبودے ہرچہ کردے روا بودے از ہر کہ پرسند کہ آل برمک چرا ہلاک شدند و پرسند کہ سبب ہلاک شدن چہ بود خبر عباسہ خواہر اورا بگویند و تا روز رستخیز مردمان ایں خبر را بگویند و بخوانند۔" انتہیٰ۔

جعفر و عبّاسہ یہ قصّہ بین الاجمال والتفصیل تاریخ امام رضاؑ لمعۃ الضیا میں گزرا کہ ہارون نے اپنی لذائذ نفسانی کی خاطر جو جعفر و خواہر عباسہ کے ایک ساتھ اسکے مجالس عیش میں حاضر رہنے کے بغیر پورے طور سے حاصل نہیں ہو سکتے تھے ان کا باہم نکاح کر دیا تھا مگر اسکے ساتھ ہی یہ حکم ان کو سُنا دیا کہ سوائے دیکھ بھال کے اور کوئی حرکت سرزد ہونے پائے۔ یہ امر جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے اس کی بڑے سر کی کوتہ اندیشی تھی اور اس کا یہ حکم ٹھیک اس شعر کا مصداق تھا ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ — بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

ہارون کے تاکیدی حکم کی فولادی زنجیر اس بارے میں کچے سُوت سے زیادہ بودی نکلی۔ یہ جوان اور حسین جوڑی اپنا کام دل حاصل کیے بغیر نہ رہی اس کا نتیجہ ایک دو قبول صورت لڑکے کے تولد میں برآمد ہوا جو بخوف ہارون ایک غلام ریاش نام اور کنیز مرضعہ مسماۃ برّہ کی تحویل میں مکہ بھیجدیا گیا۔ کما مر فی لمعۃ الضیا۔

مسعودی کہتا ہے کہ کچھ عرصہ تک تو یہ راز ہارون پر مخفی رہا۔ آخر ظاہر ہوا پر ہوا۔ اسکے ظہور کا یہ سامان ہوا کہ زبیدہ خاتون زوجۂ ہارون کی یحییٰ بن خالد پدر جعفر کے ساتھ جوان دنوں ناظر محلات شاہی کے عہدہ پر مقرر تھا اَن بَن ہو گئی انہی دنوں عباسہ کی ایک کنیز اس سے ناراض ہو کر زبیدہ کے پاس چلی آئی۔ اور اس کا تمام حال پوست کندہ اس سے کہدیا۔ المختصر زبیدہ نے یحییٰ کی شکایت ہارون سے کی کہ رات کو کسی نوکر چاکر کو باہر نہیں نکلنے دیتا۔ محلات کے دروازوں پر قفل لگا کر کنجیاں ساتھ لیکر گھر چلا جاتا ہے۔ ہارون نے کہا یحییٰ جو کچھ کرتا ہے خیر خواہی کی راہ کرتا ہے۔ میں اسکو متہم نہیں جانتا۔ زبیدہ نے

کہا ایسا خیر خواہ تھا تو بیٹے کو اسکے کرتوت سے کیوں نہ باز رکھا۔ ہارون نے کہا یہ تم نے کیا کہا ذرا اس کی شرح کرو۔ زبیدہ نے تمام کیفیت عباسہ کے جعفر سے حمل رہنے اور بچہ جننے کی بیان کردی۔ ہارون دم بخود رہ گیا۔ کہا اسپر کوئی گواہ بھی ہے۔ زبیدہ نے کہا محل کا ایک متنفس بھی ایسا نہیں جو اس سے واقف نہو۔ اور سب سے بڑا گواہ خود مولود ہے جو مکہ میں پرورش پا رہا ہے۔ غرض زبیدہ نے کہ پیشتر سے اس خاندان سے عداوت رکھتی تھی ہارون کو ان کے خلاف پختہ کردیا۔ ہارون نے کچھ عرصے بعد ارادہ حج کا کیا اور جعفر و یحیی کو ہمراہ لے کر مکہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر خفیہ تحقیقات کی۔ اور ہر چند لڑکا مکہ سے یمن کو بھیجدیا گیا تھا۔ مگر اسکو تمام حال کھُل گیا۔ چنانچہ وہ اُسی وقت سے استیصال برامکہ پر تُل گیا۔ ابن اثیر صاحب کامل التواریخ کے نزدیک تمام تر برامکہ کی تباہی کا باعث یہی قصہ عباسہ ہے۔

جعفر کا اقتدار جعفر یحیی کا دوسرا بیٹا فضل بن یحیی سے چھوٹا مگر فضل و کمال فصاحت و بلاغت میں اس سے بڑھا ہوا تھا۔ ہاروں نے فضل کی جگہ اسکو وزیر کرنا چاہا تو یہ خواہش یحییٰ کے روبرو ظاہر کی۔ یحیی نے بیٹے کو لکھا یا بُنیّ قد اراد امیر المؤمنین بتحویل الخاتم من الیمین الی الشمال۔ بیٹا امیر المومنین چاہتا ہے کہ انگشتری دہنے ہاتھ سے بائیں میں لے جائے۔ فضل نے یہ اشارہ پاکر سر تسلیم خم کیا اور جعفر نے وزارت پر پہونچکر اس خوبی سے اسکے فرائض ادا کئے کہ ہارون اسکا فریفتہ ہوگیا۔ اور اس کی شیفتگی کی یہ نوبت پہونچی کہ اسکے بغیر اس سے صبر نہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسنے ایک جامہ ایسا سلوا تھا جس کے دو گریبان تھے۔ تاکہ دونوں ایک وقت ایک ساتھ پہن سکیں خود اسکو پہنتا اور جعفر کو اپنے ساتھ پہناتا۔ اور خوش ہوتا۔ ہارون کی تلوّن مزاجی سے

جو جعفر کے اختیار و اقتدار کی حالت بہم پہونچی تھی اُس کی کیفیت حکایت ذیل سے
ناظرین اچھی طرح دریافت کر لینگے۔

حکایت تقریبًا تمام مؤرخوں نے جنھوں نے تباہی برامکہ کا حال لکھا ہے
اس حکایت کو ابراہیم بن مہدی عموئے ہارون کی زبانی نقل کیا ہے۔ اس نے
کہا ایک روز جعفر کو فرصت تھی۔ اس نے راگ رنگ کی محفل اپنے محل میں
منعقد کی میں بھی جملہ ندمائے مجلس سے تھا۔ منع کر دیا تھا کہ کوئی ناجنس داخل مجلس
نہونے پائے۔ مگر عبد الملک بن صالح نہ معلوم کس طرح وہاں پہونچا۔ یہ شخص
عباسی خاندان کا ایک با وضع ظاہرا پابند شریعت گنا جاتا تھا۔ جعفر کو ایسے بے تکلف
جلسہ میں اسکا آنا ناگوار گزرا۔ ابن صالح نے اسکے تیور سے یہ بات معلوم کر کے
فورًا اپنا اسباب تقدس و تقویٰ اتار رکھا۔ اور بجائے اس کے ہماری طرح کا لباس
پہن لیا اور لگا جامہائے نبیذ پے درپے نوش کرنے۔ غرض شرائط منادمت
کو خلاف توقع اس نے اس طرح پورا کیا کہ جعفر خوش ہو گیا اور خاتمہ مجلس پر اس سے
کہنے لگا برادر تمھاری کوئی حاجت ہو تو مجھے آگاہ کرو تا کہ اسکی برآوری میں کوشش
کی جائے۔ عبد الملک نے کہا آجکل امیر المؤمنین کچھ ناراض ہیں چاہتا ہوں کہ راضی
ہو جائیں۔ جعفر نے کہا قد رضی عنك امیر المؤمنین۔ امیر المؤمنین تجھ سے
رضامند ہو گیا۔ کہا دوسری حاجت یہ ہے کہ چالیس لاکھ کا قرضدار ہوں۔ کہا
یہ قرضہ تمھارا اسی وقت ادا ہو سکتا ہے۔ مگر کل امیر المؤمنین ہی اسکو ادا کرینگے۔
عبد الملک نے کہا تیسری دلی آرزو ہے کہ میرا بیٹا ابراہیم خاندانِ خلافت
میں منسوب ہو یعنی دختر ہارون کے ساتھ اسکا عقد ہو جائے۔ جعفر نے کہا قد
زوّجه امیر المؤمنین بنته العالیة کہ امیر المؤمنین نے اپنی بیٹی عالیہ کے ساتھ
اسکی شادی کر دی۔ کہا تو اس صورت میں ضرور ہے کہ علم حکومت اسکے سر پر

سایہ افگن ہو۔ کہا امیر المؤمنین نے اسکو حکومت مصر عطا کی۔

راوی کہتا ہے کہ ہم جعفر کی اس انتہائی جرأت سے کہ بلا استمزاج و استیذان خلیفہ عمل میں لایا حیران تھے۔ اگلے روز اس شوق میں کہ دیکھیں اسکی اُن بیباکیوں کا کیا حشر ہوا ہے بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے۔ اتنے میں جعفر بھی وہاں آیا اور بے تکلف اندر داخل ہوا۔ تھوڑی دیر نگزری تھی کہ قاضی ابویوسف و محمّد بن الحسن طلب ہوئے اور ابراہیم بن عبدالملک بلایا گیا۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ میاں ابراہیم خلعت شاہانہ دربر کئے چلے آرہے ہیں اور نشان حکومت مصران کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور پیچھے چالیس لاکھ کی رقم خدام لئے آرہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دختر ہارون کے ساتھ اسکا عقد ہوگیا۔ بعدازاں جعفر اندر سے نکلا۔ ہم کو وہاں کھڑا دیکھ کر کہنے لگا تمکو عبدالملک کی ابتدائے امر میں حیرت تھی اسکی انتہا کو دیکھنا چاہتے تھے۔ میں اسوقت امیر المؤمنین کے پاس گیا تو کل کا تمام ماجرا بے کم و کاست اس سے بیان کیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا جو تم دیکھ رہے ہو۔

ابراہیم کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تین باتوں سے کس پر زیادہ تعجب کروں۔ آیا عبدالملک بن صالح کے دفعتہً کایا پلٹ ہونے اور رندوں کے رنگ میں رنگے جانے سے۔ یا جعفر کی باتیں بیباکی بلا اجازت خلیفہ ایسے اہم وعدے کر لینے۔ یا ہارون کے اس کے ایک ایک بات کے حتی کہ دختر کے عقد پر راضی ہوجانے سے

جعفر کا قتل اور برامکہ کی تباہی

یہ ایک دردناک واقعہ ہے جس سے خلیفہ ہارون کی خصلت زبون بہت کچھ قابل لوم و لعنت ٹھہرتی ہے۔ کہ اسنے پہلے تو ان لوگوں کو یوں اپنے تلوّن طبع سے سر پر چڑھایا۔ پھر اس طرح ان کا ملیامیٹ کر دیا۔ اور لطف یہ کہ جس جرم میں یہ بھاری سزا ان کو دی۔ اسکا بہت کچھ اسکا اپنا پیدا کیا ہوا تھا۔ مگر عباسیوں سے یہ امر کچھ بعید و بدیع نہیں

ہارون سے پہلے اسکے دادا منصور نے اپنے محسن و مربی بانی سلطنت عباسی ابومسلم مروزی کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے مامون نے فضل بن سہل وزیر کو حمام میں آدمی بھیجکر مروا ڈالا فلیس ھذا باوّل قارورۃ کسرت فی الاسلام۔

مورخوں نے لکھا ہے کہ رشید برمکیوں کے برباد کرنے اور جعفر کے مار ڈالنے پر عازم جازم ہوگیا تو اس وقت اسکا لشکر مقام عُمر نواح انبار میں مقیم تھا۔ اس نے پہلے سندی بن شاہک کو بغداد بھیجا کہ یحیی بن خالد اور فضل بن یحیی کو پکڑ کر قید اور اسکے تمام مال و جائداد ضبط کرلے اور آل برمک سے جسکو پاوے قتل کر ڈالے اور یہ امور خفیہ اس پھرتی سے انجام دے کہ کانوں کان کسی کو خبر نہونے پائے۔ سندی ملعون جو تھوڑے ہی عرصہ پہلے رکن اسلام کو گرا چکا یعنی امام موسی کاظمؑ کو زہر کھلا کر شہید کر چکا تھا۔ سب کام حسب دلخواہ ہارون عمل میں لایا۔ اور ہارون نے جعفر کی جو اسکے ساتھ اسکے کمپ میں غفلت و بے پرواہی میں بسر کر رہا تھا یہ تدبیر کی کہ رات کے وقت یاسر غلام کو بلا کر کہا کہ یاسر! اسوقت تجھسے وہ کام لینا چاہتا ہوں جسکا محمد۔ عبداللہ اور قاسم اپنے بیٹوں کو بھی اہل ولایق نہیں جانتا دیکھوں تو کس طرح اسکو بجا لاتا ہے۔ اگر اُس کی تعمیل میں سر مو کوتاہی تیری طرف سے عمل میں آئی تو جان لینا کہ تیری جان کی خیر نہیں۔ غلام نے کہا اے امیر المومنین یہ کیا بات ہے۔ مجکو آپ کہیں تو اپنے پیٹ میں خنجر بھونک لوں۔ کہا تو جعفر وزیر کو جانتا ہے۔ کہا میں اور اُسکو نجانوں۔ کون ہے کہ اسکو نہیں جانتا۔ کہا تو نے دیکھا کہ اسوقت جو وہ رخصت ہوا تو میں نے کس طرح اسکی مشایعت کی۔ کہا ہاں دیکھا خلیفہ نے کہا تو یہ تلوار لے۔ اور اسی وقت اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آ۔ غلام یہ کلمہ سُنکر کانپ گیا۔ ہارون نے گھور کر اُسے دیکھا کہ اپنی جان عزیز نہیں؟

یاسر نے کہا الامن عظیم کام دشوار ہے بہتر تھا کہ میں اس سے پہلے مرجاتا اور یہ حکم نہ سُنتا۔ کہا میرا یہی حکم ہے جلد اسکو بجالا ورنہ تجھے بار سر سے سبکدوش کرتا ہوں۔ یاسر چار ناچار تلوار لیکر چلا۔ دن کو خلیفہ نے شراب کباب کی مجلس برپا رکھی تھی۔ جعفر سہ پہر تک اس میں شریک عیش و سرور رہا عصر کے وقت ہنسی خوشی اپنے مکان کو جانے لگا۔ وہاں جاکر بھی راگ رنگ میں لگ گیا۔ ابو دکار نابینا مشہور گویا گا رہا تھا۔ اور وہ بدستور لہو ولعب میں مصروف تھا۔ کہ اتنے میں خلیفہ کا غلام یاسر تیغ بکف اسکے پاس داخل ہوا۔ جعفر کے کان کھڑے ہوئے۔ بولا اے یاسر تمہارے آنے سے تومجکو خوشی ہوئی مگر اس طرح بے اجازت لئے آنا خلاف قاعدہ ہے۔ اسنے خلیفہ کا حکم سُنایا۔ جعفر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ بولا اے یاسر امیر المؤمنین میرے ساتھ طرح طرح سے دل لگی کیا کرتے ہیں دیکھو یہ بھی کوئی مزاح نہو۔ یاسر نے کہا یہ حکم از سر جد ہے۔ اس وقت کوئی علامت نشۂ شراب کی بھی نہ تھی۔ جعفر نے کہا تم ایسا نہیں کرسکتے کہ وہاں جاکر کہدو میں قتل کر آیا۔ صبح کو اگر خلیفہ کا غصّہ فرو ہوگیا اور میری جان تمھاری وجہ سے بچ گئی۔ تو انعام واکرام سے مالا مال کردوں گا۔ نہیں تو اسوقت بھی میرا مار ڈالنا کچھ مشکل بات نہیں۔ یاسر نے کہا نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہا تو اچھا مجکو سراپردۂ شاہی تک ہمراہ لے چل۔ میں خلیفہ کی آواز اپنے کانوں سے سُن لوں پھر جو کچھ تیرا جی چاہے کرنا۔ کہا یہ ہوسکتا ہے۔ پس دونوں ساتھ چلے۔ یاسر بڑھکر آگے گیا تو دیکھا کہ خلیفہ غصّہ میں بھرا بیٹھا ہے۔ اس کی آہٹ سُنکر بولا کیوں جعفر کا سر لایا۔ کہا ہاں اے امیر المؤمنین اس خیمہ میں ہے۔ کہا یہاں میرے روبرو لا نہیں تو ابھی تیرا سر اُڑاتا ہوں۔ یاسر نے پیچھے پاؤں پلٹ کر جعفر سے کہا سُنا تم نے؟ کہا ہاں سُنا۔ یہاں پہونچکر سلسلہ گفتگو ختم ہوا۔ بدنصیب مجرم نے اپنی

جیب سے رومال نکال کر آنکھوں پر باندھا اور گردن دراز کی۔ بے رحم جلاد نے تلوار کے ایک وار میں سر جدا کیا۔ اور وہ خون چکاں سر خلیفہ کے آگے لے گیا۔ غضبناک خلیفہ تھوڑی دیر اسکو دیکھتا رہا۔ پھر یاسر سے کہا فلاں اور فلاں کو بلاؤ۔ حاضر ہوئے تو کہا یاسر کی گردن مارو۔ میں جعفر کے قاتل کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کلمہ کا مُنہ سے نکلنا تھا کہ میاں یاسر بھی وہیں پہونچے جہاں ابھی ابھی جعفر پہونچ چکے تھے۔

صبح ہوئی تو مقتول وزیر کا سر اور دھڑ بغداد بھیجدیا گیا کہ دونوں ٹکڑے دجلے کے پل کے دونوں سمت نصب کردئے جائیں وہ اسی طرح مصلوب تھے۔ عرصے کے بعد جب ہارون خراسان جانے لگا تو کہا اسکو اُتار کر جلاؤ۔ اور تمام مال و اسباب وجائداد برمکیوں کی ضبط ہوکر خالصہ شاہی میں شامل ہوئی۔ اور یحیی بن خالد و فضل بن یحیی معہ دیگر برادران و رشتہ داران و متعلقان قید ہوئے اور حکم ہوا کہ کوئی ان کا نام نہ لینے پائے اور مرثیہ نہ کہے۔ مگر زبانِ خلائق کہیں رُک سکتی ہے۔ لوگوں نے اس قدر ان کے مرثیے کئے اور محامد بیان کئے کہ کمتر کسی کے کئے ہونگے۔

عِبرَت

محمد بن عبد الرحمن ہاشمی کہ ہارون کے رشتہ داروں سے تھا اور کوفہ کی امامت نماز اس سے متعلق تھی کہتا ہے کہ ایک دفعہ بروز عید الضحیٰ میں اپنی ماں کے سلام کو گیا تو ایک بزرگ صورت عورت میلے کچیلے کپڑے پہنے اسکے پاس بیٹھی باتیں کررہی تھی۔ والدہ مجھے دیکھکر کہنے لگی۔ تو جانتا ہے کہ یہ کون عورت ہے؟ اور میرے اس کہنے پر کہ میں واقف نہیں ہوں۔ بولی کہ یہ جعفر برمکی کی والدہ ہیں میں نے ان کو سلام کیا اور با ادب باتیں کرنے لگا۔ اثنائے کلام میں کہا۔ اے معظمہ جو کوئی بہت عجیب بات اپنی زندگی میں مشاہدہ کی ہو اسکو بیان کیجئے

کہا اس سے کیا عجیب ہوگا کہ ایک عید میرے اوپر آئی جبکہ چار سو کنیزیں میری خدمت کو موجود تھیں اور اسپر مجکو شکایت تھی کہ میرا بیٹا جعفر جیسا چاہیے میری پرداخت نہیں کرتا۔ یہ عید ہے کہ مجکو دو کھالوں کی ضرورت ہے ایک کو بچھاؤں دوسری کو اوڑہوں اور میسر نہیں۔ یہ سُنکر میرا دل بھر آیا پانچسو درہم اس کو دیے تو اس قدر خوشی اسکو ہوئی کہ قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ اسکے بعد اکثر ہمارے گھر پر آیا کرتی تھی۔ یہانتک کہ موت نے ہمکو جدا کیا۔

روایت دیگر بہمیں مطلب مورخین نے ایک شخص کتابت پیشہ دفاتر شاہی سے نقل کیا ہے کہ اسنے کہا میں ایک روز دفتر حساب ہارون خلیفہ دیکھ رہا تھا کہ ایک مقام پر دیکھا کہ آج بحکم امیر جو خلعت وغیرہ جعفر وزیر کو دیا گیا اسپر چالیس لاکھ دینار خرچ ہوئے۔ آگے چلکر دیکھتا ہوں تو ایک مقام پر تحریر تھا کہ جعفر یحیی کی لاش جلانے کے لیے بوریا و نفط کی قیمت تین قیراط دیے گئے۔ قیراط ایک دینار کا چوبیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اللہ اکبر۔ **نظم**

اے طفل دہر اگر تو ز پستان حرص و آز	روزے دو شیر دولت و اقبال برمکی
در عہد عمر غرہ مشو از کمال خویش	یاد آور از زمان بزرگان برمکی

عباسہ اور اسکے پسر کا خاتمہ

سنگدل خلیفہ نے جعفر کے قتل اور برمکیوں کی تباہی اور بربادی ہی پر قناعت نہیں کی۔ عباسہ اور اسکے پسر کا بھی اسی کے بے رحم ہاتھوں پر خاتمہ ہوا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عباسہ اپنے شوہر سے پہلے ماری گئی۔

مسٹر پامر ایم۔ اے۔ پروفیسر عربی یونیورسٹی کیمبرج (انگلستان) کی کتاب ہارون الرشید جسکا مصباح الدین رہتکی نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے اس میں لکھا

ہے کہ زبیدہ نے جعفر و عباسہ کا قصہ ہارون سے کہا اور اپنے غلام آرزو نام کو پیش کیا کہ اس کو مفصل حال معلوم ہے۔ ہارون نے آرزو سے کہا کہ اگر صحیح حال بتلائیگا تو تیری جان بخشی ہوگی۔ نہیں تو قتل کیا جائیگا۔ آرزو نے تمام کیفیت بے کم و کاست بیان کردی۔ چونکہ ہارون کو جیسا ہم پہلے لکھ آئے اپنے ہاشمی خاندان ہونے کا بہت بڑا فخر تھا۔ اور وہ اپنے تئیں خالص النسل بادشاہ جانتا تھا۔ یہ حال سنکر سخت صدمہ ہوا۔ اس نے پہلے تو خلاف عہد آرزو غلام کو مروا ڈالا پھر مسرور اپنے جلاد کو سخت لہجہ میں حکم دیا کہ رات کو دو نوکر اور دس مزدور لے کر میرے پاس حاضر ہو۔ اسنے تعمیل حکم کی اور وقت مقررہ پر ان بدقسمت مزدوروں اور نوکروں کو لیکر آیا۔ ہارون اسکو ساتھ لئے اُس کمرہ میں جہاں عباسہ پڑی سوتی تھی آیا اور نوکروں کو کہا کہ اسکو قتل کرو۔ انھوں نے تلوار مار کر اسکے ٹکڑے کر دیئے پھر لاش کو ایک صندوق میں بند کر کے مقفل کیا۔ اور اسکی کنجی خود لے لی۔ مزدوروں کو حکم دیا کہ جس جگہ وہ سورہی تھی اسے کھود و۔ انھوں نے اسکو کھودتے کھودتے پانی تک پہونچا دیا۔ کہا اس صندوق کو اس میں رکھکر مٹی سے بند کردو۔ جبتک یہ کام ہوتے رہے خود کرسی بچھائے بیٹھا دیکھتا رہا۔ پس زمین ہموار کردی گئی اور جیسا اس جگہ فرش تھا ویسا ہی کردیا۔ جب مزدور سب کام کرچکے تو خلیفہ نے انکو باہر بھیجدیا۔ اور دروازے میں قفل لگا کر اسکی کنجی لیکر چلا آیا۔ اس کے بعد مسرور سے کہا ان سب لوگوں کو لیجاؤ اور ان کی اُجرت دیدو۔ مسرور اس حکم کا مطلب سمجھ گیا۔ ان سب بھاری بوجھ کے ساتھ تھیلوں میں بند کر کے سی دیا۔ اور ان کو دجلہ میں پھینکدیا۔ پھر خلیفہ نے اس مکان کی کنجی مسرور کے حوالے کی اور کہا جبتک میں نہ مانگوں اُس وقت تک اسکو اپنے پاس رکھو۔

جعفر و عباسہ کی اولاد کا قتل

پھر یا مر صاحب اپنی کتاب ہارون الرشید

میں لکھتے ہیں کہ عباسہ وجعفر کے قتل سے فارغ ہوکر خلیفہ نے کسی شخص کو مدینہ منورہ بھیجا اور اس نے دونوں لڑکوں کو لاکر خدمت میں حاضر کیا۔ یہ لڑکے بہت حسین تھے۔ خلیفہ ان کو دیکھکر ان کے حسن وجمال کی تعریف کرتا رہا۔ پھر ان سے کچھ گفتگو کرنے لگا۔ معلوم ہوا کہ لڑکوں میں مدینہ والوں کی سی طلاقت اور بنی ہاشم جیسی فصاحت وبلاغت موجود ہے۔ ان کا نام دریافت کیا تو ایک نے الحسن دوسرے نے الحسین نام بتائے۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ خلیفہ جوان کا ماموں ہوتا تھا انکی نسبت کیا ارادہ رکھتا ہے۔ پس خلیفہ نے مسرور سے کہا کہ وہ کنجی جو میں نے تم کو احتیاط سے رکھنے کو دی تھی کہاں ہے؟ اُس نے نکال کر آگے رکھدی۔ کہا کہ ان دونوں لڑکوں کو قتل کر کے ان کی ماں کے ساتھ ان کو بھی دفن کردے۔ اس حکم کی فی الفور تعمیل ہوئی اور اعلان ہوا کہ آج سے کوئی برمکیوں کا نام نہ لے۔ اور اس خاندان کے ایک ہزار آدمیوں کو قتل کرادیا۔ انتہیٰ۔

علیّہ دیگر خواہر ہارون ابن خلکان نے ابن بدرون سے روایت کی ہے کہ علیہ بنت مہدی ہارون کی دوسری بہن نے ایک روز موقعہ پاکر اس سے کہا اے امیرالمؤمنین جس روز سے جعفر قتل ہوا ہے میں تم کو رنجیدہ و ملول پاتی ہوں۔ کیوں تم نے اسکے تئیں قتل کیا۔ ہارون نے اس سے کہا کیا میری پیاری بہن اگر مجھے معلوم ہو کہ میرا پیرہن بھی اس راز سے واقف ہے تو میں اسکی بھی دھجیاں کر ڈالوں۔ کیا اسکے بعد بھی کسی کو شک رہ سکتا ہے کہ برامکہ کی بربادی کا عباسہ وجعفر کے قضیئے کے سوا (جسکو وہ اپنے ننگ و ناموس کی بربادی جانتا تھا) کوئی اور سبب ہے۔

علیّہ کے مزید حالات یہ عورت بذلہ گو نکتہ سنج تھی۔ شعر و سخن میں اپنا جواب نرکھتی تھی معہذا حُسن وجمال غنج ودلال میں بھی عدیم النظیر تھی۔ ہرچند

موسی بن عیسی عباسی کے ساتھ عقد ہوگیا تھا۔ مگر اس کی دل لگی دو غلاموں طل ورشا نام کے ساتھ تھی۔ ان کی یاد میں مست رہتی اور انہی کے نام پر غزلیں کہتی چنانچہ ایک دیوان اس سے باقی رہا ہے۔

کتاب ثمرات الاوراق تصنیف تقی الدین بن علی المعروف بابن حجة الحنفی مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ ایک بار اس نے طل کے خطاب میں بتصحیف اسم یہ شعر کہا ؎

ایا سروة البستان طال تشوقی   فهل لی الی ظلٍ لدیك سبیلُ

یعنی اے سروِ چمن میرا شوق تیرے لئے دراز ہوا۔ آیا مجکو تیرے سائے میں آجانے کی کوئی سبیل ہے۔ یہ عشق و محبت و شوق وصل میں شرابور شعر ہارون نے سُنا تو طیش میں آیا۔ حکم دیا کہ علیہ آیندہ اِس غلام کا نام زبان سے نکالے اسکے بعد تاک میں رہتا کہ میرے اس حکم کی تعمیل ہوتی ہے یا نہ۔ ایک روز علیہ قرآن آخر سورہ بقرہ پڑھتی تھی۔ ہارون گھات میں تھا کہ اس آیہ پر پہونچی فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ تو اس نے فان لم یصبها وابل کہکر بجائے طل کہنے کے یہ کہا فالذی نهی عنه امیر المؤمنین یعنی طل نہ کہا اور یہ کہا کہ وابل کے بعد وہ لفظ ہے جسکے زبان سے نکالنے کی میرے لئے امیر المومنین کی ممانعت ہے۔ ہارون یہ سُنکر پھڑک گیا اور کمین گاہ سے نکل کر اسکے پاس آیا اور اسکے سر کے بوسے لئے اور کہا میں نے طل کو تیرے لئے بخشدیا۔ اب ممانعت نکرونگا۔ جو تیرا جی چاہے سو کر۔

علیہ کا گانا بجانا ہارون کو اسکا گانا بہت پسند تھا۔ ایک مرتبہ فضل بن یحیی کو بقول مسٹر پامر اپنے ہمراہ محلات شاہی میں لیجاکر پس پردہ سے اسکا گانا سُنوایا۔ اس کی دلکش آواز سے خلیفہ اور فضل دونوں پر وجد کی حالت طاری

ہو گئی۔ تب ہارون نے کہا اب چلو یہاں سے ورنہ ہماری حالت اور بدتر ہو جائیگی۔ پھر خود ہی اسکو گانے والی کا نام بتایا کہ یہ علیہ میری خواہر ہے۔ زنہار کہیں اس کا ذکر نہ کیجیو ورنہ تیرے تئیں قتل کروں گا۔

علیہ مامون کے عہدِ خلافت تک زندہ تھی۔ ۲۱۰ھ میں بعمر ۵۰ سال اس نے وفات پائی۔ اسکی موت بھی عجیب و غریب طریق پر واقع ہوئی۔ یہ قصہ بایں الفاظ ثمرات الاوراق میں لکھا ہے:۔

وکان سبب موتہا ان المامون	اسکی موت کا سبب یہ تھا کہ مامون نے اسکو
سلم علیہا وضمہا الی صدرہ وجعل	یعنی علیہ کو سلام کیا اور اپنے سینہ سے اسکو
یقبل راسہا ووجہہا مغطی فشرقت	لپٹا لیا اور اسکے سر اور منہ کو چومتا تھا
من ذلک وماتت بعد ایام یسیرۃ	حال آنکہ اسنے اُس کو ڈھانک لیا تھا۔ علیہ

کو بھتیجے کی اس حرکت سے اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ اسکے چند روز بعد مر گئی۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مامون اپنے باپ کی حقیقی بہن اپنی سگی پھوپھی سے بدکاری کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ راضی نہوئی۔ اس سے پہلے ہارون اپنی ماں کے ساتھ قاضی ابو یوسف کا فتویٰ لے کر کالا منہ کر چکا تھا۔ اب بیٹا پھوپھی سے خواستگار بدکاری ہوا۔ اچھے خلفاء رسول اللہؐ کی مسند پر بیٹھنے والے ہیں۔

ہارون کی ایک تخنثانہ بیہودگی

برمکیوں کا حال معہ توابع و لواحق تمام کر کے ہم پھر خلیفہ ہارون کی بقیہ کیفیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

یامر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ اپنے درباریوں کے ساتھ عجب طرح کا کھیل کھیلا۔ ان کو کہا جو کام میں کروں تم بھی کرنا اور تاکید کی کہ جو یہ عمل اچھی طرح کرے گا اُسکو ایک اشرفی انعام میں ملے گی۔ جو اچھی طرح نہیں کریگا اُسکے بارہ ڈنڈے لگائے جائینگے۔ پھر انڈے منگا کر ہر ایک کو ایک ایک انڈا دیا اور کہا اسکو اپنے

نیچے چھپالو- ایک انڈا اپنی مسند کے تلے رکھ لیا- ابو نواس اسوقت تک نہیں آیا تھا- اتنے میں وہ بھی آموجود ہوا- خلیفہ نے اسے بھی کھیل میں شریک کرلیا اب کھیل شروع ہوا تو خلیفہ نے مثل مرغی کے چلانا اور کڑکنا شروع کیا اور ایک انڈا نیچے سے نکالا- گویا آپ مرغی ہیں اور یہ انڈا دیا ہے- اسی طرح ایک ایک درباری نے باری باری سے یہ عمل کیا- یہانتک کہ ابو نواس کا نمبر آیا تو چونکہ اسکے پاس انڈا نہ تھا تو وہ گھبرایا کہ کیا کروں- انڈا نہیں نکالتا تو ڈنڈے کھانے پڑینگے- سب لوگوں کی نظر اس کی طرف لگی ہوئی تھی کہ یکایک وہ اپنی جگہ سے جست کرکے حلقے کے بیچ میں جاکھڑا ہوا اور اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑا کر اپنی پسلیوں پر مارنے اور گردن اُٹھا کر زور سے ککڑوں کوں کرنے لگا- گویا کہتا تھا کہ یہ سب مرغیاں ہیں- اور میں ان میں مرغ نرینہ ہوں- حُضّار مجلس اسپر ہنس پڑے اور خلیفہ خوش ہوا- اور ابو نواس پٹنے سے بچ گیا-

اسکا ارتکاب منہیات

خلیفہ ہارون کے روزمرہ کے اشغال عموماً خلاف شرع ناجائز و ناہموار ہوا کرتے تھے- اسکے محلوں میں بیشتر اوقات ایسے جلسے منعقد ہوتے جن میں بے تکلف دور شراب[1]

---

[1] مسٹر پامر اپنی کتاب ہارون الرشید میں لکھتے ہیں کہ ہارون رشید کو شراب پینے کی بہت عادت تھی- علاوہ ازیں قرآن شریف کے دیگر احکاموں سے بھی وہ متجاوز ہوجاتا تھا- اسکے مترجم مصباح الدین رہتکی اس کے نیچے نوٹ لکھتے ہیں کہ شراب نہیں نبیذ یعنی کھجور کا تازہ دودھ (تاڑی) پیا کرتا تھا جسکی حلت کا علماء عراق نے فتویٰ دیا تھا- ابن خلدون مورخ نے ہارون کی مے نوشی کا انکار کیا ہے- پس جس جگہ اسکی مے نوشی کا ذکر آوے وہاں نبیذ سمجھنی چاہئے- انتہیٰ
راقم الحروف کہتا ہے کہ اس مترجم کے قریباً تمام فٹ نوٹ اسی قسم کے ہیں کہ بے دلیل ہے ت

جاری رہتے اور دل آویز کنیزیں اور خوش آواز گویّے گا بجا کر اسکے لئے عیش و سرور

(بقیہ سابق) جو چاہا لکھتے چلے گئے۔ بھلا کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے کہ ابن خلدون کون شے ہے کہ تنہا اسکے کہنے سے دیگر تمام مورخوں کا قول غلط سمجھیں اور اُسکے اور تمھارے حکم سے تمام کتابوں میں جہاں جہاں اسکی شرابخواری کا ذکر ہے اُسے کاٹ کر نبیذ بنادیں۔ رہا آپ کا منطقی استبعاد کہ وہ ایسا اور ویسا پاکدامن و پرہیزگار خلیفہ تھا اس سے بہت بعید ہے کہ شراب پیئے۔ ایک بے لاگ مورخ اسکو کیونکر قبول کر سکتا ہے جبکہ اسکے نزدیک خلیفہ ان اوصاف سے نہیں ان کے اضداد سے موصوف تھا۔ لائق مترجم نے ہارون ہی پر قناعت نہیں کی اسکے امرا و وزرا کی مجالس میں جہاں شراب کا ذکر آیا ہے اسکے نیچے اپنا نادرشاہی حکم بھی جڑ دیا ہے کہ نبیذ جانو۔ کیونکہ ایسے دیندار خلیفہ کے مصاحب ہو کر یہ لوگ شراب نہیں پی سکتے۔ ہم یہاں تھوڑا سا نبیذ کا حال ناظرین کی آگاہی کے لئے لکھتے ہیں۔

نبیذ کی حقیقت اور اسکی حلت و حرمت

نَبذ۔ ڈالدینا۔ رکھ چھوڑنا۔ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِم۔ ای ترکوه۔ نَبِیذ قسم شراب خرما کشمش شہد وغیرہ کو پانی میں ڈال کر رکھ چھوڑتے ہیں تا اینکہ نبیذ بنجائے اِنْتِبَاذ نبیذ بنانا۔ کھجور کا تازہ دودھ جیسا مصباح الدین محشی نے لکھا ہے نبیذ نہیں جبتک کہ اتنا نہ رکھا جائے کہ سُکر اُس میں پیدا ہو جائے۔ مذہب شیعہ کے موافق نبیذ قطعی حرام ہے مثل شراب کے۔ سنیوں میں امام ابوحنیفہ نے اسکی حلت کا فتویٰ دیا ہے۔ خلیفہ ثانی عمر خطاب اسکا استعمال رکھتے تھے۔ شراب کے حرام ہونے پر آپ نے بجائے اسکی نبیذ کو اختیار کیا تھا۔ چنانچہ یہ عادت مرتے دم تک ان سے نہ چھوٹی۔ ان کے ہم مشربوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو حرام نہیں کیا جبتک کہ اس سے بہتر یا برابر کو اسکے بدلے میں حلال نہ کر لیا ہو۔ نبیذ کو شراب کا عوض مقرر کیا ہم اسقدر نبیذ پیتے ہیں جس سے طبیعت کو سرور رہو۔ رنگ کو صاف کرے۔ کھانا ہضم کرے۔ اتنی نہیں جس سے عقل جاتی رہے سر میں درد ہونے لگے۔ طبیعت پریشان ہو۔ نبیذ عظیم آفتوں اور خرابیوں میں شراب کے

(بقیہ آئندہ)

...بہت شوق تھا۔ اسلی دیکھا دیکھی نبوا

(بقیہ سابقہ) شریک سدم ہے۔ عقدابن عبدربہ اندلسی۔

مگر جمہور شیعہ اسکے خلاف نبیذ کو ناجائز جانتے اور کہتے ہیں کہ جس میں سکر ہے حرام ہے۔ خواہ اسکے قلیل مقدار میں نشہ ہو یا نہو۔ کیونکہ شراب کی حُرمت فقط اسکے مُسکر ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسکا پینے والا یہ نہیں جانتا کہ کب سُکر ہوگا۔ بعض اوقات دو دو تین تین پیالیاں شراب کی پی جاتا ہے اور سُکر نہیں ہوتا۔ حالانکہ دوسرا شخص اسکی ایک پیالی پی کر مست ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایک شخص واحد ایک پیالی میں مست ہوتا ہے کبھی وہی دو تین پیالیوں میں متاثر نہیں ہوتا۔ عقدابن عبدربہ

عقلا رعالی فطرت نبیذ کی مذمت کرتے اور اسکو بہت بُرا جانتے ہیں۔ کسی نے عدی بن حاتم سے کہا تم شراب پیتے ہو؟ کہا میں ایسی شے کو نہیں پیتا جو میری عقل کو پی جائے۔ کہا نبیذ پیتے ہو؟ انھوں نے کہا میں اپنی قوم میں حکیم ہو کر سفیہ بننا نہیں چاہتا۔ ضحاک بن مزاحم نے ایک مرد سے کہا تو کس لئے نبیذ پیتا ہے۔ کہا اس لئے تاکہ کھانے کو ہضم کرے۔ کہا کھانے سے زیادہ وہ تیری عقل و دین کو ہضم کر جاتی ہے۔

ناطق بالحق کا قول ہے ؎

ترکت النبیذ واصحابه — وصرت خدینا لمن عابه

شراب تضل سبیل الرشاد — ویفتح للشر ابوابه

(ترجمہ) میں نے نبیذ اور نبیذ والوں کو چھوڑ دیا۔ اور ان لوگوں سے دوستی کی جو اسکو عیب لگاتے ہیں وہ شراب ہے جو ہدایت کے راستے سے بھٹکاتی ہے اور برائیوں کے دروازے کھولتی ہے۔

سوار قاضی نبیذ خوار کی گواہی قبول نہ کرتا ایک مرد کو اسکے پاس لائے اسکی گواہی اسی وجہ سے رد کی تو اسنے کہا ؎

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

الناس علی دین ملوکھم اُس زمانے کے اُمرا اور رُؤسا بھی اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔ تاجر بردہ فروش حسین کنیزوں کو تربیت و تعلیم کر کے تیار کرتے اور بیش قرار قیمتوں پر فروخت کرتے۔ وہ دولتمندوں کی مجالس عیش گرم کرتیں الف لیلہ میں جو اس زمانے کے طرز تمدن اور خلیفہ کے رات دن کا خاکہ کھینچا ہے بالکل اسکے حسب حال ہے۔ گو الف لیلہ ایک قصہ کہانی کی کتاب ہے۔ مگر عرب کے تمدن اور معاشرت کے حالات اس سے معلوم کئے جاتے اور اسپر استدلال لائے جاتے ہیں۔ پس شک نہیں کہ وہ تحصیل لذائذ جسمانی میں منہمک رہتا۔ اور ارتکاب منہیات و منکرات میں سخت بے باک تھا۔ علامہ ذہبی جسکی برابر علم رجال میں کسی نے کمتر تحقیقات کی ہے۔ اسکی بابت

(بقیہ سابقہ) اما الشراب فانی غیر تارک ولا شھادۃ لی ما عاش سوار

(ترجمہ) لیکن شراب (نبیذ) اُس کا تو میں چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ مگر میری شہادت جبتک سوار زندہ ہے نہیں سُنی جائے گی۔

لطیفہ

اصمعی نے نقل کیا ہے کہ اعراب صحرانشین سے ایک بوڑھی عورت مکہ کی راہ میں کچھ جوانوں کے پاس جو نبیذ پی رہے تھے بیٹھ گئی۔ انھوں نے ایک جام اسکی نذر کیا۔ اسکو پی کر اس کو سرور ہوا۔ اور مسکرائی۔ انھوں نے دوسرا پیالہ تواضع کیا۔ اسکو پیا تو اسکا منہ سُرخ ہو گیا اور ہنسنے لگی۔ انھوں نے تیسرا پیالہ دیا۔ اسکو پی کر بولی سچ بتاؤ کہ تمھارے مُلک عراق میں تمھاری عورتیں بھی یہ شراب پیتی ہیں۔ کہا ہاں پیتی ہیں۔ کہا تو خدائے کعبہ کی قسم ہے کہ ضرور زنا کراتی ہوں گی۔ اگر تم راست کہتے ہو تو بخدا تم میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے باپ کو پہچانتا ہو۔

(المستطرف فی کل فن مستظرف چھاپہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۹)

لکھتا ہے:-

اخبار الرشید یطول شرحہا و محاسنہ جمۃ ولہ اخبار فی اللھو واللذات المحظورۃ والغناء سامحہ اللہ

کہ رشید کے حالات مشرح بیان کرنے میں طول ہے۔ اس میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں مگر لہو ولعب ولذاتِ حرام اور غنا میں اسکی بہت سی خبریں ہیں حقتعالٰی اسکے گناہوں سے درگذر کرے

لذات محظورہ سے اس مقام پر صریحًا استعمال شراب و ارتکاب فواحش ہے

تاریخ الخلفاء۔

نیز جلال الدین نے تاریخ الخلفاء میں اسکی نسبت لکھا ہے ھو اول خلیفۃ من العباسیین لعب بالنرد کہ وہ عباسی خلیفوں میں پہلا خلیفہ ہے جو شطرنج سے کھیلا۔

دادرسی خلائق میں اس کی غفلت

جب وہ اس طرح پر غنا و شطرنج وغیرہ لذات محرمہ میں منہمک تھا تو ظاہر ہے کہ اس سے یہ فرض منصبی یعنی خلائق کی دادرسی کیا خاک ادا ہوتی ہو گی۔

مولوی شبلی سیرۃ النعمان میں قاضی ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ (قاضی ابو یوسف) اس جبار و خود پرست بادشاہ کے دربار میں کمال جرأت وآزادی سے اپنے فرائض کو ادا کرتے تھے۔ کتاب الخراج میں ایک جگہ ہارون الرشید کو کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کے لئے مہینہ میں ایک بار بھی دربار کرتا اور مظلوموں کی فریاد سنتا تو میں امید کرتا ہوں کہ تیرا شمار اُن لوگوں میں نہوتا جو رعیت سے پردہ کرتے ہیں۔ اور اگر تو دو ایک دربار بھی (تمام عہدِ خلافت میں) کرتا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیلجاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آتے۔ بلکہ اگر عمال وصوبہ داران کو یہ خبر پہونچے کہ تو

ہر سو دن میں ایک دفعہ انصاف کے لئے بیٹھتا ہے تو ظالموں کو کبھی ظلم پر جرأت نہ ہونے پاتی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال بھر میں ایک بار بھی انصاف رسانی خلائق کے لئے دربار نہیں کرتا تھا۔ بلکہ کل ایک، دو بار بھی اس نے عدل گستری نہیں کی۔ ورنہ یہ خبر قلمرو میں پھیل جاتی اور ظالم ظلم سے باز آتے

ذکر قدرے از ستمہائے خلفاء عباسیہ کہ اقرباء آل حضرتؐ اور انکے متعلقین پر ہوئے

حسین بن علی بن الحسن بن الحسن بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام المعروف بصاحب الفخ

فخ بفتح اول و تشدید حرف ثانی نام ایک چاہ کا ہے قریب مکہ کے ایک فرسخ کے فاصلہ پر۔ حدیث میں ہے تجردا لصبیان من فخ۔ یعنی اُتروائے جائینگے جامہ ہائے دوختہ بچوں کے مقام فخ سے۔ یہ سہولت اُن کے لئے ہے جو مدینہ منورہ کی طرف سے حج کو جائیں۔ اور اطراف سے آئیں تو میقات (محل احرام) سے سلے ہوئے کپڑے اُتارے جائینگے۔

ابو عبداللہ حسین بن علی بن الحسن امام موسیٰ کاظمؑ کے چچا زاد بھائی نے اپنے نفس کی طرف خلقت کو دعوت کیا۔ آنحضرتؑ نے بوقت وداع ان سے کہا مجکو اس لڑائی کا جو انجام ہوگا نظر آرہا ہے۔ اے ابن عم یہ لوگ فاسق فاجر

ہیں تم البتہ قتل کئے جاؤ گے۔ پس جسطرح آپ نے خبر دی تھی حسین مذکور
مقام فخ میں قتل ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مجمع البحرین لغۃ

حسین کنیت ابو عبداللہ پوتے کے پوتے امام حسن مجتبیٰ ع کے۔ انکی
والدہ زینب بنت عبداللہ بن الحسن بن الحسن المجتبیٰ از بطن ہند بنت
ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ یعنی خواہر اعیانی محمد و ابراہیم و موسیٰ پسران
عبداللہ بن الحسن کی۔ جب سے ان کے بھائی اور شوہر وغیرہ منصور کے
دست ستم سے مارے گئے زینب کمبل کے کپڑے پہنتیں جن کے تلے دوسرا
کپڑا نہوتا تھا ان کا یہی وطیرہ تھا جبتک کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔
نیز زینب مذکورہ اس واقعہ پر اسقدر گریہ و بکاؤ واویلا واثبورا کرتی تھیں کہ غش
کر جاتیں مگر کوئی کلمہ کسی کی شکایت کا زبان سے نہ نکالتیں بجز اسکے کہ دعا
کرتیں یا فاطر السموٰت والارض یا عالم الغیب والشہادۃ والحاکم
بین عبادہ احکم بیننا وبین قومنا وانت خیر الحاکمین۔ اے خالق
زمین وآسمان واے واقف راز آشکارا ونہان وحکم کنندہ درمیان بندگان
تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حکم کر۔ کیونکہ تو بہتر ہے حکم کرنے والوں کا۔

شہداء فخ ابو الفرج اصفہانی نے باسناد خود رابطہ بنت عبداللہ بن محمد
حنفیہ رض زوجہ زید بن علی ابن الحسین ع سے روایت کی ہے انھوں نے اپنے شوہر
زید سے نقل کیا کہ حضرت رسولخدا ص اثناء سفر میں مقام فخ پر پہونچے تو آپنے
اصحاب کے ساتھ وہاں نماز جنازہ پڑھی۔ پھر فرمایا میری اہل بیت سے ایک
مرد گروہ مؤمنین کے ساتھ قتل ہوگا جن کے کفن اور حنوط جنت سے آئے گی
اور انکی ارواح انکے اجسام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی۔ اسکے سوا اور بہت سے
فضائل شہداء فخ کے حضرت ص نے بیان کئے اور زید نے ان کو بیان کیا مگر

رابطہ کو وہ یاد نہ رہے۔ بھول گئیں۔

دیگر۔ ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ باقر سے روایت کی کہ رسول اللہؐ کا مقام فخ سے گزر ہوا تو وہاں نزول کیا اور نماز پڑھی۔ ایک رکعت پڑھکر دوسری میں داخل ہو رہے تھے کہ گریہ گلوگیر حضرتؐ ہوا۔ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا تم لوگ کیوں روئے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ آپ کو روتے دیکھا ہم بھی رونے لگے۔ فرمایا جبرئیل امین میرے پاس نازل ہوئے درانحالیکہ میں ایک رکعت نماز پڑھ چکا تھا اور کہا اے محمد یہاں ایک مرد تمہاری اولاد سے معہ اپنے اصحاب کے قتل کیا جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک مقتول کو دُو دُو شہید کا ثواب ملیگا۔

ور نصر بن مرواس سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا جعفر بن محمد الصادقؑ نے مدینہ سے میرے اونٹ کرایہ کئے تھے۔ جب بطن مر (نام منزل) سے کوچ ہوا تو فرمایا اے نصر مقام فخ میں پہونچیں تو مجکو خبر کرنا۔ میں نے کہا کیا آپ اس کو نہیں پہچانتے۔ کہا پہچانتا ہوں مگر شاید میری اُسوقت آنکھ لگ جائے۔ وہاں پہونچے تو میں نے محمل کے پاس جاکر کھنکارا۔ دیکھا تو واقعی آپ سو گئے تھے۔ میں نے ہاتھ سے محمل کو حرکت دی۔ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کیا پہونچ گئے؟ عرض کی نعم۔ فرمایا میرا شتر قطار سے کھولو اور اس سے اُتر کر پانی مانگا پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور سوار ہوئے۔ میں نے عرض کی فدا ہوں آپ پر آپ نے یہاں نماز پڑھی۔ کیا یہ بھی کوئی ارکانِ حج سے ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس مقام پر ہم اہل بیت سے ایک مرد اپنے رفقا کے ساتھ قتل ہوگا لتسبق اروا حھم اجسادھم الی الجنۃ ان کے جسموں سے پہلے انکی روحیں داخل جنّت ہونگی۔

حسینؑ کا جُود و سخا حسینؑ شہید فخ سیر چشم فیاض تھے۔ جو کچھ پاس ہوتا

راہِ خدا میں دے ڈالتے۔ حتیٰ کہ بدن کے کپڑے اُتار کر سائلوں کو دیتے۔ ایک مرتبہ بغداد میں کچھ جائداد فروخت کی تھی۔ روپیہ لے کر گھر کو چلے تو پہلی منزل سوق اسد میں ایک شخص کچھ طعام ایک ٹوکری میں رکھکر لایا کہ میرا معمول ہے جب یہاں کوئی مرد آدمی آکر ٹھہرتا ہے تو میں کھانا حاضر کیا کرتا ہوں۔ فرمایا اے غلام یہ طعام لے لو اور اس سے کہا تھوڑی دیر میں آکر ٹوکری واپس لے جانا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک اور شخص پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا کہ جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے ہمیں بھی اُس میں سے دو۔ کہا اے غلام یہ ٹوکری اسکو دیدو۔ ٹوکری والپس کرے تو پچاس دینار اور دینا۔ اور ٹوکری والا آئے تو سو دینار ٹوکری کے ساتھ اسے دینا۔ حسن بن ہذیل کہ رفیق سفر تھے بولے۔ یا ابن رسول اللہ! فدا ہوں آپ پر بِعتَ عیناً للتقضی دیناً۔ آپ نے ایک عمدہ شے فروخت کی ہے تاکہ قرضہ ادا کرو۔ اسپر یہ فیاضی سائل کو یہ طعام بھی کافی تھا۔ اسکو پچاس دینار علاوہ دیتے ہو۔ ٹوکری والے کو ایک دو دینار کفایت کرتے تھے اسے دو سو دینے کا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا اے حسن ہمارا ایک پروردگار ہے جو یہ حسابات خوب جانتا ہے۔ قسم ہے اُس خدا کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر خدا قبول کرے تو میرے نزدیک سونا چاندی اور مٹی سب برابر ہے۔

ابن اثیر تاریخ کامل میں کہتا ہے :۔

کان الحسین شجاعاً کریماً قدم علی المهدی فاعطاه اربعین الف دینار ففرقها فی الناس ببغداد والکوفة وخرج من الکوفة لا یملك الا فرواً لیس تحته قمیص۔

حسین بہادر و سخی تھے۔ مہدی خلیفہ کے پاس بغداد میں آئے تو اس نے انکو چالیس ہزار دینار عطا کیے۔ انہوں نے ان کو کوفہ و بغداد میں لوگوں کو بانٹ دیا۔ کوفہ سے نکلے تو پہننے کا کپڑا تک نہ پاس تھا بجز ایک چادر کے کہ اسکے نیچے کرتا بھی نہیں تھا

نیز مروی ہے کہ ایک شخص نے حسین صاحب فخ سے سوال کیا۔ کچھ پاس نہ تھا۔ کہا ذرا ٹھہرو۔ میرے بھائی حسن ابھی آتے ہیں۔ ان کا حمار تجھے دلوا دونگا۔ تھوڑی دیر میں حسن آئے اور حمار سے اُتر کر حسین کے پاس آ بیٹھے۔ یہ حسن نابینا تھے۔ حسین نے سائل کو اشارہ کیا کہ گدھا لے لو اور غلام کو کہا کہ حمار اسکے حوالے کرو۔ وہ مرد گدھا لیکر چلدیا۔ تھوڑی دیر میں حسن نے غلام کو پکارا کہ سواری آگے لاؤ۔ عرض کی فداہوں گدھا تو ایک شخص لے گیا تمھارے بھائی نے کہا تھا اسکو دیدو۔ میں نے دے دیا۔ حسن حسین کی طرف مڑے اور کہا جُعِلتُ فِدَاکَ عاریۃً دیا ہے یا بخشدیا۔ پھر خود ہی کہا تمھارے جیسا شخص عاریۃ دینے والا نہیں۔ ضرور ہبہ کیا ہوگا۔ اے غلام مجکو ہاتھ پکڑ کر لے چلو۔

اسباب خروج جن سے صاحب فخ خروج پر مجبور ہوئے

موسی الہادی خلیفہ نے اسحاق بن عیسےٰ ابن علی عباسی کو اپنی طرف سے حاکم مدینہ مقرر کیا تھا۔ اس نے ایک شخص مسمی عمر بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر خطاب کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس خاندان کو جو عداوت اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام سے نسلاً بعد نسل چلی آتی تھی محتاج بیان نہیں۔ لہذا عمری نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی قدیمی دشمنی ظاہر کرنی شروع کردی موروثی عداوت سے لگا ان کے اوپر تشدد کرنے۔ اور ان کی جان مال عزت آبرو کا دشمن ہوگیا۔ ہر طرح سے ان کو تنگ کرتا اور آبروریزی کے درپے ہوتا۔ ہر ایک کا ان میں سے ہر روز انکے گھروں پر جائزہ لیا جاتا کہ حاضر ہیں یا کہیں چلے گئے۔ اور ہر ایک کا دوسرا ہمسر یا رشتہ دار ضامن مقرر کیا۔ پس موسم حج آیا اور حاجی آنے شروع ہوئے تو شیعوں سے بھی ستّر اشخاص بارادہ حج وارد مدینہ ہو کر جنۃ البقیع میں ابن افلح کے مکان میں منزل گزیں ہوئے۔ اور حسین وغیرہ نے ان سے ملاقات کی۔ عمری کو ان کا یہ باہمی ملاپ ناگوار

گورا۔ اس سے پہلے وہ حسن بن محمد بن عبداللہ بن الحسن کی بُرے طور سے تذلیل
کر چکا تھا۔ یہ حسن محمد معروف بہ نفس زکیہ کے جو زمانہ منصور میں خروج کر کے قتل ہوچکے
تھے۔ بیٹے تھے۔ لہٰذا عمری کو ہر طرح ان کے تنگ کرنے اور ایذا دینے کا موقع
حاصل تھا۔ حسن مذکور اور مسلم بن جندب ہذلی شاعر اور ایک غلام آزاد کردۂ آل
عمر خطاب یہ تینوں کسی جگہ اکٹھے بیٹھے تھے۔ اُس نے کہا شراب پی رہے تھے۔
ان کو پکڑ کر حد جاری کی۔ اس طرح پر کہ حسن کے اسّی تازیانے لگوائے۔ ابن جندب کے
پندرہ۔ غلام عمری کے سات۔ اور امر کیا کہ ان کو ننگے بدن گلے میں رسّی باندھکر
بکمال فضیحت و رسوائی مدینہ میں تشہیر کیا جائے۔ حسین علی صاحب فخ عمری
مردود کے پاس گئے اور کہا تجھکو انکے اوپر اجرائے حد کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اب
اسپر بس نکر کے ان کو تشہیر کرتا ہے اسپر باز آیا اور ان کو رہا کیا۔

غرض ہر روز ان لوگوں کی حاضری لی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ
حسن بن محمد دو روز غیر حاضر رہے۔ عمری نے حسین بن علی و یحیی بن عبداللہ کو
بُلوا کر کہا حسن کو آج تیسرا روز ہے کہ حاضر نہیں۔ کہیں چلا گیا ہے یا یہیں کسی جگہ
پوشیدہ ہے۔ اسکو حاضر کرو۔ ورنہ تمکو بجائے اسکے قید کرونگا۔ اس بارے میں
ان کے درمیان سوال و جواب ہوئے۔ عمری دھمکائے جاتا تھا۔ اثنائے کلام
میں حسین کے مُنہ سے نکلا اے ابو حفص تم کو غصّہ آگیا۔ اسپر برہم ہوکر بولا تم میرے
ساتھ تمسخر کرتے ہو کہ بکنیت خطاب کرتے ہو۔ حسین نے کہا ابوبکر و عمر تجھ سے بہتر
تھے۔ لوگ ان کے ساتھ کنیت سے خطاب کرتے تھے۔ تو کنیت سے کراہت کرتا
ہے۔ اور بولایت و حکومت اپنے تئیں خطاب کرانا چاہتا ہے۔ اس سے عمری کی
کی آتش غضب اور بھی تیز ہوئی۔ کہا تم یہاں اسلئے بلائے گئے ہو کہ مجھ سے استہزا
کرو اور اپنا فخر جتاؤ۔ یحیی نے کہا تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔ کہا حسن کو حاضر کرو۔

یحییٰ نے کہا ہم کیونکر حاضر کریں وہ کہیں اپنے کاروبار کو گیا ہوا ہے۔ تو تمام آل عمر کو بلوا اور اسی طرح ہر ایک کا جائزہ لے اگر ان میں کوئی حسن کی طرح غیر حاضر نہ نکلا تو تیرا مطالبہ حق بجانب ہوگا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میری زوجہ کو طلاق اور تمام مملوک آزاد ہوں اگر میں حسین بن علی کو رہا کروں یا وہ آج رات کو یا دن کو حسن بن محمد کو میرے پاس حاضر کریں۔ نہ لایا تو اسکے چھوٹے بازار گرا کر آگ لگوا دونگا اور ایک ہزار دُرّے اسکے لگاؤنگا اور اسی قسم و عہد سے کہتا ہوں کہ حسن میرے سامنے آئیگا تو اسکو قتل کئے بغیر نہیں رہنے کا۔ اسپر یحییٰ غضبناک ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا میں بھی عہد کرتا ہوں کہ میرے تمام مملوک آزاد ہو جائیں اگر رات کو خواب کروں تا وقتیکہ حسن کو تیرے پاس نہ لاؤں یا تیرا دروازہ کھٹکا کر تجھے آگاہ نکردوں کہ میں حسن کو لیکر آیا ہوں۔ اسکے بعد وہاں سے نکلے تو حسین نے یحییٰ سے کہا کہ تم نے خوب نکیا کہ اسکے لانے کی قسم کھالی۔ کہا میں نے اسکے لانے کی قسم نہیں کھائی۔ اِس کی قسم کھائی ہے کہ تلوار سے عمری کا دروازہ کھٹکاؤنگا۔ اور ممکن ہوا تو اسے قتل کرونگا۔ کہا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اس قبل از وقت کارروائی سے ہمارا منصوبہ بگڑ جائے گا۔ پس حسین نے حسن بن محمد کو کہلا بھیجا کہ اے ابن عم جو کچھ آج میرے اور اس فاسق فاجر کے درمیان گفتگو ہوئی تم کو معلوم ہوئی ہوگی۔ اب جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ حسن نے کہا لا واللہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور کبھی مجھ سے یہ نہوگا۔ بلکہ میں تمہارے ساتھ اسی وقت اسکے پاس چلتا ہوں۔ حسین نے کہا میں رسول اللہ کو کیا مُنہ دکھاؤں گا جبکہ وہ حضرتؐ تمہارے مقدمے میں میرے خصم ہونگے۔ نہیں میں اپنی جان تمہارے اوپر فدا کروں گا تا کہ شاید حق تعالیٰ اس عمل خیر کی بدولت مجھے آتش جہنم سے آزاد کرے۔

ظہور حسین بن علی بمدینہ منوّرہ رات ہوئی تو صاحب فخ نے کسی کو

بھیجکر اپنے اعوان و انصار کو جن کے ساتھ پہلے سے معاہدہ تھا طلب کیا۔ یحییٰ سلیمان۔ ادریس پسران عبداللہ بن الحسن و عبداللہ بن الحسن الافطس۔ و ابراہیم بن اسمٰعیل طباطبا عمر بن الحسن بن علی بن الحسن و عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم و عبداللہ بن جعفر صادق وغیرہم اور ان کے رفقا و موالی حاضر ہوئے۔ حتیٰ کہ چھبیس ۲۶ اشخاص اولاد امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب سے اور دس کس اُن لوگوں سے جو عراق سے حج کو آئے اور راہ میں مدینہ ٹھہرے تھے۔ اور چند نفر دیگر غلامان و موالیان سے اکٹھے ہو گئے۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ طالبین سے کسی نے اس دعوت سے تخلف نہیں کیا۔ الّا دو شخص ایک حسن بن جعفر بن الحسن بن الحسن کہ انھوں نے اسکی شرکت سے معافی چاہی۔ دوسرے امام موسیٰ کاظم ؑ۔

اور عنیزہ قصبانی سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا میں نے موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھا کہ کچھ رات گزرے حسین کے پاس آئے اور بشکل رکوع ان کے اوپر جھک کر کہنے لگے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تخلف سے مجکو حلالی دو۔ حسین دیر تک سر بگریبان تفکر رہے۔ پھر سر اُٹھاکر بولے اَنْتَ فِی سِعَۃٍ تم کو اختیار ہے چاہو شریک ہو چاہو نہو۔ بروایت دیگر حسین نے موسیٰؑ بن جعفرؑ سے اپنے ساتھ خروج کرنے کو کہا۔ انھوں نے کہا اے حسین تم اس جنگ شدید میں قتل ہو گے۔ بتحقیق یہ لوگ فاسق و فاجر ہیں۔ ایمان ظاہر کرتے ہیں اور نفاق و شک دل میں رکھتے ہیں۔ وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اپنے اقارب و عشائر کو خدا کے نزدیک حساب کرتا ہوں۔ اور کافی میں ہے کہ صاحب فخ نے آنحضرت صلوات اللہ علیہ کو بیعت کے لئے طلب کیا تو آپ نے فرمایا یا ابن عم مجکو اس میں مجبور نکرو۔ جس طرح تمھارے ابن عم (زید) نے تمھارے عمو (امام جعفر صادقؑ) کو

مجبور کیا تھا کہ مبادا میرے مُنہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جسے میں کہنا نہیں چاہتا
جیسا کہ ابو عبداللہ کے مُنہ سے وہ کلمہ نکل گیا تھا جسکو وہ حضرت کہنا نہیں چاہتے تھے
حسین بولے میں نے تم سے عرض کر دیا۔ اب اختیار ہے چاہو شرکت کرو یا نہ کرو
میں تم کو مجبور نہیں کرتا واللہ المستعان پھر اُٹھ کر حضرت کو وداع کیا۔ حضرت
موسیٰ بن جعفرؑ نے ہنگام وداع کہا یا ابن عم انک لمقتول فاجد الضراب
فان القوم فساق یظہرون ایمانا ویسرون شرکا فانا للہ وانا الیہ راجعون
احتسبکم عند اللہ من عصبۃ (اسکا ترجمہ اوپر گزرا) راوی کہتا ہے کہ اس کے
بعد حسین نے خروج کیا اور جس طرح پر آنحضرتؐ نے خبر دی تھی سب کے سب
مارے گئے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایات بندائے بلند پکار رہی ہیں کہ حضرتؑ نے
خلاف موقعہ و مصلحت بھی حسین کی پند و نصیحت میں کوتاہی نہیں کی اور جو کچھ انجام
اس جنگ کا ہونے والا تھا پوست کندہ ان کے روبرو بیان فرما دیا۔ مگر ابو الفرج
باوجود ان روایات کے یحیی بن عبداللہ اور حسین بن علی کا قول نقل کرتا ہے کہ ما
خرجنا حتی شاورنا موسیٰ بن جعفرؑ فامرنا بالخروج۔ یعنی وہ کہتے تھے
کہ ہم نے خروج نہیں کیا جبتک کہ بزرگ خاندان موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے
مشورہ نہیں کیا اور اُنھوں نے ہمارے لئے خروج کا حکم نہیں دیدیا۔ اور ذرا
اسپر چون و چرا نہیں کرتا۔ بھلا ایسی خلاف واقع بات وہ کیوں کہنے لگے تھے۔
غرض صبح ہوتے ہوتے یہ لوگ اَحَد اَحَد گویاں داخل مسجد رسول اللہ
ہوئے۔ مؤذن منارہ بالائے سر مبارک حضرت رسول خداؐ جکے نیچے جنازوں
کے رکھنے کی جگہ مقرر تھی حسب معمول اذان صبح کہنے کو گیا۔ تو عبداللہ بن حسن
افطس شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے اسکے پیچھے گئے اور اس سے اذان صبح حی علی خیر

العمل کے ساتھ کہو۔ یہ صورت دیکھکر اسکو خوف ہوا۔ اور اس نے ویسے ہی اذان کہی جیسے ابن حسن نے اسے تعلیم کی تھی۔ عمری حاکم شہر کے کان میں اس اذان کی آواز گئی تو حواس باختہ ہوگیا اور شدت اضطراب میں پکارا۔ اشتر سواری کا زین کرکے دروازے پر لاؤ اور حبّی مار مجکو کھانے کو دو۔

راوی کہتا ہے کہ یہ کلمہ جو از خود رفتگی میں اسکی زبان سے نکلا اس قدر مشہور ہوا کہ آجتک اسکی اولاد کو مدینہ میں بنی حبّی مار کہتے ہیں۔ غرض اس قدر خوف اور دہشت عمری صاحب پر طاری ہوئی کہ کھانا کھانے اور سواری آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ زنانے مکان میں گھس گئے اور دوسرے دروازے سے نکل کر کوچۂ عاصم بن عمر کی راہ فرار ہوئے۔ بھاگے جاتے تھے اور گوزان سے صادر ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ امان گاہ میں پہونچ گئے۔ (جان بچی لاکھوں پائے) حسین نے مسجد رسول اللہ صلعم میں آکر نماز صبح باجماعت ادا کی۔ اور کہا عمری کے اُن گواہوں کو جنکو اس نے حسن بن محمد کے حاضر کرنے کے لئے دھمکاتے ہوئے گواہ کیا تھا حاضر کرو۔ تاکہ ہم نے جو اسکے حاضر کرنے کی قسم کھائی تھی پورا کریں۔ پھر خطبہ کہا کہ میں فرزند رسول اللہ صلعم حرم رسول اللہ صلعم میں منبر رسول اللہ صلعم پر تم کو سنت رسول اللہ صلعم کی طرف دعوت کرتا ہوں۔ ایھا الناس اتم چوب و حجر کو مس کرتے اور ان میں آثار رسول اللہ صلعم ڈھونڈتے پھرتے ہو اور پارۂ جسم رسول اللہ صلعم کو ضائع ہونے دیتے ہو۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس وقت آہستہ سے کہا انا للہ ما صنع ھذا بنفسہ اپنے لئے کیا بُرا کلمہ انھوں نے مُنہ سے نکالا۔ ایک بڑھیا مدینہ کے رہنے والی کہ میرے پہلو میں کھڑی تھی۔ بولی خاموش رہ پسر رسول اللہ صلعم کے حق میں ایسا کہتا ہے۔ میں نے کہا نیکبخت براہِ ہمدردی میرے مُنہ سے یہ کلمہ نکلا۔

عبارت بیعت ابو الفرج کہتا ہے کہ حسین صاحب فخ بدیں عبارت خلقت

سے بیعت لیتے تھے"۔ بیعت لیتا ہوں تم سے بنا بر کتاب خدا وسنت رسول خدا اوپر اسکے کہ اطاعت خدا کی جائے اور عصیان ونافرمانی اسکی نہو۔ اور دعوت کرتا ہوں تم کو بطرف رضائے آل محمد کے تاکہ عمل کریں تمھارے ساتھ موافق قرآن مجید کے اور عدل وانصاف درمیان رعایا کے مرعی رہے اور برابر قسمت کریں مسلمانوں میں اور اس عہد سے کہ تم ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں پر جہاد کرو۔ پس اگر ہم اپنے عہد کو پورا کریں تو تم پر بھی وفائے عہد لازم ہے ورنہ ہماری بیعت تمھاری گردنوں میں ہے۔

خالد

پس حماد بربری کہ حکومت کی طرف سے کوتوال شہر تھا۔ دو سو سپاہیوں کے ساتھ وہاں آیا۔ اور در مسجد معروف بہ باب جبرئیل پر کھڑا ہوا۔ یحیی بن عبداللہ معہ اپنے بھائیوں کے اسکے مقابلے کو نکلے اور ان کے درمیان جھپٹ ہو گئی یحیی نے ایک تلوار اسکے سر پر لگائی جو خود اور کلاہ کو کاٹتی ہوئی کھوپری سے نکل گئی۔ اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔

عبّاسیوں اور علویوں کی لڑائی اور حسین کا مقتول ہونا

ابن اثیر کہتا ہے کہ بیعت کے بعد حسین گیارہ روز مدینہ میں رہے اسکے بعد مکہ کو روانہ ہوئے۔ اس اثنا میں چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں مسودہ (عباسیوں) کے ساتھ ان کو پیش آئیں۔ جن میں حسین کو غلبہ رہا۔

مبارک ترکی ایک عباسی امیر حج کو جاتا ہوا بیرون مدینہ منزل گزین ہوا۔ اس نے حسین کو کہلا بھیجا۔ قسم خدا کی آسمان سے کوئی جانور اُتر کر مجکو اُچک لیجائے تو اس سے بہتر ہے کہ ایک کانٹا میرے ہاتھ سے تم کو لگے یا ایک بال تمھارے بدن کا قطع کروں مگر سلطنت کے لئے کوئی عذر چاہیے۔ تم کم از کم دس مردوں کے وقت یہاں بھیجو ہم شب خون کا عذر کر کے پسپا ہو جائینگے۔ بموجب اسکے چند اشخاص یہاں سے

بھیجدئے گئے۔ اور مبارک جو مبارک ان سے لڑے بغیر منہزم ہوکر ایک غیر معروف راہ سے بھاگا۔ یہاں تک کہ مکہ پہونچ گیا۔

اس سال سلیمان بن منصور۔ محمد بن سلیمان بن علی۔ عباس بن محمد بن علی موسی بن عیسی بن موسی وغیرہ عمائد واکابر عباسیہ حج کو گئے تھے۔ ہادی خلیفہ نے محمد بن سلیمان کو اپنی طرف سے اس حرب کا متولی کیا وہ بصرہ ہی سے راستے کے خطرے کی وجہ سے سوار وپیادے ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ اور وادی ذی طوی میں نواح مکہ سے پہونچکر مقام کیا۔ اور جریدہ مکہ میں جاکر ارکان عمرہ بجالایا اور واپس لشکر گاہ میں آگیا۔ یہاں دیگر امرا وارکان مسودہ اسکے ساتھ شامل ہوتے گئے۔

ادھر حسین صاحب فخ مدینہ میں اپنا نائب چھوڑکر کوئی تین سو[300] سے آدمیوں کی جمعیت سے متوجہ مکہ ہوئے اور قریب مقام فخ وبلاخ انھوں نے قیام کیا۔

موسی بن عیسی کی بے دینی ابو الفرج اصفہانی نے باسناد خود ابو القرنا جمال سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا موسی بن عیسی نے مجھ سے ایک سو شتر کرایہ لئے تھے۔ ان پر سوار ہوکر حسین صاحب فخ کی طرف روانہ ہوا البستان بنی عامر میں پہونچکر منزل کی اور مجھ سے کہا ذرا حسین کے لشکر میں جاکر وہاں کا حال معلوم کرکے مجکو اطلاع دے۔ میں نے جاکر چار طرف لشکر کے چکر لگایا۔ مگر کوئی خلل وخرابی اس چھوٹی سی جماعت میں مجھے دکھائی ندی جسکو دیکھا یا تلاوتِ قرآن میں مصروف تھا یا گڑگڑاکر درگاہِ خدا میں دعا مانگ رہا تھا۔ یا سلاح وسلب کی درستی میں لگا ہوا تھا۔ واپس آکر موسی سے یہ کیفیت بیان کی اور کہا یہ لوگ منہزم نہونگے۔ ضرور فتح پائینگے۔ وہ سُنکر آبدیدہ ہوا اور دست تاسف ملنے لگا میرا گمان ہوا کہ شاید مرتکب جنگ نہو واپس چلا جائے۔ وہ بولا قسم خدا کی یہ لوگ اکرم خلق خدا ہیں اور جو کچھ سلطنت وفرماں روائی سے ہمارے ہاتھ میں ہے یہ سب سے

زیادہ اسکے حقدار ہیں۔ مگر ملک وحکومت عقیم ہے۔ حتیٰ کہ اگر صاحب قبر (حضرت رسولِ خداؐ) بھی اسپر ہمارے ساتھ نزاع کرے تو ہم ان کی خیشوم (استخوان بینی) پر تلوار لگانے کو تیار ہیں (اے لعنت خدا تیرے اوپر) اے غلام کوچ کا باجا بجا پس اس طرف روانہ ہوا۔ اور قسم خدا کی انکو قتل کرکے ہی وہاں سے پھرا۔

معرکۂ جنگ - غرض عباسیوں نے بمقام فخ پہونچکر روز ترویہ ۸ ذی الحجہ سنہ ۱۶۹ھ صفوف جنگ آراستہ کیں۔ حسین اسوقت ایک شتر پر سوار تھے۔ اور ایک اور شخص ان کا ردیف تھا جسکے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار تھی۔ حسین لفظ ہکو بولتے اور وہ پکار کر کہتا جاتا تھا کہ اے معاشر مسودہ یہ حسین پسر رسولِ خداؐ۔ اور ابن عم آنحضرتؐ کا ہے۔ تم کو کتابِ خدا و سنتِ رسول اللہؐ کی طرف دعوت کرتا ہے سب سے پہلے موسیٰ بن عیسیٰ نے اس لشکر پر حملہ کیا۔ اِدھر سے اسکا جواب دیا گیا۔ تو وہ بشکل منہزم پیچھے ہٹے۔ ان لوگوں نے تعاقب کیا۔ محمد بن سلیمان نے پیچھے سے آکر آگے دھر لیا۔ اور حسین کا لشکر دونوں طرف سے دشمن سے گھر گیا۔ بہت کشت وخون ہوا۔ یحییٰ بن عبداللہ نے بڑے نمایاں حملے کئے۔ ان کے بھائی سلیمان بن عبید اللہ معہ بہت سے سادات بنی حسن قتل ہوے۔ حسن بن محمد بڑی دلاوری سے جہاد کر رہے تھے۔ یہانتک کہ ان کی آنکھ میں تیر لگا بغیر اسکے کہ اسکو نکالیں اسی طرح مصروف جنگ تھے۔ حتیٰ کہ وہیں قتل ہوئے۔ بروایتے زندہ گرفتار ہوئے۔ اور عباس بن محمد عباسی نے اپنے ہاتھ سے ان کی گردن ماردی۔

قتل حسین صاحب فخ ہنوز آسیائے جنگ گرداں تھی۔ کہ حماد ترکی کہ معتبر عباسی سردار تھا۔ پکارا مجکو دکھاؤ حسین کونسا ہے۔ کسی نے اسکا نشان دیا۔ اس مردود نے ایسا تاک کر تیر لگایا کہ وہی حسین کی شہادت کا باعث ہوا۔ محمد بن سلیمان نے اسکو ایک لاکھ درہم اور ایک سو قیمتی پارچہ انعام میں دئے تھے۔

حاضران موقعۂ جنگ سے ایک شخص کا بیان ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں مینے حسین بن محمد صاحب فخ کو دیکھا کہ کوئی شے زمین کھود کر دفن کی مجھے اس کا خیال رہا۔ اور گمان یہ تھا کہ کوئی قیمتی شے گاڑی ہے۔ بعد انقضائے جنگ اس مقام پر جاکر تفحص کیا تو معلوم ہوا کہ رخسارے کا ٹکڑا تھا جو ایک طرف کا لڑائی میں قطع ہوگیا تھا وہ اسکو دفن کرکے بدستور مصروف جنگ ہوگئے تھے۔

الحاصل بقول ابن اثیر ایک سو سے کچھ اوپر سر تنوں سے جدا کئے گئے کہ سرہائے حسین بن علی وحسن بن محمد بن عبداللہ ان میں داخل تھے۔ منہزمین سے بیشتر حاجیوں میں مل جل کر جاں بر ہوئے۔

مقاتل الطالبین میں ہے کہ یہ سر موسیٰ وعباس کے سامنے پیش ہوئے تو کچھ لوگ اولاد امام حسنؑ وامام حسینؑ سے اسوقت وہاں حاضر تھے۔ انھوں نے کسی سے ان میں سے خطاب نہیں کیا سوائے امام موسیٰؑ کاظم کے ان سے کہا یہ حسین کا سر ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اُسی کا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون قسم بخدا کہ وہ مسلمان صالح روزہ دار تھا۔ ہر معروف کا امر کرتا اور منکر سے نہی کرتا تھا۔ اسکے خاندان میں اسکا مثل ومانند دوسرا نہ تھا۔ اسکا کچھ جواب انھوں نے نہ دیا بعد ازاں یہ سر اور اسیر سب موسیٰ الہادی کے پاس بھیجدیے گئے۔

موسیٰ ہادی خلیفہ کے سامنے سرہائے شہدائے فخ کی پیشی ابن اثیر کہتا ہے کہ موسیٰ الہادی کے آگے حسین صاحب فخ کا سر مبارک آیا تو کہا تم اس طرح اسکو میرے آگے لائے جیسے کہ یہ کوئی طاغوت تھا۔ طواغیت سے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ عوض جو اسکا میں تم کو دے سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم کو انعام وجائزہ سے محروم کروں اور فی الواقع اسنے انھیں ایک کوڑی نہ دی

بروایت اول مقاتل اسیروں میں عدا فر صیرفی وعلی بن سابق قلانسی اور ایک

اور شخص حاجب بن زرارہ کی اولاد تھا ان سب کے اسکے سامنے سر قلم کئے گئے۔
نیز ان میں ایک اور شخص تھا کہ اسکے سامنے کھڑا ہوا اور کہا انا مولاک یا
امیر المؤمنین۔ اے امیر میں تمھارا غلام آزاد کردہ ہوں۔ کہا میرا غلام اور
میرے ہی اوپر خروج کرے۔ ایک خنجر اسوقت اسکے ہاتھ میں تھا۔ اسکو ہلا کر کہا
قسم خدا کی اس سے تجھے ٹکڑے ٹکڑے کرونگا۔ راوی کہتا ہے کہ یہی کلمہ زبان پر تھا
کہ مرض ہادی پر غالب آیا جس میں ایک عرصہ تک اسنے مبتلا رہ کر وفات پائی۔
اور وہ مرد قتل ہونے سے چھوٹ گیا۔

عمری حاکم مدینہ کو حال قتل حسین صاحب فخ کی خبر پہونچی تو ان کے اور انکے
جملہ اعزہ واقارب کے مکانات میں آگ لگوا کر جلوا دیا اور تمام مال و اسباب انکے
ضبط کر کے خالصہ شاہی میں داخل کئے۔

معجزہ رسول خدا ابوالفرج نے نضر خفاف سے روایت کی ہے کہ اس نے
کہا کہ جب میں حسین بن علی صاحب فخ کے ساتھ تھا ایک ضربت میرے لگی جس سے
گوشت اور ہڈی تک کٹ گئی تھی۔ میں رات کو آہ آہ کر رہا تھا۔ اور اندیشہ تھا کہ
کہیں عباسی آواز سنکر نہ پکڑ لیں اسی کرب بے چینی میں میری آنکھ لگ گئی۔
خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا میرے پاس تشریف لائے اور ایک ہڈی
لیکر میرے شانے پر رکھدی۔ صبح ہوئی تو ذرا میرے درد و تکلیف باقی نہ رہی۔

نیز ابوالفرج نے غلامان آزاد کردہ محمد بن سلیمان کی ایک جماعت سے روایت
کی ہے کہ ابن سلیمان مذکور کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس کو کلمۂ شہادت
تلقین کرتے تھے۔ وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

الا لیت امی لم تلدنی ولم اکن — لقیتُ حُسَینًا یومَ فخٍ ولا حَسَن

اے کاش میری ماں مجکو نہ جنتی اور میں بروز فخ حسین بن علی و حسن بن محمد سے ملاقات

ملاقات نہ کرتا۔

عمدۃ الطالب میں ہے کہ ابو نصر بخاری نے امام محمد تقی الجواد سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا معرکۂ کربلا کے بعد کوئی مصیبت ہم اہلِ بیت علیہم السلام پر واقعہ فخ سے زیادہ سخت نہیں گزری۔

(۲)

یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن المجتبیٰ صلوات اللہ علیہ المعروف بصاحب الدیلم

محمد بن عبداللہ معروف بہ نفس زکیہ و ابراہیم بن عبداللہ مذکور جو دونوں زمانہ خلافت منصور دوانیقی میں خروج کر کے قتل ہوئے۔ ہم نے ان کا حال کتاب کشف الحقائق میں بزمرہ احوال اعزہ و اقربا جناب صادق ع ذکر کیا۔ یحییٰ چونکہ ہارون کے عہد میں اسکے دست تعدّی سے قتل ہوئے۔ لہذا ان کا حال تاریخ موسیٰ کاظم کا حصہ تھا۔ یہاں لکھا جاتا ہے۔

مقاتل الطالبین میں ہے کہ یحییٰ حسن المذہب[1] صاحب ہدایت و استقامت

---

[1] بحار الانوار میں بروایت کافی یحییٰ مذکور کا ایک خط بنام جناب موسیٰ کاظم ع نقل ہوا ہے جس میں ان کے ساتھ انکی لڑائیوں میں شریک نہونے پر انکی اور جناب صادق ع دونوں کی شکایت کی ہے اور اسپر بھی بس نہ کر کے سخت گستاخانہ طریق سے یہ الفاظ بھی اس میں درج کئے ہیں وقد یما ادعیتم ما لیس لکم و بسطتم امالکم الی مالم یعطکم اللہ فاستھویتم واضللتم یعنی تم قدیم سے (معاذ اللہ) ایسی باتوں کے دعویدار ہو جنکا تم کو حق نہیں الخ یہ وہ الفاظ ہیں کہ اگر حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کی نسبت کسی کی

کئے۔ جناب صادق علیہ السلام نے ان کو تربیت و تعلیم کیا تھا وہ راویان و شاگردان آنحضرت ؑ

(بقیہ سابقہ) زبان یا قلم سے نکلیں تو مؤمن کیا سادہ مسلمان بھی نہیں رہ سکتا۔ مگر سادات
حسنی و حسینی زمانے کی مصیبتوں سے تنگ آ کر اور ظالم حاکموں کے دست تعدی و تجبر
سے لاچار ہو کر کبھی کبھی مجبوراً اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے
اس وقت وہ حضرات ائمہ علیہم السلام کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے۔ چنانچہ زید
شہید کی حضرت صادق ؑ سے یہی استدعا تھی اور عبداللہ بن الحسن اور ان کے دو پسر
محمد و ابراہیم آپ سے اسی کے خواستگار ہوئے تھے۔ اور صاحب فخ حضرت موسیٰ ؑ
کاظم سے یہی امید رکھتے تھے۔ مگر یہ حضرات عالیات بمقتضائے مصلحتہائے گوناگوں
یا بوجہ اس کے کہ ان لڑائیوں کے انجاموں سے واقف ہوتے تھے۔ اور سو کی ایک بات یہ
ان کے پاس خدا کی طرف سے ایک دستور العمل تھا جسکے ہر نوع پابند اور اصلا
اس سے انحراف نہ کر سکتے تھے۔ غرض ان وجوہ سے وہ ان آئے دن کی مجاہدین کی دعوتیں
قبول نہیں کر سکتے تھے لیکن زید شہید۔ نفس زکیہ۔ و صاحب فخ نے کبھی کوئی کلمہ ناہموار
زبان سے نہیں نکالا۔ مگر یحیی بن عبداللہ پر نہ معلوم کیا از خود رفتگی طاری ہوئی کہ ایسا
بیہودہ خط جناب کاظم ؑ کو لکھا سو ممکن ہے کہ آنحضرت ؑ نے بمقتضا اپنی حلم و بردباری کے
ان کا قصور معاف کر دیا ہو اور بنظر ان کی مظلومیت و ابتلا کے ان کو معذور سمجھا ہو یا خود
یحیی اپنی جرأت پر پشیمان ہو کر تائب ہو گئے ہوں۔ بہرکیف ہمکو اس مقام پر زیادہ ضرورت
کدوکاوش کی نہیں۔ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کا کلام جو اپنے عمو جعفر بن علی
نقی الہادی کے بارے میں کسی سائل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہمارے پیش نظر ہے۔
کہ اما سبیل عمی جعفر و ولدہ فسبیل اخوۃ یوسف علیہ السلام یعنی ہمارا
اور ہمارے چچا جعفر کا معاملہ ایسا ہے جیسا کہ حضرت یوسف ؑ اور ان کے بھائیوں کا معاملہ
تھا یعنی جس طرح جناب یوسف نے اپنے بھائیوں کی ظلم و زیادتیوں سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

سے شمار ہوتے تھے۔ بنا بریں آپ سے بکثرت اخبار نقل کرتے اور آنجنابؑ کو
اپنا حبیب کہا کرتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی حدیث ان سے نقل کرتے تو کہتے
حدثنی حبیبی جعفر بن محمد نقل کیا مجھ سے میرے حبیب حضرت صادقؑ
نے۔ یحییٰ اور ان کے دو بھائی سلیمان و ادریس پسران عبداللہ حسین بن علی
بن حسن صاحب فخ کے ساتھ اسکے خروج میں جیسا پہلے گزرا شریک تھے۔
جب حسین میدان جنگ میں کام آئے اور ان کی جمعیت متفرق ہوگئی تو یحییٰ
بخوف خلیفہ بے خانماں بحالت پریشان ادھر اُدھر پوشیدہ و آوارہ پھرتے
تھے۔ حتیٰ کہ ہادی کا عہدِ خلافت ختم ہوکر ہارون کا دور دورہ شروع ہوا۔ مگر
یحییٰ کو کوئی جائے امن و پناہ نہیں ملتی تھی۔ ناچار انھوں نے دیلم کا رخ کیا۔

ہارون کو یحییٰ کا پتہ ملنا۔ مقاتل الطالبین میں ہے کہ ایک شخص ہارون کے پاس آیا اور اس سے کہا اے امیر المؤمنین میں حلوان کی سراؤں
میں سے ایک سرا میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں یحییٰ کو دیکھا موٹے صوف کا کُرتہ پہنے اور
ردا صوف کی سُرخ رنگ کی اوپر لئے۔ کچھ لوگ اسکے ساتھ تھے جن کا کوچ
و مقام ان کے ہمراہ تھا۔ اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ اس سے علیحدہ ہیں۔ باہم
کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ مگر درحقیقت وہ سب انکے اعوان و انصار تھے۔
ہارون نے کہا تو یحییٰ کو پہچانتا بھی ہے۔ کہا قدیم سے جانتا ہوں اور کل اس موقعہ
پر وہ شناخت تازہ ہوگئی۔ کہا حلیہ تو بیان کر۔ کہا قد میانہ۔ رنگ کُھلا گندم
گوں۔ پیش سر کم مو۔ آنکھیں فراخ خوشنما۔ ہارون نے کہا وہی ہے۔ پھر اس سے

(بقیہ سابقہ) درگزر کی ایسا ہی ہم نے جعفر کا قصور معاف کر دیا۔ نیز ابوالفرج نے بار بار نقل
کیا ہے کہ جناب صادقؑ نے یحییٰ کو اپنی وصایت میں اپنی ام ولد والدہ امام موسیٰ کاظم کے ساتھ
شریک کیا تھا اس بارے میں بیشتر روایات معتبرہ گزریں جنمیں یحییٰ کی وصایت کا مطلق تذکرہ نہیں ہے۔

گیا سُنا۔ کہا سُنا کچھ نہیں بجز اسکے کہ ایک غلام جسکو میں پہچانتا ہوں۔ نماز کے وقت ایک کپڑا دھوکر لایا اسنے لیا اور صوف کا جبہ اتار کر دھونے کو دیا۔ زوال آفتاب کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی اسنے نماز پڑھی۔ جس کی نسبت میرا گمان یہ ہے کہ عصر کی تھی۔ پہلی دو رکعتوں کو طول دے کر پڑھا اور پچھلیوں کو حذف کیا۔ رشید نے کہا خوب یاد رکھا تونے وہ عصر ہی کی نماز تھی۔ ان لوگوں کے نزدیک وہی عصر کا وقت ہے (دیکھئے جمع بین الصلوتین شیعوں میں کیسا قدیم مسئلہ ہے اور خاندان رسالت کا کسقدر مجمع علیہ ہے کہ ہارون دون تک کو بھی معلوم ہے کہ اس کنبہ کے لوگ ہمیشہ عصر کو اول وقت میں ظہر کے بعد ہی پڑھتے ہیں) پھر کہا خدا تجکو جزائے خیر دے تیری سعی مشکور رہے۔ تو کون مرد کس قبیلہ کا ہے۔ مخبر نے کہا میں اس دولت کا قدیمی خیر خواہ مرو کا رہنے والا وارد بغداد ہوں۔ ہارون نے ذرا تامل کر کے کہا۔ اگر تھوڑی دیر کے لیئے تیری اطاعت آزمائی جائے یعنی تجھے کسی قدر زحمت دیجائے تو تو اسکو گوارا کرے گا۔ کہا امیر المومنیں جس طرح چاہے آزمائیے میں تیار ہوں۔ کہا تو ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں یہ کہکر اُٹھا اور پس پشت ایک حجرہ تھا اُس میں گیا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی لاکر اسکو دی کہ یہ لے اور جو کچھ مصلحۃً تیرے ساتھ کیا جائے اُسے برداشت کر۔ اس نے تھیلی ایک پارچہ کے ساتھ اپنے جسم سے لپیٹ لی۔ ہارون نے اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ مسرور خاقان وغیرہ حاضر ہوئے۔ کہا اس لپسر زانیہ کو خوب لکد کوب کرو۔ یہ کہنا تھا کہ لگا دھول دھپا ہونے۔ پس وہ پٹتا مار کھاتا وہاں سے نکل گیا۔ کوئی نجان سکا کہ خلوت میں کیا کہا سب نے یہی جانا کہ کوئی بیہودہ خبر دی ہوگی جسکی یہ سزا پائی (اللہ رے خلیفہ تیری مکاری)

یحیی کے اصحاب عقیدے میں انکے خلاف تھے

اہل کوفہ سے جو لوگ یحیی

کے ساتھ تھے وہ سب عقیدے میں ان کے شریک نہ تھے۔ ازانجملہ ایک شخص حسن بن صالح بن حی کا حال مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ وہ زیدی تبری المذہب تھا۔ ابوبکر و عمر کو اور عثمان کو چھ سال اوّل خلافت میں فضیلت دیتا تھا۔ اور باقی عمر میں اسکے کفر کا قائل تھا۔ نیز شرب نبیذ کو حلال گنتا اور مسح علی الخفین جائز جانتا تھا۔ یہ تمام باتیں یحییٰ کے خلاف تھیں۔ لاجرم وہ ان کے اصحاب کو بگاڑتا تھا۔ ایک روز مؤذن نے اذان کہی اور جماعت قائم ہوگئی۔ یحییٰ ہنوز طہارت میں مشغول تھے کہ وہ زیدی آگے ہو کر نماز پڑھانے لگا۔ یحییٰ نے آکر دیکھا تو جماعت ہو رہی ہے۔ چونکہ اسکو صحیح العقیدہ نجانتے تھے اس لئے علیحدہ بہ نیّت فرادیٰ نماز پڑھنے لگے۔ زیدی نے نماز سے فارغ ہو کر ان کو دیکھا تو مقتدیوں سے کہنے لگا ہم کیوں ایسے شخص کے ساتھ اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا روا نہیں رکھتا اور ہمارا مذہب اسکے نزدیک درست نہیں۔

ہارون کا یحییٰ کو عہد و پیمان کرکے بغداد بلوانا

بہرکیف ہارون کو یحییٰ کے دیلم پہونچنے اور خلقت کو اپنی طرف دعوت کرنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے فضل بن یحییٰ برمکی اپنے وزیر کو بہت سی فوج ساتھ کرکے اس مہم پر تعین کیا فضل وہاں پہونچا تو یحییٰ کے مقابلے اور مقاتلے سے اجتناب کرتا تھا اور بدیں اُمید کہ باہم صلح و صفائی ہو جائے ان کے ساتھ پیغام و سلام کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ فضل کے لمبے چوڑے وعدوں اور اپنے اصحاب کے ایک دل و یک زباں نہونے سے آخر کار یحییٰ رضامند ہوگئے۔ کہ اپنے تئیں اس شرط پر خلیفہ کے سپرد کردیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے امان نامہ لکھ کر قاضی مفتیوں کی مہروں و دستخطوں سے مسجّل کرا دے۔ ہارون نے اسکو قبول کرلیا۔ اور امان نامہ جسمیں صاف صاف شرائط صلح تحریر تھیں۔ علمارکرام و امرار عظام و جملہ سادات بنی ہاشم وغیرہم کی

شہادتوں سے مزین ہوا۔ اور یحییٰ کے پاس بھیجدیا گیا۔ بنابریں یحییٰ فضل کے ہمراہ روانۂ بغداد ہوئے۔ شہر میں پہونچے تو خود خلیفہ نے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور خاطر و مدارات کو درجۂ قصویٰ تک پہونچا دیا۔ حتیٰ کہ منقول ہے کہ ساز و سامان و خلعت ہائے گراں بہا کہ بدرات ان کو دیے گئے۔ اس کثرت سے تھے کہ ان کی قیمت دو لاکھ دینار تک پہونچ گئی تھی۔

ہارون خلیفہ کی غداری مقاتل الطالبین میں ہے کہ یحییٰ کو بغداد میں آئے ہوئے بہت عرصہ نگزرا تھا کہ خلیفہ نے ان کو قید کر لیا۔ چونکہ اسکے دل میں اسکی طرف سے بدستور عداوت بھری ہوئی تھی اور اسکے اور اسکے اصحاب کے لئے بہانے حیلے ڈھونڈتا تھا ایک شخص فضالہ نام کے ذریعے یہ تہمت لگائی کہ سران سپاہ و خواص ہارون سے سازش کرکے ان کو اپنی طرف دعوت کرتا ہے۔ پس یہ بہانہ ان کی قید کرنے کو کافی تھا پس سلطنت کے تمام عالموں مفتیوں کو جمع کرکے اس امان نامہ اپنے دستخطی پر فتوے طلب کیا۔ دنیا طلب خوشامدیوں نے حسب منشا خلیفہ اسکی منسوخی کا فتوے دیدیا جسپر بہت شوق سے عمل کیا گیا۔ پامر صاحب[1] مصنف تاریخ ہارون بہت درست کہتے ہیں کہ جب بادشاہ کو اپنے کسی رعایا کی سزادہی کے لئے کسی حیلے اور غدر کی ضرورت ہوتی تو ہمیشہ ایک نہ ایک گمراہ شریر آدمی بخوشی حلف دروغی کرکے اس امر کی شہادت دیتا کہ ملزم نے فلاں جرم کا ارتکاب کیا۔ ایسا کرنے سے وہ بادشاہ کو اپنے اوپر مہربان کر لیتا۔ یحییٰ بن عبداللہ کے معاملے میں ایسا ہی ہوا۔

جھوٹے حلف اٹھانے پر عبرت خیز آسمانی سزا زبیر بن عوام کی اولاد

---

[1] مسٹر ای۔ ایچ۔ پامر ایم اے سابق پروفیسر عربی یونیورسٹی کیمبرج انگلستان نے ہارون کی تاریخ انگریزی زبان میں بنام "ہارون الرشید" لکھی ہے جسکا ترجمہ مولوی مصباح الدین صاحب نے اردو میں نومبر ۱۸۹۹ء میں کیا۔ وہ ترجمہ ہمارے پاس موجود ہے ۱۲ منہ

سے ایک شخص عبداللہ بن مصعب نے یحییٰ پر یہ الزام لگایا کہ وہ پھر سازشیں کرتا اور اپنے
اصحاب کے ساتھ خط کتابت جاری رکھتا ہے - موقعہ پانے پر ضرور علمِ مخالفت بلند
کرے گا - ہارون نے یحییٰ کو قید خانے سے طلب کر کے زبیری کے سامنے کیا - اس بیحیا
نے کہا اے امیر المومنین یحییٰ خود مجھ سے طلبگار بیعت ہوا تھا[له] یحییٰ نے نہایت غیظ و
حقارت سے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے - اور زبیری سے کہا سچا ہے تو بحلف بیان کر - کہ
میں نے تجھ سے بیعت کی خواہش کی - اس نے کہا ہاں باللہ الذی لا الٰہ الا ھو -
قسم ہے اُس خدائے بزرگ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں - زبیری ابھی آگے نہ کہنے پایا تھا

له مقاتل الطالبین میں ہے کہ جب زبیری نے شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر ہارون
سے کہا کہ یحییٰ مجھ سے بیعت چاہتے تھے تو یحییٰ نے کہا اے امیر تم اسکی بات مانتے ہو حالانکہ
یہ عبداللہ زبیر کی اولاد سے ہے جسنے چالیس جمعہ خطبہ میں حضرت رسولِ خدا پر درود نہیں
بھیجا - جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو کہا ان کے گھر والے (اہل بیتؑ) بُرے لوگ ہیں ان کا
ذکر کرتا ہوں تو یہ پھرتے اور خوش ہوتے ہیں - میں درود پڑھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں
کرنا چاہتا - اور جو سلوک اسکے تمہارے دادا عبداللہ بن عباس کے ساتھ تھے تم پر
پوشیدہ نہیں انکو اور انکے بیٹے علی کو شعب میں داخل کر کے آگ جلوا دی تھی - حتیٰ کہ
ابو عبداللہ الجدلی صاحب امیر المومنین علیؑ نے وہاں پہنچکر ان کو نکالا - ابن زبیر نے اسقدر
ان کو ستایا اور ایسی ایذائیں دی تھیں کہ ایک روز گھر میں گائے ذبح ہوئی جسکا جگر
شگافتہ نکلا - علی بن عبداللہ نے کہا اے پدر دیکھتے ہو اسکا جگر کیسا ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا
ہے - عبداللہ نے کہا اے فرزند تیرے باپ کا جگر اسی طرح ابن زبیر نے پارہ پارہ کیا ہے -
پھر ابن زبیر نے عبداللہ کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا - انھوں نے اس غربت کربت
میں وفات پائی - آخری وقت میں علی کو وصیت کی بیٹا میرے بعد تم یہاں نہ رہنا شام
کو چلے جانا اور وہاں اپنی قوم بنی عبد مناف کے درمیان زندگی بسر کرنا - پس عبداللہ نے

گئے یحیی نے اسے روک دیا۔ اور کہا عظمت وجلال خدا کا ذکر کرکے جھوٹی قسم کھائی جاتی ہے
تو حق تعالی اسکے عذاب میں تساہل کرتا ہے۔ راست گو ہے تو اسکی قوت وقدرت سے
بری ہوکر اور اپنی قوت وقدرت پر بھروسا کرکے قسم کھا۔ زبیری ایسی قسم کھاتے ہچکچاتا
تھا۔ مگر ہارون کے خوف سے خواہی نخواہی قسم کھانی پڑی۔ قسم کھاکر ابھی مقام سے دور
نہیں گیا تھا کہ اسکو جذام کا مرض عارض ہوگیا اور دم کے دم میں بدن پھٹ کر

(بقیہ سابقہ) ابن زبیر کی نسبت یزید پلید کی صحبت کو علی کے لئے راجح جانا۔ قسم خدا کی انکی عداوت
ہم سب کے ساتھ یکساں ہے۔ مگر اسوقت تمہارے ساتھ ہوکر مجکو مغلوب کرنا چاہتا ہے
تم کو اسکی یہ آرزو کسی نوع پوری نہیں کرنی چاہئے۔ بتحقیق کہ معاویہ بن ابی سفیان جو تمہاری
نسبت ہم سے بعید النسب تھا۔ ایک روز حسن مجتبیٰ کا بدی سے ذکر کر رہا تھا۔ ابن زبیر
بھی حاضر تھا۔ اسنے بھی انکی کچھ برائی کی تو معاویہ نے اسے جھڑکا۔ بولا اے امیر المؤمنین
میں تو تمہاری تائید کرتا ہوں۔ خلاف نہیں کہتا۔ معاویہ نے کہا ان الحسن لحمی اکلہ ولا
اؤکلہ حسن میرا اپنا گوشت ہے اسکو کھاتا ہوں دوسروں کو نہ کھلاؤنگا۔ عبداللہ مصعب
نے کہا عبداللہ زبیر نے خلافت طلب کی اسپر فائز ہوا۔ حسنؑ نے اسکو معاویہ کے ہاتھ
کچھ دراہم پر بیچ ڈالا۔ تم یہ باتیں ابن زبیر کے حق میں کرتے ہو حالانکہ وہ پسر صفیہ بنت
عبد المطلب ہے۔ یحیی نے کہا اے امیر المؤمنیں اسنے ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا ہمارے
خاندان کی ایک عورت سے ہم پر فخر کرنا چاہتا ہے اس سے اپنے کنبے کی رذیل وذلیل عورت
پر فخر کرنا اسکو زیبا تھا۔ اسپر مصعب نے کہا تم ہم پر بغاوت کرتے اور ہماری سلطنت پر حملہ
آور ہوتے رہے ہو۔ یحیی اسوقت تک اسکی طرف سے منہ پھیرے ہارون سے مخاطب تھے
اسوقت اسکی طرف دیکھکر کہنے لگے ہم تمہاری سلطنت پر حملہ کرتے ہیں ذرا ہم کو بتلا تو دو کہ
تم ہو کون میں تو ابتک تم کو پہچانتا بھی نہیں۔ ہارون کو یہ سنکر بے اختیار ہنسی آگئی اور وہ
اسکے چھپانے کو سر اٹھاکر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ اور ابن مصعب خفیف ہوگیا ۱۲ منہ

ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا حتی کہ اسی میں واصل جہنم ہوا۔ قبر میں دفن کیا تو قبر اسکو قبول نہ کرتی تھی۔ باہر پھینکدیتی۔ آخر ایک جگہ رکھکر جھاڑ جھنکار اُسپر ڈال کر چلے آئے۔

ہارون کی سفّاکی اور یحییٰ کی وفات

ابوالفرج نے باسناد خود ایک شخص سے جو مطبق (سیہ چال) میں یحییٰ کے ساتھ اسیر تھا روایت کی ہے۔ کہ مرحوم ایک تنگ و تاریک مکان میں میرے شریک قید تھے۔ ایک شب کو تھوڑی سی رات گذرنے پر قفلوں کے کھلنے کی آواز آئی۔ ہارون اپنے ترکی گھوڑے پر وہاں آیا قریب پہونچکر ٹھہرا۔ اور کہا این ھذا۔ یہ شخص (یحییٰ) کہاں ہے۔ کہا اسی مکان میں ہے۔ بولا اسکو میرے پاس لاؤ۔ قریب لیگئے تو اس سے کچھ گفتگو کی جسکو میں نہ سمجھا۔ پھر کہا اسکو تھامو۔ لوگوں نے پکڑا۔ سو بیتیں اسکے لگائیں۔ وہ لگاتے تھے۔ اور یحییٰ داد و فریاد کرتا۔ خدا کا واسطہ دیتا۔ رحم و قرابت رسول اللہ کو شفیع گردانتا تھا۔ ہارون کہتا تھا کہ ہمارے تیرے درمیان کوئی قرابت نہیں۔ بعد ازاں اسکو وہیں بھجوا دیا جہاں سے نکلوایا تھا۔ پھر پوچھا اسکو کھانے پینے کو کیا دیتے ہو۔ کہا رات دن میں چار روٹیاں اور چار سیر پانی۔ کہا آج سے اسکا نصف ملے۔ چند روز بعد پھر آیا اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر بلوایا اور کچھ کہکر بدستور سو چوب لگوائیں۔ یحییٰ اسی طرح داد و فریاد کرتے تھے۔ مگر کون سُنتا تھا۔ پھر کہا اسکو روزانہ کیا ملتا ہے۔ کہا دو روٹیاں دو سیر پانی کہا اب سے اسکا نصف کر دو۔ تیسری مرتبہ پھر آیا تو یحییٰ بیمار اور شدت مرض سے قریب مرگ ہو رہے تھے۔ کہا اسکو کیا دیتے ہو۔ کہا ایک روٹی ایک سیر پانی۔ کہا اسکا نصف کر دو اسکے تھوڑے عرصہ بعد یحییٰ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ اور ابراہیم بن ریاح سے روایت کی کہ رافقہ میں اسکے اوپر ستون چنوا دیا۔ بقولے رات کو کسی کو بھیجکر گلا گھونٹوا دیا۔ بروایتے زہر دے کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ درندہ جانوروں کو بھوکا رکھکر

اس پر چھوڑا۔ انھوں نے تکہ بوٹی کر لیا۔ مگر ادریس بن محمد بن یحییٰ ان کے پوتے کا قول ہے کہ ہارون نے ہمارے جد امجد کو قید خانے میں بھوکا رکھکر قتل کیا ہے۔

روایت عمری ایک شخص اولاد عمر خطاب سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن عمر بن حفص عمری کہتا ہے کہ ہم یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن کے ساتھ رشید کے سامنے مناظرہ[1] کرنے کو بلائے گئے۔ وہ کہنے لگا خدا سے ڈر اور اپنے ستر مصاحبوں کا نشان دے تاکہ تیری امان برقرار رہے۔ اور ہم سے کہا کہ یہ اپنے اصحاب کا نام نہیں بتلاتا جسکو میں کوئی اپنے خلاف بات سنکر پکڑتا ہوں وہ یہی کہدیتا ہے کہ مجھے امان مل چکی ہے۔ یحییٰ نے کہا اے امیر میں بھی انہی ستر اشخاص سے ہوں جن کو تو نے امان دی ہے۔ مجکو بھی تیری امان نے کیا نفع دیا۔ اب تو چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو تجھے دیدوں تاکہ قتل کرے۔ مجھے یہ کس طرح حلال ہو سکتا ہے۔ عمری کہتا ہے اس روز ہم چلے گئے پھر ایک روز بلوائے گئے۔ تو میں نے دیکھا کہ اسکا چہرہ زرد رنگ متغیر ہے۔ رشید بات کرتا ہے وہ جواب نہیں دیتا۔ کہنے لگا تم دیکھتے ہو کہ جواب نہیں دیتا۔ یحییٰ نے اپنی زبان نکال کر دکھائی تو سیاہ کوئلہ کی مانند ہو گئی تھی۔ مقصود یہ تھا کہ میں بات نہیں کر سکتا۔ رشید کو غصہ آیا کہا یہ ہمکو دکھاتا ہے کہ میں نے اسکو زہر پلایا ہے۔ قسم خدا کی اگر میں قتل کرنا

---

[1] یہاں دیکھا جائے کہ خاندان خلیفہ ثانی میں عداوت اہل بیت رسالت کیسی متناسل چلی آتی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز عمری کا حال بیشتر ناظرین نے پڑھا کہ کس طرح فتنہ عظیم برپا کر کے ایک جماعت سادات کے قتل و قمع کا باعث ہوا۔ اس جگہ بھی یحییٰ سے مناظرہ کرنے یا اپنے اور اسکے مناظرے میں حکم بنانے کو ہارون رشید اسی قبیلہ کے ایک منبر کو طلب کرتا ہے جس سے کم از کم یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ ایسے صریح ظلم دیکھکر ایک کلمۂ حق بھی اسکی زبان سے نہ نکلا اور جو کوئی اسکے مقام پر ہوتا تو کچھ نہ کچھ ضرور کہتا ۱۲ منہ عفی عنہ

چاہتا تو کھڑا کر کے گردن مارتا لیکن ہم اسکے پاس سے نکلے ابھی گھر کے درمیان تک نہ پہونچے تھے کہ یحیی شدت ضعف سے منہ کے بل گر پڑا - رضی اللہ عنہ -

(۴)

موسی بن عبداللہ بن الحسن المثنیؑ

کنیت ابوالحسن معروف بہ جون بوجہ رنگ سیاہ ہونے کے ان کی والدہ مسماۃ ہند بنت ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ نے بچپنے میں ان کو کھلاتے ہوئے یہ لقب دیا - اور وہی مشہور ہوگیا - جون بالفتح لغۃ میں اسپ و شتر سخت سیاہ کو کہتے ہیں - موسی مذکور ہند سے ساٹھ سال کی عمر میں پیدا ہوئے - اور مشہور مقولہ ہے بلکہ کتب فقہ کا مسئلہ کہ لاتلد لستین الاقرشیۃ کہ ساٹھ سال کی عمر میں اہل عرب میں صرف قرشی عورتیں بچہ جن سکتی ہیں - جب عبداللہ محض اور ان کے ساتھ دیگر سادات بنی حسن بحکم منصور مدینہ میں گرفتار ہو کر زندہ لائے گئے تو وہاں یہ اسیر خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے - ان تمام میں کم عمر موسی جون تھے - منصور نے کہا ان کے تازیانے لگائے جائیں - اسقدر تازیانے لگے کہ بیہوش ہوگئے - تعزیر بند ہوئی - اور ہوش بجا ہوئے تو منصور مقہور نے پاس بلا کر کہا تو نے اپنا حصہ پایا اب جو میں کہوں اسکو مانو ورنہ اسکے بعد موت ہے - کہا کیا منوانا چاہتا ہے - منصور نے کہا اپنے دو بھائی محمد و ابراہیم کا پتہ بتاؤ - موسی نے کہا اے امیر خدا کی قسم میں ان کاموں سے معتزل ہوں نہ مجھے کچھ حال ان کا معلوم نہیں - کہا اچھا تو جاؤ اور ان کا پتہ لگاؤ - بنابریں موسی مدینہ کو روانہ ہوئے اور وہاں کچھ عرصہ ٹھہر کر مکہ کو گئے اور وہاں مخفی ہوگئے - وہ اسی طرح روپوش تھے یہاں تک کہ منصور اپنے مقر و مقام کو پہونچا اور مہدی بن منصور اسکی جگہ خلیفہ ہوا - وہ اپنے عہد میں مکہ آیا تو ایک روز

عین طواف میں موسیٰ نے اسکے آگے جاکر سلام کیا اور کہا ایہا الامیر لی الامان
وادلک الی موسی الجون اگر میں موسیٰ کا پتہ تبلاؤں تو میرے لئے امان ہے۔
مہدی نے کہا البتہ امان ہے اگر اسکا پتہ و نشان تو نے تبلادیا۔ کہا اللہ اکبر
میں خود موسیٰ بن عبداللہ ہوں۔ مہدی نے کہا اس بات کا کہ تو موسیٰ بن عبداللہ
ہے کوئی گواہ بھی ہے۔ موسیٰ نے حسن بن زید و امام موسیٰؑ کاظم و حسن بن عبداللہ
بن عباس بن علی کو جو وہاں موجود تھے۔ گواہی میں پیش کیا۔ سب نے بالاتفاق
کہا۔ یہی موسیٰ بن عبداللہ ہے۔ یہ بیان سید جمال الدین احمد بن علی بن الحسین
الحسنی کا ہے کتاب انساب آل ابی طالب میں مگر مقاتل الطالبین سے معلوم ہوتا
ہے کہ موسیٰ مذکور کو محمد بن عبداللہ نفس زکیہ انکے بھائی نے اپنی طرف سے شام و جزیرہ
میں دعوت خلق اللہ کے لئے بھیجا تھا۔ جب محمد و ابراہیم قتل ہوگئے تو وہ بصرہ میں
واپس آکر مختفی ہوئے۔ جہاں سے دوبارہ گرفتار ہوکر منصور کے سامنے لائے گئے۔
اس نے پھر ان کو ضرب و شلاق کرایا اور قید خانے میں ڈالدیا۔ چنانچہ وہ قید ہی میں
تھے جبتک کہ مہدی نے خلیفہ ہوکر دیگر اسیروں کے ساتھ ان کو رہا کیا۔ واللہ یعلم
بہرکیف موسیٰ عہد خلافت ہارون تک زندہ تھے۔ ایک روز اس سے ملنے گئے
تھے۔ وہاں سے اُٹھنے لگے تو کنارہٗ فرش میں پاؤں اُلجھا۔ اور زمین پر گر پڑے۔ ہارون
ہنسنے لگا۔ موسیٰ نے کہا اے امیر یہ ضعف صوم ہے۔ ضعف سُکر نہیں

(۴) ادریس بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن علیہ السلام

عبداللہ محض کے ایک بیٹے ادریس تھے۔ جنگ حسین صاحب فخ سے جاں بر ہوئے
تو ایک قافلہ حاجیوں کا مصر و افریقیہ کو واپس جاتا تھا۔ یہ ان کے ساتھ ہولئے
وفادار غلام راشد نام ہمراہ تھا۔ حجاج ایک شخص کی خدمت کرتے جارہے تھے

یہانتک کہ مصر پہونچے ۔ وہاں موالیان بنی عباس سے ایک کے دروازے پر
کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے ۔ اُس نے حجازی زبان سنکر کہا تم پردیسی غریب
الوطن ہو۔ کہا ہاں ۔ پوچھا حجازی ہو۔ جواب ملا نعم ۔ راشد نے کہا ہم اپنا راز
سربستہ تمھارے آگے بیان کریں اگر دو باتوں میں سے ایک عمل میں لاؤ۔ یا ہم کو
اپنی پناہ میں لے لو۔ نہیں تو کم از کم ہمارا حال کسی سے نہ کہنا جبتک کہ ہم اس
شہر سے باہر نہو جائیں۔ عباسی نے قبول کیا تب انھوں نے اپنی سرگزشت
بیان کی ۔ اُس نے اپنے گھر میں خاطرداری سے رکھا۔ پھر ایک قافلہ افریقیہ جانے
کے لیئے تیار ہوا تو ان کے ساتھ کر دیا۔ ادریس منزل مقصود کے نزدیک پہونچکر
قافلہ سے علیحدہ ہوگئے اور بربر۔ فاس ۔ طبخہ میں پھرنے اور ان لوگوں کو اپنی طرف
دعوت کرنے لگے ۔ بربریوں نے ان کی دعوت قبول کر کے ان کو اپنا پیشوا و صاحب
اختیار ملک و منال بنایا ۔ ہارون کو یہ حال معلوم ہوا تو اس قدر پریشان ہوا
کہ خواب و خورش اسکی چھوٹ گئی ۔ یحیی بن خالد اسکے وزیر نے سلیمان بن جریر رقی
کو کہ متکلم زیدیہ تبریہ اور ان کے سر برآوردوں سے تھا۔ بلایا ۔ اور خلیفہ کی طرف
سے ہر قسم کی الطاف وعنایات کا امیدوار کیا اور ایک شیشہ غالیہ زہردار اسکو
دے کر اس طرف روانہ کیا۔ سلیمان طے منازل کرتا ہوا بربر پہونچا اور ظاہر کیا
کہ ہارون سے ڈر کر تمھاری پناہ میں آیا ہوں اور نہایت لسانی اور چرب زبانی سے
اپنے تئیں ادریس کے خواص میں داخل کیا ۔ باہر بیٹھتا تو فضائل اہل بیت بیان
کر کے بربریوں کو زیدی مذہب کی طرف دعوت کرتا۔ اس طرح اسکا قرب و منزلت
ادریس کے نزدیک بڑھتا گیا۔ تا اینکہ ایک روز موقعہ پا کر شیشہ غالیہ نکالا اور کہا
میں عراق سے یہ تحفہ تمھارے واسطے لایا ہوں ۔ یہاں اس طرح کی خوشبو میسر
نہیں آتی ۔ ادریس نے لیکر سونگھا اور استعمال کیا ۔ اسکے اثر سے بیہوش ہو کر گرا۔

سلیمان چپکے سے وہاں سے نکلا اور سواری پر جو پہلے سے آمادہ تھی۔ سوار ہو کر چل دیا
ادریس ویسے ہی بیہوش پڑے تھے کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ماجرا ہے آخر
راشد نے بفراست طبع معلوم کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ لہٰذا وہ چند اشخاص کو ساتھ لیکر
سلیمان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اسکے پاس پہونچتے پہونچتے سب ساتھی پیچھے
رہ گئے۔ راشد نے قریب پہونچکر اسکے سر۔ منہ۔ ہاتھوں پر چند ضربیں لگائیں
مگر وہ نکل گیا۔ واپس آیا تو یہاں ادریس جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان کے کفن و دفن
سے فارغ ہو کر تاج شاہی ان کی ایک حرم کے شکم پر رکھا جو حاملہ تھی۔ کہتے ہیں کہ اسلام
میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی کو ماں کے پیٹ میں بادشاہی سے موسوم کیا جائے۔ تھوڑے
عرصہ میں کنیز کے بچہ پیدا ہوا۔ راشد نے اسکا نام ادریس رکھا اور خود امورات ملکی و
مالی کو انجام دیتا رہا جبتک کہ وہ جوان ہوا یہ ادریس بن ادریس بہت دلاور خوبرو
اور بہادر تھا۔ عمدۃ الطالب فی انساب ابی طالب میں ہے قال الرضا علیؑ بن موسی
الکاظمؑ ادریس بن عبد اللہ من شجعان اہل البیت واللہ ما ترک فینا مثلہ یعنی حضرت
امام رضاؑ نے ادریس بن ادریس بن عبد اللہ کے حق میں فرمایا کہ وہ شجعان اہل بیت میں
سے تھا۔ اسکے بعد اسکا ثانی ہمارے درمیان کوئی باقی نہ رہا۔ وفات ادریس بن ادریس
حسنی صاحب المغرب ۲۱۴ھ میں واقع ہوئی۔

مجالس المومنین میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے ان کے حق میں فرمایا تھا۔ کہ
علیکم بادریس بن ادریس فانہ نجیب اہل البیت و شجاعھم۔ ادریس پسر ادریس
کا خیال رکھو۔ بتحقیق کہ وہ نجبا ء اہل بیت اور ان کا شجاع ہے۔

(۵)

عبد اللہ بن حسن مثنٰی ابن حسن بن علی بن علی ابن الحسینؑ

حسن مثنٰی عبد اللہ کے باپ کا کچھ حال پیشتر کشف الحقائق میں گزرا۔ عبد اللہ کا یہاں

ذکر ہوتا ہے۔ یہ عبداللہ حسینی سادات سے معروف بہ عبداللہ الشہید ہیں۔ جعفر بن یحیی برمکی نے ان کو ہارون کی خوشنودی کے خیال سے بیجرم وخطا قتل کیا اور جلدی اپنے کئے کی سزا پائی۔

عبداللہ جنگ صاحب فخ میں شریک دو تلواروں سے لڑائی کرتے تھے۔ اور حسین مذکور نے وصیت کی تھی۔ کہ مجکو کوئی حادثہ پیش آئے تو بجائے میری عبداللہ میرے جانشین ہوں۔ ہارون نے اپنے عہد خلافت میں ان کو گرفتار کرایا۔ آگے آئے تو کہا زیدیوں کو اپنی طرف دعوت کرتا اور ارادہ خروج کا رکھتا ہے۔ کہا باللہ اے امیر المؤمنین جو کبھی اس قسم کا خیال بھی میرے دل میں آیا ہو۔ کہا راست کہا تو نے ہم تم کو ایک مکان میں رکھینگے جہاں صرف ایک آدمی تمھارا نگران حال رہیگا۔ کوئی تم سے ملنا چاہیگا تو وہ تمکو نہ روکے گا۔ مگر عبداللہ اس نظر بند قید سے ایسے دلگیر ہوئے کہ انھوں نے ایک رقعے میں بہت سی سب وشتم ہارون کو لکھکر اسکے پاس بھیجدیا۔ ہارون نے اسکو پڑھکر ہاتھ سے ڈالدیا اور کہا لقد ضاق صدر هذا الفتی فهو متعرض للقتل یہ جوان زندگی سے بیزار ہوکر خود اپنے قتل کے درپے ہے۔ مگر میں ایسا نہیں کرونگا۔ اور انکو جعفر بن یحیی برمکی کے سپرد کیا کہ آرام سے اپنے پاس رکھ چھوڑے۔ مگر اس بدبخت نے نوروز کی تقریب میں عبداللہ کا سر کاٹ کر اور تحفوں کے ساتھ خلیفہ کے حضور میں پیش کیا۔ خوان سے رومال اُٹھا اور سر کو پہچانا تو خلیفہ نے گھبراکر کہا ہیں یہ کیا کیا۔ تو نے ہمارے حکم کے بغیر کیوں اسکو قتل کیا۔ کہا اے امیر المؤمنین یہ اسکی زبان درازی اور تمھارے حق میں بدگوئی کی سزا ہے۔ کہا ویحک تیرا بلااجازت میری اسکے تئیں قتل کرنا اسکی بدگوئی سے بدتر ہے۔ جب برمکیوں کا طبقہ اُلٹا اور مسرور کبیر جعفر کا سر کاٹ لانے پر مقرر ہوا اور اسنے کہا امیر المؤمنین نے کس جرم پر میری خونریزی روا رکھی ہے تو مسرور نے کہا اسکے برادر ابن عم عبداللہ بن الحسن کے قتل کے قصاص میں تم قتل کئے جاتے ہو۔

محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن المجتبیٰ ع

بکار بن عبداللہ زبیری سے کہ ہارون کی طرف سے حاکم مدینہ تھا ان کو قید کیا۔ اور انھوں نے اسی کی قید میں وفات پائی۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ محمد مذکور سویقہ[1] سے گھر میں آئے تھے کہ روزے ماہ مبارک رمضان کے رکھیں۔ اتنے میں زبیری مذکور کا سرہنگ آیا اور وہ ان کو اپنے ساتھ زندان میں لیگیا۔ زندان بان کے پاس پے در پے آدمی آتے تھے کہ اسیر تشنہ دگرو و تنگی کرو۔ ایک مرد آیا کہ اسکو غل وزنجیر میں قید کر دو۔ پھر ایک اور آیا کہ آہن طوق وزنجیر اسکا گراں ہو۔ اسوقت محمد قاصد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اپنے فرستندہ سے کہنا ؎

انی من القوم الذین یزیدھم قسوًا و باسًا شدۃ الحدثان

یعنی میں اُس قوم سے ہوں کہ حادثات کی شدت انکی سنگدلی و ہیبت کو زیادہ کرتی ہے
پس محمد مذکور برابر اسکے یہاں قید رہے۔ حتیٰ کہ رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔

عباس بن محمد بن عبداللہ بن علی ابن الحسین الشہید علیہما السلام۔ کنیت ابوالفضل۔ ماں اُمّ سلمہ بنت محمد بن علی بن الحسینؑ ایک مرتبہ ہارون کے پاس داخل ہوئے۔ بہت دیر تک اسکے ساتھ باتیں ہوتی رہیں۔ اثنار کلام میں ہارون کی زبان سے نکلا یاابن الفاعلہ اے پسر زن زانیہ۔ عباس کو تابِ ضبط نہ رہی۔ بولے کہ فاعلہ (زانیہ) تیری ماں[2] ہے جسپر نخاس (بردہ فروش) یکے بعد دیگرے وارد ہوتے رہے۔ ہارون نے حکم دیا اس کو میرے نزدیک لاؤ اور ایک گرز ان کے مارا جسکے صدمے سے عباس جاں بحق ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] سویقہ بروزن جہینہ موضعے ست بنواحی مدینہ کہ آل علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ دراں سکونت داشتند ۱۲ منتہی الارب

[2] ہارون کی ماں اُم ولد خیزران کنیز مہدی تھی۔ مادر عباس کا نسب اوپر مذکور ہوا ۱۲۔

(۷)

علی بن عباس بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علیؑ

کنیت ابوالحسن ۔ والدہ عائشہ بنت محمد اولادِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے ۔ ابوالفرج کہتا ہے کہ بغداد میں آئے تو خلقت کو اپنے نفس کی طرف دعوت کرنے لگے زیدی مذہب کے کچھ لوگوں نے انکی دعوت کو قبول کیا ۔ مہدی خلیفہ کو خبر ہوئی تو پکڑ کر قید میں ڈلوادیا ۔ وہ مقید تھے تا اینکہ حسین بن علی صاحب فخ نے سفارش کر کے رہائی دلوائی ۔ مگر زندان سے نکلتے وقت خلیفہ کے اشارے سے زہر پلوا دیا گیا جسکے اثر سے بدن گھٹنے لگا ۔ تا اینکہ مدینہ آئے تو تمام گوشت خراب اور اعضا متناثر و پراگندہ ہوئے اور تیسرے روز فوت ہوئے ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔

(۸)

حاضر صاحب عیسٰی بن زید و ابوالعتاہیہ[1] شاعر

عیسٰی بن زید مؤتم الاشبال کا ذکر بیشتر کشف الحقائق میں گزر ان کے مصاحبان وجان نثاران کا حال یہاں بیان ہوتا ہے ۔

موالیانِ اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ سے جنھوں نے اپنی جان عزیز انپر قربان کی ایک حاضر صاحب عیسٰی بن زید ہیں ۔

ابوالفرج اصفہانی نے ابوالعتاہیہ شاعر سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا کہ جب میں نے

---

[1] ابوالعتاہیہ اسمٰعیل بن القاسم بن سوید شاعر مشہور موضع عین التمر میں مضافات مدینہ سے ۱۳۰ھ میں پیدا ہوا ۔ کوفہ میں نشو ونما پائی ۔ بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۲۱۳ھ یا ۲۱۲ھ ۳ ماہ جمادی الثانی کو رحلت کی ۔ چنانچہ اسکی قبر نہر عیسٰی پر پل زیاس کے عین سامنے واقع ہے ۔ چونکہ ابتدا میں جرار (گھڑے) بیچا کرتا تھا ۔ لہذا اسمٰعیل جرار کے نام سے مشہور ہوا ۱۲ ملخص مافی تاریخ ابن خلکان

شعر گوئی چھوڑی اور مہدی خلیفہ کے اصرار پر بھی انکار ہی کرتا رہا تو اس نے خفا ہو کر زندان مجرمان میں مجھے قید رکھنے کا حکم دیا۔ لاجرم اسکے حضور سے اس مکروہ مقام میں بھیجا گیا۔ وہاں داخل ہوا تو وہ ہولناک منظر دیکھکر میرے ہوش پرواز کر گئے اور باختہ حواس حیران پریشان اِدھر اُدھر دیکھتا تھا کہ کوئی مقام امن اور پناہ کا دکھائی دے۔ یا کوئی آدمی جس سے اُنس پذیر ہوں نظر آوے۔ اسی تک و دو میں میری نظر ایک ادھیڑ عمر کے آدمی حَسَنُ الصّوت پاکیزہ لباس پر پڑی جسکے دو آنکھوں کے درمیان آثار خیر نمایاں تھے۔ میں بغیر اسکے کہ اسکو سلام کروں یا اس حالت زار کی بابت جس میں وہ مبتلا تھا کچھ پوچھ گچھ کروں اسکے پاس جاکر بیٹھ گیا۔ اور بنہایت پریشانی سر جھکائے اپنے حال پر غور کر رہا تھا۔ اسوقت اس نیکو خصائل نے یہ دو شعر پڑھے ؎

تعوّدتُ مسّ الضرّ حتّٰی اَلِفتُهٗ ۔۔۔ وَاَسلمنی حسن العزاء الی الصّبر

وصیّرنی یاسی من الناس واثقًا ۔۔۔ بحسن صنیع الله من حیث لا ادری

مجکو یہ شعر بہت اچھے معلوم ہوئیں خاصکر اُن کی زبان سے باعث برکت سمجھا اور کم کم ہوش بھی ٹھکانے پر آنے لگے تھے۔ پس ان کی طرف خطاب کرکے کہا اعزک اللہ (خدا تمھیں عزّت بخشے) ان اشعار کو دوبارہ ارشاد کرو۔ انھوں نے کہا ویحک وائے ہو تیرے اوپر اے اسمٰعیل (بجائے کنیت سے پکارنے کے میرا نام لیا) یہ تیری کس قدر سوء ادبی اور عقل و انسانیت کی کوتاہی ہے کہ تو میرے پاس آیا اور جیسا مسلمان کو مسلمان پر سلام کرنا چاہئے سلام نہ کیا اور جس طرح کسی مصیبت زدے کو دیکھکر اسکا ہم مذہب

لہ میں ضرر و تکلیفیں اٹھاتا اٹھاتا انکا اس طرح پر خوگر ہوگیا ہوں کہ (گویا) ان سے الفت کرنے لگا اور مصائب کو عمدگی سے جھیلنے نے مجھے صبر کے حوالے کیا۔ یعنی بے چون چرا مصیبتیں برداشت کرلینے سے میں صابر بن گیا۔ اور آدمیوں کی طرف سے مایوس ہونے نے مجکو حق تعالیٰ کے الطاف وعنایات پر بلا میرے قصد و ارادے وثوق رکھنے والا کر دیا ۱۲

کرتھا ہے تونے مطلق دردمندی ظاہر نہ کی - اور جیسا تازہ وارد شخص کسی مقیم سے
اسکا حال پوچھتا ہے کچھ مسلست نہ کی - تااینکہ دو بیتوں شعر سے جن میں اگر درستی اخلاق
کا راز مضمر نہو یا تجھ جیسوں کی معاش کا انحصار اسپر نہو تو اور کوئی خوبی حق تعالیٰ نے
خلق نہیں کی - مجھ سے سُنی - اور ذرا اپنی اس حرکت کا جو ابھی صادر ہوئی خیال نرکھا
اور مطلق اسکی تلافی کی طرف متوجّہ نہوا - نہ اس تقصیر و تفریط کی عذر خواہی کے درپے
ہوا - چھوٹتے ہی انکے دوباری پڑھنے کا تقاضا کرتا ہے - حال آنکہ نہ تیرے اور ہمارے
درمیان کوئی انس قدیم ہے نہ سابقہ جان پہچان ایسی کہ رفع انقباض و حصول
انبساط کا سبب ہو سکے - میں نے کہا براہ کرم میرا عذر سُنئے - میں ایسی مصیبت
میں مبتلا ہوں کہ ہوش بجا نہیں - کہا کیا مصیبت تیرے اوپر پڑی - شعر گوئی کہ
ان لوگوں میں تیری جاہ و منزلت کا موجب ہے - چھوڑ دی - انھوں نے قید میں ڈال دیا
ابھی پھر کہنے لگے اور ضرور کہنے لگیگا - فوراً چھوٹ جائیگا - ایک میں ہوں کہ ابھی ابھی
بلوایا جاتا ہوں - اور عیسی بن زید فرزند رسول اللہ صلعم کے حاضر کرنے کا مطالبہ
مجھ سے ہوتا ہے - ان کا پتہ و نشان تبلاتا ہوں تو فردائے قیامت حق جل و
علا کے سامنے ان کے خون کا ذمہ دار اور رسول اللہ کا دشمن ٹھہرتا ہوں - نہیں تو
ایک اشارے میں سر تن سے جُدا کیا جائیگا - تبلا کہ تیری پریشانی زیادہ ہے
یا میری - باوجود اسکے جو کچھ میرا صبر و استقلال ہے آنکھ سے دیکھ رہا ہے - میں نے
کہا خدا تمھاری تشویش کو دور کرے - اور مارے شرم و حیا کے سر جُھکا لیا -
انھوں نے کہا اس زجر و توبیخ پر ان شعروں کو تجھ سے دریغ نہ کرونگا - لے سُن اور
یاد رکھ - یہ کہکر مکرر سہ کرر وہ بیتیں پڑھیں حتیٰ کہ مجکو ازبر ہوگئیں - تھوڑی دیر گزری
تھی کہ میری اور ان کی دونوں کی طلبی ہوئی - چلنے لگے تو میں نے کہا خدا تم کو عزت
دے تم کون ہو - کہا حاضر صاحب عیسی بن زید - مہدی کے سامنے گئے تو اس سے

عیسی کہاں ہے۔ کہا مجھے کیا خبر کہاں ہیں۔ تو اسکو ڈھونڈتا ہے وہ چھپا پھرتا ہے۔ مجھے پکڑ کر قید کر لیا۔ اس حالت اسیری میں مجھے کیا معلوم کہاں چلا گیا۔ کہا پہلے کہاں مخفی تھا۔ کب تو اس سے جدا ہوا۔ کس کس کو اسکے ساتھ چھوڑا۔ کہا جب سے روپوش ہے میں اس سے نہیں ملا۔ مجھے کچھ حال معلوم نہیں۔ مہدی نے کہا اسکا ٹھیک نشان تبلا ورنہ خدا کی قسم تجھے قتل کرونگا۔ حاضر نے کہا تو چاہتا ہے کہ میں فرزند رسول خدا کو تجھے تبلاؤں کہ تو اُسے قتل کرے اور خدا اور رسولؐ اسکا خون مجھ سے طلب کریں۔ خدا کی قسم اگر میری جلد بدن اور پیرہن کے درمیان بھی ہو تو اسپر سے پلاّ نہ اُٹھاؤں۔ مہدی نے کہا اسے قتل کرو۔ وہ اُسی دم قتل کیا گیا پھر مجھے بلا کر کہا تو شعر کہیگا یا تجھکو بھی اسی کے پاس بھیجوں۔ میں نے کہا نہیں اب میں شعر کہا کروں گا۔ مجھے رہا کیا۔ محمد بن قاسم بن مہرویہ کہتا ہے کہ وہ دو بیتیں حاضر سے سُنی ہوئیں ابو العتاہیہ کے دیوان میں موجود ہیں۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ قصّہ قتل حاضر صاحب عیسی بن زید بدست مہدی تاریخ ابن خلکان میں بھی بعینہ اسی طرح مذکور ہے جیسا کہ مقاتل الطالبین سے اوپر نقل ہوا نیز صاحب مقاتل نے روایت کی ہے کہ عیسی بن زید نے کوفہ میں وفات پائی تو صباح زعفرانی ان کا مصاحب ان کے دو لڑکوں احمد و زید کو مہدی کے پاس لے گیا اور ان کی وفات سے اسکو آگاہ کیا۔ مگر عمدۃ الطالب میں ہے اور ہم نے اپنی کتاب کشف الحقائق میں بھی اس سے نقل کیا ہے کہ حاضر جو کہ بمنزلہ وزیر عیسی تھا عیسی کی وفات کے وقت ان کے پاس حاضر تھا۔ اسنے مہدی کو عیسیٰ کے مرنے کی خبر دی۔ اور پسران عیسیٰ کو حسب وصیّت عیسی اس کے پاس لے گیا۔ مہدی اسکے کام سے اس قدر خوش ہوا کہ نہ تنہا اس کا قصور معاف کیا۔ اسکو انعام دینے لگا۔ جسکو اس نے قبول نہ کیا۔ واللہ اعلم۔

ایک اور سر بکف نہادہ کا ذکر

صاحب مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی نے علی پسر جعفر احمر سے روایت کی ہے کہ اُسنے کہا میرے باپ جعفر احمر کا بیان ہے کہ میں اور عیسیٰ بن زید و دیگر چند اشخاص زیدی المشرب کوفہ کے ایک مکان میں جمع ہوا کرتے تھے۔ کسی نے خلیفہ مہدی کے پاس ہماری سعایت (چغلخوری) کی اسنے حاکم کوفہ کو لکھا کہ مخبر مقرر کردو جسوقت ان لوگوں کو اس جگہ پاؤ پکڑکر ہمارے پاس بھیجدو۔ ایک رات ہم اکٹھے بیٹھے تھے اسکو ہماری خبر ملی کچھ آدمی ساتھ لیکر آدھمکا اور لوگ تو متفرق ہوکر نکل گئے صرف میں اسکے ہاتھ آگیا مجھے پکڑکر خلیفہ مہدی کے پاس بھیجدیا۔ اسکے سامنے کھڑا ہوا تو لگا بُرا کہنے اور گالیاں دینے کہ اے پسر زانیہ تو عیسیٰ کے پاس بیٹھتا اور اور اس کو ہمپر خروج کرنے کی حث و ترغیب کرتا ہے میں نے کہا اے شخص تو خدا سے شرم نہیں کرتا اور خوفِ خدا ذرا تیرے دل میں نہیں آتا کہ زنانِ شوہردار کو متہم بزنا کرتا ہے۔ حال آنکہ سزاوار یہ تھا اور جس دین کا پابند ہے اُسکی بموجب لازم تھا کہ کوئی جاہل اور سفیہ بھی ایسی بات تیرے سامنے کہتا تو تو قذف محصنات کی حد اُسپر جاری کرتا۔ اور شکنجۂ عذاب میں کھینچتا۔ اسپر اور تند ہوا اور گالیاں دیتا دیتا مجکو لپیٹ گیا اور تلے ڈال کر دھول دھپّا لات مُکا کرنے لگا۔ اور مُنہ سے بدستور فحش بکتا جاتا تھا۔ میں نے کہا تو جوان قوی ہیکل ہے شجاع کہلاتا ہے۔ مجھ جیسے بوڑھے نہتّے کو مارتا ہے جسکا نہ کوئی یار ہے نہ فریاد رس۔ یارے کھسیانا سا ہوکر اُٹھا اور مجکو قید رکھنے اور تشدد کرنے کا حکم دیا۔ پس قید گراں میں مقید ہوا۔ چند سال اسی صورت پر گزرے۔ جب وفات عیسیٰ کا حال دریافت ہوا۔ تو مجکو بُلواکر کہا تو کن لوگوں سے ہے۔ میں نے کہا مسلمان ہوں۔ کہا عرب کا

رہنے والا۔ میں نے کہا نہیں۔ میرا باپ اہل کوفہ سے ایک شخص کا غلام آزاد کردہ تھا۔ بولا عیسیٰ بن زید فوت ہوا۔ میں نے کہا افسوس صد افسوس صد افسوس رحمتِ خدا ہو اُس پر۔ بڑا عابد زاہد طاعت خدا میں جدّوجہد کرنے والا تھا دینِ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تھا۔ کہا تجھ کو اس کے مرنے کا حال پہلے سے معلوم تھا۔ میں نے کہا ہاں تھا۔ کہا مجکو کیوں نہ بتایا کہ باعث میری مسرت کا ہوتا۔ کہا میں نے نہیں چاہا کہ تجھے ایسے امر سے خوش کروں جس سے اگر رسولِ خدا ؐ زندہ ہوتے تو ضرور دل گیر ہوتے اسکے بعد دیر تک سر جُھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر کہا تیرا جسم اب عقوبت اُٹھانے کے قابل نہیں رہا زیادہ ایذا دہی میں اندیشہ مرجانے کا ہے۔ ہمارا دشمن زندہ نہیں رہا۔ تو چلا جا خدا تیری حفاظت نکرے۔ قسم خدا کی اگر میں نے سُنا کہ پھر کوئی حرکت تجھ سے صادر ہوئی تو تیری گردن اُڑا دونگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکل کر کوفہ آیا۔ مہدی نے ربیع حاجب سے کہا اما تریٰ قلۃ خوفہ و شدۃ قلبہ ھٰکذا یکون واللہ اھل البصائر دیکھا تو نے کیسا نڈر قوی دل ہے۔ خدا کی قسم اہلِ بصیرت ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں

ہارون وغیرہ کے ساتھ آپکے مناظرے

بحار میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب ہارون نے مجکو مدینہ سے عراق کو لے جانا چاہا تو اسکے سامنے پیش ہوا۔ میں نے سلام کیا۔ اس نے شدّتِ غیظ میں جواب سلام ندیا اور ایک طولانی مکتوب میری طرف پھینکا کہ اس کو پڑھو۔ اس میں بہت سی تہمتیں اور جھوٹی باتیں تحریر تھیں۔ منجملہ ان کے لکھا تھا کہ موسیٰ بن جعفر ؑ کو تمام عالم سے خراج آتا ہے۔ غلاۃ شیعہ جو اسکی امامت کے قائل ہیں اور اسی کو دین خدا جانتے ہیں اسکو بھیجتے رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں

کہ یہ روز قیامت تک ان پر فرض ہے اور کہتے ہیں جو اپنے مال کا دسواں حصہ انہیں نہ دے اور ان کی امامت کے اعتقاد سے نماز نہ پڑھے اور ان کے اذن و اجازت بغیر حج بجا لائے اور بے ان کے حکم کے جہاد راہ خدا کرے۔ اور مال غنیمت انکے پاس نہ لائے اور اماموں کو تمام عالم پر ترجیح نہ دے۔ اور ان کی اطاعت کو مثل اطاعت خدا اور رسول واجب نہ جانے وہ کافر مطلق ہے اسکی جان و مال حلال ہے۔ اس خط میں اور اور شنیع باتیں درج تھیں۔ مثلاً بے گواہوں کے متعہ کرنا اور فروج کو ان کے حکم سے ایک درہم تک سے حلال جاننا اور سلف سے تبرا کرنا اور نمازوں میں ان پر لعن کرنا۔ اور لکھا تھا کہ جو ان سے تبرا نہ کریگا اُسکی زوجہ کو طلاق ہو جائے گی۔ اور جو اوائے نماز میں تاخیر کرے اُسکی نماز نہیں ہوتی۔ اور قول حق سبحانہ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا سے اسپر استدلال لاتے اور کہتے ہیں کہ غیّا جہنم میں ایک وادی ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ خط طویل تھا۔ میں کھڑا اسکو پڑھ رہا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ پھر سر اُٹھایا اور بولا جسقدر تم نے پڑھ لیا کافی ہے۔ اب اپنی حجّت بیان کرو۔ میں نے کہا اے امیر المومنین قسم ہے خدائے عزّ و جل کی کہ میرے پاس ایک دینار کیا ایک درہم بھی خراج کا کبھی نہیں آیا۔ لیکن ہم گروہ آل ابو طالب ہدیہ قبول کرتے ہیں جسکو خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی کے واسطے حلال کیا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ كُرَاعٌ[1] لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيتُ اِلٰى ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ (ترجمہ) اگر کراع مجکو تحفہ میں بھیجا جائے تو اسکو لے لوں اگر ذراع کی طرف دعوت کریں تو قبول کروں

[1] کُراع بضم کاف پاچہ گاو و گوسپند۔ ذِراع بکسر ذال آنچہ بالائے کراع است از گاو و گوسپند و از دست شتر آنچہ بالائے ساق باریک ست۔ قولہم لا تُطْعِمِ الْعَبْدَ الْكُرَاعَ فَيَطْمَعَ فِى الذِّرَاعِ۔ غلام کو کراع نہ کھلاؤ ذراع کی طمع کرے گا ۱۲

اور امیر المومنین پر ہماری تنگدستی اور ہمارے دشمنوں کی کثرت کا حال بخوبی روشن ہے
حق تعالیٰ نے صدقہ ہمپر حرام کر کے اسکے عوض خمس مقرر کیا تھا۔ چنانچہ کلام اللہ اسپر
ناطق ہے۔ اگلے لوگوں نے خمس کو بھی ہم سے روک لیا۔ پس ہمکو مجبوراً ہدیہ قبول کرنا
پڑا۔ یہ سب باتیں تم کو معلوم ہیں۔ یہ سُنکر خاموش ہوا۔ میں نے کہا امیر المومنین اپنے
ابن عم کو اجازت دے تو ایک حدیث جو اسکو اپنے آبار طاہرین کے ذریعہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہونچی ہے بیان کرے۔ کہا اجازت ہے بیان کرو۔ فرمایا
مجکو اپنے اسی سلسلۂ طیبہ کے واسطہ سے پہونچا ہے کہ رسول اللہ ص نے فرمایا۔ رحم
جب رحم سے مس ہوتا ہے تو حرکت میں آتا اور اضطراب کرتا ہے۔ تم مجکو اپنا ہاتھ دو
ہاتھ سے اشارہ کر کے مجکو اپنے نزدیک بلایا اور مصافحہ کیا اور آہستہ سے اپنی طرف کو
کھینچا۔ پھر آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے رہا کیا۔ یہ کہکر کہ اے موسیٰ تمکو کوئی اندیشہ نہیں
تم نے راست کہا۔ اور راست کہا تمھارے جدامجد رسول اللہ ص نے۔ میرے خون میں
حرکت ہوئی اور رگیں اُچھلنے لگیں اور معلوم ہوگیا کہ تم میرے گوشت وخون ہو۔ اور جو
حدیث تم نے بیان کی صحیح ہے۔ اب ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اسکا جواب دوگے تو
جانوں گا کہ راست گو ہو تم کو رہا کرونگا اور صلہ وانعام دونگا۔ اور کسی کا کہنا تمھارے
خلاف نہ سنونگا۔ کہا سوال کرو۔ کہا تم کیوں اپنے شیعوں کو منع نہیں کرتے کہ یہ لوگ
تمکو ابن رسول اللہ کہتے ہیں حال آنکہ تم پسر علی ہو اور فاطمہ فقط ایک ظرف تھی۔ لڑکا
اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ میں نے کہا اگر امیر المومنین اس سوال سے معاف
رکھے تو بہتر ہے۔ کہا میں معاف نہیں کرتا تم کو اسکا جواب دینا ہوگا۔ فرمایا تو مجکو بطش
و قہر سلطانی سے امان دو۔ کہا امان ہے۔ آپ نے استعاذہ وتسمیہ کر کے یہ آیہ شریفہ
تلاوت کی وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ
دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا

وَیحییٰ وَعِیسیٰ - یہاں پہونچکر فرمایا عیسیٰ کا باپ کون تھا - خلیفہ نے کہا ان کا کوئی باپ نہ تھا - کلام خدا و روح القدس سے پیدا ہوئے تھے - فرمایا تو عیسیٰ اولاد انبیا میں اپنی ماں مریم کی وجہ سے داخل ہوئے - اسی طرح ہم اپنی ماں فاطمہؑ کی وجہ سے اولاد رسول اللہ ہوئے - خلیفہ نے کہا اَحْسَنْتَ اَحْسَنْتَ یا مولائی یعنی بخطاب مولا مکرر آپ کے ارشاد کی تحسین کی - پھر کہا کچھ اور ایسی ہی باتیں ارشاد کیجیے - فرمایا اُمّت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ حضرت رسولخداؐ نے نصاریٰ نجران سے مباہلہ کرنا چاہا تو اسوقت آپ کی کسار کے نیچے خود وہ حضرت اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ تھے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ - پس مراد ابنائے رسولؐ سے حسنؑ و حسینؑ ہیں اور نسا سے جناب فاطمہؑ - وانفسنا سے علیؑ ابن ابی طالب ہیں - خلیفہ نے کہا اَحْسَنْتَ - پھر کہا تم کہتے ہو میّت کے چچا کو اسکے صلبی اولاد کے ہوتے کچھ نہیں پہونچتا - یہ کیا بات ہے - فرمایا اے امیر المومنین بحق خدا و رسولؐ تحقیق مجکو اس قسم کے سوالات سے معاف رکھو کہا ہرگز معاف نہیں رکھے جا سکتے - فرمایا تو تجدید امان کرو - خلیفہ نے کہا امان ہے - تب حضرتؑ نے فرمایا - رسول اللہؐ نے جو لوگ ہجرت پر قادر تھے اور ہجرت نہیں کی ان کو میراث نہیں دی - ہمارے چچا نے باوجود قدرت ہجرت نہیں کی تھی - قیدیوں کے ساتھ اسیر ہوکر آپ کے سامنے لائے گئے تھے - فدیہ کو کہا تو بعذر افلاس اس سے بھی انکار کیا - اسپر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو وحی کی اور جو سونا ان کے پاس مدفون تھا اُس کی اطلاع دی - آپ نے امیر المومنینؑ کو بھیجا اور پتہ و نشان جو جبرئیلؑ نے بتایا تھا - ان کو بتلایا - انھوں نے جاکر ام الفضل کے پاس سے وہ طلا برآمد کیا - اور خدمت اقدس میں لائے - عباس نے کہا برادرزادے تم نے مجکو فقیر کر دیا - حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ

مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ یعنی اگر خدا تمھارے دلوں میں بھلائی معلوم کریگا۔ جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا کرے گا۔ اور تمھارے گناہ بخش دیگا۔ یہ صورت ان کے ایمان لانے ہجرت کرنے کی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نکی تم کو ان کی ولایت سے کوئی شے نہیں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں نے ہارون کو دیکھا کہ یہ سنکر دل گیر ہوا۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ اسی طرح کی ایک روایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ نے عیون الاخبار میں نقل کی ہے۔ ہم اسکے مواضع اختلاف کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

اس میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ میں ہارون کے پاس داخل ہوا تو کہا۔ یا موسی بن جعفر خلیفتان وتجبیٔ الیھما الخراج اے جعفرؑ کے بیٹے موسیٰ اسوقت دو خلیفے ہیں دونوں کے پاس خراج لایا جاتا ہے۔ میں نے کہا اے امیرالمؤمنین! زنہار زنہار تم ہمارے دشمنوں سے جو وہ ہمپر تہمت واقفہ اکریں نہ سنو۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ جب سے رسول اللہؐ نے رحلت کی ہمپر تہمتوں کا تانتا لگا ہوا ہے پھر آپ نے حدیث مس رحم والی بیان کی۔ خلیفہ نے اسکی تصدیق کی۔ بعد ازاں خلیفہ نے کہا چند امر میرے دل میں کھٹکتے ہیں۔ تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ سُنا ہے کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اگر سچ کہوگے اور تقیہ جسمیں اے گروہ بنی فاطمہؑ تم معروف ہو نہ کروگے تو میں تمھارے تئیں رہا کردوں گا۔ اور کسی کی بات تمھارے بارے میں نہ سنونگا۔ فرمایا جو چاہو پوچھو۔ خلیفہ نے کہا تم کس بات میں ہم پر فضیلت رکھتے ہو۔ حال آنکہ ہم اور تم شجرۂ واحدہ سے اولاد عبدالمطلب ہیں تم ابو طالب کے بیٹے ہو۔ ہم عباس کے۔ دونوں رسول اللہؐ کے چچا ہوتے تھے۔ تم میں کونسی فوقیت ہے جو ہم میں نہیں۔ فرمایا ابو طالب اور عبداللہ رسول اللہؐ کے

باپ برادر اعیانی ایک ماں باپ سے ہیں اور عباس دوسری ماں سے۔
پھر کہا تم کہتے ہو کہ ہم وارث رسول اللہ ہیں۔ حال آنکہ عم حاجب ابن العم ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلعم نے وفات پائی تو ابو طالب آنحضرت صلعم سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ عباس چچا آنحضرت صلعم کے اُسوقت زندہ تھے۔ حضرت کاظم ع نے جیسا کہ روایت سابق میں گزرا پہلے اسکے جواب سے استعفا کیا۔ پھر ہارون کے اصرار پر امان طلب کر کے فرمایا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کا قول تھا کہ صلبی فرزند کے ہوتے ہیئت مرد ہو یا عورت ماں باپ اور زوج و زوجہ کے سوا کسی کو اسکے ترکہ سے حصّہ نہیں ملتا۔ حضرت علی ع چچا کے لئے اس صورت میں میراث ثابت نہیں کرتے تھے۔ نہ کتاب اللہ اس بارے میں ناطق ہے۔ تیم و عدی و بنی اُمیہ نے کہا چچا بمنزلہ باپ کے ہے۔ سو ان کی ذاتی رائے ہے جسکی نہ کوئی حقیقت ہے نہ رسول اللہ صلعم سے اس مقدمے میں کوئی حدیث ماثور ہے۔ اور جن علماء نے علی ع کا قول اختیار کیا اُن کے قضایا انکے خلاف ہوتے ہیں۔ ایک نوح بن درّاج کو دیکھئے کہ اس مسئلہ میں قول علی کا قائل ہے اور امیر المومنین ع نے اسکو کوفہ و بصرہ کی حکومت دی اس نے اسی کے موافق قضیئے فیصل کئے۔ امیر المومنین ع اسکی خبر ملی تو اسکو بلوایا۔ اور جو اسکے خلاف تھے مثل سفیان ثوری و ابراہیم ہزلی و فضیل بن عیاض کے ان کو حاضر کیا انھوں نے شہادت دی کہ وہ بیشک اس مسئلے میں علی ع کے قول پر ہے۔ پس ان سے کہا میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے حجاز کا بھی یہی مذہب ہے۔ تم کیوں اسکی موافق فتویٰ نہیں دیتے۔ اور نوح بن درّاج بھی اسی پر فصل خصومات کرتا ہے۔ انھوں نے کہا نوح نے جسارت کی اور ہم سے جبن ظاہر ہوا۔ اور امیر المومنین نے اسکے فیصلے کو بقول قدما روا رکھا۔ جنھوں نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اقضاکم علی یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا اے صحابہ قاضی ترین تمہارا

علی ہے اور عمر خطاب کے قول پر اقضانا علی پر کہ ہم میں سب سے زیادہ قاضی علی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ؐ نے جو صحابہ کی علیحدہ علیحدہ مدح کی تو کسی کی قرارت سے کسیکی فرائض سے کسی کی علم سے مدح کی۔ علی کو اقضیٰ کہا جسمیں تمام صفات جمع ہیں۔

بعد ازاں عباس بن عبد المطلب کا بوجہ عدم مہاجرت وراثت رسول اللہ سے محروم رہنے کا اسی نہج پر بیان کیا جیساکہ روایت سابق میں گزرا۔ پھر ہارون نے آنحضرت ؑ کو ابن رسول اللہ کہنے کا اپنا پہلا سوال پیش کیا۔ آپ نے اس مقام پر دوسری طرح سے یوں اسکا جواب ارشاد کیا۔ کہ اگر رسول اللہ اسوقت زندہ ہوں۔ اور اے امیر تم سے تمہاری لڑکی کی درخواست کریں تو تم اسکو قبول کروگے؟ اس نے کہا سبحان اللہ۔ کون آنحضرت ؐ سے بہتر ہے۔ میں تو آنحضرت کے اس رشتہ پر عرب و عجم میں فخر کروں۔ فرمایا لیکن وہ حضرت صلوات اللہ علیہ میری لڑکی سے عقد کی درخواست نہیں کرسکتے کیونکہ میں ان کی اولاد سے ہوں۔ خلیفہ نے کہا درست کہا تم نے۔ اسکے بعد ذریّت رسول اللہ ؐ ہونے پر سوال کا جواب آیہ شریفہ من ذریتہ داؤد و سلیمان الخ سے اسی طرح ارشاد فرمایا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ پھر بعض دیگر فضائل و مناقب امیر المؤمنین ؑ اس طرح ارشاد کئے کہ ہارون نے بے اختیار کہا اَحسَنتَ یاموسیٰ ؑ۔ اب جو کچھ تمہاری حاجت ہو بیان کرو۔ آپ نے فرمایا پہلی حاجت یہ ہے کہ اپنے ابن عم کو اجازت دے کہ وہ حرم اپنے جد کو اور اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلا جائے۔ مگر ہارون ملعون نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا ننظر ان شاء اللہ خدا نے چاہا تو اس میں فکر کرینگے

علم نجوم بحار میں کتاب نزہتہ الکرام محمد بن حسین رازی سے نقل کیا ہے کہ ہارون نے امام موسیٰ کاظم سے کہا اے بنی فاطمہ تم منسوب بعلم نجوم اور اچھی طرح اسکے جاننے والے ہو۔ امیر المؤمنین علی ؑ تمام جہان سے بہتر اس سے واقف

تھے۔ اور ان کی اولاد جن کو شیعہ امام کہتے ہیں اس سے آگاہ رہتے ہیں حالانکہ عامتہ فقہاء نے رسول اللہ سے روایت کی ہے کہ اذا ذکروا اصحابی فاسکتوا اذا ذکر القدر فاسکتوا واذا ذکروا النجوم فاسکتوا کہ میرے اصحاب کا ذکر آوے تو خاموش ہو جاؤ اور قضا و قدر کا تذکرہ ہو تو خاموش ہو جاؤ علم نجوم کا مذکور ہو تو چپ ہو جاؤ۔ حضرتؑ نے کہا یہ حدیث ضعیف اور اسکے راوی مطعون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نجوم کی خود مدح کی ہے۔ یہ صحیح نہوتا تو وہ سبحانہ کاہے کو اسکی مدح کرتا۔ انبیاء علیہم السلام اس علم کے ماہر تھے۔ ابراہیمؑ کے حق میں ارشاد ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ہ اور اسی طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیم کو ملکوت آسمانوں کے اور زمین کے تاکہ ہووے وہ یقین کرنے والوں سے۔ دوسرے مقام میں فرمایا فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ پس ایک بار ستاروں میں نظر کی اور کہا میں بیمار ہوں۔ اور ادریسؑ نبی اپنے عہد میں سب سے زیادہ دانائے علم نجوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مواقع نجوم کی قسم کھائی ہے۔ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ ہ تحقیق کہ یہ قسم اگر تم جانو بڑی ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتا ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا الی قولہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا مراد اس سے بارہ برج اور سبعہ سیارے ہیں جو رات دن بحکم خدائے عزّ وجل ظاہر ہوتے ہیں۔ علم قرآن کے بعد کوئی علم علم نجوم سے اشرف نہیں۔ وہ علم انبیاء اور اوصیاء ان کے وارثوں کا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ اور ہم اس علم کو جانتے ہیں۔ ہارون نے کہا اے موسیٰ تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جہال اور عوام الناس کے سامنے اسکو ظاہر نہ کرنا کہ تم پر طعن کریں گے۔ اب ایک مسئلہ اسکے متعلق یہ بتائیے کہ میں اور تم دونوں سے پہلے کون مریگا۔ تم ضرور علم نجوم کی رو سے اسکو جانتے ہوگے۔ فرمایا میں تجھ سے

پہلے ہلاک ہونگا۔ نہ میں جھوٹ کہتا ہوں۔ نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ اور میری موت نزدیک ہے

تمام مسلمان حضرات ائمہؑ کے لونڈی غلام ہیں

پھر ہارون نے کہا ایک اور مسئلہ باقی ہے۔ اسکی بابت مجکو خبر دو اور رول تنگ نہو۔ فرمایا پوچھو۔ کہا تم کہتے ہو کہ تمام مسلمان ہمارے کنیز و غلام ہیں۔ اور ہمارا ان کے اوپر حق ہے اگر اسکو ہم تک نہ پہونچائیں تو مسلمان نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا جھوٹے ہیں وہ لوگ جو ہماری طرف اس قول کو منسوب کرتے ہیں۔ ایسا ہو تو بیع و شرا درست نہو۔ حال آنکہ ہم غلام اور کنیزیں خرید کرتے اور ان کو آزاد کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھاتے ہیں۔ مملوک مول لیتے ہیں اور ان کو بیٹا بیٹی کہکر پکارتے ہیں اور پاس بٹھا کر کھانا کھلاتے ہیں اور ان کاموں کو خوشنودی خدا کا موجب جانتے ہیں۔ اگر لونڈی غلام جانتے تو بیع و شرا کیونکر صحیح ہوتے۔ رسول اللہؐ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا اللہَ اللہَ فی الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز کو برپا رکھو اور لونڈی غلام کا اکرام کرو۔ پس جو کچھ تم نے سُنا ہے غلط ہے اور دعوٰی باطل۔ اور مال جو ہمارے پاس آتا ہے فقط ہدیہ ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ و صدقہ ہم پر حرام خون خوک کی برابر ہے اور غنائم و خمس کو رسول اللہؐ کے بعد ہی ہم سے روک دیا تھا۔ تو ہم بوجہ احتیاج ہدیہ کے قبول کرنے پر مجبور رہیں حسب قول رسول اللہ کے کہ اگر کراع میری طرف ہدیہ کیجائے تو قبول کروں اور ذراع پر دعوت کیا جاؤں تو اسکو اجابت فرماؤں۔ پس یہ سنت آنحضرتؐ کی روز قیامت تک باقی ہے۔

خمس سادات کے لئے زیادہ نہیں

بحار میں ملعکبری سے روایت ہے کہ اسنے باسناد خود امام موسی کاظمؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا

ہارون نے مجھ سے کہا تم کہتے ہو کہ خمس تمہارا حق ہے۔ کہا ہاں۔ کہنے لگا یہ تو بہت ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا جس خدا نے خمس ہمکو عطا کیا ہے یہ جان کر عطا کیا ہے وہ بہت نہیں۔ ہارون خاموش ہو گیا۔

نفیع انصاری کی بے حیائی

سید مرتضیٰ علم الہدیٰؒ نے درر غرر میں باسناد خود ایوب ہاشمی سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نفیع انصاری نام ہارون کے دروازے پر حاضر تھا۔ اُس وقت حضرت موسیٰ کاظمؑ اپنے حمار پر سوار وہاں تشریف فرما ہوئے۔ چوبدار آنحضرتؑ کے ساتھ باعزاز واکرام پیش آیا۔ اور جلدی اذن دخول ان کے لئے حاصل کیا۔ نفیع نے عبدالعزیز بن عمر سے کہ وہ بھی وہاں موجود تھا۔ پوچھا یہ کون شخص ہے۔ اُس نے کہا (تو نہیں جانتا) یہ شیخ آل ابو طالب اور بزرگ آلِ محمدؐ موسیٰؑ بن جعفرؑ صادق ہیں۔ نفیع نے کہا میں نے ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی عاجز نہیں دیکھا۔ یہ اس شخص سے اس طرح پیش آتے ہیں جو چاہے تو ان کو تاج و تخت سے محروم کر دے۔ اندر سے واپس آنے دو۔ میں ان کے ساتھ وہ باتیں کروں گا جن سے ان کو ایذا ہو۔ عبدالعزیز نے کہا ایسا کبھی ارادہ نکرنا۔ کیونکہ یہ اُس گھرانے کے ہیں کہ جو کوئی خطاب میں ان سے تعرض کرتا ہے۔ ایسا جواب پاتا ہے جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسکے واسطے عیب و عار باقی رہجاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت کاظمؑ وہاں سے برآمد ہوئے تو اس مردود نے آپ کے حمار کی باگ پکڑ لی اور کہا اے شخص تو کون ہے۔ آپ نے فرمایا اگر اس سے تیری مراد نسب ہے تو میں پسر محمدؐ حبیب اللہ بن اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ پسر ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ سکونت کی بابت پوچھتا ہے تو اُس شہر کا رہنے والا ہوں جہاں کا تمام مسلمانان اور تو اگر مسلمان ہے طواف کرتے اور حج بجا لاتے ہیں۔ مفاخرت کا سوال ہے تو قسم خدا کی ہماری قوم کے مشرکوں نے تمہارے مسلمانوں کو اپنی

برابر نہیں جانا یہاں تک کہ انھوں نے کہا یا محمّد اخرج الینا اکفاءنا من قریش اے محمد ہمارے ہمسروں کو قریش سے ہمارے۔ مابلے کو بھیجو۔ شہرت و ناموری کا مذکور رہے تو ہم وہ لوگ ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے نمازوں میں ہمارے اوپر درود بھیجنا واجب کیا ہے تو بھی کہتا ہوگا۔ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمّد وال محمّد وہ آلِ محمد ہم ہیں۔ حمار کی باگ چھوڑ اور ایک طرف ہو۔ راوی کہتا ہے کہ اسنے حمار کی باگ چھوڑی۔ حال آنکہ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ مختصر یہ کہ ہُبت ذلیل و خفیف ہوا عبدالعزیز نے کہا میں نے تجھکو منع نہ کیا تھا۔

عبدالصمد عباسی کی خیرہ چشمی کافی میں علی بن ابراہیم وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کہ اصحاب جناب صادق علیہ السلام سے شمار کیا گیا ہے ایک بار اپنے اصحاب کے ساتھ جا رہا تھا اور حضرت ابوالحسن موسیٰ استر پر سوار سامنے سے آتے تھے ان کو دیکھ کر ان سے کہنے لگا ذرا ٹھہرو۔ موسیٰ بن جعفرؑ آتے ہیں میں تمھاری ضیافت طبع کے لئے ان کو چھیڑتا ہوں۔ نزدیک آئے تو کہنے لگا یہ کیا سواری ہے جسپر بیٹھکر نہ کسی خون کا بدلہ لیا جائے نہ دشمن کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا تطأطأت عن سمو الخیل و تجاوزت فموّ العیر وخیر الامور اوساطھا کہ گھوڑے کی رفعت سے پست ہے اور گدھے کی پستی سے بڑھا ہوا ہے اور بہتر انکے درمیانی امور ہیں۔ عبدالصمد بند اور لاجواب رہ گیا۔

دیگر مکالمات و معاملات ہارون و دیگر عباسیان باآں حضرت صلوات اللہ علیہ

ہارون اپنے بیٹے مامون کے تشیّع کا باعث ہوا عیون اخبار الرضا

میں شیخ صدوق رح نے سفیان بن نزار سے روایت کی کہ اسنے کہا کہ ایک بار مامون نے اپنے اصحاب سے پوچھا۔ جانتے ہو کہ میں نے تشیّع کہاں سے سیکھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ کہا اپنے باپ ہارون الرشید سے۔ انھوں نے کہا یہ کیونکر۔ وہ تو دشمن اہلبیت تھا۔ جہاں سادات کو پاتا قتل کرتا۔ کہا وہ حکومت بادشاہی کے لئے تھا فَاِنَّ الْمُلْكَ عَقِيمٌ۔ اس میں نسب فائدہ نہیں دیتا۔ اسکی طلب میں باپ چچا بھائی بیٹے تک کو مار ڈالتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ اسکے ساتھ حج کو گیا تھا۔ مدینہ پہونچے تو اپنے حاجبوں کو کہا کہ جو کوئی مدینہ والوں اولاد مہاجرین و انصار و بنی ہاشم و دیگر قریش سے ہمارے پاس آنا چاہے تو پہلے اپنا نسب بیان کرے۔ پس جو کوئی آتا اپنے باپ دادا کا نام بتاتا۔ رشید اسکو پانچ ہزار دینار سے لیکر دو سو دینار تک باختلاف مراتب انعام دیتا۔ ایک روز فضل بن ربیع نے آکر کہا کہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب دروازے پر حاضر ہیں۔ اسوقت میں اور امین و مؤتمن میرے بھائی و دیگر امرا و رؤسا حاضر تھے۔ ہارون نے کہا اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ اور اذن دہندہ کو کہا ان کو اجازت دے تاکہ ہمارے فرش کے متصل آکر سواری سے اتریں۔ پس ایک پیر مرد جسکے بدن کو کثرت عبادت نے گھلا کر مشک کہنہ کی مانند کر دیا تھا اور زیادتی سجود سے پیشانی و بینی زخمی ہو رہے تھے اندر آئے۔ رشید کو دیکھا تو سواری سے اترنے کا قصد کیا اسنے چیخ کر کہا لا واللہ الا علی بساطی۔ حجاب نے بھی پیادہ ہونے سے منع کیا۔ ہم پر ان کی جلالت و بزرگی سے ان کا رعب چھا گیا۔ نزدیک آئے تو رشید نے لب فرش تک آگے بڑھکر ان کا استقبال کیا اور پیشانی اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ اور ہاتھ پکڑ کر صدر مجلس میں بٹھایا۔ اور سامنے بیٹھکر اس طرح باتیں کرنے لگا۔

ہارون ۔ اے ابوالحسن تمھاری عیال کس قدر ہوگی۔

امام موسیٰ ۔ پانچ سو اشخاص سے زیادہ۔

ہارون ۔ تمام اولاد ہیں۔

امام موسیٰ ۔ نہیں۔ اکثر آزاد کردہ غلام نوکر چاکر۔ اولاد عورت مرد سب تیس سے کچھ زیادہ ہیں۔

ہارون ۔ عورات کو ان کے بنی اعمام کے ساتھ شادی کیوں نہیں کر دیتے۔

امام موسیٰ ۔ تنگدستی اس سے مانع ہے۔

ہارون ۔ زمینداری کا کیا حال ہے۔

امام موسیٰ ۔ کبھی پیداواری ہوتی ہے کبھی نہیں۔

ہارون ۔ تمھارے اوپر کچھ قرضہ بھی ہے۔

امام موسیٰ ۔ ہاں دس ہزار دینار کا زیر بار ہوں۔

ہارون ۔ یا ابن عم میں تمکو اس قدر مال عطا کروں گا جس سے ذکور و اُناث اولاد کے عقد کر دو۔ اور قرضہ ادا کر دو۔ اور زمینوں میں اچھی طرح تر دّد کراؤ۔

امام موسیٰ ۔ یہ تمھارا صلہ رحم ہے اور نیک نیتی ۔ کیوں نہو۔ عبّاس عم نبیؐ اور بمنزلہ ان کے باپ کے تھے ۔ عم علیؑ بن ابی طالب اور بمنزلہ ان کے باپ کے۔ تم سے ہرگز بعید نہیں کہ ایسا کرو۔ تمھاری فراخ دستی کرم جبلّی اسی کی مقتضی ہے۔

ہارون ۔ اے ابوالحسن میں البتہ ایسا کروں گا۔

امام موسیٰ ۔ اے امیر المؤمنین حق تعالیٰ نے والیانِ امر و حکومت پر فرض کیا ہے کہ فقرائے اُمّت کے خبر گیر رہوں۔ ان کے قرضوں کو ادا کریں ۔ مُصیبت زدوں کی اعانت فرمائیں۔ بھوکے کو کھانا ننگے کو کپڑا عنایت کریں اور تم ان کاموں کے لئے سب سے زیادہ اولیٰ ہو۔

ہارون ۔ میں ضرور بالضرور ایسا کروں گا۔

پس امام موسیٰ اُٹھے اور ہارون بھی ان کے ساتھ اٹھا اور انکے سر و آنکھوں کو بوسہ دیا۔ اور ہم تینوں بھائیوں کو کہا اے عبداللہ۔ اے محمد۔ اے ابراہیم اپنے عمو کے ساتھ جاؤ۔ اور ان کی رکاب پکڑ کر ان کے کپڑے درست کرو اور ان کو سوار کرو۔ تا اینکہ ان کے مکان تک پہونچا آؤ۔ ہم ان کے ہمراہ گئے۔ راستہ میں امام موسیٰ نے آہستہ سے مجھ سے کہا تو خلافت پر فائز ہوگا۔ اُسوقت دیکھنا میرے فرزندوں کے ساتھ احسان کرنا اور بلطف و مدارا ان سے پیش آنا۔ حضرت کو پہونچا کر واپس آئے تو بموجب اس جرات کے جو مجھے اپنے باپ کے سامنے حاصل تھی۔ خلوت میں اس سے کہا اے امیر یہ کون شخص تھا جسکی تم نے اس قدر تعظیم کی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر استقبال کیا۔ صدر میں لاکر بٹھایا۔ باوب اسکے سامنے بیٹھے۔ پھر ہم کو رکاب تھام کر ساتھ جانے کا حکم دیا۔ ہارون نے کہا هٰذا امام الناس وحجة الله علی خلقه وخليفته علی عباده۔ یہ امامِ انام و حجۃ خدا ہیں اوپر خلقت کے اور خلیفۂ خدا ہیں بندگانِ خدا پر۔ و برواینے کہا۔

یا بُنیّ هٰذا وارث علم النبیین ‏ اے فرزند یہ وارث ہیں علمِ خدا کے۔ یہ موسیٰ هٰذا موسیٰ بن جعفر بن محمد کاظم بیٹے جعفر صادق علیہ السلام کے ہیں۔ اگر ان اردت العلم الصحیح فعند هٰذا علم صحیح کی خواہش ہو تو ان کے پاس ملیگا۔

مامون کہتا ہے کہ میں نے کہا اے امیر المومنین کیا یہ تمام صفتیں تمھارے لئے خاص نہیں۔ جواب میں کہا۔ میں امام جماعت ہوں۔ قہر و غلبہ سے ان پر حکومت کرتا ہوں۔ موسیٰ بن جعفر امام برحق ہیں۔ واللہ اے پسر وہ رسول اللہ کی جانشینی کے لئے مجھ سے اور تمام خلقت سے زیادہ حقدار ہیں۔ قسم خدا کی اے پسر اگر امر خلافت میں تو بھی میرے ساتھ نزاع کرے تو میں تیرا سر کاٹ لوں فان الملك عقيم۔ بعد ازاں مدینہ سے مکہ کو کوچ ہونے لگا تو ایک کیسہ دو سو دینار

کا فضل بن ربیع کو دیکر کہا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جا اور اس سے کہہ اس وقت ہمارا ہاتھ تنگ ہے۔ بعد میں تمھارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائیگا۔ اُسوقت میں نے کہا اے امیر المومنین اولاد مہاجر و انصار و دیگر قریش و بنی ہاشم اور اور لوگوں کو جن کے حسب و نسب بھی تم اچھی طرح نہیں جانتے پانچ پانچ ہزار دینار تک دیتے ہو اور موسیٰ بن جعفرؑ کو باین اعزاز و اکرام دو سو دینار دئے۔ یہ مقدار بہت تھوڑی تمھاری لائق شان نہیں۔ رشید نے کہا خاموش رہ لَا اُمَّ لَکَ اگر میں اسکو بہت سا مال دیدوں تو کون اسکا ضامن ہے کہ وہ کل کو اپنے شیعہ و موالی سے ایک لاکھ تلواروں کے ساتھ میرے اوپر چڑھائی نہیں کرنے کا۔ تحقیق کہ ان لوگوں کی فقیری ہی میرے اور تمھارے واسطے ان کی توانگری سے بہتر ہے۔

پھر مامون کہتا ہے کہ مخارق مُغنّی نے یہ ماجرا دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور رشید کے پاس جاکر کہا اے امیر المومنین میں مدینہ جاتا ہوں تو اہل شہر مجھ سے سوال کرتے ہیں اگر میری طرف سے انھیں کچھ نہ ملیگا تو جو تفضلات امیر المومنین کے میرے حال پر مبذول ہیں اور جو رتبہ اسکے نزدیک میرا ہے ظاہر نہوگا۔ رشید نے دس ہزار دینار کا اسکے لئے حکم دیا۔ مخارق نے کہا اے امیر یہ تو مدینہ والوں کے واسطے ہے۔ مگر مجکو قرضہ بھی دینا ہے۔ جسکا ادا کرنا ضرور ہے۔ اس نے دس ہزار دینار اور دئے پھر کہا میری لڑکیاں ہیں ان کا عقد کرنا چاہتا ہوں۔ جہیز کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے اسکے لئے دس ہزار مزید عطا کئے۔ پھر کہا اے امیر المومنین اپنے اور عیال و لڑکیوں اور انکے شوہروں کے لئے گزارہ کی صورت چاہئے۔ حکم دیا کہ اسکو ایک جاگیر دیجائے جسکا غلہ دس ہزار سالانہ کا ہو اور کہا ایک سال کی پیداوار اسی وقت اسکے حوالے کی جائے۔ المختصر مخارق چالیس ہزار دینار لیکر اٹھا۔ اور سیدھا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اس مردود نے جو معاملہ حضرتؑ کے ساتھ

کیا اور جو کچھ تم کو جائزے میں عطا کیا مجکو معلوم ہوا۔ میں نے حیلہ کرکے تیس ہزار نقد دس ہزار سالانہ غلہ کی زمین اس سے حاصل کی ہے۔ بقسم خدا کی مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ یہ جاگیر حضور کے نام کرتا ہوں اور روپیہ نقد حاضر ہے اسکو قبول کیجیے۔ فرمایا بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي مَالِكَ وَاَحْسَنَ جَزَاءَكَ۔ حق تعالیٰ تجھکو تیرے مال میں برکت دے اور جزائے خیر عطا کرے۔ میں اسمیں سے ایک درہم بھی نہ لونگا۔ اور اس جاگیر کو قبول نکرونگا۔ البتہ تیری عقیدتمندی قبول ہے۔ اب جا اور مجھ سے دوبارہ اس کے لئے نہ کہنا۔ مخارق نے دستہائے مبارک کو بوسہ دیا اور وہاں سے اُٹھ گیا۔

برکۃ السّباع (درندوں کے رکھنے کا مکان) اور امام موسیٰ کاظمؑ

فضل بن ربیع حاجب ہارون کہتا ہے کہ ایک روز رشید نے مجھے بلاکر کہا علی بن موسیٰ علوی کے پاس جا اور ان کو قید خانے سے نکال کر برکۃ السباع میں ڈالدے میں لیت لعل کرنے اور اس سے لطف و مدارا چاہنے لگا۔ مگر اسکا غیظ و غضب بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس نے کہا اگر تو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا۔ تو بجائے اسکی تجھکو وہاں ڈلوا دونگا۔ پس میں علی بن موسیٰ (راوی نے وہم[1] کیا کہ بجائے امام موسیٰؑ

[1] راوی کے اس وہم کی شاید یہ وجہ ہو کہ امام رضاؑ کو بھی مامون کے عہد میں ایک مرتبہ برکۃ السباع میں جانے کا اتفاق ہوا تھا جیساکہ ہم پیشتر لمعۃ الضیاء میں لکھ آئے ہیں۔ لیکن اس روایت میں اور حکایت ہذا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ موسیٰ کاظمؑ ہارون کی قید میں تھے۔ اور اس مردود نے آپ کو بارادۂ قتل آں حضرتؑ جبراً اسمیں گرایا تھا (باقی بر صفحہ آئندہ)

کے حضرت رضاؑ کا نام روایت کیا۔ کیونکہ ہارون کے پاس موسیٰؑ بن جعفر قید تھے نہ کہ علیؑ بن موسیٰ کما قالہ السید بن طاؤس) کے پاس گیا اور ان سے کہا امیر المؤمنین کا یہ حکم ہے۔ فرمایا جو کچھ تجھکو کہا ہے بجا لا۔ میں حق تعالیٰ سے طلب اعانت کرونگا۔ یہ کہکر میرے ساتھ ساتھ ہو لئے۔ چلتے تھے اور یہ دعا (مہج الدعوات میں مذکور ہے) پڑھتے تھے۔ برکہ پر پہونچے تو میں نے دروازہ کھولا اور حضرتؑ کو اس میں داخل کیا چالیس[4] درندے اس میں تھے۔ مجکو نہایت قلق تھا کہ ایسے سید بے نظیر کا قتل میرے ہاتھ پر واقع ہوا۔ اپنے آپ کو لعنت ملامت کرتا واپس آیا۔ رات کو نصف شب گزرنے پر خادم ہارون آیا کہ امیر المؤمنین تجھکو بلاتے ہیں۔ وہاں گیا تو کہا کل جو کام مجھ سے سرزد ہوا وہ بہت بُرا ہے۔ بتحقیق کہ میں نے ایک خواب دیکھا جسکی ہول و دہشت کا اثر ابتک اپنے دل پر پاتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ حربے ہاتھوں میں لئے میرے پاس داخل ہوئے۔ ان کے درمیان ایک مرد تھا جسکا چہرہ مانند ماہ درخشاں تھا۔ کسی نے کہا امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالب ہیں یہ سُنکر خوف مجھپر طاری ہوا۔ اور آگے بڑھا کہ قدمہائے مبارک کو بوسہ دوں وہاں سے ہٹا دیا اور کہا فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ کہ تم متولی امر خلافت ہو کر فساد کرنے اور قطع رحم کرنے لگے پس روئے مبارک میری طرف سے پھیر لی اور ایک دروازے میں داخل ہو گئے۔

(بقیہ سابقہ) بخلاف امام رضاؑ کے کہ زینب کذابہ کے علوی و فاطمی ہونے کی تکذیب کی نظر سے پہلے خود وہاں تشریف لیگئے اور صحیح و سالم باہر تشریف لائے۔ بعد ازاں اس کذابہ کو اسمیں ڈلوایا کہ درندوں نے اسکے ٹکڑے کر دیے۔ دونوں روایتوں میں اگر تشابہ ہے تو صرف اسقدر کہ درندوں نے جو کئی روز کے بھوکے رکھے گئے تھے۔ دونوں بزرگواروں کی تعظیم کی۔ اور گرد جمع ہو گئے۔ اور اصلا ایذا نہ دی ۱۲ منہ

اس سبب سے ترساں خواب سے بیدار ہوا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین!
مجکو تمہارا حکم تھا کہ انھیں درندوں کے آگے ڈالدوں سو میں نے حسب الحکم برکۃ السباع
میں ڈالدیا۔ کہا وائے ہو تیرے اوپر کیا درحقیقت تو نے انھیں وہاں ڈالدیا۔
میں نے کہا قسم خدا کی میں اُسی وقت وہاں گرا آیا تھا کہا جلد جاکر دیکھ اُنکا کیا حال ہے
میں نے شمع آگے لی اور روانہ ہوا۔ وہاں پہونچکر دیکھتا ہوں کہ آپ کھڑے نماز پڑھ
رہے ہیں اور درندے آپ کے گرد ہیں۔ واپس آکر ماجری رشید سے بیان کیا
وہ تصدیق نکرتا تھا۔ حتّٰی کہ وہاں آکر بچشم خود دیکھا۔ اور سلام کیا آنحضرت ع پر
آپ نے نماز سے فارغ ہوکر جواب سلام دیا اور فرمایا مجکو امید نہ تھی کہ تو اس
مقام میں مجھپر سلام کریگا۔ ہارون نے کہا میں عذر خواہی کرتا ہوں۔ میری خطا سے
درگزر کیجئے۔ فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے ہمکو اس مہلکہ سے بلطف وعنایتِ
خود نجات دی۔ فلہ الحمد۔ بعد ازاں وہاں سے نکلوا کر اپنے ہمراہ لایا اور تختِ
خلافت پر اپنی جگہ بٹھا کر خود بزانوئے ادب آگے بیٹھا۔ اور کہا اے ابن عم چاہو
تو ہمارے پاس بافراغت ودلجمعی رہو۔ ورنہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ہم نے تمہارے
اور تمھاری عیال کے لئے خلعت واموال کا حکم دیا ہے۔ فرمایا مجکو اموال کی ضرورت
ہے۔ نہ خلعت کی۔ مگر قریش میں کچھ لوگ اسکے مستحق ہیں (ان کے نام تبلائے)
ان کو دیدو۔ وہاں سے برآمد ہوئے۔ تو میں نے اُس دعا کی درخواست کی۔ فرمایا
ہمکو حکم نہیں کہ ہر کس وناکس کو یہ دُعا عطا کریں۔ مگر تیرے حق خدمت وحق صحبت
دونوں ہمپر ہیں۔ اسلئے تجھکو دیتے ہیں۔ اسکی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کر وہ دُعا
مجھے لکھوائی۔ چنانچہ میں نے ایک پارچہ میں باندھکر آستین میں رکھ لی۔ جب کبھی
اسکے ساتھ ہارون کے پاس گیا وہ ہنسا اور میری حاجت برآری کی۔ اور سفر
کیا تو حرز وامانِ الٰہی میں رہا۔ جب کسی شدت ومصیبت میں پھنسا اسکو پڑھ کر

فرج وکشایش کی دعا کی مستجاب ہوئی۔

منتہائے حلم و مروّت حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ اس نے کہا دریں اثنا کہ موسیٰ بن عیسیٰ عباسی اپنے مکان میں کہ مکہ کے سعی گاہ کے سامنے بنا ہوا تھا بیٹھا تھا کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ اپنے خچر پر سوار مروہ کی طرف سے آتے ہوئے دکھائی دئے۔ ابن سباح نام ایک مرد کو کہ قبیلۂ ہمدان سے اسکے پاس رہتا تھا اشارہ کیا۔ اس نے جا کر خچر کی باگ پکڑ لی۔ دعویٰ کیا کہ میری ہے۔ آپ پانوں سمیٹ کر اسکے اوپر سے اُتر آئے۔ اور غلام سے کہا کہ اسکا زین اُتار لو۔ اور خچر اسکے حوالے کرو۔ اس بے حیا نے کہا یہ زین بھی میرا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا جھوٹ کہتا ہے۔ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں کہ یہ زین محمد بن علی باقر علیہما السلام سے ہمکو پہونچا ہے۔ لیکن استر اسکو تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ جب میں نے اپنے آپ اسکو خرید کیا تھا۔

اسباب حبس و قتل آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ

ابن اثیر جزری نے تاریخ کامل اور ابن شہر آشوبؒ نے کتاب مناقب میں روایت کی ہے کہ ماہ رمضان ۱۷۹ھ میں ہارون عمرہ بجا لانے کی غرض سے مکہ گیا۔ بوقت واپسی مدینہ آیا تو بہت سے آدمیوں کے ساتھ روضۂ رسول خداؐ پر حاضر ہوا۔ اور تربت مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے اہالی موالی پر فخر جتانے کے لئے کہنے لگا السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا ابْنَ عَمِّ سلام ہو میرا تمپر اے رسول خدا اور اے پسر عم میرے۔ اُس وقت موسیٰ بن جعفرؑ بھی وہاں آئے۔ آپ نے بدیں عبارت زیارت پڑھی۔ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَبَہْ۔ یعنی بجائے ابن عم کے آنحضرتؐ کو بلفظ پدر یاد کیا۔ یہ سُننا تھا کہ ہارون کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ کہا اے ابو الحسن یہ

برا فخر تم کو حاصل ہے۔ پس آنحضرتؑ کو قید کر کے اپنے ساتھ عراق لیگیا۔

اور محمد بن بابویہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ کے بغداد میں آنے کا یہ سبب ہوا کہ ہارون کے چودہ ۱۴ بیٹے تھے۔ ان میں سے تین کو انتخاب کیا۔ محمد بن زبیدہ الامین کو ولیعہد اپنا کیا۔ عبداللہ المامون کو اسکے بعد نامزد خلافت کیا۔ قاسم المؤتمن کو مامون کے بعد۔ پھر چاہا کہ اس امر کو محکم اور مشتہر کرے اور خاص و عام کو اسپر مطلع فرمائے۔ اس لئے سنہ ۱۷۹ھ میں حج کو چلا اور علماء و فقہاء و امراء و قلمرو کو فرمان بھیجے کہ مکہ حاضر ہوں۔

یحیی بن خالد کی مکاری علی بن محمد نوفلی سے نقل ہوا ہے کہ ہارون نے جعفر بن محمد بن اشعث کو امین کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ اس سے یحیی بن خالد کو فکر ہوا کہ ہارون کے بعد خلافت امین کو ملے گی تو ابن اشعث اسکی طرف سے مالک و مختار ہوگا اور میرے سلسلہ سے دولت نکل کر اسکی اولاد میں چلی جائے گی۔ چونکہ پہلے سے جانتا تھا کہ وہ شیعہ[1] ہے لہذا یہ چال چلا کہ اپنے تئیں اسکے آگے شیعہ

[1] آل اشعث کے شیعہ ہونے کا سبب پیشتر کتاب کشف الحقائق میں مذکور ہوا کہ محمد بن اشعث سے منصور دوانیقی نے ایک ایسا آدمی طلب کیا تھا جسکو سادات حسنی و حسینی کو دھوکہ دینے کے لئے مدینہ بھیجے۔ اسنے اپنے ماموں ابن المہاجر نام کو اسکے سامنے پیش کیا۔ اسنے عبداللہ بن الحسن وغیرہ کو دھوکہ دیا۔ یعنی اپنے تئیں شیعیان خراسان کا فرستادہ بتاکر منصور کا دیا ہوا روپیہ اسکی نذر کیا۔ اور رسیدیں لکھوائیں۔ مگر حضرت صادقؑ بعلم امامت اسکے دھوکے میں نہ آئے۔ آپ نے فرمایا اے شخص اپنے بھیجنے والے سے کہنا کہ ہمکو نہ ستائے ہم اہل بیت رسالت ابھی بنی امیہ کے ظلم نابوں سے چھوٹے ہیں اسکو براہ صلہ رحم جاری امداد کرنی چاہئے تھی نہ یہ کہ جھوٹی تہمتیں لگا کر مورد آفات بنایا۔ پھر جو باتیں منصور اور ابن مہاجر کے درمیان ہوئی تھیں لفظ بلفظ اسکو سنائیں گویا وہ آنحضرتؑ ان دو میں تیسرے تھے۔

ظاہر کیا جعفر بہت خوش ہوا۔ اپنے تمام راز مخفی اسکے آگے بیان کر دئے۔ اور
کہا کہ امام زماں اسوقت موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ یحییٰ نے یہ تمام حال رشید سے کہا۔
اسکو غصہ تو بہت آیا مگر جعفر اور اسکے باپ کے حقوق پر نظر کر کے اسمیں متردد تھا
حتیٰ کہ کسی وجہ سے جعفر کو بیس ہزار دینار سرکار شاہی سے ملے تھے۔ یحییٰ نے کہا اے
امیر تم میرا اعتبار نہیں کرتے۔ اب موقعہ ہے۔ اسوقت جھوٹ سچ دریافت ہو جائیگا
اسنے حسب عادت اس بیس ہزار کا خمس موسیٰ کاظمؑ کو بھیجا۔ ہارون نے آدھی رات
کو آدمی بھیجکر جعفر کو بلوایا۔ ایسی ناوقت کی طلبی پر جعفر کا ماتھا کھٹکا کہ ضرور یحییٰ کا افسون
چل گیا۔ اسوقت اسی لئے مجھکو بلوایا ہے کہ قتل کرے۔ جلدی جلدی غسل کیا اور حنوط
لگایا اور برد یمنی اوپر لیکر خلیفہ کی حضور میں آیا۔ اس نے یہ ہیئت دیکھی تو کہا جعفر یہ کیا۔
کہا اے امیر المؤمنین! میں نے جانا کہ اسوقت طلب کرنے کا بجز ارادۂ قتل اور
کوئی باعث نہیں۔ مرنے کے لئے تیار ہو کر آیا ہوں۔ کہا تیرا یہ خیال درست نہیں
مگر مجکو خبر ملی ہے کہ تو موسیٰ بن جعفر کو اموال بھیجتا رہتا ہے۔ اور بیس ہزار دینار جو
حال میں سرکار سے ملے تھے۔ ان کا خمس بھی ان کو بھیجا ہے۔ جعفر نے کہا اللہ
اکبر اے امیر المؤمنین وہ مال تو میرے پاس بدستور رکھا ہوا ہے۔ کسی خادم کو
بھیجدو۔ وہ سر بمہر اس کو لے آئے گا۔ رشید نے نوکر کو اشارہ کیا کہ جعفر کی انگشتری
لو اور اسکے مکان پر جا کر وہ مال لے آؤ۔ جعفر نے اس کنیز کا نام جسکی تحویل میں مال
تھا اسکو تبلادیا۔ خادم گیا اور کنیز نے توڑے اشرفیوں کے نکال کر اسکے حوالے
کئے۔ رشید ان کی مہریں سلامت پاکر خوش ہوا۔ جعفر نے کہا اے امیر اس سے

(بقیہ سابقہ) منصور کو یہ حال معلوم ہوا تو کہا ہم اہل بیت میں ایک شخص محدث (ملہم) ہوتا
ہے۔ اس زمانے کے ملہم جعفر صادق ہیں۔ کسی سے ذکر نہ کیجو۔ یہی باتیں منصور کی اس قبیلہ کے
شیعہ ہونے کے سبب ہوئیں ۱۲ منہ عفی عنہ

آپ کو چغلخور کی افترا پردازی کا حال تحقیق ہو گیا۔ کہا سچ کہتا ہے۔ اب یہ مال واپس لے جاؤ۔ میں آیندہ تمھارے معاملے میں کسی کی بات نہ سنونگا۔ ہارون نے تو یہ کہا۔ مگر یحیی بدستور اسکے درپے رہا۔

یحیی بن خالد کا بعض اولاد اسمٰعیل بن جعفر صادقؑ کے ساتھ سازش کرنا

نوفلی کہتا ہے کہ یحیی بن خالد نے یحیی بن ابی مریم سے کہا کہ آلِ ابی طالب سے کوئی ایسا شخص بتلاؤ جسکو مالِ دنیا کی رغبت ہو (یہ واقعہ ہارون کے ۱۷۹ھ کے سفر سے پہلے سفر کا ہے) اس نے علی بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کا نام لیا۔ یحیی نے اسمٰعیل کو بلا کر کہا اپنے چچا موسی کاظمؑ کے شیعوں اور ان اموال سے جو ان کو شیعوں سے پہونچتے رہتے ہیں ہمکو مطلع کرو۔ اس بدبخت نے اسکی خوشنودی کے لئے کہا انکے مال کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ ایک اراضی جسکا نام سیریہ رکھا ہے۔ تیس ہزار دینار کو خرید کی۔ قیمت دینے لگے تو بائع نے کہا۔ مجکو فلاں سکہ کے دینار درکار ہیں۔ اُسکو خزانے میں واپس کیا اور جس سکہ کے وہ چاہتا تھا اور تیس ہزار دینار منگا کر اُسکے حوالے کئے۔ راوی کہتا ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ پیشتر امام موسٰی اپنے اس بھتیجے علی بن اسمٰعیل کے ساتھ مسلوک ہوتے اور اسپر وثوق رکھتے تھے۔ اور اس سے اپنے شیعوں کے نام خطوط لکھواتے تھے۔ پھر اسکی طرف سے مشتبہ ہو گئے۔ رشید عراق کو جانے لگا اور علی مذکور نے بھی اسکے ساتھ اس طرف جانے کا ارادہ کیا تو حضرتؑ نے اس سے کہا کس لئے تو وہاں جاتا ہے۔ کہا مفلس و قرضدار ہو گیا ہوں اور عیالدار ہوں۔ فرمایا تیرا قرض میں ادا کرونگا۔ اور عیال کی خبرگیری کرونگا۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا۔ تب حضرتؑ نے اپنے بھائی محمد بن جعفرؑ کے ہاتھ تین سے (۳۰۰) دینار اور چار ہزار درہم بھیجے کہ یہ تیرا زادراہ ہے۔ مگر تو میری اولاد کو یتیم نکرنا۔ بروایت دیگر علی بن اسمٰعیل نہیں وہ محمد بن اسمٰعیل تھا۔ اور حضرتؑ نے

بہت کچھ احسان اسپر کئے تھے اور وہ آپ کے جملہ حالات سے واقف تھا۔ یحییٰ نے
بہت سا مال بھیجکر بامر خلیفہ اسکو بغداد میں بلوایا۔ جانے لگا تو حضرت موسیٰ کاظمؑ
کی خدمت میں آیا۔ آپ نے کہا برادرزادے کہاں کا ارادہ کیا۔ کہا بغداد کا۔ چونکہ
قرضدار پریشان حال ہوگیا ہوں۔ فرمایا میں تیرا قرض ادا کرونگا اور تیرے اخراجات
کا متکفل ہونگا۔ مگر اسنے قبول نہ کیا اور کہا مجکو وصیت کیجئے۔ فرمایا انظر یا ابن
اخی لا تؤتم اولادی۔ برادرزادے دیکھنا میری اولاد کو یتیم نکرانا۔ یہ کہکر تین سو
دینار اور چار ہزار درہم اسکو زاد راہ کے لئے عطا کئے۔ وہاں سے اُٹھا تو فرمایا
یہ ضرور میرے قتل میں سعی کریگا اور میری اولاد کو یتیم کئے بغیر نرہیگا۔ حاضرین
نے کہا یا ابن رسول اللہ! آپ یہ حال جانتے ہیں اور پھر اسکے ساتھ اس قدر مال
وزر سے سلوک ہوتے ہیں۔ فرمایا مجکو اپنے آباء طاہرین کے واسطے سے رسولخدا
صلی اللہ علیہ وآلہ سے پہونچا ہے ان الرحم اذا قطعت فوصلت ثم قطعت
قطعہا اللہ۔ یعنی اگر کوئی اپنے رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحم کرے وہ رشتہ دار
قطع رحم کرے اور یہ پھر اسکو وصل کرے اور وہ پھر قطع کرے، تو اللہ تعالی اس قطع
کرنے والے سے اپنی رحمت قطع کرتا ہے اور اسکو عذاب ابدی میں گرفتار فرماتا ہے
غرض پسر اسمٰعیل بغداد میں پہونچا تو یحییٰ نے اسکی خاطر و مدارات کی۔ اپنے گھر میں
اُتارا اور سمجھایا کہ خلیفہ کے آگے اپنے چچا کے حق میں ایسی باتیں کرے جن سے اسے
غصہ آئے۔ یہ پخت و پز کرکے اسکو خلیفہ کے پاس لیگیا۔ علی نے سلام کرکے کہا
میں نے کبھی یہ بات نہیں دیکھی تھی کہ ایک زمانے میں دو خلیفہ ہوں۔ تو یہاں خلیفہ
ہے اور موسیٰ کاظمؑ مدینہ میں۔ اطراف آفاق سے مال اسکے لئے آرہا ہے۔ لوگ
ان کو خراج دیتے ہیں۔ وہ سلاح و سامان جمع کررہے ہیں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ دو لاکھ
درہم اسکو دئے جائیں۔ مگر یہ مال اسکو نصیب نہوا کیونکہ عارضہ خنیق ایسا لاحق ہوا

کہ تمام امعاء و احشاء کٹ کر پاخانہ کے راہ باہر نکل آئے۔ روپیہ آیا تو علی کا نزع کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں بکمال حسرت و افسوس جان دی اور روپیہ خزانہ شاہی میں جہاں سے آیا تھا واپس کیا گیا۔

ہارون کا بہ بہانۂ حج حجاز کو جانا اور امام موسیٰ کاظم کو گرفتار کرنا

اس سال یعنی ۱۷۹ھ ہارون نے مکہ میں اپنی اولاد کی خلافت کے استحکام اور امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی گرفتاری کے لئے عزم حجاز کیا۔ اور ایک فرمان ملک کے امراء و عظماء اہلِ علم و اہلِ سیف کے نام بھیجا کہ سب مکہ میں جمع ہوں تاکہ ان سے امین مامون مؤتمن کی بیعت لے۔ اور ان کی ترتیب دار ولیعہدی کو دنیا میں مشتہر کرے۔ وہ پہلے مدینہ آیا۔ یعقوب بن داؤد کا بیان ہے کہ جس زمانے میں ہارون مدینہ میں مقیم تھا۔ تو میں ایک رات یحییٰ بن خالد کے مکان پر گیا۔ اُس نے کہا آج خلیفہ روضۂ رسول اللہ پر کچھ کلمات معذرت کے کہہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کل موسیٰ کاظمؑ کو گرفتار کرائے گا۔ دن ہوا تو اس لعین نے فضل بن ربیع کو بھیجا۔ اسنے جس وقت کہ حضرتؑ اپنے جد بزرگوار کی قبر کے نزدیک مشغولِ نماز تھے اثنا نماز میں گرفتار کیا۔ اور کشاں کشاں مسجد سے باہر لے چلے۔ آپ قبر مبارک رسول اللہؐ سے خطاب کر کے کہتے تھے یارسول اللہ میں تم سے شکایت کرتا ہوں جو کچھ کہ اس اُمت جفاکار کے ہاتھ سے تمھاری اہل بیت اطہار کو پہونچ رہا ہے۔ آدمیوں نے شور نالہ و فغاں بلند کیا۔ مگر بے سود۔ ہارون دون کے سامنے لیگئے تو اس ملعون نے بہت کچھ ناسزا آپ کو کہا اور حکم دیا کہ قید رکھیں اور دو محمل مرتب کئے اور کچھ سوار دونوں کے ہمراہ کئے۔ (ایک کو بصرہ بھیجا دوسرے کو بغداد) تاکہ کسی کو معلوم نہو کہ کس سمت لیگئے۔ بصرے والے میں آپ کو سوار کیا اور حسان سروی کو ساتھ کر کے

کہا کہ عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے سپرد کرے۔ یہ عیسیٰ ہارون کا چچازاد اور اسکی زوجہ زبیدہ کا حقیقی بھائی اسوقت حاکم بصرہ تھا۔ ساتویں تاریخ ذی الحجہ کی داخل بصرہ ہوئے۔ اور حسان نے روز روشن میں آپ کو عیسیٰ کے سپرد کیا۔ اس نے اپنے دیوانخانے کے پہلو میں ایک حجرے میں محبوس کیا۔ اور خود عید کے عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔

بصرہ اور امام موسیٰ الکاظمؑ بصرہ وہ مقام ہے کہ آپ کے جد امجد امیرالمؤمنین علیہ السلام کے عہد خلافت میں سب سے پہلے وہاں سے آتش بغاوت مشتعل ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ کو فوج کشی کرکے ان کی سرکوبی کرنی پڑی اس لئے یہ شہر آنحضرتؐ کے نزدیک مبغوض ترین اماکن تھا۔ جو خطبہ اسکے فتح کرنے کے بعد آپ نے وہاں فرمایا اُس میں سے چند فقرات یہ ہیں۔

اے اہل بصرہ اے اہلِ موتفکہ (منقلب شدہ زمین) جو تین مرتبہ معہ اسکے سکّان کے منقلب ہو چکی۔ اور حق تعالیٰ کو چوتھی مرتبہ پھر اسکو الٹنا باقی ہے۔ اے ناقص العقل عورت کے لشکر والو! اور اے حیوان لا یعقل (جمل عسکر نام) کے مددگارو! اُسنے فریاد کی تو تم نے اسکی دعوت کو قبول کیا۔ پے کیا گیا تو بھاگ نکلے۔ تمھارے اخلاق قبیح و حقیر ہیں۔ اور تمھارا دین شقاق و نفاق۔ تمھارا پانی تلخ و شور۔ تمھارا ملک نشیب و پستی کی وجہ سے تمام عالم کی نسبت آسمان سے دُور اور رحمت الٰہی سے مہجور ہے۔ بدی کے دس حصوں سے نو حصے تمھارے میں آئے ہیں اور ایک تمام جہان پر تقسیم ہوا۔ جو یہاں رہتے ہیں معصیت الٰہی میں گرفتار۔ جو نکل گئے عفو و بخشش کے سزاوار الخ۔

اور کتاب عقد الفرید ابن عبد ربہ میں ہے کہ اصمعی نے کہا بصرہ تمام عثمانی ہے وہ روز جمل سے عثمانی ہوا۔ جب سے کہ اسکے باشندے عائشہ۔ طلحہ۔ زبیر کی

حمایت کو کھڑے ہوئے۔ اور علیؑ ابن ابی طالب نے ان کو قتل کیا۔ ایک بصری سے پوچھا علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ کہا کس طرح اُس شخص کو دوست رکھوں جس نے میری قوم سے بیس ہزار آدمی پہر ڈیڑھ پہر میں مار ڈالے۔ ابوالعباس کے سامنے کوفہ و بصرہ کا ذکر آیا تو اس نے کہا کوفہ اعضائے بدن انسان میں مثل لہاۃ (کاگ) کے ہے کہ آب شیریں و سرد اسکے پاس آتا ہے اور بصرہ مثل مثانے کے ہے کہ متغیر و فاسد ہو کر آتا ہے۔

حجاج یوسف کہا کرتا تھا کہ کوفہ مثل حسین و دوشیزہ عورت کے ہے اور بصرہ مانند بڑھیا گندہ دہن کے جس سے تمام زیور و زینت جُدا کر لئے جائیں۔

حذیفہ بن یمان صحابی رسولِ خداؐ کا قول ہے کہ بصرہ والے کبھی کسی ہدایت کا دروازہ نہیں کھولتے اور ضلالت و گمراہی کا دروازہ بند نہیں کرتے۔ طاعون تمام عالم سے اُٹھا لیا گیا۔ الّا اہل بصرہ کہ وہ بدستور اس میں مبتلا ہیں۔

غرض ہارون کو خوف تھا کہ مدینہ یا اثنارِ راہ میں مسلمان فرزندِ رسولِ خداؐ کے بجرم و خطا قید ہونے پر بگڑ جائیں اور آنحضرتؑ کی حمایت کر کے آپ کو اسکے آدمیوں کے ہاتھ سے چھین لیں۔ اسلئے دو محملیں مدینہ سے نکالیں جن پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ مگر حسان کو بصرے کے ناصبیوں سے یہ اندیشہ نہ تھا۔ تو اسنے دن کو علانیہ طور سے آپ کو حاکم بصرہ کے سپرد کیا۔

واضح رہے کہ بصرہ میں پرانی آبادی کے علاوہ عرصہ دراز سے ایک اور آبادی لب دریا نئی ہو گئی ہے جو علی مقام کے مقدس نام سے تعبیر کیجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؑ جب تک جمل سے فراغت پاکر اس جگہ ٹھہرے ہیں اسی جگہ کے اردگرد آبادی ہو کر ایک پر رونق حصہ شہر کا بنگیا ہے۔ بہرکیف شیعوں کو ابتک بھی بصرہ سے کوئی دلچسپی نہیں۔ جو لوگ زیارت عتبات عالیات

کو جاتے ہیں اس قدر یہاں ٹھہرتے ہیں کہ جہاز تبدیل ہو جائے۔ یا بعض اوقات اس بقعہ مبارکہ کی زیارت کرنے کو تھوڑا سا قیام کرتے ہیں۔ ہاں ملکی لحاظ سے بصرہ اندنوں خلیج فارس کی تمام بندرگاہوں میں بڑی بندرگاہ ہے۔ اور ملک عراق کی کنجی خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ماہ گزشتہ میں انگریزوں نے اسی خیال سے ترکوں کے ساتھ سخت خونریزی کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ پس اسوقت بصرہ گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کے ماتحت ہے۔ لیکن چونکہ ہنوز لڑائی جاری ہے۔ نہیں معلوم کیا انجام ہوگا۔ الغرض حضرت امیر المومنین فاتحانہ طریق پر وہاں داخل ہوئے تھے۔ اور حسب دلخواہ اہل شہر کو ملامت و سرزنش فرمایا۔ مگر ان کے پڑپوتے حضرت موسیٰ کاظمؑ اسیر ہو کر قیدی کی حیثیت میں لائے گئے اور جیسا اوپر کہا گیا ایک حجرہ کے اندر عیسیٰ بن جعفر کے دیوانخانے کے پہلو میں قید رکھے گئے۔ دن رات میں دو مرتبہ حجرہ کا دروازہ کھولتے تھے۔ ایک دفعہ جبکہ وہ حضرت باہر اپنی طہارت کرتے۔ دوبارہ جب طعام آپ کے لئے لاتے تھے۔

محمد بن سلیمان کہتا ہے کہ کاتبان عیسیٰ سے ایک مرد نے مجھ سے کہا کہ اس بزرگوار نے ان ایام عید میں چند امور لہو و لعب اور گانے بجانے و دیگر فواحشات سے ایسے سنے اور دیکھے کہ میرا گمان نہیں کہ کبھی خاطر شریف میں ان کا خطور بھی ہوا ہو۔ ایک سال اس مردود کے پاس محبوس رہے۔ اس عرصہ میں ہارون دون نے چند بار اسکو لکھا کہ ان کو شہید کر دے۔ مگر اسکو جرأت نہوئی کہ اس امر شنیع پر اقدام کرے۔ اسکے دوست بھی اسکو اس حرکت سے مانع آتے تھے۔

عیسیٰ نے ہارون کو حضرتؑ کی بابت کیا لکھا

جب عیسیٰ کے پاس آپ کو قید ہوئے عرصہ گزر گیا تو اس نے ہارون کو لکھا موسیٰ بن جعفرؑ بہت عرصہ سے میرے پاس قید ہیں۔ میں انکو قتل نہیں کرنے کا-

کیونکہ جس قدر ان کے حالات کی تحقیق اور تفحص کی۔ بجز عبادت و گریہ و زاری و یادِ خدا و ذکرِ حق تعالیٰ شب و روز میں ان کا دوسرا شغل نہیں۔ بہت کان لگا کر سنا کہ کسی وقت مجھکو تجھکو یا کسی اور مخلوق خدا کو نفرین کرتے یا بہ بدی یاد کرتے ہوں۔ ہرگز نہیں وہ اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ دوسرے کا خیال تک دل میں نہیں آنے پاتا بنابراں کسی آدمی کو مقرر کرو کہ اسکے سپرد کر دوں۔ ورنہ میں ان کے تئیں رہا کر دونگا کیونکہ اس سے زیادہ انکا ایذا دینا اور قید رکھنا اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ عیسیٰ کے ایک جاسوس کا جسکو آنحضرت[ع] کے حالات دریافت کرنے کو مقرر کر رکھا تھا بیان ہے کہ ان ایام میں میں نے بارہا آنحضرت[ع] کی زبان مبارک سے سنا کہ بوقت مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات فرماتے تھے۔ پروردگارا! میں ہمیشہ تجھ سے سوال کرتا تھا کہ گوشہ عزلت و خلوت اپنی بندگی و عبادت کے واسطے عطا کر۔ جہاں بیٹھکر دلجمعی سے تیری عبادت بجالاؤں۔ خداوندا تیرا شکر ہے کہ یہ دعا میری تو نے قبول کی۔ اور جو کچھ میں چاہتا تھا مجھکو عطا فرمایا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

نرفت بر لب او شکوہ شکر کرد ادا | چہ اکشید چو یوسف ز سختی زنداں

غرض عیسیٰ کا خط پاکر ہارون نے ایک شخص کو مقرر کیا جو آنحضرت[ع] کو بصرہ سے بغداد میں لے گیا۔ اور فضل بن ربیع کے پاس قید کیا۔

اوقات بسر شبانہ روزی آنحضرت[ع] بروایت فضل بن ربیع

عبد اللہ قزوینی کہتا ہے کہ میں ایک بار فضل بن ربیع کے پاس گیا۔ وہ بالائے بام بیٹھا تھا۔ مجھکو دیکھا تو نزدیک بلا کر کہا اس روزن سے نگاہ کر۔ اس مکان زیرین میں کیا دکھائی دیتا ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا ایک کپڑا زمین پر پڑا ہے۔ کہا غور سے دیکھ میں نے تامل کر کے دیکھا تو کیا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی سجدہ میں پڑا ہے۔ کہا اسکو پہچانتا ہے کہ انہیں۔ اس نے کہا یہ مولیٰ تیرے امام موسیٰ کاظم ہیں میں رات دن

ان کو اسی حال میں دیکھتا ہوں۔ صبح اول وقت نماز پڑھکر طلوع آفتاب تک تعقیبات میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر سجدہ میں جاتے ہیں اور یہ سجدہ ان کا اسقدر طولانی ہوتا ہے کہ زوال آفتاب تک سر نہیں اٹھاتے۔ زوال ہوتا ہے تو ایک آدمی مقرر کر رکھا ہے وہ آپکو تحقیق زوال کی اطلاع دیتا ہے۔ تب سجدہ سے اُٹھکر بغیر اسکے کہ تجدید وضو کریں نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اس سے دریافت ہوتا ہے کہ بحالت سجدہ مطلق خواب نہیں کیا۔ نماز ظہر و عصر معہ نوافل بجالاکر پھر سجدہ کرتے ہیں اور یہ سجدہ غروب آفتاب تک مستمر رہتا ہے۔ غروب کے وقت سر سجدہ سے اُٹھا کر تجدید وضو کر کے نماز مغرب پڑھتے ہیں اور تا زوال حمرۃ مغربیہ نوافل و تعقیبات میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر نماز عشا اوّل وقت عشا میں بجالاتے ہیں۔ اور نوافل و تعقیبات پڑھ کر تھوڑی سی غذا سے افطار فرماتے ہیں بعد ازاں تجدید وضو کر کے سجدہ کرتے ہیں۔ اتمام سجدہ کے بعد قدرے لیٹ کر کمر سیدھی کرتے ہیں۔ پھر اُٹھکر طہارت بجالاتے اور مشغول نماز و دعا و تضرع و زاری بدرگاہ کبریا میں مشغول ہوتے ہیں۔ صبح تک ان کا یہی معمول ہے۔ جب سے ان کو یہاں لائے ان کی یہی عادت ہے۔ اسکے سوا میں نے دوسری بات نہیں دیکھی۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ باتیں اس سے سُنی تو کہا خدا سے ڈر۔ اور کبھی ان کے ساتھ بدی کا ارادہ نہ کرنا کہ تیری زوال نعمت کا باعث ہو۔ کیونکہ جس کسی نے ان کے ساتھ بدی کی۔ دنیا ہی میں اس کا بدلہ اسکو مل گیا۔

فضل نے کہا مجکو بار بار تاکید کی گئی کہ ان کو شہید کروں۔ مگر قبول نہیں کرتا۔ اور صاف کہدیا کہ یہ کام مجھ سے نہو گا۔ مجھے مار بھی ڈالیں گے تو ایسا نہیں کروں گا۔

قید ہارون سے آنحضرتؑ کا رہائی پانا

پہلی مرتبہ معجزات باہرات دیکھ کر ہارون دون نے آنحضرتؑ کو قید سے آزاد کر دیا تھا۔ مگر بتقاضائے خبث سریرت اس سے اس پر صبر نہ ہو سکا اور دوبارہ آپ کو گرفتار کرایا۔ اس دفعہ ایسے محبوس ہوئے کہ جان دے کر ہی اس قید سے رہائی پائی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔

بحارالانوار میں عیون الاخبار سے نقل ہوا ہے کہ فضل بن ربیع حاجب منصور نے کہا میں ایک رات اپنی ایک مدخولہ کنیز کے ساتھ بستر خواب پر لیٹا ہوا تھا کہ آدھی رات گذرنے پر در حجرہ میں جس میں ہم لیٹے تھے جنبش ہوئی۔ کنیز نے کہا خیر ہے ہوا سے ہلتا ہوگا۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ مسرور کبیر خواص خلیفہ دروازہ کھول کر اندر آیا اور بلا اسکے کہ سلام کرے کہا چلو امیر المؤمنین بلاتے ہیں۔ میں اپنی زندگی سے مایوس ہوا۔ دل میں کہا مسرور اور اسوقت میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہو اور مجھکو سلام تک نہ کرے یہ خالی از علت نہیں۔ میں ضرور قتل کیا جاؤنگا۔ جنابت کا غسل مجھپر واجب تھا مگر اسکے تیور دیکھکر اتنی جرأت نہوئی کہ غسل کرنے کی مہلت مانگوں۔ کنیز مجھکو حیران پریشان دیکھکر بولی۔ خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہو۔ میں نے کپڑے پہنے۔ اور مسرور کے ساتھ ہولیا۔ دارالامارہ میں پہونچا تو ہارون بھی رخت خواب میں تھا۔ میں اسکے سامنے زمین پر گرا۔ کہا رعب تیرے اوپر غالب ہوا۔ میں نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین۔ تھوڑی دیر مجکو بحالت خود رہنے دیا۔ میری حالت میں سکون ہوا تو کہا زندان میں جا۔ اور موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ کو رہائی دے۔ اور موازی تیس ہزار درہم اور پانچ پارچہ کا خلعت اور پانچ اسپ زین سواری کے اسکو عطا کر۔ بروایت دیگر اسکے پاس

مرعوبانہ داخل ہوا۔ کہا موسیٰ بن جعفرؑ کو اسی وقت قید سے رہا کر۔ اور اسّی ہزار درہم اور پانچ خلعتیں اور پانچ اسپ دے۔ اور کہدے اختیار ہے۔ چاہیں یہاں ہمارے پاس رہیں۔ ورنہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ میں نے کہا امیرالمؤمنین! یہ کیا بات ہے۔ پیشتر تو ان کی نسبت تمہارا یہ خیال نہ تھا۔ کہا میں اسی مقام پر سو رہا تھا۔ کہ ایک مرد سیاہ فام قوی ہیکل تناور کہ ویسا حبشی میں نے کبھی نہ دیکھا تھا میری خواب میں آیا اور اُچھل کر میرے سینہ پر سوار ہوا۔ اور میرا گلا دبا کر بولا تو نے موسیٰ بن جعفرؑ کو بظلم و ستم قید کر رکھا ہے۔ میں نے کہا ابھی ان کو چھوڑے دیتا ہوں اور مال و خلعت اسپر مزید کرتا ہوں۔ پس مجھ سے عہد و پیمان کیا اور خدائے عزّ و جل کو درمیان لیا تب میرے سینے سے اُترا۔ نہیں تو میرا دم نکل جاتا۔ فضل کہتا ہے کہ میں اس کے پاس سے نکلکر زندان میں پہونچا تو حضرت موسیٰ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پاس بیٹھ گیا۔ تا اینکہ آپ نے سلام پھیرا۔ اُسوقت سلام امیرالمؤمنین پہونچایا اور جو کچھ اسنے کہا تھا اس سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی جس صلہ و انعام کا حکم دیا تھا سامنے حاضر کیا۔ ارشاد کیا اسکے سوا کچھ اور حکم ہے تو اسکی تعمیل کر۔ میں نے کہا آپ کے جد امجد رسول اللہؐ کی قسم ہے کہ اُس نے آپ کے حق میں یہی حکم دیا ہے۔ فرمایا مجکو خلعت سواری اور مال کی حاجت نہیں۔ اس میں مسلمانوں کے حقوق شامل ہیں۔ میں نے کہا برائے خدا ایسا نکیجئے۔ ان کو واپس کیا تو اسکو اور غصہ آئے گا۔ فرمایا تو اچھا جو تو چاہے اسمیں عمل کر۔ غرض میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر زندان سے باہر لایا۔ اور عرض کی یا ابن رسول اللہ! تمکو جو اس شخص سے یہ کرامت حاصل ہوئی اسکا سبب ارشاد فرمائیے چونکہ میں نے یہ خوشخبری حضرتؑ کو پہونچائی اور آپکی رہائی میرے ہاتھ پر جاری ہوئی۔ لہذا میں اس استفسار کا حق رکھتا ہوں۔ فرمایا شب چہارشنبہ حضرت رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا اے موسیٰ تم مظلوم و محبوس ہو۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ میں مظلوم و محبوس

ہوں۔ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔ میں وہی جواب دیتا تھا۔ فرمایا وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ صبح کو بہ نیت روزہ اُٹھو اور اسکے بعد پنجشنبہ وجمعہ کو بھی صائم رہو۔ جمعہ کو افطار کے وقت بارہ رکعت اس طرح پڑھو کہ ہر رکعت میں بارہ مرتبہ قل ھو اللہ ہو۔ چار رکعت پڑھ کر اس دعا کو پڑھو۔ یاسابق الفوت[1] یا سامع کل صوت یا محیی العظام وھی رمیم بعد الموت اسئلک باسمک العظیم الاعظم ان تصلی علی محمد عبدک ورسولک وعلی اھل بیتہ الطیبین وان تعجل لی الفرج مما انا فیہ۔ پس میں نے یہ عمل کیا۔ نتیجہ جو کچھ ہوا تو دیکھ رہا ہے۔

روایت دیگر بہمیں مطلب

نیز عیون اخبار الرضاؑ میں ہے کہ رشید نے موسی بن جعفر علیہما السلام کو حبس کیا تو ایک رات آنحضرتؑ کو اسکی طرف سے اندیشہ ہوا کہ آپ کو قتل کر دے گا۔ لہذا اُٹھے اور تجدید وضو کیا۔ اور روبقبلہ ہو کر چار رکعت نماز واسطے خوشنودی و رضائے حق تعالی کے ادا کی پھر یہ دعا پڑھی یا سیدی نجنی من حبس ھارون وخلصنی من یدہ یا مخلص الشجر من بین رمل وطین وماء ویا مخلص اللبن من بین فرث ودم ومخلص الولد من بین مشیمۃ ورحم ویا مخلص النار من بین الحدید والحجر ویا مخلص الروح من بین الاحشاء والامعاء خلصنی من ید ھارون۔

---

[1] اے سبقت کرنے والے اور بڑھ جانے والے کسی کار کے فوت سے اور اے سُن لینے والے ہر ایک آواز کے۔ اور اے زندہ کرنے والے ہڈیوں کے حال آنکہ وہ گل کر خاک ہو گئی ہوں۔ سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے اسم عظیم واعظم سے کہ درود بھیج تو محمدؐ اپنے بندے اور رسولؐ پر اور اہل بیت طاہرین وطیبین کے اوپر اور جلدی کر میرے لئے کشادگی اس قید سے کہ جسمیں میں مبتلا ہوں ۱۲۔

جوں ہی یہ دعا کی ایک مرد سیاہ فام ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہارون کی خواب میں آیا اور سرہانے کھڑے ہوکر پکارا اے ہارون موسیٰ بن جعفرؑ کو رہا کر۔ نہیں تو اس تلوار سے تیرا سر اُڑا دونگا۔ ہارون ڈرا۔ اور حاجب کو بلاکر کہا کہ زندان میں جا اور موسیٰؑ کو رہا کر۔ حاجب نے جاکر دروازہ کھٹکایا۔ زندان بان نے کہا کون ہے؟ کہا خلیفہ کہتا ہے کہ موسیٰؑ کاظم کو قید سے رہا کر۔ اس نے پکار کر کہا اے موسیٰؑ تمکو خلیفہ بلاتا ہے۔ آپ کو اندیشہ ہوا کہ رات کو اسوقت طلب کیا ہے۔ ضرور کسی بدی کا قصد رکھتا ہوگا۔ پس محزون و گریاں زندگی سے مایوس اُٹھے۔ اور ترساں و لرزاں اسکے پاس داخل ہوئے اور فرمایا سلام علی ھارون اسنے جواب سلام دیا اور کہا تم کو خدا کی قسم۔ سچ کہنا تم نے اس آدھی رات کے وقت کوئی دعا پڑھی ہے؟ فرمایا ہاں پڑھی ہے۔ اور تجدید طہارت کرنے اور چار رکعت نماز بجالانے اور دعا پڑھنے کی تمام کیفیت اسکے آگے بیان کی۔ ہارون نے کہا حق تعالیٰ نے تمھاری دعا قبول کی۔ یہ کہہ کر خلعت منگوائی اور اوپر تلے تین خلعت آپ کو پہنائی اور اسپ خاص اپنی سواری کا مرحمت کیا۔ اور ندیم خاص کا عہدہ عطا کیا۔ پھر استدعا اس دعا کی آپ سے کی۔ آپ نے دعائے مذکور اسکو تلقین فرمائی۔ اس نے حاجب کو کہا کہ محل قیام تک حضرتؑ کے ساتھ جائے۔ اسوقت سے وہ حضرتؑ اسکے نزدیک مکرم و محترم ہوگئے۔ ہر پنجشنبہ کو اسکے پاس تشریف لاتے۔ تااینکہ دوبارہ قید کیا اس دفعہ سندی بن شاہک کے سپرد کیا۔ اس ملعون نے بزیر ستم آپ کو شہید کردیا۔

روایت دیگر بحار میں ہے کہ عبداللہ بن مالک خزاعی نے کہا مجکو ہارون الرشید نے بلاکر کہا اے ابو عبداللہ اگر کوئی امر پوشیدہ تمھارے سپرد کیا جائے تو اس میں تمھارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا امیرالمؤمنین! میں تمھارا غلامان غلام ہوں

کہا تو اس حجرے میں جا اور جسکو اسکے اندر پائے اپنے ساتھ لیجا اور حفاظت سے پاس رکھ جبتک کہ اسکی بابت تجھ سے سوال کروں۔ میں حجرے میں گیا تو وہاں امام موسیٰ بن جعفرؑ کو پایا نظر مبارک آنحضرتؑ کی میرے اوپر پڑی تو آپکو سلام کیا اور اپنی سواری پر آپ کو سوار کرکے اپنے مکان پر لایا اور زنان خانے میں ایک مکان میں رکھکر مقفل کیا اور اسکی کنجی اپنے پاس رکھ لی۔ پس بنفس خود آپ کی خدمت بجالاتا اس طرح پر کچھ عرصہ گزر گیا۔ ایک روز بےخبر بیٹھا تھا کہ رشید کا قاصد آیا کہ اَجب امیر المؤمنین۔ میں اسکے ساتھ گیا دیکھا تو بیٹھا ہے اور دو بستر اسکے دہنے بائیں بچھے ہیں سلام کیا۔ بجائے اسکے کہ جواب سلام دے کہنے لگا ما فعلت بالودیعۃ ہماری امانت کا کیا حال ہے۔ میں نہ سمجھا تو کہا ما فعل صاحبک تیرا صاحب کیسا ہے۔ میں نے کہا اچھا ہے اے امیر المؤمنین! کہا وہاں جا اور تین ہزار درہم دے کر اسکو رخصت کر کہ اپنے مکان کو اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جائیں۔ میں اُٹھنے لگا تو کہا جانتا ہے اسکا کیا سبب ہوا۔ کہا نہیں کہنے لگا میں اس دہنے ہاتھ والے بستر پر پڑا سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے اے ہارون! موسیٰ بن جعفر کو رہا کر۔ میں چونکا تو دل میں کہا یہ خیال ہے۔ خواب نہیں۔ اور دوسرے بستر پر جو میرے بائیں ہاتھ پر ہے جا لیٹا۔ پھر وہی شخص خواب میں دکھائی دیا کہ ہارون! میں نے تجھسے نہیں کہا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو رہا کر مگر تو نے نہیں کیا۔ میں جاگ گیا اور استعاذہ کرکے اس بستر پر جہاں اب بیٹھا ہوں سو یا تو وہی شخص بعینہ پھر نظر آیا اُسکے ہاتھ میں ایک حربہ تھا جسکا ایک سرا مشرق دوسرا مغرب تک چلا گیا تھا۔ اسکو مجھے دکھا کر کہا قسم خدا کی اے ہارون اگر تو نے موسیٰ کو چھوڑا تو اسکو تیرے سینے میں گھسیڑ دونگا کہ پشت سے نکل جائے گا۔ اسوقت میں نے تیرے پاس آدمی بھیجا کسی سے اسکا ذکر نہ کرنا ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھیگا

اگر میرے جد امجد رسول اللہ صلعم کی یہ حدیث مجکو نہ پہونچی ہوتی کہ ظالم بادشاہ سے تقیہ واجب ہے تو ہر آئینہ میں نہ جاتا۔ راستے میں میں نے کہا اے ابو ابراہیم عذاب الیم کے لئے آمادہ ہو جائیے۔ فرمایا کیا مالک دین و دنیا بادشاہ دوسرا میرے ساتھ نہیں۔ انشاء اللہ وہ آج میری عقوبت پر قادر نہوگا۔ پس دعا پڑھی اور دست مبارک کو تین مرتبہ سر کے گرد پھرایا۔ میں آگے بڑھکر رشید کے پاس اندر گیا تو اب اسکی حالت بدل گئی تھی۔ زن پسر مردہ کی طرح حیران کھڑا تھا۔ مجکو دیکھا تو کہا اے فضل میرے پسر عم کو لایا۔ کہا ہاں لایا۔ کہا تو نے ان کو ڈرایا ہوگا کہ میں ان پر غصہ ہوں۔ بتحقیق کہ جو اسوقت زبان سے کہتا تھا۔ دل میں نہیں تھا۔ اب ان کو اندر بلاؤ۔ آپ اندر تشریف لائے تو تپاک سے آگے بڑھا۔ اور دونوں ہاتھ گردن مبارک میں ڈالدئے۔ اور کہا مرحبا ہو تم پر اے برادر و ابن عم میرے اور وارث حقیقی میرے تاج و تخت کے۔ پس آنحضرت ع کو اپنے آگے بٹھالیا اور کہا کیا بات ہے کہ ہمارے پاس نہیں آتے۔ فرمایا تیری وسعت سلطنت اور دنیا کی طرف میل و رغبت میرے آنے سے مانع ہے۔ پس خوشبودان منگاکر غالیہ سے ریش مبارک کو معطر کیا۔ اور حکم دیا کہ خلعت گراں بہا آپ کے لئے حاضر کریں۔ اور دو توڑے اشرفیوں کے طلب کئے۔ فرمایا اگر ضرورت نہوتی کہ پسران و دختران آل ابو طالب کی شادی کروں تاکہ ان کی نسل دنیا سے مفقود نہونے پائے۔ تو البتہ میں اس مال کو قبول نکرتا۔ بعد ازاں شکر خدا گویاں باہر تشریف لیگئے۔ حضرت ع وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے ہارون سے کہا اے امیر المؤمنین تم ان کو عقوبت کرنا چاہتے تھے۔ یہاں آئے تو خلعت دیا اور نوازش فرمائی۔ ہارون بولا کہ جب تو ان کو بلانے گیا تو دیکھا میں نے کہ ایک گروہ نے میرے مکان کا احاطہ کر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں حربے تھے۔ ہر طرف سے ان حربوں کو قصر کی جڑوں میں داخل کر کے کہا اگر فرزند

رسولخدا کو ایذا پہونچائیگا تو اس قصر کو اٹھاکر تحت الثریٰ میں پہونچا دینگے اور ان کے ساتھ باحسان پیش آیا تو بحالت خود چھوڑ کر چلے جائینگے۔

راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد میں آنحضرتؑ کی خدمت میں داخل ہوا۔ اور عرض کی کیا عمل آپ نے کیا کہ اسکے شر سے محفوظ رہے۔ فرمایا میں نے دعا اپنے جد امجد علیؑ بن ابی طالب کی پڑھی۔ جسکو وہ حضرت پڑھکر جس لشکر پر جاتے اسکو منہزم فرماتے۔ جس شخص سے جنگ کرتے اسکو بچھاڑتے تھے۔ عرض کی وہ کونسی دعا ہے۔ فرمایا۔ اللھم بک اُساوِرُ واُحاوِلُ وبِکَ اُحاوِرُ وبِکَ اصولُ وبِکَ اَنتصِرُ وبِکَ اموتُ وبکَ احیی اسلمتُ نفسِی الیکَ وفوّضتُ امری الیکَ ولاحَولَ ولا قوۃَ الّا باللہ العلیِّ العظیم اللھمّ انّکَ خلقتنی ورزقتنی وسترتنی وعن العباد بلطف ماخولتنی واغنیتنی واذا ھویتُ رددتنی واذا عثرتُ قوّمتنی واذا مرضتُ شفیتنی واذا دعوتُ اجبتنی یاسیّدی ارض عنّی وقد ارضیتنی وصلی اللہ علی محمّدٍ والہ الطاھرین۔

بعضے از حالات زمان حبس آنحضرتؑ صلوات اللہ علیہ

پیشتر گزرا کہ آپ ہارون کی قید میں چار سال رہے۔ تقریباً ایک سال اس سے عیسیٰ بن جعفر کے پاس بصرے میں۔ باقی تین سال بغداد میں۔ بغداد میں زندان عام میں۔ فضل بن ربیع حاجب کے مکان میں۔ عبداللہ بن مالک خزاعی کے گھر میں۔ فضل بن یحیی برمکی کی تحویل میں۔ آخر میں سندی بن شاہک کوتوال بغداد کے پاس۔ چنانچہ اسی کی قید میں اسی ملعون کی زہر خورانی سے درجۂ رفیعہ شہادت پر

فائز ہوئے۔

بحار میں تتمہ روایت مذکورہ کہ سابق میں ذکر ہوئی اس طرح مذکور ہے کہ موسیٰ کاظم فضل بن ربیع کے پاس عرصۂ دراز تک اسیر رہے۔ ہارون نے بارہا اس سے خواہش کی کہ آنحضرتؑ کو قتل کرے۔ مگر اسکو جرأت نہوئی۔ اسلئے اسکو لکھا کہ فضل بن یحیٰی برمکی کے سپرد کرے اور ابن یحیٰی سے اسکا خواہاں ہوا۔ وہ بھی اسکی یہ آرزو پوری نہ کر سکا۔ مزید براں ہارون رقہ میں تھا کہ خبر ملی موسیٰ کاظم فضل بن یحیٰی کے یہاں عزت و آرام سے بسر کر رہے ہیں اس نے مسرور خادم کو بتعجیل تمام روانہ بغداد کیا کہ بیخبر فضل کے گھر میں جائے اگر یہ خبر صحیح نکلے تو دو خط اسکو دئے ایک عباس بن محمدّ کے نام کہ اتباع حکم و امتثال امر کرے۔ دوسرا سندی بن شاہک کے نام کہ جو کچھ عباس اسکو حکم دے عمل میں لائے۔ مسرور روانہ ہوا اور بغداد پہونچکر سیدھا فضل بن یحیٰی کے گھر میں داخل ہوا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیوں آیا ہے۔ جب دیکھا کہ حضرت اسکے گھر میں آرام و احترام سے ہیں تو عباس بن محمدّ اور سندی سے ملا۔ اور دونوں خط ان کے حوالے کئے۔ عباس نے خلیفہ کا خط پڑھا تو فضل بن یحیٰی کو بلوا کر سندی کے ہاتھ سے سو تازیانے لگوائے۔ پھر مسرور نے آنحضرتؑ کو اس سے لیکر سندی ملعون کے حوالے کیا۔ ہارون نے یہ معلوم کر کے دربار میں باواز بلند کہا۔ فضل بن یحیی نے ہماری نافرمانی کی۔ میں اسکو لعنت کرتا ہوں تم بھی لعنت کرو۔ سب نے کہا لعنت خدا ہو اسپر۔ یحیٰی نے یہ سُنا تو بہت تلملایا اور راہِ غیر معروف سے ہارون تک پہونچا اور مُنہ اسکے کان سے لگا کر کہا۔ اگر فضل نے عصیان کیا تو میں اطاعت کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین جو حکم دے اُسکو بجالاؤں۔ اس سبب سے ہارون یحیی اور اسکے بیٹے سے راضی ہو گیا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہوا کہ فضل نے میرے حکم کے خلاف کیا تھا۔ میں اس سے

ناخوش تھا۔ اب بہ گری۔ اسکا قصور معاف کرتا ہوں تم بھی اس سے راضی ہو جاؤ سب نے کہا جو امیر المومنین کا دوست ہے ہم اسکے دوست ہیں۔ جو اسکا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔

آپ رُہبانانِ بنی ہاشم سے ایک تھے بحار الانوار میں ثوبانی سے نقل ہوا ہے کہ ابوالحسن؏ موسیٰ کو تیرا چودہ برس ایسے گزرے تھے۔ جن میں ہر روز طلوع آفتاب سے زوال تک ایک سجدہ کرتے۔ ہارون اپنے مکان کی چھت پر چڑھتا اور وہاں سے زندان کے مکان میں جہاں وہ حضرت قید تھے آپکو سجدے میں پڑے ہوئے دیکھتا۔ ایک روز ربیع حاجب سے کہنے لگا اے ربیع یہ کیسا کپڑا ہے جسکو ہر روز اسی جگہ پڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ اُس نے کہا امیرالمومنین! یہ کپڑا نہیں۔ موسیٰ بن جعفر ہیں۔ ہر روز طلوع شمس سے زوال تک سجدے میں پڑے رہتے ہیں ان کا یہی معمول ہے۔ ہارون نے کہا اَمَا اِنَّ ھٰذا مِن رُھبان بنی ھاشم۔ آگاہ رہ کہ یہ رہبانان بنی ہاشم سے ہیں۔ ربیع نے کہا ایسے ہیں تو کاہیکو ان پر تشدد کرتا ہے اور قید کر رکھا ہے۔ کہا یہ تو ترک نہیں ہو سکتا۔

خلیفہ کا وار خالی گیا کتاب مستطاب جلاء العیون میں شیخ صدوق محمد بن بابویہ سے روایت ہوئی ہے کہ ہارون نے جب دیکھا کہ فضائل و معجزات و دیگر کمالات حضرت موسیٰ بن جعفر دن بدن زیادہ ہوتے اور شیعیان آنجناب اپنے تمام کلی و جزئی اُمور میں آنحضرت؏ کی طرف رجوع لاتے ہیں تو آتش حسد اسکے کانون سینہ میں مشتعل ہوئی۔ چونکہ کھلم کھلا آپ کو قتل کرنے کی جرأت نہ رکھتا تھا اسکی رائے شوم اس بات پر قرار پائی کہ اس امام عصر کو زہر دیکر قتل کیا چاہئے بنا براں ایک طبق پُر از خرما منگا کر چند دانے اس سے آپ زہر بار کئے۔ ما بقی ایک سینی میں رکھے۔ پھر تھوڑا سا زہر قاتل اور رشتہ و سوزن طلب کیا۔ اور

ایک دانہ ان میں سے اُٹھاکر دھاگہ کو زہر میں خوب آلودہ کیا اور چند بار خرمے کے اندر کو نکالا تا اینکہ جان لیا کہ دھاگہ کا زہر تمام دانہ میں اثر کر گیا۔ پس دانہ کو سینی میں رکھکر خادم کو دیا کہ حضرت موسٰی کاظم کے پاس لیجائے اور کہے کہ خرما نفیس خلیفہ کے پاس آیا تھا اُس نے چند دانے آپ اس میں سے کھائے باقی تمہارے پاس بھیجے ہیں۔ کیونکہ اس نے نہیں چاہا کہ بغیر آپ کے یہ خرما تناول فرمائے خادم وہ سینی خدمت میں لایا اور پیغام خلیفہ پہونچایا۔ حضرت نے خلال منگایا خادم خلیفہ سامنے کھڑا تھا آپ ایک ایک دانہ خلال میں چبھوکر اُٹھاتے۔ اور تناول فرماتے۔ ہارون کے ایک کتا پلا ہوا تھا جسکو وہ بہت دوست رکھتا تھا سنہری زنجیریں اسکی گردن میں بندھی ہوئی تھیں اسوقت وہ کتّا باعجاز حضرت بندوں سے رہا ہوکر زنجیروں کو کھینچتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ آپنے ایک دانہ اسکے آگے ڈالا۔ اتفاقًا وہی زہر آلود دانہ تھا۔ کتّا اسکو کھاتے ہی زمین پر پچھاڑیں کھانے اور فریاد کرنے لگا۔ تا اینکہ اسکا جسم پارہ پارہ ہوگیا۔ باقی دانے آپ نے تناول کئے۔ خادم خالی سینی کو ہارون کے پاس لے گیا۔ اسنے پوچھا تمام دانے انھوں نے کھالئے۔ کہا ہاں کھالئے۔ خلیفہ نے کہا پھر کیا حال تونے دیکھا۔ کہا کوئی فرق ان میں نہ پایا۔ مگر قصّہ کتے کے مرنے کا سُنکر بہت گھبرایا اور اسکے پاس آیا۔ جب دیکھا کہ اسکا جسم پارہ پارہ ہو رہا ہے تو خادم کو بلاکر کہا ابھی تیرے تئیں قتل کرتا ہوں۔ ورنہ اصل حال بیان کر۔ اسنے جب اپنے تئیں موت کے مُنہ میں پایا تو تمام واقعہ نقل کیا۔ ہارون نے کہا ہمکو موسی سے کوئی چارہ نہیں ہمارے خرمے کھائے اور کتّے کو مارا۔ اور ہمارا قیمتی زہر ضائع گیا۔

ایک کنیز صاحب جمال کا چونکہ اصل باعث ان لوگوں کے حقد و عداوت **خدمت اقدس میں پہونچنا** کا آنحضرات عالیات کے ساتھ فقط رشک

وحسد ہوتا تھا کہ ان کے فضل و کمال اور رجوع خلائق کو ان کی طرف دیکھکر انکے
دلوں میں پیدا ہوتا۔ اس لئے وہ ہمیشہ اسی فکر میں رہتے اور یہی کوشش کرتے
تھے کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ جہان کے نزدیک ان کا ہتک حرمت ہو اور وہ نظر
خلائق سے گر جائیں۔ مگر یہ آرزو ان کی دل کی دل ہی میں رہتی تھی بلکہ متعرض ہو کر
مزید ندامت اُٹھانی پڑتی تھی۔ اسی قبیل سے ہے قصہ ایک کنیز حسین وجمیل کا
جسکو ہارون نے آراستہ و پیراستہ کر کے زندان میں بھیجا کہ وہ حضرت اسکی
طرف التفات کریں اور اسکو بدنام کرنے کا موقعہ ہاتھ آئے۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب انوار سے نقل کیا ہے کہ جن دنوں
موسیٰ علیہ السلام ہارون کی قید میں تھے اس نے ایک کنیز خوبصورت کو زندان
میں آنحضرتؑ کی خدمت کو بھیجا تاکہ آپ اسکی طرف مائل ہوں اور اس سے
آپ کی قدر نظروں میں گھٹ جائے۔ یا اس مردود کو بہانہ آپ کے ضائع کرنے کا
ہاتھ آئے۔ جب کنیز کو خدمت اقدس میں لائے تو فرمایا مجکو اسکی ضرورت نہیں۔
تمھارے نزدیک ان کی قدر و قیمت ہوگی میں کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ خبر ہارون کو پہونچی تو
غصہ ہوا اور کہلا بھیجا۔ تمکو تمھاری رضا و خوشی سے اسیر نہیں کیا۔ تمھاری اجازت
کی ضرورت نہیں۔ اور آدمیوں سے کہا کنیز کو وہاں چھوڑ کر چلے آؤ۔ جب خادم کنیز
کو چھوڑ کر واپس آگئے تو ہارون نے ایک آدمی کو مقرر کیا کہ وہاں جاکر دیکھے اور
خبر لاوے کہ کیا حال ہے۔ اس نے واپس آکر بیان کیا کہ کنیز سجدہ میں پڑی ہوئی
قدوس قدوس سبحانک کہہ رہی ہے۔ ہارون نے کہا موسیٰ ابن جعفرؑ نے
اسکو جادو کر دیا۔ پھر کنیز کو بلوایا تو اسکا بند بند بدن کا کانپ رہا تھا گھڑی گھڑی آسمان
کی طرف دیکھتی تھی۔ ہارون نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ کہا عجیب حالت ہے۔ جب
وہاں گئی تو دیکھا کہ وہ مشغول نماز ہیں اور اصلا میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ آخر نماز

دیگر تدابیر قتل آنحضرت میں مجلسی علیہ الرحمہ نے بعض کتب معتبرہ سے
ہارون کی ناکامیابی
نقل کی ہے کہ ہارون لعین جس کسی کو آنحضرت ؑ کے قتل کی تکلیف دیتا وہ اس امر شنیع پر اقدام نہ کرتا۔ آخر اپنے عمال کو ملک فرنگ میں لکھا کہ وہاں کے باشندوں سے کچھ ایسے لوگوں کو بھیجے جو خدا و رسول کو نہ پہچانتے ہوں تاکہ ایک امر میں جو اسوقت ہمارے سامنے درپیش ہے ان سے اعانت لی جائے۔ انھوں نے اس طرح کے پچاس آدمی مہیا کر کے اسکے پاس بھیجدئے۔ ہارون نے ان سے اسلام و ضروریات اسلام کی بابت سوال کیا انھوں نے محض لاعلمی بیان کی۔ تب ان کو اس مکان میں جس میں آن حضرت ؑ قید تھے۔ آپ کے قتل کرنے کو بھیجا۔ اور خود اسکے روزن سے یہ دریافت کرنے کو کھڑا ہوا کہ کس طرح پر قتل کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب وہاں داخل ہوئے اور نظر حضرت ؑ کی ان کے اوپر پڑی تو ہتھیار ہاتھوں سے پھینکدئے۔ اور رعب و ہیبت سے آپکی تھرتھر کانپنے لگے۔ پھر آگے جاکر سربسجود ہوئے۔ اور گریہ و بکا کرتے تھے۔ آپ نے دست مبارک اپنے ان کے اوپر پھیرے اور انہی کی زبان میں انکے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ ہارون نے یہ عجیب کرامت مشاہدہ کی تو اسکو اندیشہ ہوا کہ مبادا فتنہ برپا ہو۔ اپنے وزیر سے کہا کہ جلد ان کو یہاں سے نکالو۔ ان کو باہر جانے کو کہا تو پچھلے پاؤں ادب کی رو سے ہٹے تاکہ آپ کی طرف پشت نہو۔ اور باہر آکر بلا اسکے کہ کسی سے اجازت لیں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

اپنے شیعوں کو قرب موت سے آگاہ کرتے ہیں
کلینی علیہ الرحمہ نے علی بن سوید سے روایت کی ہے کہ جس زمانے میں جناب موسیٰ ؑ ہارون کی قید میں تھے۔ میں نے ایک عریضہ خدمت اقدس

میں لکھا تھا کہ حال خیریت انتساب آنحضرت کا دریافت کیا۔ پھر چند مسائل آپ سے
استفسار کئے۔ کچھ مدّت بعد میرے عریضہ کا جواب صادر ہوا۔ شروع میں
حمد و ثنائے حق تعالیٰ اور بیان حقائق و معارف ربانی لکھکر تحریر فرمایا تھا کہ تیرا
خط پہونچا۔ تونے چند مسائل اس میں دریافت کئے تھے جنکے جواب میں تقیّہ کا
لحاظ اوران کا مخفی رکھنا مجکو روا تھا۔ اِسوقت جبکہ جان لیا کہ جباروں کی سلطنت مجھ سے
قطع ہوئی انکے تحت فرمان سے باہر جا رہا ہوں اور حق سبحانہ تعالیٰ کی سلطنت میں کہ
صاحب سلطانِ عظیم ہے داخل ہوتا ہوں اور دنیائے غدار سے جس نے کبھی اپنے
اہل سے وفا نہیں کی اور جنھوں نے اسکی محبت میں اپنے پروردگار کی مخالفت کی ہی
ہمیشہ ان کے خلاف رہی۔ مفارقت کرتا ہوں۔ اسلئے تیرے مسائل کا جواب لکھتا
ہوں تاکہ ہمارے متقی اور پرہیزگار شیعہ اپنے دین میں حیران نہ رہیں۔ پس خدا
سے ڈر اور جو کچھ تجھکو لکھتا ہوں اسکو نا اہلوں کے آگے ظاہر نکر اور اپنے پیشواؤں کو
مبتلائے فتنہ و مصائب مت کر۔ بتحقیق کہ سب سے پہلے جس امر سے تجھے آگاہ کرتا
ہوں وہ میری موت ہے۔ تجھے خبر دیتا ہوں کہ چند روز میں میں دنیا سے مفارقت
کروں گا۔ بغیر اسکے کہ اسکی جدائی پر جزع و فزع کروں یا جو کچھ راہ خدا میں کیا ہے۔
اُسپر نادم و پشیمان ہوں یا اینکہ اس قضائے حق تعالیٰ کی خوبی و خیریت میں شک و
شبہ کرتا ہوں تجھکو چاہئے کہ ولایت اہل بیت کے عروۃ الوثقیٰ سے متمسک ہو اور
سلسلہ وار یکے بعد دیگرے اماموں کا قائل ہو اور ہر ایک وصی کا بعد وصی کے
اعتقاد کرے۔ ان کے احکام کا اذعان اور قول و فعل پر راضی ہو۔ اور زنہار کہ مذہب
شیعہ کے سوا دوسرا مذہب اختیار کرے۔ ہرگز ان لوگوں کے دین و مذہب
میں شامل نہونا۔ کیونکہ یہ خائن ہیں۔ خدا و رسول کے ساتھ انکی امانت میں خیانت
کی ہے۔ کتاب خدا کو تحریف و تبدیل کیا۔ حق و الباطل امر و حکومت کی طرف رجوع کرنے

کی ہدایت کی گئی ان سے پھر گئے فاذاقھم اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ چکھائے اللہ ان کو عذاب خوف اور بھوک کا بسبب ان اعمال کے جو کرتے ہیں۔

جو ہزار باب علم کے رسول اللہ صلعم نے بروز وفات امیر المومنین کو تعلیم کئے جنکے ہر ایک باب سے ہزار باب اور کھلتے تھے وہ علوم حضرت موسیٰ کو حاضر تھے۔

کشف الغمہ میں اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ ہارون نے حضرت ابو الحسن موسیٰ کو قید کیا تو ابو یوسف و محمد بن الحسن شاگردان ابو حنیفہ آپ کے پاس داخل ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا دو باتوں سے ایک ہوگی یا ہم انکی برابر نکلیں گے یا امر مشتبہ رہیگا۔ پس آنحضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک مرد جو سندی کی طرف سے آپ کا پاسباں تھا آکر کہنے لگا کہ میری باری تمام ہوئی گھر جاتا ہوں کوئی ضرورت ہو تو کہدیجئے کل اپنے کام پر آؤں تو مہیا کر کے ساتھ لیتا آؤں۔ فرمایا مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔ وہ باہر گیا تو ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ عجیب بات ہے۔ یہ مجھ سے سوال کرتا ہے کہ اپنی حاجت بیان کروں۔ حال آنکہ اسکو صبح نہوگی رات ہی رات میں ہلاک ہو جائے گا۔ ابو یوسف نے محمد کو اشارہ کیا اور دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ راہ میں باہم کہتے تھے کہ ہم فرض و سنت میں ان سے کلام کرنا چاہتے تھے وہ غیب کی باتیں کرتے ہیں۔ پس ایک شخص کو اس پاسبان کے اوپر مقرر کیا کہ دیکھتا رہے کہ رات کو اسکا کیا انجام ہوتا ہے۔ وہ شخص اسکے مکان کے قریب ایک مسجد میں جا کر لیٹ رہا۔ صبح ہوئی تو اسکے گھر سے شور واویلا وامصیبتا کا

بلند ہوا - اور لوگ جمع ہو گئے - پوچھا کیا ماجریٰ ہے - کہا فلاں شخص نے برگ مفاجات قضا کی - واپس آکر محمّد و ابو یوسف کو خبر دی - دونوں پھر حضرتؑ کی خدمت میں آئے - کہ ہم تو جانتے تھے کہ آپ حلال و حرام سے آگاہ ہیں - یہ کہاں سے معلوم کیا کہ یہ شخص آج رات کو مر جائے گا - فرمایا یہ اُن ابواب علم سے ہے جو رسول اللہ صؐ نے قرب وفات میں امیر المومنینؑ کو تعلیم کئے تھے -

دیگر - ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے علی بن ابی حمزہ بطائنی سے روایت کی ہے کہ رشید نے اپنے نوکروں کو کہہ رکھا تھا کہ جس وقت موسیٰ بن جعفرؑ ہمارے پاس سے باہر نکلے ان کو مار ڈالنا - مگر وہ جب ایسا ارادہ کرتے تو خوف و رعب ان پر طاری ہوتا - اور اس سے باز رہتے - عرصہ گزر گیا اور اسکا مقصود حاصل نہوا - تو اس نے امر کیا کہ ایک صورت لکڑی کی کہ آنحضرتؑ سے مشابہ ہو بنائی جائے جب وہ نشہ میں ہوتے تو ان کو حکم دیتا کہ اس بُتِ چوبیں کو چھریوں سے ذبح کریں - جب بار بار ایسا کرنے سے اسکے عادی ہو گئے تو ایک روز نشہ پلا کر ان کو ایک جگہ جمع کیا - موسیٰ کاظمؑ وہاں سے نکلے وہ آپ کو دیکھکر حسب معمول حملہ آور ہوئے - آپ نے ان کا ارادہ معلوم کیا تو خزری و ترکی زبان میں انکے ساتھ باتیں کرنے لگے بمجرد اسکے چھریاں ہاتھوں سے پھینک کر قدموں پر گر پڑے - اور گریہ و زاری کرتے تھے - وہاں سے روانہ ہوئے تو ساتھ ساتھ گئے اور ان کے محل و مقام قیام تک مشایعت کی - ترجمان سے ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے کہا یہ مرد ہر سال ہمارے یہاں جاتا اور ہمارے قضیوں کو فیصل کرتا اور ایک کو دوسرے سے راضی کرتا ہے - خشک سالی میں اسکے ذریعہ سے ہم طلب باران کرتے ہیں - کوئی اور مصیبت نازل ہوتی ہے تو اسکی طرف پناہ گیر ہوتے ہیں - رشید نے عہد کیا کہ اب آئندہ انکو ایسا حکم نہ دوں گا -

عداوت و عناد مبدل بہ مناقب ابن شہر آشوب میں بشار غلام
محبّت و اعتقاد ہوتے ہیں آزاد کردہ سندی بن شاہک ملعون سے
نقل ہے کہ اُسنے کہا مجھکو سب سے زیادہ آل ابوطالب سے عداوت تھی۔
ایک روز سندی نے مجھے بلاکر کہا اے بشار! میں تجھے ایسے کام پر امین
کرتا ہوں جسپر ہارون نے مجھے امین کیا ہے۔ میں نے کہا تو مجھے اس سے
زیادہ اور کیا چاہیئے۔ کہا اُسنے موسیٰ بن جعفرؑ کو میرے حوالے کیا ہے۔ میں
تیرے سپرد کرتا ہوں۔ پس اپنے حرم سرا کے قریب ایک مکان میں
داخل کرکے میری تحویل میں دیا۔ میں نے اسپر متعدد قفل لگائے۔ جب کہیں جاتا
تو اپنی عورت کو دروازے پر بٹھلاتا۔ وہ وہاں سے میرے واپس آنے تک
نہ ہلتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی بغض و عداوت کو میرے دل میں اُنس و
محبت سے بدل دیا۔ ایک روز آنحضرتؑ نے مجھ سے کہا اے بشار جیل والے
زندان میں جا۔ وہاں ہند بن الحجاج ہے اُس سے کہہ۔ موسیٰ بن جعفرؑ نے تجھے
بلایا ہے وہ تجھے جھڑکے گا اور چلّائے گا۔ مگر تو کہنا انھوں نے جو کچھ پیغام دیا
میں نے پہونچا دیا اب تجھکو اختیار ہے اسکی تعمیل کر یا نہ کر۔ یہ کہکر چلا آئیو۔ بشار
کہتا ہے میں حسب الحکم وہاں گیا اور آپ کا پیغام اسکو پہونچایا۔ فی الواقع
جیسا آپ نے فرمایا تھا وہ چیخنے چلّانے اور بُرا کہنے لگا۔ میں نے کہا میں نے
انکا پیغام تجھے پہونچا دیا اب تجھکو اختیار ہے چاہے مان یا نہ مان۔ یہ کہکر چلا آیا۔
یہاں آکر صورت حال بیان کی تو فرمایا ہاں وہ ہمارے پاس آیا تھا۔ باہر آکر
اپنی زوجہ سے پوچھا۔ میرے پیچھے اس دروازے سے کوئی اندر گیا تھا۔ اُس نے
کہا قسم خدا کی یہاں کوئی نہیں آیا۔ نہ قفل کھولا۔ میں برابر دروازے پر بیٹھی رہی
جب تک کہ تو واپس نہ آگیا۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ ہند بن الحجاج مذکور غالبًا حضرت کے ساتھ یا آپکی وجہ سے بباعث تشیّع قید ہوا۔ اور علیحدہ مکان میں رکھا گیا تھا۔ آپ کو اپنی شہادت سے پہلے اسکا تصفیہ کرنا مدنظر ہوا تو آدمی بھیجکر بُلوایا۔ روایت ہے کہ وہ حاضر ہوا تو فرمایا اے ہند! اگر چاہتا ہے کہ قید سے رہائی ملے تو یہیں سے اپنے گھر کا راستہ لے کوئی تجھ سے متعرض نہیں ہونے کا۔ آخرت درکار ہے تو بدستور قید میں جا۔ میں تیرے لئے بہشت کا ضامن ہوں۔ اس نے کہا میں قید میں جانا رضائے پروردگار کے لئے بہتر جانتا ہوں اور وہ واپس آگیا

غل وزنجیر اور زندان کی دیواریں آپ کو کہیں جانے سے نہیں روک سکتی تھیں

نیز مناقب میں ہے کہ ابو الازہر ناصح بن علیہ برجمی نے کہا کہ ایک بار سندی بن شاہک کے مکان کے پاس کی مسجد میں میں اور ابن سکیت شاعر جمع ہوئے ہمارے درمیان عربیّت و زباں دانی میں گفتگو ہونے لگی۔ ایک مرد جس کو ہم نہیں جانتے تھے۔ ہمارے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے کہا تم کو زبان کی درستی سے دین کی درستی کی زیادہ حاجت ہے۔ اس ضمن میں امام وقت کا ذکر آیا تو اسنے کہا ان کے اور تمہارے درمیان صرف اس دیوار کا فاصلہ ہے۔ ہم نے کہا تیرا مقصود اس سے یہ اسیر (موسیٰ بن جعفرؑ) ہوگا۔ کہا ہاں۔ ہم نے کہا تو یہاں سے اُٹھ جا۔ ایسا نہو کہ یہ راز فاش ہو اور کوئی تجھکو ہمارے پاس بیٹھا دیکھے۔ اور ہم بھی تیرے ساتھ گرفتار ہو جائیں۔ اسنے کہا لا واللہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ میں ان کے امر و اشارے سے یہ کہتا ہوں۔ بتحقیق کہ وہ ہم کو دیکھتے اور ہماری باتیں سُنتے ہیں۔ اور چاہیں تو اس مجلس میں آکر ہمارے شریک ہو جائیں۔ ہم نے کہا تو ہم بھی یہی چاہتے ہیں ذرا ان کو یہاں بُلاؤ۔ یہ کلمہ زبان پر

تھا کہ ایک مرد دروازہ مسجد سے اندر آتا ہوا دکھائی دیا جسکو دیکھکر ہمارے
ہوش اُڑ گئے اور جانا کہ یہی موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں - ہم جلدی سے اُٹھے اور چاہا کہ مسجد
سے نکل جائیں - اتنے میں آواز آدمیوں کے آنے کی ہمارے کان میں آئی -
کیا دیکھتے ہیں کہ سندی بن شاہک بھی اُن کے پیچھے چلا آرہا ہے - وہ شخص جو
ہمارے پاس بیٹھا تھا کہیں کو نکل گیا - ہم نے پھر اُسکو نہ دیکھا اور موسیٰ بن جعفرؑ
محراب میں جاکر نماز پڑھنے لگے - سندی نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ انھیں دیکھو
روکو اور خود آپ کے آگے جاکر کہنے لگا ویحک اے موسیٰ تم اپنے سحر اور حیلوں
سے بند دروازوں اور قفلوں کے درمیان سے کب تک نکلتے رہوگے - یہاں آکر
ٹھہرنے سے تو بہتر یہ تھا کہ کسی طرف کو بھاگ ہی جاتے - تم چاہتے ہو کہ خلیفہ مجکو
مار ڈالے -

راوی کہتا ہے - قسم خدا کی ہم سُن رہے تھے - آپ نے فرمایا کَیْفَ اَهْرُبُ
وَلِلّٰہِ فِی اَیْدِیْکُمْ موقت لی یسوق الیھا اقدارہ وکرامتی علی ایدیکم - یعنی
کس طرح بھاگ جاؤں حالانکہ حق تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ہاتھوں میں میرا
وقت معین ہے جسکی طرف قضا لئے جارہی ہے - میری شہادت تمھارے ہاتھ پر
ہے - پس سندی ملعون نے حضرتؑ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے چلا -
اور اپنے آدمیوں کو کہا ان دونوں کو چھوڑ دو - اور راستے پر جاکر آمد و رفت خلائق
کو بند کر دو - تاکہ میں ان کو ہمراہ لے کر گھر پر آؤں -

وَاقِعہ شہادتِ آلِ سَرورؑ

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے قید خانے سے داؤد
زربی کو یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ کس شے نے تجھکو اس حرکت

پر برانگیختہ کیا جو میرے ساتھ عمل میں لایا کہ مجکو وطن سے آوارہ کیا۔ اور میرے اور میری اہل وعیال کے درمیان تفرقہ ڈالا۔ داؤد نے یہ کلام آنحضرت ؑ کا اس مردود کو پہونچایا تو جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ مجھ سے تمھارے معاملے میں کوئی قصور نہیں ہوا۔ حضرت ؑ نے دوبارہ آدمی بھیجا کہ راست کہتا ہے تو۔ مجکو اس قید سے رہائی دلوا۔ نہیں تو خدا سے تیری شکایت کرونگا۔ اور یاد رکھنا کہ میری دُعا خالی نہ جائیگی۔ آخر ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں سزائے افعال قبیح اس کو پہونچی اور بُری طرح سے مارا گیا۔ اور اسکا خاندان تباہ و برباد ہوگیا۔

حضرت امام رضا ؑ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ ضرور اپنے دوستوں کا انکے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے۔ اور ان کے ہوا خواہوں کو آفات سے نگاہ رکھتا ہے۔ دیکھو آل برمک سے حضرت ابوالحسن موسیٰ کا کیسا انتقام لیا۔ اور اولادِ اشعث کہ سخت خطرے میں تھے ان کی تمام بلائیں رد ہوئیں۔

کشف الغمۃ میں ہے حافظ عبدالعزیز نے احمد بن اسمٰعیل سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السّلام نے زندان سے ہارون کو پیغام دیا کہ

انہ لن ینقضی عنی یوم من البلاء جو روز میرے اوپر بلاؤ مُصیبت کا گزرے گا الا انقضی عنکَ مَعَہٗ یوم من الرخاء اسکے ساتھ وہ دن تیرا آرام وآسایش کا کٹیگا حتی انقضی جَمِیعًا الی یوم لیس انجام ان دونوں کا ایسے دن پر ہوگا جو منقضی لہ انقضاء ویخسر فیہا المبطلون۔ ہونے والا نہوگا۔ اور اہل بطلان اُس روز نقصان اُٹھائینگے اور عذاب اَبَدی میں مبتلا ہوں گے۔

حشر میں ہاتھ میرا اور تیرا دامان ہوگا۔ منصفی پیش خدا

شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے عباد مہلبی سے روایت کی ہے کہ جب ہارون نے ابو ابراہیم موسیٰ ؑ کو قید کیا تو جو تدبیریں آپ کے قتل کی سوچیں کارگر نہوتیں۔ غرائب

معجزات آنحضرتؐ دیکھکر دل ہی دل میں کڑھتا۔ آخر یحیٰی بن خالد سے کہا تو دیکھتا ہے کہ کیا کیا عجائبات اس مرد سے ظاہر ہوتے ہیں میں اسکے دفعیہ سے عاجز آگیا تو کوئی چارۂ کار کر جس سے ہمارے دل کا یہ خدشہ دور ہو۔ یحیٰی نے کہا اس کے اوپر احسان رکھو اور رہا کرو۔ کیونکہ اسکے قید رکھنے سے قلوب ہم سے بیزار ہو گئے۔ ہارون نے کہا تو تو جا اور اسکی بیڑیاں کاٹ ڈال۔ اور میری طرف سے سلام پہونچا کر یہ پیام دے کہ تمہارا ابن عم کہتا ہے۔ کہ میں نے تمہارے مقدمے میں قسم کھائی ہے کہ جبتک اقرار نکروگے کہ مجھ سے بدخواہی صادر ہوئی اور مجھ سے معافی نہ چاہو گے تم کو رہا نکروں گا۔ تمہارے لئے اس اعتراف میں کوئی منقصت نہیں۔ یحیٰی میرا معتمد علیہ اور وزیر ہے۔ اسکو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اسکے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر کے طالب عفو کرلو تاکہ میری قسم پوری ہو جائے۔ پھر جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔ جب یحیٰی نے یہ پیغام اسکا آنحضرتؑ کو پہونچایا تو فرمایا۔ میری عمر آخر ہوئی اور ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ ہونگا۔ اے یحیٰی تو آئندہ جمعہ کو بوقت زوال آکر میرے جنازے پر نماز پڑھنا اور تجھکو معلوم رہے کہ جب ہارون رقہ جاکر عراق کو واپس آئے گا تو تجھ سے اور تیری اولاد سے منحرف ہو جائیگا۔ اور تمہارا استیصال کرے گا۔ تو اس سے بیخوف نہونا۔ پھر فرمایا اے یحیٰی تو میرا یہ پیغام اسکو پہونچا کہ بروز جمعہ میری خبر تجھکو معلوم ہو جائے گی۔ اور میں اور تو بروز قیامت حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے وہ سبحانہٗ ہمارے درمیان بحق حکم کریگا۔ اُسوقت معلوم ہوگا کہ ظالم کون ہے۔ اور مظلوم کون۔ اور گناہگار (مجرم) کسے کہتے ہیں اور بیگناہ کسے۔ یحیٰی بادیدۂ گریاں وہاں سے اُٹھا اور ہارون کے پاس جاکر قصہ نقل کیا۔ اس بے حیا نے کہا کہ یہ چند روز بعد دعوائے نبوت کرینگے تو اُس وقت ہمارا کیا انجام ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ جمعہ کا دن آیا تو وہ حضرتؑ رحمت خدا کی طرف

انتقال کر چکے تھے۔ مگر ہارون آپ کی وفات سے پہلے مدائن کو چلا گیا تھا۔

زہر خورانی کی کیفیت جب ہارون نے دیکھا کہ فضل بن ربیع جسکے پاس آپ مقید تھے قتل آنحضرتؑ پر اقدام نہیں کرتا تو اس سے لیکر آپ کو فضل بن یحیی برمکی کے پاس محبوس کیا۔ مگر فضل بن ربیع ہر شب آپ کے واسطے خوان طعام بھیجتا اور روانہ رکھتا کہ کہیں اور سے کھانا لایا جائے۔ چنانچہ تین شب متواتر اسکے یہاں سے کھانا آتا رہا۔ چوتھی رات کو فضل بن یحیی نے خوان طعام بھجوایا تو حضرتؑ نے سر مبارک اپنا آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا خداوندا تو خوب جانتا ہے کہ آج سے پہلے میں نے یہ کھانا کھایا ہوتا تو اپنی ہلاکت میں آپ ساعی ہوتا۔ مگر اسوقت اسکے کھانے پر مجبور و معذور ہوں۔ اس کھانے کا تناول کرنا تھا کہ اثر زہر بدن مبارک میں سرایت کرنے لگا۔ اور آپ بیمار ہو گئے۔

روایت دیگر

پہلے ذکر ہوا کہ ہارون نے مسرور خادم کو رقہ سے بغداد بھیجا۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ فضل بن یحیی کے پاس سے آپ کو لے لیا گیا۔ اور سندی بن شاہک ملعون کے سپرد ہوئے۔ عباس بن محمد نے فضل بن یحیی کو پکڑ کر برہنہ کیا۔ اور بجرم آنحضرتؑ پر زیادہ تشدد نہ کرنے کے سندی بن شاہک کے ہاتھ سے سو کوڑے لگوائے۔ اسکی نخوت و عجب سب خاک میں مل گئی۔ متغیر اللون وہاں سے نکلا اور دہنے بائیں تمام کو سلام کرتا ہوا اپنے مکان کو گیا۔ ادھر یحیی بن خالد ہارون کے خوش کرنے کو بتعجیل بغداد میں آیا۔ لوگ اس طرح ایک دم اس کے چلے آنے سے چرچا کرتے تھے۔ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ۔ مگر اسنے ظاہر کیا کہ عمال کے کاروبار کی دیکھ بھال اور قلعۂ شاہی کی مرمت کو آیا ہوں۔ حال آنکہ مقصود

ملعون کو تاکید کی۔ کہ جلد از حضرت
کا قضیہ فیصل کرے۔ اور چند دانے خرمائے زہر آلود دے کہ آپ کے پاس لیجائے اور باصرار و ابرام کھلائے۔ اور جبتک تناول نکریں ہرگز دست بردار نہو۔ اس ملعون نے وہ خرمے حضرت کو کھلائے۔

بروایتے دانہ ہائے خرما کہ بیس عدد تھے۔ اس شقی نے آپ کے پاس بھیجے اور خود وہاں آیا تاکہ دیکھے آپ نے کھالئے یا نہیں۔ آپ دس دانے اسوقت تک کھا چکے تھے۔ کہا اور کھائیے فرمایا حَسْبُكَ قَدْ بَلَغْتَ ما تَحْتاجُ اِلَيْهِ فِيما اُمِرْتَ بِہ تیرا مقصود حاصل ہوگیا۔ زیادہ ضرورت اور کھانے کی نہیں رہی۔

باعجاز طیّ الارض مدینہ جانا اور پھر قیدخانہ میں واپس آنا

روایت عیون متذکرۂ سابق کا تتمہ ہے کہ تین روز قبل از وفات مسیّب کو کہ آپ کے نگاہبانوں سے تھا اور معتقد امامت آنحضرتؑ تھا اپنے پاس بُلایا۔ اور کہا اے مسیّب میں آج رات کو مدینہ جاؤں گا تاکہ اپنے فرزند علی رضاؑ کو اسی طرح اپنا وصی مقرر کروں جیسے کہ میرے پدر عالی قدر نے مجکو کیا تھا۔ مسیّب بولا کہ اے مولی میرے قفلہائے زندان آپ کے لئے کیونکر کھول سکتا ہوں جبکہ دروازوں پر میرے ساتھ اور نگہبان مقرر ہیں۔ فرمایا اے مسیّب! تیرا عقیدہ خدا تعالیٰ کی نسبت اور ہماری نسبت بہت ضعیف ہے۔ عرض کی اے آقا میرے دعا کرد کہ استوار ہو جائے۔ فرمایا اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ خداوندا تو اسکو اپنے عقیدے میں ثابت قدم کر پھر ارشاد کیا میں اللہ تعالیٰ سے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کروں گا۔ جس سے آصف بن برخیا نے دعا کی تھی۔ اور تخت بلقیس کو ایک چشم زدن میں سلیمان کے آگے لاکر رکھدیا تھا۔ وہی خدا مجکو ایک آن میں مدینہ پہونچا دیگا اور یہاں لے آیگا۔

مسیّب کہتا ہے کہ میں نے آہستہ آہستہ دعا کرتے آپ کو سنا پھر جو دیکھا تو مصلیٰ خالی تھا۔ حیران اپنے قدموں پر کھڑا رہا جبتک کہ اپنے مقام پر واپس تشریف نہیں لائے۔ آکر زنجیریں اسی طرح پاؤں میں ڈال لیں جیسی پہلے تھیں۔ میں سجدۂ شکر کے لئے جھک گیا۔ فرمایا اے مسیّب سر اُٹھا۔ اور آگاہ رہ کہ میں آج سے تین روز بعد دنیا سے کوچ کروں گا۔ میں رونے لگا۔ فرمایا رومت۔ بتحقیق کہ بیٹا میرا علی رضاؑ میرے بعد تیرا مولا و آقا ہے۔ اسکی ولایت سے متمسک ہو اور شکرِ خدا بجالا۔

الغرض دوسرا دن ہوا تو اس ملعون نے طبیب کو بھیجا کہ دریافت کرے کیا بیماری آپ کو عارض ہے۔ اسنے آکر پوچھا کیا حال ہے کچھ جواب نہ ملا۔ باصرار و مبالغہ کہا تو کفدست مبارک نکال کر دکھائی کہ یہ میرا مرض ہے۔ جو زہر دیا گیا تھا وہ اس جگہ جمع ہو گیا تھا اس لئے ہتھیلی سبز ہو گئی تھی۔ طبیب وہاں سے نکلکر ان کے پاس آیا اور کہا خدا کی قسم جو سلوک تم نے ان کے ساتھ کیا ہے وہ تم سے زیادہ اس سے آگاہ ہیں۔

اظہار برارت شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے ایک شیخ ساکن محلۂ قطیعۃ الربیع بغداد سے کہ ثقہ و معتمد علیہ سنّیان تھا روایت کی ہے کہ اُس نے کہا میں نے اہل بیت رسالتؐ سے اہلِ فخر و فضیلت اشخاص دیکھے ہیں۔ مگر موسٰی کاظم کا سا صاحب فضیلت و عبادت میری نظر سے نہیں گزرا۔ سندی بن شاہک کے زمانے میں ہم کوئی اسّی آدمی شرفا سے کہ منسوب الی الخیر تھے طلب ہوئے اور موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس داخل کئے گئے۔ سندی نے ہم سے کہا۔ لوگو! اس مرد کو دیکھو کوئی صدمہ تو اس کو نہیں پہونچا۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے انکو تنگی و تکلیف میں رکھ چھوڑا ہے۔ مگر تم دیکھتے ہو کہ کتنا وسیع مکان رہنے کو ہے۔ کیسے

نفیس فرش پر بیٹھے ہیں۔ خلیفہ کے دل میں اصلا ان کی طرف سے بدی کا ارادہ نہیں۔ اس لئے ان کو ٹھہرا رکھا ہے کہ سفر سے واپس آئے تو صحبت گفتگو و مناظرہ ان کے ساتھ گرم کرے۔ تم بخوبی دیکھ لو کہ بالکل صحیح و سالم ہیں کسی قسم کی شدت و سختی ہماری طرف سے ان پر نہیں۔ سامنے موجود ہیں پوچھ لو اور گواہ رہو راوی کہتا ہے کہ وہ یہ کہہ رہا تھا اور ہم ٹکٹکی باندھے اس بزرگوار امام ابرار کیطرف دیکھ رہے تھے۔ اور آثار فضل و عبادت و انوار نجابت و سیادت کہ جبین مبین سے ہویدا تھے ان میں غور کر رہے تھے۔ پس آنحضرتؑ نے فرمایا کہ وسعت مکان اور ظاہری آرام و آسائش کی یہی صورت ہے جو یہ کہتا ہے۔ مگر جان لو اور گواہ رہنا کہ اس نے نو دانے خرما میں مجھے زہر دیا ہے۔ اسکی وجہ سے کل کو میرا رنگ سبز ہو جائے گا۔ بروایتے آج سُرخ کل زرد پرسوں سفید ہو گا۔ پھر محنت سرائے دنیا و خانہ پُر از رنج و عنا سے رحمت خدا کی طرف رحلت کروں گا اور رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملحق ہونگا۔ آپ نے یہ فرمایا تو سندی کانپ گیا۔ شاخہائے درخت خرما کی طرح اسکا بند بند لرز رہا تھا اور خاموش تھا۔

وصیت آنحضرتؑ دربارۂ کفن و دفن مروی ہے کہ قریب بوفات سندی بن شاہک ملعون سے فرمایا کہ میرے فلاں غلام کوفی کو جو عباس بن محمد کے مکان کے پاس رہتا ہے بُلواؤ۔ تاکہ میری تجہیز و تکفین کرے اسنے طلب کیا۔ اور گزارش کی مجکو اجازت دیں تو اپنے پاس سے اعلیٰ کفن دوں۔ انکار کیا اور فرمایا انّا اھل بیت مھور نسائنا و حج صرورتنا و اکفان موتانا من طہارۃ اموالنا۔ ہم اہل بیت رسالت ہیں۔ ہماری عورتوں کے مہر اور ابتدائی حج کے اخراجات اور اموات کے کفن ہمارے اپنے پاکیزہ اموال سے ہوتے ہیں۔ میرا کفن میرے پاس موجود ہے۔

مسیّب بن زہیر کہتا ہے کہ زہر خورانی کو تیسرا روز ہوا تو مجھے بلاکر فرمایا
تو جانتا ہے کہ میں آج دنیا سے حق جل و علا کی طرف رحلت کرنے والا ہوں جبوقت
دیکھے کہ پانی منگاکر پیا اور نفخ ہوکر ارتفاع بطن پدید ہوا۔ اور رنگ زرد پھر سرخ
پھر سبز ہوگیا یعنی جلد جلد تبدیل الوان ہونے لگا تو اس مردود کو میری جاں
بحق ہونے کی خبر کیجیو۔ مگر ان تغیرات و احداث کی جبوقت تک زندہ ہوں کسی کو
اطلاع نہ کرنا۔ مسیّب کہتا ہے کہ میں اسی فکر میں تھا کہ آپ نے پانی منگاکر پیا تو
مجھے بلاکر کہا۔ مسیّب! یہ رجس نجس سندی قصد کریگا کہ مجھے غسل دے اور
دفن کرے۔ ہیہات ہیہات ایسا ہو نہیں سکتا۔ نبی و وصی کے طیب و طاہر
جسم کو سوائے معصوم کے کوئی دوسرا غسل و کفن نہیں کر سکتا۔ جب میرا جنازہ
مقابر قریش میں لیجائیں تو وہاں میری قبر بناؤ اور اسکو چار انگشت کشادہ سے
زیادہ زمین سے بلند نہ کرو۔ اور میری قبر کی مٹی تبرک کی نیت سے کوئی ہرگز نہ اٹھائے
کیونکہ ہم سب کی قبروں کی مٹی حرام ہے اِلّا خاک تربت حسینؑ بن علیؑ کی۔ بتحقیق کہ اللہ
تعالیٰ نے اسکو ہمارے شیعوں اور دوستوں کی شفا کی خاطر بنایا ہے۔

حضور امام رضاؑ بوقت وفات امام موسیٰؑ

مسیّب کہتا ہے کہ اسوقت میں نے حضرتؑ کے پہلو میں ایک جوان خوش رو خوش بو کو
دیکھا جو آپ سے بہت ہی مشابہ تھا۔ چونکہ امام رضاؑ کو ان کی طفولیت کے زمانے
میں دیکھا تھا اس لئے پہچان نہ سکا۔ چاہتا تھا کہ دریافت کروں کہ یہ کون بزرگ
ہیں۔ آپ نے چلاّکر کہا مسیّب! تجھکو ہم نے منع نہیں کیا۔ تا اینکہ آنحضرتؑ
نے اپنے لخت جگر سے جدا ہوکر رحمت الٰہی کی طرف انتقال کیا۔ اسوقت دیکھا
کہ در اصل وہی بزرگ حضرتؑ کے غسل و حنوط اور کفن کے متکفل ہیں۔ ہر چند
بظاہر یہ کام اور لوگ کر رہے ہیں اور وہ انکے معین ہی ہیں۔ مگر کوئی پہچان نہیں

سکتا۔ سب کاموں سے فراغت ہوئی تو مجھ سے فرمایا اے مسیّب! تو جا ہے جس چیز میں شک کر۔ مگر اس میں کبھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے باپ کے بعد تیرا امام و مولیٰ ہوں۔ اور حجّت خدا ہوں تیرے اوپر۔ اے مسیّب! میری مثال ان لوگوں کے ساتھ یوسف صدیق کی مثل ہے ان کے بھائیوں کے ساتھ۔ جبکہ وہ آنحضرتؑ کے پاس داخل ہوئے۔ آپ نے انکو پہچان لیا وہ نہ جان سکے۔

وفات آں برگزیدۂ کائنات کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ وفات آنحضرتؑ کی مسجد ہارون معروف بہ مسجد مسیّب میں واقع ہوئی کیونکہ وہ جناب اس مکان سے کہ دار عمریہ کے نام سے مشہور تھا اس جگہ منتقل ہو گئے تھے۔ اور شیخ صدوق محمد بن بابویہ رہ نے مشائخ مدینہ سے نقل کیا ہے کہ پندرہ سال خلافت رشید کے گزرنے پر ولی خدا موسیٰ ابن جعفرؑ سندی بن شاہک کے زہر سے جو بامر ہارون دیا گیا۔ درجۂ رفیعہ شہادت پر فائز ہوئے۔ آپ کی وفات زندان معروف بدار المسیّب میں باب کوفہ کے قریب جس میں درخت سدرہ تھا واقع ہوئی۔ یہ واقعہ روز جمعہ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو ہوا جبکہ سن مبارک ۵۴ سال کا تھا۔ قبر مطہر غربی بغداد کے باب التین میں ہے جسے قبرستان مقابر قریش کہتے تھے۔ روایت ہے کہ عبادت سے فارغ ہو کر سجدۂ شکر میں تھے کہ ندائے الرّحیل بگوش ہوش سنکر لبیک اجابت کہا۔

اور ابن بابویہ رہ نے کہا کہ رشید نے ۱۷۹ھ میں موسیٰ بن جعفرؑ کو قید کیا اسکے چار سال بعد ۱۸۳ھ میں بمقام بغداد آپ نے رحمت خدا کی طرف انتقال فرمایا۔ عمر شریف ۵۴ یا ۵۵ سال کی ہوئی۔ ۳۵ سال چند ماہ اس میں امامت کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وفات موسیٰؑ سے اسوقت تک جبکہ مقابر قریش میں آگ لگی ہے کل دو سو ساٹھ سال کا فاصلہ ہے۔

بالجملہ جسوقت روح اقدس نے جسم اطہر سے جدا ہو کر رفیق الاعلیٰ کہتے ہوئے جنّت الخلد وعرشِ اعظم کی طرف پرواز کیا تو یہ واقعہ شہر بغداد میں شائع ومشہور ہوا۔ اور صدائے شیون وشین کوے وبرزن سے بلند ہوئی۔ اہالی واعیان شہر اس واقعہ میں روئے۔ اور زمین وآسمان نے غریبی ومظلومیت اس امام غریب ومظلوم پر گریہ وزاری کی۔

اشہاد بر برائت بعد از وفات سندی ملعون حیات آنحضرتؑ میں اور بعد وفات بار بار اپنے اور ہارون دون کے بے خطا ثابت کرنے کی کوشش کرتا اور لوگوں کو اسپر گواہ بناتا رہا۔ آپ کی زندگی میں جو اس نے اس ارتکابِ عظیم پر پردہ ڈھانپنا چاہا اسکی قلعی خود آنحضرتؑ کے بیان صداقت عنوان سے کہ اوپر مذکور ہوا بخوبی کھُل گئی۔ اب بعد وفات اسکی ملمع کاریاں سُنئے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے عمر بن واقد سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا مجکو سندی نے بلا کر پوچھا موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتا ہے۔ کہا کیوں نہیں جانتا ان کے ساتھ تو میری قدیمی دوستی ہے۔ کہا بغداد میں اور لوگ بھی ہیں جو ان کو پہچانتے ہوں؟ میں نے کچھ لوگوں کے نام بتلائے اور دل میں جانا کہ ضرور آں حضرتؑ نے وفات پائی۔ غرض تمام معاریف وآشنا جمع ہو گئے تو اسکا کاتب ایک طولانی کاغذ ہاتھ میں لئے آیا اور ہم سب کے اسماء محل سکونت وپیشے۔ اور حلئے لکھے۔ پھر ہم کو ایک اور مکان میں لے گئے۔ وہاں سندی نے مجھ سے کہا اے ابوحفص یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ انکے مُنہ پر سے کپڑا ہٹاؤ میں نے کپڑا اُٹھایا اور آپ کو مُردہ دیکھکر گریاں ہوا اور استرجاع کیا۔ اس نے اوروں کو کہا تم بھی دیکھو۔ پس ایک ایک مرد آتا اور دیکھتا۔ کہا سب

گواہ رہو کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں اور غلام سے کہا کہ عورتین کے سوا تمام بدن کو برہنہ کر۔ اور ہم کو کہا دیکھو کوئی نشان و علامت ضرب معلوم ہوتی ہے؟ کہا ہم تو یہی دیکھتے ہیں کہ مُردہ ہیں اُس نے کہا ان کے غسل وکفن و دفن تک ٹھہرو پس سندی نے آنجناب پر نماز پڑھی اور ہم دفن کے بعد وہاں سے واپس ہوئے۔ پھر عمر واقدی نے کہا۔ کس طرح یہ لوگ (واقفیہ) کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مجھ سے زیادہ کوئی ان کے حال سے آگاہ نہیں۔ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کو دفن کیا ہے۔

اور محمد بن صدقہ عنبری سے روایت کی ہے کہ ابو ابراہیم موسیٰؑ بن جعفرؑ نے وفات پائی تو ہارون (غالباً یہاں سندی مراد ہے کہ اسنے جو کچھ کیا بامرِ اشارۂ ہارون کیا) نے شیوخ طالبین و اولاد عباس و امرا و ارکان سلطنت کو جمع کر کے کہا۔ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں کہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ کوئی نشان گلا گھوٹنے کا اور کوئی جراحت ان کے جسم میں نہیں پائی جاتی اور ہمارے اور انکے درمیان جو عداوت تھی اس سے استغفار کرتا ہوں۔ پس نشترا شخاص نے ان کے شیعوں سے انکی لاش کو دیکھا کوئی نشان نہ پایا۔ بجز اسکے کہ اثر رنگ حنا کفِ پا میں دکھائی دیتا تھا۔

سندی مردود نے اسی پر قناعت نہیں کی۔ اسکے بعد جنازہ آنحضرتؑ کا وہاں سے نکال کر بغداد کے پُل پر رکھوا دیا۔ ایک منادی اسپر پکارتا تھا۔ کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں کہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ لوگو! آؤ اور دیکھو۔ آدمی آتے اور چہرۂ مبارک کو بغور و تامّل ملاحظہ کرتے۔ چونکہ اس زمانے میں کچھ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ آپ قائم و منتظر ہیں اور حبس و قید کو آپ کی بمنزلہ غیبت قرار دیا تھا جو حجۃ قائم کے لئے مروی و مذکور ہے۔ پس یحیی بن خالد نے آپکی وفات کے

حلم دیا کہ باواز بلند منادی کریں کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں۔ جنکی نسبت رافضیوں کا اعتقاد ہے کہ مرنے کے نہیں۔ پس آؤ اور ان کو دیکھو کہ اپنی موت سے مرے ہیں۔ پس لوگ آتے اور دیکھتے اور غور و تامل کرتے قطعی آنحضرتؑ کو مردہ پاتے۔ بروایتے چونکہ بساط میں لپیٹ کر اسقدر اسکو دبایا تھا کہ موجب ہلاکت ہوا۔ اس لئے کوئی نشان کسی نوع کا بدن پر نمایاں نہ تھا۔

تین دن تک ان بدبختوں نے جنازہ کو سرِ راہ رکھا۔ اور محضر لکھا کہ حتف الانف فوت ہوئے۔ کسی نے مارا نہیں جو کوئی آتا دیکھتا اور اس محضر پر دستخط کرتا۔

سُلیمان بن ابو جعفر عبّاسی کی انسانیت بعدازاں سندی نجس و پلید نے چند خبیثوں کو مقرر کیا کہ جنازے کو اُٹھا کر قبرستان میں لیجائیں۔

آہ! آہ! کس زبان سے کہا جائے اور قلم میں یہ طاقت کہاں سے آئے کہ بجائے چارپائی یا تابوت کے جنازۂ مطہر کو ان ملاعین نے ایک نردبان پر رکھا تھا۔ غرض وہ اشقیا اسکو لیکر چلے اور راہ میں کہتے جاتے تھے۔ ھذا امام الرافضۃ فاعرفوہ یہ رافضیوں کا امام ہے اسے پہچان لو۔ آگے بڑھے تو چار آدمی ملکر آواز لگاتے تھے الا من اراد ان یری الخبیث بن الخبیث موسیٰ بن جعفرؑ فلیخرج۔ آگاہ رہو کہ جو شخص خبیث پسر خبیث موسیٰ بن جعفرؑ (معاذ اللہ منہما) علیہما السّلام کو دیکھنا چاہے اُسے چاہئے کہ اپنے گھر سے نکلکر تماشا کرے۔ اتفاقاً سلیمان بن منصور عباسی عموئے ہارون نے کنار دجلہ ایک قصر عظیم الشان تعمیر کرایا تھا جس میں مقیم تھا۔ اس وقت دہلیز خانے میں بیٹھا ہوا تھا۔ مینہ برس رہا تھا۔ اسکے سامنے سے جنازہ نکلا پوچھا یہ کس کا جنازہ اور کیسا شور ہے؟ کہا موسیٰ بن جعفرؑ نے زندانِ رشید میں انتقال کیا اسکے حکم سے ان کو بایں حال دفن کرنے لیجا رہے ہیں۔ سلیمان نے یہ سُنا نہ بے اختیار ہو گیا۔ عمامہ سر سے اُتار کر پھینکدیا و سر و پا برہنہ گریبان چاک

قصر سے نکلا اور کہتا تھا موسیٰ بن جعفر یدفن ھکذا۔ ہائے موسیٰ بن جعفرؑ
اس طرح سے دفن ہو۔ میں نے مانا کہ زندگی میں ان سے ملک و بادشاہی کے چھن
جانے کا اندیشہ تھا۔ کیا مرنے کے بعد بھی ان کا حق ادا نہ کیا جا سکتا تھا۔ اور باہر
آکر بیٹوں اور غلاموں کو حکم دیا کہ ان ملاعین سے نعش مبارک چھین لو۔ نہ دیں تو
خوب مارو۔ انھوں نے جنازہ لے لیا تو سلیمان نے اسکو ایک چوک میں رکھوا کر منادی
کرائی۔ الا من اراد ان یری الطیب بن الطیب فھذا موسی بن جعفر فلیخرج
ہاں جو کوئی پاک پاکیزہ پسر پاک پاکیزہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو دیکھنا چاہے
اسکو چاہیے کہ گھر سے نکلکر آنحضرتؑ کی زیارت کرے۔ یہ صدا سنکر جوق جوق
آدمیوں کے نکل پڑے۔ جو لوگ ہارون کے خوف سے گھروں میں بیٹھے رو پیٹ
رہے تھے سب جنازے پر حاضر ہوئے۔ پس سلیمان نے جسدِ مبارک کو غسل
دیا۔ حنوط کیا اور کفن پہنایا اور ایک چادر اس میں شامل کی جسپر پچیس ہزار دینار خرچ
ہوئے تھے۔ اور تمام کلام مجید اسپر تحریر تھا۔ پس سلیمان ننگے سر ننگے پاؤں چاک
گریباں آہ و نالہ کناں معہ اپنے بیٹوں اور غلاموں کے جنازہ کے ساتھ ہوا۔ اسکے
پیچھے ہزارہا مؤمنان و موالیان اہل بغداد سے جا رہے تھے۔ اور عود وغیرہ
خوشبوئیں جلاتے تھے۔ حتیٰ کہ مقابر قریش میں پہونچکر اُس مقام میں جسکو باب
التین کہتے تھے۔ اور جو آجتک زیارت گاہِ خلائق ہے پیوند خاک کیا۔ معلوم ہوتا تھا
کہ گویا قیامت قائم ہوئی۔ کہتے ہیں کہ قبرِ مبارک ایک مرد عیسیٰ بن عبداللہ نام کے
قبر کے پہلو میں واقع ہوئی جو قبیلۂ نوفلیین سے تھا۔ قبر مبارک کو بقدر چار
انگشت کشادہ زمین سے بلند کیا اور ضریح گرد قبر شریف لگائی۔ اور قبہ منورہ
اسکے اوپر تعمیر کیا۔ بعد ازاں سلیمان نے یہ حال ہارون کو لکھ بھیجا۔ اپنے بحسب
ظاہر لوگوں کے طعن و تشنیع کے خوف سے اسکے جواب میں۔ عمو اتم نے خوب کیا

صلہ رحم بجا لائے ۔ خدا ان کو جزائے خیر دے ۔ سندی بن شاہک نے جو کچھ کیا بغیر ہمارے امر و اشارے کے کیا ۔ اے لعنت خدا بریں دروغ بے فروغ ۔

امام اپنی موت سے آگاہ ہوتے ہیں بصائر الدرجات میں ہے کہ ابراہیم بن ابی محمود نے حضرت امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ امام اپنی موت کا وقت جانتے ہیں؟ کہا ہاں جانتے ہیں ۔ عرض کی امام موسیٰ کاظمؑ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے زہر آلود خرمے بھیجے تو کیا وہ حضرتؑ جانتے تھے کہ ان کو زہر آلود کیا ہے تو جان بوجھ کر زہر آلود خرمے کھائے اور اپنی موت پر آپ معین ہوئے ۔ فرمایا پہلے سے جانتے تھے تاکہ رحلت کے لئے تیار ہو جائیں ۔ خرمے کھانے کے وقت ان کے دل سے محو ہو گیا تھا ۔ تاکہ قضائے ربانی ان کے حق میں جاری ہو ۔ اور کشی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن طاؤس نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ یحییٰ بن خالد نے تمہارے پدر بزرگوار کو زہر دیا؟ فرمایا ہاں تیس دانہ خرما میں زہر دیا ۔ عرض کی کیا وہ حضرت نہیں جانتے تھے کہ ان خرموں کو زہر آلود کیا ہے ۔ فرمایا محدث جو کہ حق تعالیٰ کی جانب سے ان سے حدیث کرتا ہے اسوقت ان سے غائب ہو گیا تھا راوی کہتا ہے میں نے کہا محدث کون؟ فرمایا ایک فرشتہ ہے کہ جبرئیل و میکائیل سے بڑھکر ہے جو حضرت رسالت پناہؐ کے ساتھ رہتا تھا ۔ اور ان کے بعد ہر ایک امام کے ساتھ رہتا ہے ۔ اخوند مجلسی ان دونوں حدیثوں کی نقل کے بعد کہتے ہیں کہ ان احادیث میں اس طرح واقع ہوا ہے ۔ اور بعض اخبار گزشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تناول خرما کے وقت بھی آپ جانتے تھے ۔ ہو سکتا ہے ۔ کہ یہ احادیث اکثر خلائق کی عقلوں کے موافق وارد ہوئی ہوں ۔ مجمل تحقیق اس مطلب کی پیشتر حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات میں گزری کہ آنحضراتؑ کی تکالیف سائر خلق کی تکلیف کی مانند نہیں ۔ خاصکر اس مقام میں کہہ سکتے ہیں

کہ آنحضرتؑ کو زہر آلود خرموں کے نہ کھانے سے اسوقت فائدہ ہو سکتا تھا۔ جبکہ ان کے ہاتھ سے رہائی کی کوئی صورت ہوتی۔ ممکن تھا کہ اس طرح نہیں دوسرے طریق سے آپ کو شہید کرتے۔ اور وہ حضرت جانتے ہوں کہ یوں نہوا تو اس سے شنیع تر طریقہ سے جان لینگے۔ اس لئے اس آسان طریق کو آپ نے اختیار کیا ہو پس اولیٰ و احوط یہ ہے کہ ان امور میں زیادہ فکر نہ کریں اور مجملاً تصدیق کریں کہ جو کچھ آنحضراتؑ سے صادر ہوا ہے عین حق و صواب ہے۔

امام رضاؑ نے اسرار امامت اُمّ احمد زوجہ امام موسیٰ سے پائے

خادمانِ امام موسیٰؑ سے ایک شخص کا بیان ہے کہ جب وہ ظالم ستمگار اس امام ابرار کو مدینہ طیبہ سے عراق کو لیگئے تو آپ نے اپنے لختِ جگر فرزند اکبر امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر شب جبتک میری وفات کی خبر آئے حرم سرا کی دہلیز میں بسر کریں۔ خادم مذکور کہتا ہے کہ ہم ہر رات کو بچھونا آپ کے لئے بچھا دیتے۔ آپ تعقیبات عشا اور نوافل سے فارغ ہو کر وہاں تشریف لاتے اور تھوڑی دیر استراحت کر کے باقی رات مشغول عبادت پروردگار رہتے۔ چار سال کامل یہی وطیرہ رہا۔ برابر اپنے پدر بزرگوار کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہے۔ بعد ازاں ایک شب ہم نے حسبِ دستور ڈھیوڑی میں فرش خواب آراستہ کیا۔ اور انتظار آپ کی تشریف آوری کا کرنے لگے۔ مگر اُس روز بطریق معہود آپ مسجد رسولخداؐ سے اس طرف تشریف نہ لائے۔ سب لوگ حیرت میں تھے۔ مخدّرات عصمت نے تمام رات بے چینی اور پریشانی میں بسر کی۔ صبح طالع ہوئی تو وہ مہر سپہر امامت برج رفعت و جلالت سے لامع ہوا اور براہ راست درونِ حرم سرا میں جا کر اُمّ احمد سے کہ بانوئے کاشانۂ امام موسیٰؑ سے تھیں فرمایا کہ ودائعِ امامت کہ میرے پدر بزرگوار نے تمھارے پاس امانت رکھے ہیں میرے

حوالے کرو۔ ام احمد یہ سخن سُن کر چیخنے چلانے اور آہ و واویلا کرنے لگیں۔ اور پکاریں
قسم خدائے عزوجل کی کہ میرے والی و شوہر امام موسیٰ بن جعفرؑ نے دُنیائے
ناپائدار سے کوچ کیا۔ یہ کہتی تھیں اور گریہ وزاری کرتیں امام رضاؑ نے انکی تسلی کی
اور اس آہ و بیقراری سے منع کیا اور تاکید فرمائی کہ یہ راز افشا ہونے پائے۔ کیونکہ
حاکم مدینہ کو حال معلوم ہوگا تو کہیگا غیب کی خبر دیتے ہیں۔ داعیہ امامت رکھتے
ہیں۔ پس جو کچھ میرے باپ کے ساتھ کیا میرے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے۔
پس ام احمد نے تبرکات اسرار امامت معہ چار ہزار دینار آنحضرتؑ کے حوالے
کئے۔ اور کہا جس دن وہ گلبن حدیقۂ امامت بعزم عراق ہم سے وداع ہوتے تھے
یہ اشیاء میرے سپرد کی تھیں اور بمبالغہ ارشاد فرمایا تھا کہ کسی کو اسپر مطلع نہ کرنا۔
جو کوئی میرے بیٹوں سے آکر ان کا طلبگار ہو اُسکے سپرد کرنا اور جان لینا کہ میں سعادت
شہادت پر فائز ہوا۔ وہی فرزند میرا جانشین اور امام زماں ہوگا۔ راوی کہتا ہے
کہ چند روز بعد خبر وفات آنجناب مدینہ میں منتشر ہوئی۔ تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اسی
شب حضرتؑ نے وفات پائی تھی جبکہ امام رضاؑ بتائید الٰہی مدینہ سے بغداد گئے،
اور اپنے باپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آئے۔ اور اس سبب سے
اپنی خوابگاہ کو تشریف نہ لائے تھے۔ اس وقت امام رضاؑ اور اہل بیت عصمت
نے صف ماتم بچھائی۔ اور اکابر و اشراف مدینہ انکے پاس تعزیت کو آئے۔

وصایائے آں حضرت صلوات اللہ علیہ

بحار الانوار میں یزید بن سلیط زیدی سے روایت ہے۔ اُس نے کہا میں عمرے کے
ارادے سے مکہ جا رہا تھا۔ راہ میں امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات ہوئی۔ عرض کی
فدا ہوں حضور کو یاد ہوگا کہ یہ خادم اسی مقام پر حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپ اور آپ کے برادران گرامی آں حضرت
کے پاس جمع تھے۔ میں نے سوال کیا کہ آنحضرت کے بعد کون امام ہوگا۔ انھوں
نے آپ کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ فرمایا ہاں یاد ہے۔ عرض کی اب حضور سے
یہی سوال کرتا ہوں اسکا جواب ارشاد ہو۔ فرمایا میں گھر سے چلا تو اپنے پسر علیؑ کو
اپنا وصی مقرر کیا اور گو بظاہر اور بیٹوں کو انکا شریک گردانا مگر درحقیقت مقصود وہی
ہیں۔ تحقیق کہ میں نے حضرت رسول خداؐ اور امیر المؤمنینؑ کو خواب میں دیکھا
آپ کے ساتھ انگشتر۔ تلوار۔ عصا۔ کتاب۔ عمامہ تھا۔ میں نے عرض کی
یہ کیا چیزیں آپ کے پاس ہیں۔ فرمایا۔ عمامہ سلطان خدا سیف عزت خدا
کتاب نور خدا اور عصا قوت خدا اور انگشتر جامع ان سب چیزوں کی ہے
پھر رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے موسیٰؑ امامت تمہاری اولاد سے علیؑ بن موسیٰؑ
کے لئے ہے۔ پس جناب کاظمؑ نے فرمایا علی منی وانا منہ علیؑ رضا مجھ سے
ہے اور میں علیؑ رضا سے ہوں۔ اے ابو عمارہ (یزید) میرا یہ کلام تمھارے
پاس امانت رہے۔ سوائے عاقل صادق کے اور اُس شخص کے جسکے قلب کا
حق تعالیٰ امتحان کر چکا ہو اسکو کسی کے آگے ظاہر نکرو اور کافر نعمت نہ ہو۔ جب
شہادت کے لئے بلائے جاؤ تو ادائے شہادت کرو۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا کہ خدائے تعالیٰ تم کو
حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو امانت والوں کے پاس ادا کرو۔ نیز اُس سبحانہ نے فرمایا
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَھَادَۃً عِنْدَہٗ کون ظالم تر ہے اُس شخص سے جسکے پاس
کوئی شہادت خدا ہو وہ اسکو چھپاوے۔ عرض کی خدا کی قسم میں ایسا نہیں کرونگا
آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول خداؐ نے کچھ اوصاف حمیدہ علیؑ رضا کے بیان کئے
اور فرمایا اے موسیٰؑ تم کو ان کے ساتھ تھوڑے دنوں رہنا ہے۔ اس سفر سے واپس

گھر کو جاؤ تو اپنے کاموں کو درست کرو اور وصیت کرو۔ جس بات کا ارادہ ہو اس سے فراغت پاؤ۔ کیونکہ جلد اس سے جدا ہونے والے ہو اور غیروں کی مجاورت اختیار کرنے والے۔ اسکے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اس سال گرفتار کیا جاؤنگا

دیگر۔ بحار میں ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ جعفری نے اپنی اہل بیت کے چند اشخاص سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر نے وصیت نامہ لکھا تو اصحاب ذیل کو اسکا شاہد دانا۔

۱ اسحاق بن جعفر بن محمد علیہما السلام۔

۲ ابراہیم بن محمد جعفری (از اولاد جعفر بن ابوطالب)

۳ جعفر بن صالح } جعفری

۴ معاویہ } ″ ″

۵ یحیی بن حسین بن زید بن علیؑ بن الحسینؑ

۶ سعد بن عمران انصاری

۷ محمد بن حارث انصاری

۸ یزید بن سلیط انصاری

۹ محمد بن جعفر اسلمی

خلاصہ اس کتیبہ شریفہ کا یہ ہے کہ آپ نے لکھا بعد حمد و صلوٰۃ کے شہادت دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ جل شانہ کے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور محمد بندۂ خدا اور رسول اسکے ہیں۔ قیامت لاریب آنے والی ہے۔ اور البتہ اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کو مبعوث کریگا۔ تحقیق کہ مبعوث ہونا مرنے کے بعد اور حساب کتاب کا ہونا برحق ہے اور حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا اور قصاص دینا ہوگا جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ خدا کی طرف سے لائے اور جبرئیل اسکو آسمان سے

لیکر آئے بالکل حق وصدق ہے۔ میں اسی اعتقاد پر زندہ ہوں اسی پر مرونگا اور اسی پر بروز قیامت انشاء اللہ مبعوث ہونگا۔ ان لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ وصیت نامہ میرے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ بموجب اسکے میں اپنے پسر علیؑ بن موسیٰؑ کو و دیگر پسران ابراہیم۔ عباس۔ اسمٰعیل واحمد کو اور اُمّ احمد اپنی زوجہ کو وصیّ مقرر کرتا ہوں اپنے صدقات واموال اولاد واطفال خورد وسال پر اور میری ازواج کا اختیار صرف علیؑ کو ہے۔

دیگر یہ کہ ثلث صدقات میرے پدر بزرگوار اور میرے خاندان اسکے اختیار میں ہوگا جس طرح چاہے اسکو صرف کرے۔ چاہے میری عیال میں خرچ کرے۔ ورنہ بیع۔ رہن۔ ہبہ۔ بخشش سے جس طریق پر چاہے اسمیں تصرف کرے اسکو جائز ہے۔ وہ میری اہل وعیال واموال پر قطعی جانشین و قائم مقام ہے۔ اسکو اپنے بھائیوں کا جن کا اوپر ذکر کیا گیا اختیار ہے چاہے ان کو شریک وصایت رکھے چاہے علیحدہ کر دے کوئی گرفت اسپر نہیں۔ اگر کوئی ان میں سے اپنی بہن کا نکاح کرنا چاہے تو بغیر علیؑ کے امر واشارے کے نہ کرے۔ جو حاکم اسکو اس سے روکے یا اسکے جائز اختیارات میں دست اندازی کرے خدا ورسول اس سے بیزار ہیں اور خدا کی اور ملائکہ مقربین وانبیاء مرسلین وجماعت مؤمنین کی اسپر لعنت ہو

نیز علیؑ کے پاس میرا مال ہے اسکی مقدار قلیل وکثیر جو کچھ وہ بیان کرے صحیح و درست ہے اسکی تصدیق کی جائے۔ میں نے جن لوگوں کو وصایت میں اسکے ساتھ شریک کیا ہے اس سے فقط انکی عزّت افزائی مقصود ہے۔ میرے چھوٹے بچے اور انکی مائیں اپنے مکانوں میں پردہ میں رہیں تو ان کو وہی ملے گا جو میری زندگی میں ملتا تھا۔ اور وہاں سے نکلکر دوسرا نکاح کریں تو میری عیال

سے خارج ہیں۔یہی حال لڑکیوں کا ہے کہ وہ فقط اپنے بھائیوں اور ماؤں کی رائے پر نکاح نکریں جبتک کہ علی بن موسیٰ کی رائے اسمیں شامل نہو۔ایسا نکریں توانھوں نے خدا ورسول کے خلاف کیا۔تحقیق کہ علیؑ اپنے کنبے کے مناکح سے بخوبی واقف ہے تزویج کرے یا نکرے۔جو مناسب ہوگا عمل میں لاویگا۔میں نے ان سب کو یہ وصیت کردی ہے اورحق تعالیٰ کواسکا شاہد کیا ہے۔کسی کو جائز نہیں کہ میری وصیت کو کشف کرے اور نشر فرمائے من اساء فعلیہ ومن احسن فلنفسہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ

عبداللہ بن محمد جعفری راوی حدیث کہتا ہے کہ عباس بن موسیٰ نے ابن عمران قاضی کے آگے شکایت کی کہ ہمارے باپ نے کوئی شے ہمارے لئے نچھوڑی۔ سب کچھ ان کو (علی کو) دیدیا۔ہم کوانکا دست نگر اور عیال گردانا۔ابراہیم بن محمد جعفری نے اٹھکر اسکا جواب دیا۔نیز اسحاق بن جعفرؑ نے بھی اسمیں گفتگو کی۔امام رضاؑ نے عباس کی طرف مخاطب ہوکر کہا۔برادر! اسکا باعث تمھاری غرامت اور وہ دیون ہیں جو تمھارے ذمے ہیں۔اے سعد جاؤ اور جاکر جو کچھ ان کے اوپر قرضے ہوں انکو دریافت کردو تاکہ ان کی ادا کی فکر کیجائے۔اور ادا کرکے فارخطی لیجائے اے عباس! قسم خدا کی میں تمھارے ساتھ مواسات کرونگا۔اور جبتک زمین پر چلتا پھرتا ہوں تم سے نیکی اور سلوک کرنے سے باز نہ آؤنگا۔عباس نے کہا جو کچھ دوگے ہمارے مال سے دوگے۔ہمارا مال تمھارے پاس اس سے زیادہ ہے آپ نے فرمایا جو چاہو کہو۔میری عزت بعینہ تمھاری آبرو ہے۔پروردگارا! انکی اصلاح کر اور انکی وجہ سے دوسروں کی اصلاح فرما۔اور ہم سے اور ان سے شیطان کو دور کر اور اپنی طاعت پر معین ومددگار ہو۔راوی کہتا ہے کہ ان باتوں کا عباس پر ذرا اثر نہوا اور وہ مجمع برخاست ہوگیا۔

مذہب شیعہ پر مستقر و مستوی رہنے کی وصیت

کلینی علیہ الرحمہ نے علی بن سوید سے روایت کی ہے کہ جس زمانے میں جناب موسٰی ہارون کی قید میں تھے۔ میں نے ایک عریضہ خدمت اقدس میں پہلے حال خیریت اشتمال آنحضرتؑ کا دریافت کیا۔ پھر چند مسائل آپ سے دریافت کئے۔ کچھ مدت بعد میرے عریضہ کا جواب صادر ہوا۔ ابتدا میں حمد و ثنائے حق سبحانہ تعالیٰ و بیان حقائق و معارف ربانی لکھکر تحریر فرمایا تھا کہ تیرا خط پہونچا تو نے چند مسائل اسمیں دریافت کئے تھے۔ جنکے جواب میں بلحاظ تقیہ مجکو توقف کرنا روا تھا۔ اب جبکہ جان لیا کہ جباروں کی سلطنت مجھ سے قطع ہوئی اور انکے تحت فرمان سے باہر جارہا ہوں اور پروردگار عالم کی سلطنت میں کہ صاحب سلطانِ عظیم ہے داخل ہوتا ہوں اور دنیائے غدار سے جسنے کبھی اپنے اہل سے وفا نہیں کی اور جنھوں نے اسکی محبت میں اپنے پروردگار کی مخالفت کی ہمیشہ ان کے خلاف رہی۔ مفارقت کرتا ہوں۔ اسلئے تیرے مسائل کا جواب اب لکھتا ہوں۔ تاکہ ہمارے متقی و پرہیز گار شیعہ اپنے دین میں حیران نرہیں۔ پس خدا سے ڈر اور جو کچھ تجھکو کہتا ہوں اسکو نااہلوں کے آگے ظاہر نکر اور اپنے پیشواؤں کو مبتلائے فتنہ و مصائب نفرما۔ تحقیق کہ سب سے پہلے جس امر سے تجھے آگاہ کرتا ہوں وہ میری موت ہے۔ تجھے خبر دیتا ہوں کہ چند روز میں میں دنیا سے مفارقت کرونگا۔ بغیر اسکے کہ اسکی جدائی پر جزع و فزع کروں۔ یا جو کچھ راہِ خدا میں کیا ہے اسپر نادم و پشیمان ہوں۔ یا یہ کہ قضائے حق تعالیٰ کی خوبی و خیریت میں شبہ کرتا ہوں۔ تجھکو لازم ہے کہ ولایت اہل البیت کی عروۃ الوثقیٰ سے متمسک ہو اور سلسلہ وار یکے بعد دیگرے اماموں کا قائل ہو اور ہر ایک وصی کا بعد دوسرے وصی کے اعتقاد کرے ان کے احکام کا اذعان کرے اور قول و فعل پر راضی ہو۔ اور زنہار مذہب شیعہ کے سوا دوسرا مذہب اختیار نکرنا۔ اور کبھی

ان لوگوں (مخالفین) کے دین ومذہب میں شامل نہوتا۔ کیونکہ یہ خائن ہیں خدا
ورسول کے ساتھ ان کی امانت میں خیانت کی ہے۔ کتاب خدا کو تبدیل و تحریف
کیا۔ جن والیانِ امر وحکومت کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ان سے پھر گئے
فاذاقہم اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ چکھائے اللہ تعالیٰ ان کو
عذاب خوف اور بھوک کا بسبب ان اعمال نکوہیدہ کے جو وہ کرتے رہے ہیں۔

صدقات آل حضرت صلوات اللہ علیہم

صدقہ مال جو بقصد قربت تبرعاً کسی کو دیا جائے۔ پس زکوٰۃ۔ نذر۔ کفارات وغیرہ
اس میں داخل ہوں گے۔ بعض نے زکوٰۃ کو صدقہ سے خارج کرنے کے لیے تبرع
بغیر ایجاب سے اسکی تعریف کی ہے۔ بہرکیف یہاں صدقہ سے وہ جائداد مقصود
ہے جو اولاد وغیرہ کی اوقات بسری کے لئے چھوڑی جائے۔ وہ گویا ایک قسم کا وقف
خاص ہے۔ ایسے اوقاف حضرت امیر المومنینؑ و دیگر ائمہ طاہرینؑ سے باقی
رہے۔ امام موسیٰؑ نے بھی اس نہج پر کچھ اراضی چھوڑی جسکی نسبت آپ نے تحریر کیا
کہ قطعۂ زمین جو فلاں مقام پر واقع اور فلاں فلاں حدود سے گھری ہوئی ہے اسکو
موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنی اولاد صلبی ذکور وانا ث پر صدقہ کی۔ پس اراضی مذکور مع اپنے
درختوں سفید زمین آباد و بنجر اور چشموں کنار نہروں راستوں اور عمارتوں مجملاً جملہ
حقوق مالکانہ کے جو مجھے اس میں حاصل ہیں تمام تصدق کیجاتی ہے۔ جو حیوث غلات
حق تعالیٰ اس میں پیدا کرے تو بعد نکالنے اخراجات کاشت و آبپاشی وغیرہ کے
جو آمدنی والی امر اسکو اولاد موسیٰ پر لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ قسمت کریگا
اگر کوئی عورت ان کی اولاد سے عقد کرلے تو اس کا اس صدقہ میں حصہ باقی نہ رہیگا۔
تاوقتیکہ وہ پھر بے شوہر ہو کر ان میں شامل ہو۔ اسوقت اسکو وہی حصہ ملیگا

جو دیگر غیر منکوحہ لڑکیوں کو ملتا ہو۔ اور جو شخص ہماری اولاد سے فوت ہو اور اولاد
رکھتا ہو تو اسکا حصہ اسکی اولاد پر مرد کو دُہرا عورت کو اکہرا تقسیم ہوگا۔ لاولد ہو گا
تو وہ سہم باقی بھائی بہنوں پر بٹ جائیگا۔ اور لڑکیوں کی اولاد کا اس میں حق نہیں
الا اُس وقت جبکہ ان کے والد ہماری اولاد سے ہوں۔ اور ہماری اولاد یا اولاد الاولاد
کے ہوتے کسی غیر کو اسمیں دخل نہیں حتی کہ ان میں ایک نفر بھی باقی رہے۔ کوئی
نہ ہے تو یہ صدقہ میرے اعیانی بھائی بہنوں اور ان کی اولاد کے واسطے ہے۔
اسی شرط پر جو میں نے اپنی صلبی اولاد میں کی۔ پس اگر اخوۃ اعیانی اور ان کی اولاد
سے بھی کوئی باقی نہ رہے تو اخوۃ اخیافی اور ان کی اولاد کے لئے ہے۔ ان میں بھی کوئی
نہ ہے تو دیگر اقارب کے لئے الاقرب فالاقرب ہوگا تا اینکہ حق تعالیٰ اسکا وارث ہو۔
فھو خیر الوارثین مقرر کیا۔ اس صدقہ کو موسیٰ بن جعفرؑ نے دراں حالیکہ وہ صحیح و سالم
ہے ہمیشہ کے لئے بلا استثنار برائے طلب رضائے خدائے تعالیٰ و ثواب روز جزا۔
جو مؤمن کہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز قیامت کا اعتقاد رکھتا ہے اسے حلال نہیں
کہ اس جائداد کو فروخت کرے یا خرید کرے یا ہبہ کرے یا کسی کو بخشدے اور نہ یہ جائز
ہے کہ جس شکل پر میں نے اسے رکھا ہے اس سے متغیر کرے۔
اور تولیت اسکی علیؑ بن موسیٰ الرضا اور ابراہیم بن موسیٰ کے متعلق ہے۔ اگر ایک
انمیں سے منقرض ہو جائے تو قاسم اسکی جگہ باقی کے ساتھ شریک ہوگا۔ انمیں سے
بھی ایک فوت ہو تو اسمٰعیل اس کی جگہ باقی کے ساتھ شامل ہوگا۔ ان سے بھی
کوئی مرے تو عباس باقی کے ساتھ شامل ہوگا۔ ان سے بھی کوئی وفات پائے
جو میری اولاد میں اکبر ہو شرکت کرے۔ اگر بالفرض ایک ہی شخص ان سے باقی رہے
تو وہی اس کام کو کرے گا۔
راوی کہتا ہے کہ امام علی رضاؑ نے فرمایا ہمارے باپ نے تولیت صدقات

میں اسمٰعیل کو عباس پر مقدم کیا۔ حال آنکہ وہ ان سے چھوٹے تھے۔ بحارالانوار بحوالہ عیون الاخبار۔

خاتمہ

در بیان شمہ از حالات مشہد کاظمین ع

یہ بقعہ مبارکہ کہ جناب موسیٰ کاظم کے دفن سے پہلے بموجب بیان سابق مقابر قریش کے نام سے موسوم تھا۔ اسکے سینتیس ۳۷ سال بعد یعنی سنہ ۲۲۰ھ سال وفات حضرت تقی الجواد ع نبیرۂ آنحضرتؐ کے روز سے اس مقدس لقب (کاظمین) سے ملقب ہوا۔ جس سے آجتک معروف و مشہور ہے۔ یہ دونوں بزرگوار اس طرح پر یہاں دفن ہیں کہ پہلے بجانب قبلہ امام موسیٰ کاظم انکے عقب میں تھوڑےسے فاصلے پر امام محمد تقی ع۔ چنانچہ اسی وجہ سے بقاعدۂ نحویہ تغلیب اس مقدس مقام کا نام کاظمین قرار پایا جیسے مشرقین والدین کاظمین غربی بغداد کی موجودہ آبادی کے شمال و مغرب میں ایک فرسخ یعنی کوئی تین میل کے فاصلے پر ہوگا جو درین ولا ہر چند مختصر مگر ایک خوشنما۔ پر رونق۔ و نورانی شہر کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ اور حرم اقدس امامین ہمامین علیہما السلام اس بستی کے عین وسط میں ضیا گستر بغداد سے وہاں تک آہنی سڑک پر گھوڑا گاڑی چلتی ہے۔ حقیر فقیر منظر حسن موسوی کہ سنہ ۱۳۱۰ھ میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوا تو اپنے مولد و مسکن سہارنپور سے بسواری ریل کراچی بندر اور وہاں سے بذریعہ مرکب دخانی کلاں خلیج فارس کی راہ مسقط۔ بوشہر۔ وغیرہ بندرگاہوں سے ہوتا ہوا بصرہ پہونچا۔ اور بصرہ سے دخانی جہاز کوچک میں بیٹھ کر دجلہ کی راہ بغداد میں داخل ہوا اور اسی گھوڑا ریل مذکورہ بالا پر جسے ٹرمبوے بھی کہتے ہیں سوار ہو کر مشہد کاظمینؑ میں مشرف ہوا تھا کوئی نصف

گھنٹہ میں ہم لوگ بغداد سے یہاں پہونچ گئے تھے۔ بغداد سے کاظمین تک برابر کھجوروں اور دیگر میوہ دار درختوں کی باغات چلی گئی ہے۔ لب دجلہ ہونے کی وجہ سے نواح کاظمین تمام سرسبز و شاداب ہے۔

روضۂ مطہرہ امامین وسط حرم شہر اقدس وہ عمارت عالی شان رفیع البنیان واقع ہے جس میں دو معصوم امام ہفتم و نہم خواب راحت میں مشغول ہیں۔ شاعر اس بقعہ[1] مبارکہ کی مدح میں کہتا ہے ؎

لَئِن یفخَر بموسیٰ طُورُ موسیٰ	فھٰذا الطورُ موسیٰ والجواد
فذا باب الحوائج للبرایا	وھٰذا النُورُ اے بابُ المراد

[1] اس روضۂ مبارکہ سے ہمیشہ معجزات باہرات ظاہر ہوتے رہے اور آیندہ تا قیامت ہوتے رہینگے۔ منجملہ انکے مناقب میں ابن شہر آشوبؒ نے نقل کیا ہے کہ بغداد میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک عورت دوڑی جارہی ہے۔ پوچھا کہاں جاتی ہے۔ عورت نے کہا موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں جاتی ہوں۔ میرا بیٹا قید ہوگیا ہے۔ جاتی ہوں کہ آنحضرتؑ سے دعا کراؤں تاکہ وہ رہائی پائے۔ ایک مرد حنبلی المذہب وہاں کھڑا تھا۔ براہ تمسخر و استہزا کہنے لگا کہ وہ تو خود قید خانے میں ہلاک ہوئے۔ دوسروں کو کیا رہائی دلوائینگے عورت پر اسکا بہت بڑا اثر ہوا وہیں کھڑی ہوگئی اور بولی خداوندا واسطہ اس مقتول فی الحبس کا اپنی قدرت کاملہ کا کرشمہ اسکو اور مجکو دکھادے۔ تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ اسکا لڑکا قید سے چھوٹ گیا اور وہ تمسخر کرنے والا حنبلی کسی جرم میں گرفتار ہوکر قید ہوگیا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

نیز ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے تاریخ بغداد خطیب سے نقل کیا ہے اسنے باسناد خود علی بن الخلال سے روایت کی ہے کہ اسنے کہا جب میں کسی کام میں مغموم و دل گیر ہوتا ہوں تو موسیٰؑ بن جعفرؑ کے مزار پر جاکر ان کے توسل سے حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو کام میرے حسب دلخواہ ہوکر پریشانی دفع ہوتی ہے۔

اگر طور موسیٰ آنحضرتؐ کے اوپر فخر کرے تو کرنے دو۔ یہ طور موسیٰؑ اور جواد دو کا طور ہے۔ وہ (موسی) خلائق کے لئے باب حاجات ہیں۔ اور یہ (حضرت جواد) عالم کے لئے مطلب رسی اور کامیابی کے دروازے ہیں۔

تربتہائے شریف کے اوپر دو گنبد طلا چاروں گوشوں پر چار مینار رخشندہ وتاباں جنھیں دور سے دیکھکر زوار کی جان میں جان آتی اور دل باغ باغ ہوتا ہے۔ مکان میں ایک شاندار نقرئی ضریح دونوں قبروں کو محیط اندر صندوق قبروں کے جدا۔ اوپر ایک شامیانہ سبز کسا ہوا۔ گرداگرد اس مکان جنّت نشان کے رواق اور الوان سراسر میناکاری وکاشی کے کام سے آراستہ۔ زمین پر مرمر کا فرش جسپر موسم سرما میں رومی نفیس قالینیں بچھائی جاتی ہیں۔ تمام مکان قندیلہائے طلا ونقرہ جھاڑ فانوس وغیرہ شیشہ آلات سے جگمگ رہتا ہے۔ رات کو اسقدر روشنی ہوتی ہے کہ دن اسکے آگے مات ہے۔

صحن روضۂ مقدسہ کے گرد چاروں طرف وسیع وفراخ صحن سنگی فرش کا چھوٹا ہوا ہے۔ صحن کے گرد ہر سمت اتاق (حجرے) دو درجہ کے۔ پچھلے میں کواڑ اگلے مثل براَنڈے کے کھُلے۔ پچھلے درجہ کے اوپر ایک طبقہ کا بالاخانہ کہ اگلے کی چھت اسکا صحن بنا ہے۔ ٹھیک ویسا ہے جیسا کہ کربلاء معلّٰی ونجف اشرف میں ہے۔

دروازے حرم سے باہر جانے کے چند پھاٹک اور دروازے بدیں تفصیل ہیں

پھاٹک بسمت پیش روئے مبارک جانب جنوب موسوم بباب قبلہ۔

پھاٹک سمت بالائے سر مبارک جانب مغرب موسوم بباب صاحب الامر

پھاٹک سمت پائین پا جانب مشرق موسوم بباب الحوائج والمراد۔

دروازہ سمت پشت سر جانب شمال مائل بمغرب موسوم بباب قریش

کیونکہ مقابر قریش کی وہی جگہ ہے۔

دروازہ سمت پشت سر جانب شمال مائل بمشرق موسوم بباب مشہد امام رضا

دروازہ سمت پیش رو جانب جنوب مائل بمغرب

بعض دروازوں پہ منارہ بنا کر انگریزی گھڑی کلاں لگائی ہے اسکے گھنٹے کی آواز دور دور پہونچتی ہے۔

مسجد سمت پشت سر مبارک ایک مسجد عہد سلاطین صفویہ کی تعمیر کردہ ہے اسکی شمالی حد صحن مبارک کی حد شمالی اور جنوب میں روضۂ اقدس کے رواق شمالی سے ملتے ہے۔ یہ مسجد آجکل سنیوں کے قبضہ میں ہے وہی جمعہ کے روز اسمیں نماز پڑھتے ہیں۔

حرم انور کی چہل پہل روضہ منورہ اور اسکی گرد کی عمارتیں اور صحن یوں تو ہر وقت زوار ساکنین دیار و امصار سے مالامال رہتی ہیں الااوقات نمازیں بہت ہجوم ہوتا ہے۔ خاصکر مغربین میں ہر طرف مصلے بچھتے اور متعدد جماعتیں ہوتی ہیں۔ علماے دین حضرات مجتہدین نمازیں پڑھاتے ہیں۔ صبح کو طلوع صبح صادق سے پہلے مناجات پڑھنے والے خوش الحانی سے مناجاتیں پڑھتے ہیں۔ صبح ہونے پر صداہاے اذان بلند ہوتی اور اسکو سنکر زن و مرد وضو کرکے جوق جوق حاضر ہوتے ہیں۔ نماز کے بعد مجالس وعظ و محافل عزا برپا ہوتی ہیں۔ رات دن عبادت۔ نماز۔ تلاوتِ قرآن کا شغل رہتا ہے۔ دعائیں پڑھتے اور زیارتیں بجالاتے ہیں۔ گریہ و بکا کرتے ہیں۔ غرض عجیب صحبت و غریب مجمع ہے۔ مؤمنین عرب۔ عجم۔ ہند۔ عمامے باندھے۔ عبائیں پہنے۔ نورانی چہرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے فرشتے اُترے ہیں۔ خدا ہر مؤمن کو وہاں جانا اور اس دریا میں غوطہ زن ہونا نصیب کرے۔

بلدۂ کاظمین یہ شہر عتبات عالیات اعنی کربلائے معلی نجف اشرف سر
من رای کے لئے بمنزلۂ مرکز واقع ہے۔ یہیں سے ان مقدس مقامات کو راہیں
جاتی ہیں۔ لہذا تمام زوار پہلے کاظمین سے مشرف ہوتے ہیں۔ بعد کو جس طرف کو
جانا چاہتے ہیں روانہ ہوتے ہیں۔ بیشتر اوقات پہلے سامرہ کا سفر کرتے ہیں
پھر کاظمین واپس آکر کربلا معلی جاتے ہیں۔ حرم محترم شہر کاظمین کے بیچوں بیچ
واقع ہے۔ اسکے گرد ہر طرف مکانات پختہ و بلند۔ بازار ہائے عمدہ مسقف ہیں۔
خیمیں۔ مال تجارت قسم قسم کا۔ غلہ۔ ظروف۔ پارچہ۔ وغیرہ۔ گوشت نان پلاؤ
دودھ۔ دہی وغیرہ طعامہائے لذیذ۔ میوہ جات۔ اکثر ترکاریاں۔ چار۔ قند
شکر بکتا ہے۔ کجاوہ۔ محمل وغیرہ سامان سفر سب آمادہ و مہیا رہتا ہے۔ نعلین۔
موزہ و اسلحہ ہر نوع کے فروخت ہوتے ہیں۔ متعدد حمام غسل کرنے کو اور
بکثرت کارواں سرائیں زائروں مسافروں کے ٹھہرنے کو ہیں۔ ہر چند زوار
زیادہ تر خدام کے اہتمام میں قیام کرتے اور انہی کی معرفت کرائے سواری۔ بار
برداری کے طے ہوتے ہیں۔ بلکہ اشیاء خوردنی تک ان کے ذریعے خریدی جاتی
ہیں۔ گلی کوچوں کی صفائی خاصی ہے۔ رات کو ان میں لالٹینیں روشن ہوتی ہیں
ملکی زبان عربی ہے۔ مگر چونکہ باشندے عموماً اہل ایران ہیں۔ اسلئے وضع قطع
عجمی اور زبان بھی زیادہ تر فارسی ہی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

بنائے عمارات حرم سید محمد علی صاحب جونپوری تیرھویں صدی کے
آخر میں زیارت عتبات عالیات سے مشرف ہوئے اور اثنا سفر میں
روزنامچہ لکھتے گئے۔ جسکو رفیق الزائرین سے موسوم کرکے مطبع شعلۂ طور کانپور
میں چھپوایا ہے۔ اسمیں لکھتے ہیں کہ روضۂ منورہ اور اسکے گرد کے رواق (برآمدے)
سلاطین صفویہ رحمہم اللہ کے زمانے کے بنے ہوئے ہیں۔ سمت پائین یا رواق

کے باہر اُس محراب میں جو ایوان طلائی کے پہلو میں واقع ہے عہد شاہ اسمٰعیل کا یہ کتبہ بخط النسخ ثلث آمیز کاشی کاری پر روغن سفید سے لکھا ہے امر بانشاء هذه العمارة الشریفة سُلطانُ سلاطین العالم ظِلّ الله علی جمیع بنی آدم ناصِرُ دینِ جدّه الاحمدی رافع اعلام الطریق المحمّدی ابوالمظفر شاہ اسمٰعیل بن شاہ حیدر جنید الصفوی الموسوی خلّد الله لاعلاء الویة الدین المتین مُلکہٗ وسُلطانہ وابّد لهدام قواعدِ اهلِ الضلال حجّتہٗ وبرهانہ ۔ حرّر ذٰلك فی سادس شهر ربیع الثانی سنہ ۹۲۶ ھ۔

(ترجمہ) حکم دیا اس عمارۃ شریفہ کے بنوانے کا سلطان سلاطین عالم نے جو سایۂ خدا ہے اوپر تمام اولاد آدم کے اور اپنے جد امجد کے دین احمدی کا مددگار اور طریق محمدی کے نشانوں کا بلند کرنے والا ابوالمظفر شاہ اسمٰعیل پسر شاہ حیدر جنید صفوی موسوی خدا اسکے مُلک وبادشاہی کو دین مبین کے نشانوں کے بلند کرنے کو ہمیشہ رکھے اور اہل کفر وضلالت کے قاعدوں کے منہدم کرنے کو اسکی حجت ابدالآباد قائم رہے ۔ تحریر تاریخ ۶ ربیع الثانی سنہ ۹۲۶ ہجری۔

یہ کتبہ اب سے تین ۳۷۳ سوتہتر برس پہلے کا ہے ۔ یہ بیان رفیق الزائرین کا ہے ان اوراق پریشان کے مؤلف کے عہد یعنی تحریر ہذا سے چارسو سات برس پہلے کا پھر کہتے ہیں کہ لفظ هذه العمارة کا اشارہ کل عمارت قبر منورہ اور رواق مطہرہ کی طرف ہے ۔

پھر عمارات صحن مبارک کے ذکر میں کہتے ہیں کہ صحن مقدس کے گرد کے حجرے اور پھاٹک وغیرہ جو حال میں بنے ہیں انکے بانی عم السلطان (ناصر الدین شاہ) جناب فرہاد مرزا ہیں ۔ یہ عمارتیں ۹۸-۹۹ سنہ ۱۲ ھ میں بنائی گئی ہیں ۔ اس سے پہلے صرف چار دیواری کا احاطہ ہوتا تھا ۔ باب صاحب الامر ؑ بالائے سر مبارک

کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بناے مہتمم جناب
التجار و جلالت مآب حاجی آقا محمد حسن وکیل الدولہ و محمد تقی کرمانشاہانی ہیں۔

قبور علماء و فقہاء مدفونین مشہد کاظمین علیہما السلام

دفن امامین ؑ سے آجتک بے تعداد علماء و فقہاء و صلحاء اس بقعہ مبارکہ میں دفن ہوئے
ہیں مگر ہم ان سے بہت قلیل مقدار اس مقام پر ذکر کرتے ہیں۔

ابن قولویہ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہ قدمائے پیشوایان فرقہ
ناجیہ امامیہ سے استاد شیخ مفیدؒ ہیں جس زمانے میں حجرالاسود کو دیوار کعبہ میں
اسکے مقام پر رکھتے تھے۔آپ نے حضرت صاحب الامرؑ کی خدمت میں عریضہ
لکھکر اپنی عمر کی بابت استفسار کیا۔قاصد نے وہ خط خدمت امام میں پہنچا کر
جواب حاصل کیا۔چنانچہ اسی تاریخ کو سال ۳۶۹ھ میں رہگرائے عالم باقی ہوئے
یہ قصہ مفصل بحارالانوار وغیرہ میں مذکور ہے۔آپ کی قبر سمت پائین پائے حضرت
رواق مطہر میں واقع ہے۔وہاں فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔

شیخ مفیدؒ محمد بن محمد بن نعمان الحارثی ملقب بمفید مشاہیر علماء سے
صاحب مقامات عالیہ و کرامات کثیرہ ہیں تین سال میں توقیع مبارک ناحیہ مقدسہ
سے آپکے نام صادر ہوئیں۔بہت بڑی تقویت دین مبین کو انکی ذات سے ہوئی۔
جلیل القدر متکلم و مناظر تھے۔مخالفین کو اپنی محکم تقریروں سے کوفتہ و مالیدہ
رکھتے۔قریب دو سو کتابوں کے تائید مذہب حقہ میں لکھیں ۴۱۳ھ میں اسّی
سال زندہ رہکر بمقام بغداد دنیا سے کوچ کیا۔اسّی ہزار اشخاص نے آپکے
جنازے پر نماز پڑھی۔شاگرد رشید سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے استاد کی نماز
جنازہ پڑھائی۔پہلے بغداد میں اپنے مکان کے اندر دفن ہوئے۔بعد ازاں

وہاں سے لاش کو نکال کر مشہد کاظمین میں لیجاکر شیخ ابن قولویہ کے پہلو میں دفن کیا۔ حقیر نے دونوں بزرگوں کی قبروں پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا

محقق طوسی رح محمد بن محمد بن الحسن طوسی خراسانی معروف بہ خواجہ نصیر الدین طوسیؒ آپ کی قبر مبارک سمت بالائے سر مبارک امامین ہمامین اس مقام پر واقع ہے جہاں زمانۂ حال میں زنانی مسجد بنی ہے۔ آپ بڑے پایہ کے فاضل کامل جامع معقول و منقول گزرے ہیں۔ ہر موافق و مخالف نے آپ کی بے نظیر قابلیت کا اعتراف کیا اور اسکی مدح فرمائی ہے۔ ان کے کارناموں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ سلطنت ظلمہ عباسیہ کے زوال کے باعث ہوئے مستعصم خلیفہ سے حسب دلخواہ انتقام لیا۔

مرض الموت میں تجہیز و تکفین کے بارے میں وصیت کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ جسم لطیف کو بعد وفات مشہد امیر المؤمنینؑ میں بمقام نجف لیجا کر دفن کیا جائے۔ بکمال اخلاص ارشاد کیا۔ مجکو شرم آتی ہے کہ جوار خالص الانوار جناب کاظمؑ کو چھوڑ کر دوسری جگہ گو وہ اس سے افضل ہی ہو جا کر دفن ہوں۔ لہذا حسب وصیت عتبہ عالیہ کاظمیہ میں دفن ہوئے۔ اور مزار شریف پر یہ آیہ شریفہ حسب حال تحریر ہوئی۔ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ یعنی حق تعالیٰ قصۂ اصحاب کہف میں فرماتا ہے کہ۔ انکا کتا اپنے دونوں بازو پھیلائے دہلیز پر پڑا ہے

قطعہ تاریخ وفات

نصیر دولت و دیں بادشاہِ کشورِ فضل	یگانہ کہ چو او مادرِ زمانہ نہ زاد
بسال ششصد و ہفتاد و دو بذی الحجہ	بروز ہجدہم اندر گزشت در بغداد

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن

ابراہیم بن موسیٰؑ الکاظم ۔ ابوالقاسم کنیت ۔ علم الہدیٰ ۔ ذوالمجدین ۔ ثمانینی
وغیرہ لقب ہیں ۔ علم الہدیٰ کا لقب حضرت امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کیطرف سے
جیسا کہ کتب میں مشروحاً مذکور ہے عطا ہوا تھا ۔ آپ راُس مأتہ رابعہ پر مجدد مذہب
شیعہ تھے ۔ وہ اور ان کے بھائی سید رضی شاگردان رشید شیخ سدید مفیدؒ کے
ہیں ۔ مشہور ہے کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا رات کو جناب شیخ کے خواب
میں آئیں ۔ حال آنکہ حسنینؑ کا ہاتھ پکڑے تھیں اور فرمایا ایہا الشیخ میرے ان دو بیٹوں
کو فقہ تعلیم کر ۔ صبح ہوئی تو تعبیر خواب میں حیران تھے کہ اتنے میں والدہ سید مرتضیٰ
و سید رضی دونوں کو ساتھ لئے مجلس شیخ میں داخل ہوئیں اور اسی طرح فرمایا اے
شیخ میرے بچوں کو فقہ تعلیم کرو ۔ شیخ مفید تعظیم والدہ علم الہدیٰ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے
اور سلام کیا انکے اوپر ۔ اور ان کے ارشاد کو تہ دل سے قبول کیا ۔

علم الہدیٰ ۴۳۶ھ میں بمقام بغداد فوت ہوئے ۔ انکی قبر مبارک بیرون حرم
بلدہ کاظمین کے بازار میں واقع ہے ۔ بازار کیطرف جنگلہ لگا ہے ۔ قبر کے اوپر قبہ ہے ۔
زمین فرش فروش سے آراستہ ۔ خدام مقرر ہیں ۔ رات کو شمعیں روشن ہوتی
ہیں ۔ فاتحہ اور زیارت پڑھی جاتی ہے ۔

سید رضیؒ محمد بن الحسین چھوٹے بھائی سید مرتضیٰ کے ۔ فاضل ادیب
تھے ۔ بوجہ کمال شاعری اشعر قریش کہلاتے تھے ۔ آپ سے بہت سی کتابیں
یادگار رہیں ۔ ازانجملہ نہج البلاغہ جسمیں خطب و مراسلات و کلمات امیرالمومنینؑ کو
جمع کیا ہے ۔ معروف و متداول ہے ۔

سید رضیؒ نے ۴۰۶ھ میں تیس سال پہلے اپنے بھائی سے کہ ابھی آپ کا
شباب تھا انتقال کیا ۔ سید مرتضیٰ کو اس واقعہ میں ایسا صدمہ ہوا کہ ان کے
جنازے پر حاضر نہ ہو سکے ۔ مشہد کاظمینؑ کو چلے گئے ۔ سلطان بہاؤ الدولہ اور اس کا

وزیر فخر الملک و اشراف و قاضیان شہر حاضر ہوئے۔ نماز جنازہ فخر الملک ابو غالب نے پڑھائی اور مسجد نیاز محلہ کرخ بغداد میں سپرد خاک فرمایا۔ لبعدازاں مشہد کاظمین میں لیجا کر ان کے باپ حسین بن موسیٰ کے پاس دفن کیا۔ انتہی

حقیر مؤلف اوراق نے جو خود دیکھا اور مشہور و متعارف ہے وہ یہ ہے کہ روضۂ مبارکہ سید رضیؒ کاظمین کے بازار میں مرقد علم الہدیٰ سے کچھ فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ میں نے وہاں فاتحہ و زیارت پڑھی

اور بقول ابن خلکان انکے باپ حسین کا مدفن بھی کاظمین میں ہے۔ واللہ یعلم۔

مدفونین بغداد

کاظمین علیہما السلام کے علاوہ بغداد میں بھی بعض اکابر و اساطین دین مبین دفن ہیں۔ ازانجملہ شیخ جلیل ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی صاحب کافی ہیں۔ کہ ۳۲۸ھ میں جسکو سال تناثر نجوم ارض (ستارہ ہائے زمین کے بکھرنے یعنی علمائے دین کے فوت ہونے کا سال) وفات پائی۔ انکی قبر مبارک شرقی بغداد میں کنارۂ بازار واقع ہے۔ جسکے اوپر قبہ بنا۔ راستہ کی طرف جنگلہ لگا ہے۔ صندوق بلند لکڑی کا قبر پر رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ بغداد کے ایک حاکم متعصب کو اس قبر کا حال معلوم ہوا اور جانا کہ عالم شیعہ کی قبر ہے تو براہ تعصب حکم دیا کہ اسکو کھود ڈالیں۔ قبر کو کھودا تو دیکھا کہ جناب شیخ اسی صورت و ہیئت پر موجود ہیں جس طرح دفن ہوئے تھے ذرا سا تغیر کفن تک میں نہیں ہوا۔ کہا ان کو اسی طرح دفن کردو اور اسکے اوپر ایک قبہ بنوا دیا۔ مرزا محمد بکاشی نے سید نعمت اللہ جزائری سے سبب حفر قبر یہ نقل کیا ہے کہ بغداد کے ایک حاکم نے جب دیکھا کہ لوگ زیارت ائمہ علیہم السلام کے نہایت فریفتہ ہیں تو ارادہ کیا کہ امام ہفتم موسیٰ کاظمؑ کی قبر کو کھود واکر دیکھے کہ آیا جسد

مبارک آنحضرت کا قبر میں موجود ہے یا نہ۔ نہو تو حکما شیعوں کو انکی زیارت سے منع کرے۔ لوگوں نے اس مردود سے کہا کہ یہاں بغداد میں ان کے علماء و اقطاب سے ایک شخص دفن ہیں ان کا علماء کے بارے میں بھی یہی اعتقاد ہے کہ انکے اجساد بوسیدہ و متغیر نہیں ہوتے۔ اسکی قبر کو کھود واکر دیکھا جائے۔ بنا برآں جناب ابوجعفر کلینی کی قبر کو حفر کرایا۔ دیکھا کہ فی الواقع جسم مبارک ان کا اسی حالت میں موجود ہے جیسا کہ دفن کیا گیا تھا۔ پس اسکو وہیں دفن کرایا اور اسکے اوپر ایک قبہ عظیم الشان تعمیر کرادیا۔

ثقۃ الاسلام کلینی محمدین ثلٰث اوائل میں اول و افضل ہیں انکی کتاب کافی کتب اصول اربعہ سے پہلی اصل اور وثوق و اعتبار و ضبط میں سب سے زیادہ ہے یہ بزرگوار پہلے شخص ہیں جنھوں نے اخبار و احادیث کو علیحدہ علیحدہ ابواب میں منقسم کیا۔

علی بن محمد سمری ابوالحسن علی بن محمد آخر وکلا و نوابان امام صاحب العصر والزمان سے ہیں۔ ان سے پہلے تین وکیل ثابت الوکالت آنحضرت کے گزر چکے تھے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(اول) ابوعمرو عثمان بن سعید عمری اسدی۔ (دوم) ابوجعفر محمد بن عثمان مذکور۔ یہ پچاس سال کے قریب کار وکالت بکمال دیانت و امانت کرتے رہے۔ (تیسرے) ابوالقاسم حسین بن روح موبختی۔ جب شعبان ۳۲۸ھ میں علی بن محمد بیمار ہوئے تو اکابر شیعہ انکے بالین پر حاضر ہوئے اور ان سے دریافت کرنے لگے کہ تمھارے بعد وکالت کس بزرگ سے متعلق ہوگی۔ انھوں نے کہا۔ لِلّٰہِ الْاَمْرُ وَھُوَ بَالِغَۃٌ کام سپرد بخدا ہے وہی اسکا پہونچانے والا ہے اور توقیع وقیع حضرت صاحب الامر نکال کر دکھائی۔ اس میں لکھا تھا۔ اے علی! عمر تمھاری آخر

ہوئی۔ چھ روز کے اندر فوت ہو جاؤ گے۔ اپنے کاروبار کو درست کرو اور امر
[illegible] غیبت [illegible] ہوگی۔ اب بلا اذن و اجازت حق سبحانہ
تعالیٰ کوئی علامت ظہور پذیر نہ ہوگی۔ اسکے بعد جو لوگ خروج سفیانی و صیحہ سے
پہلے مشاہدہ کا دعویٰ کریں جھوٹے مفتری ہوں گے۔ لوگوں نے اس حکم محکم کی
نقلیں لے لیں اور رخصت ہوئے۔ چھ روز نہ گزرنے پائے تھے کہ علی نے رحمتِ
خدا کی طرف انتقال کیا۔ اور زمانہ غیبت کبریٰ کا شروع ہو گیا۔

علی مذکور کی قبر بغداد میں گمرک خانے والے بازار میں ہے۔ وہیں ایک
مسجد کے حجرے میں مدفون ہیں۔ بازار کی طرف جنگلہ لگا ہے۔ اکثر وہیں کھڑے
ہو کر سلام و فاتحہ پڑھ لیتے ہیں اسی گمرک خانے کی ایک دیوار پر جلی قلم سے ایک
کتبہ کندہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء عباسیّہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے
بغداد میں اسوقت تک ایسی دیواریں موجود ہیں جنمیں بعہد منصور و ہارون
وغیرہ سادات زندہ چنوائے گئے ہیں۔ بعض اوقات انکے اجزا گرتے ہیں تو ان میں
سے ایسے مردے نکلتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

قنبر رضؓ قنبر غلام آزاد کردہ امیر المؤمنین علیہ السّلام کا مرقد منوّر بھی
شرقی بغداد کے شرقی جانب اُس بازار میں ہے جسے سوق القمر (سوق القنبر)
کہتے ہیں۔ راقم الحروف وہاں پہونچا اور اپنے مولیٰ کے اطاعت گزار غلام کی
قبر پر فاتحہ خوانی کا فخر حاصل کیا۔ مقبرہ چھوٹے سے گنبد سے مسقف ہے۔ نیچے
بورئے کا فرش مصفّا بچھا۔ رات کو چراغ روشن ہوتا ہے۔ خادم کلید بردار مقرر
ہے۔ ایک گوشہ میں ظرف آب سرد و خنک رکھا تھا اس سے پانی پیا۔ لوگ
زیارت کو آتے ہیں۔ پنجشنبہ کے روز زیادہ ہجوم خلائق ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ
ہے مگر حیرت ہے کہ قنبر بعہدِ خلافت بنی اُمیّہ حجّاج بن یوسف کے ہاتھ سے

شہید ہوئے۔ وہ کوفہ میں تھا۔ بغداد اسوقت تک تعمیر نہوا تھا۔ پھر بغداد
میں کیونکر دفن ہوئے۔ ممکن ہے کہ حجاج اسوقت سفر میں ہو اور اس سرزمین
پر مقیم ہو۔ یا بعد کسی وقت ان کا جنازہ اس طرف منتقل کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

نقل ہے کہ قنبر کو حجاج ملعون کے سامنے لائے تو بولا کونسی خدمت
علیؑ کی تجھسے متعلق تھی۔ کہا میں آب وضو حاضر کرتا تھا۔ کہا وضو کے بعد کیا
کیا کرتے تھے۔ قنبر نے کہا اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرماتے تھے۔
[1] فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا
فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ۝ فَقُطِعَ
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
کہا گویا اس کی تاویل ہم لوگوں پر کرتے تھے قنبر نے کہا البتہ۔ حجاج نے
کہا میں تیرا سر اڑا دوں تو تو کیا کرے۔ کہا میں سعادت شہادت پر فائز ہوں
اور تو شقاوت پائے۔ آخر اس مردود کے حکم سے قتل کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

شمہ از بیان غارت و تباہی مزار مقدس امام موسےٰؑ و امام محمد تقیؑ

یوں تو مشہد کاظمین وسائر مشاہد مقدسہ ہمیشہ تیر ستم جفا کاران امت کے

---

[1] (ترجمہ) جب بھلا دیا انھوں نے اس شے کو جوان کو یاد کرائی گئی تھی۔ تو ہم نے
ان کے اوپر ہر شے کے دروازے کھول دئے۔ یہاں تک کہ جو ان کو دیا گیا اس سے
خوشنود ہوئے تو ہم نے دفعۃً ان کو پکڑ لیا۔ پس ناگہاں وہ رحمت خدا سے مایوس ہو گئے
پس ہلاک ہو گئی وہ قوم جنھوں نے ظلم کیا تھا۔ انکے آخری حصے اور تمام تعریفیں
ثابت ہیں پروردگار عالمین کے لئے۔

آماجگاہ بنے رہے۔ اور جسطرح آنحضرات عالیات کو اپنی زمانِ حیات میں ان ستمگروں کے ہاتھوں آرام نہ ملا۔ اسیطرح ان کی قبور کو بھی ان کے دستِ ظلم و تعدی سے پناہ نصیب نہیں ہوئی۔ ہمیشہ بازار قتل و غارت گرم رہا۔ مگر سنہ ۴۴۳ھ کا کاظمین علیہما السلام کا واقعہ ایسا عظیم و شنیع ہوا ہے کہ اس کی نسبت ابن اثیر جزری کو بھی باوصف اسکے معروف تعصب کے یہ لکھنا پڑا وَجَرٰی مِنَ الدَّمِ الفَظِیعِ مَالَمْ یَجْرِ فِی الدُّنیَا مِثْلُہٗ کہ یہ ایسا امر شنیع و فظیع واقع ہوا ہے کہ دنیا میں اس کا مثل و نظیر نہیں ملتا۔

ہم اس مقام پر اسی مؤرخ کے بیان سے اس واقعہ ہائلہ کو نقل کرتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

کامل التاریخ جلد نہم مطبوعہ مصر میں ۴۴۳ھ کے واقعات کی ذیل میں لکھا ہے کہ اس سال صفر کے مہینے میں سنی و شیعہ کے درمیان آتش فتنہ و فساد اس طرح مشتعل ہوئی کہ یہ فساد فسادہائے سابق سے جو ان دو فرقوں کے درمیان ہوتے رہے بدرجہا بڑھا ہوا تھا۔ جو اتفاق و اتحاد کہ اب سے پہلے۔ سال ماسبق میں ان کے درمیان قرار پایا تھا۔ چونکہ سینوں میں کینے بھرے ہوئے تھے۔ اس کو ثبات و دوام نہو سکا۔ بظاہر اس مفسدہ تازہ کا یہ سبب ہوا کہ اہل کرخ (شیعہ) باب السماکین بغداد (مچھلی فروشوں والا دروازہ) بنانا شروع کیا۔ اور قلائین (سنیوں) نے باب مسعود سے جسقدر باقی تھا اُس کو پورا کیا۔ کرخ والے اپنے کام سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کچھ برج بنائے ان کے اوپر سنہری حرفوں میں لکھا محمدؐ و علیؑ خیر البشر سُنیوں کو نا گوار ہوا۔ انھوں نے کہا شیعوں نے یہ لکھا ہے محمد و علی خیر البشر فمن رضی فقد شکر و من نقل کفر

کہ محمدؐ و علیؑ بہترین انسان ہیں جو اسپر راضی ہوا شکر گزار ہوا۔ جسنے انکار کیا کافر ہوگیا۔ مگر اہل کرخ نے اس زیادتی سے انکار کیا۔ اور کہا ہم نے صرف اسیقدر لکھا ہے جتنا کہ ہمیشہ اپنی مساجد میں لکھا کرتے ہیں یعنی فقط محمدؐ و علی خیر البشر لکھا ہے۔ خلیفہ عبّاسی القائم بامراللہ نے عباسیوں کے نقیب ابو تمام اور علویوں کے نقیب عدنان ابن الرّضی کو مقرر کیا کہ اسکی تحقیقات کر کے خلیفہ کو خبر دے۔ دونوں نے (بالاتفاق) رپورٹ کی کہ اہل کرخ کا قول بالکل درست ہے کیا معنی کہ انھوں نے فقرہ بالا بغیر زیادتی مذکور کے لکھا ہے۔ حکم ہوا کہ نواب رحیم موقعہ پر جا کر لڑائی کو بند کرادے۔ مگر انھوں نے نمانا اور غلبہ کر کے کرخ والوں کو دجلہ کے پانی سے روکدیا۔ یہ امران کے اوپر سخت گراں گزرا۔ ایک جماعت لڑنے مرنے کو تیار ہو کر آگے بڑھی۔ اور لب دریا پہونچکر ظروف کو پانی سے پُر کیا اور ان پر گلاب چھڑک کر منادی کی کہ "پانی کی سبیل ہے" سُنّیوں کو زیادہ طیش آیا اور ان کے رئیس الرؤساء نے شیعوں پر تشدّد کرنا شروع کیا۔ انھوں نے لفظ خیر البشر کا محمد و علی کے آگے سے محو کر کے بجائے اسکے علیہما السلام لکھدیا۔ مگر سُنّی اسپر بھی راضی نہوئے اور کہنے لگے کہ وہ اینٹ جسپر محمدؐ و علی کا نام لکھا ہے نکالدی جائے۔ (اللہ اکبر دار الخلافہ کے سُنّی راضی نہیں ہوتے کہ محمدؐ و علیؑ کے ساتھ علیہما السلام لکھا جائے یا محمدؐ و علیؑ کے اسمائے شریفہ ایک ساتھ دکھائی دیں اور زور دیتے ہیں کہ وہ اینٹ ہی اُکھاڑی جائے جسپر یہ اسمائے گرامی تحریر ہیں واہ رے سُنّیت) اور حیّ علی خیر العمل اذان سے موقوف ہو۔ شیعوں نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا۔ اور لڑائی تیسری ربیع الاول

تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ ایک مرد سُنی ہاشمی اس جنگ و جدل میں مارا گیا (پھر تو سُنیوں کے غیظ و غضب کا کچھ ٹھکانا نہ رہا) اسکے رشتہ داروں نے اسکی لاش کو جنگ آوروں کے پاس باب بصرہ کے باشندوں اور جہاں جہاں سُنی رہتے تھے سب جگھوں کا طواف کرایا اور اسکے انتقام پر اُکسایا پھر احمد بن حنبل کے مقبرے میں لیجا کر دفن کیا۔ ان کے ساتھ بہت سی خلقت پہلے سے بدرجہا زیادہ جمع ہو گئی۔ دفن سے پلٹے تو سیدھے مشہد باب التبین (مزار کاظمین علیہما السلام) کا رخ کیا۔ دربانوں نے دروازہ بند کر لیا انھوں نے فصیل میں نقب لگائی اور دربانوں کو دھمکایا۔ انھوں نے دروازہ کھولدیا۔ یہ اندر گھس گئے۔ اور قندیلیں۔ دروازے نقرئی و طلائی اور پردہائے زردوزی تمام لوٹ لئے۔ اسکے علاوہ دیگر مکانات اور مقبروں میں جو سامان پایا سب غارت کیا۔ رات کو واپس ہوئے۔ مگر اگلے روز پھر صبح کو اکٹھے ہو کر گئے۔ اور اب اس مکان مقدس میں آگ لگادی۔ اس سے ضریح امام موسیٰؑ اور ضریح انکے پوتے محمد بن علی الجواد کی اور ان کے اوپر کی چوب۔ ساک کے قبّے جل کر خاکستر ہو گئے۔ ان کے علاوہ جو آس پاس ملوک آل بویہ معزّ الدولہ و جلال الدولہ و دیگر اُمراء و وُزراء کی قبریں تھیں اور قبر[1] جعفر بن ابی جعفر منصور کی اور محمد بن رشید امین اور اسکی ماں

---

[1] یہاں سے اس سُنی مورخ کے اسقدر جوش و خروش کا بھی پتہ چلتا ہے کہ فتنہ پردازان نے جعفر بن منصور و محمد امین و زبیدہ زوجۂ ہارون کی قبریں بھی اُکھاڑ ڈالی تھیں۔ اگر صرف اماماین ہمامین ہی کی قبروں کے ساتھ ان کا یہ سلوک ہوتا تو شاید اس مورخ کو اتنا غصہ نہ آتا کہ اس واقعہ کو بے مثل و نظیر واقعہ بتلاتا ۱۲ منہ

زبیدہ خاتون کی تمام جلادیں اور وہ امر شنیع و فظیع واقع ہوا کہ دنیا میں
ویسا شنیع و فظیع امر نہوا تھا۔ اس سے دوسرے روز (جب اسپر بھی انکی
آتش قہر و غضب ٹھنڈی نہوئی) ۵ ربیع الاوّل کو پھر وہاں گئے اور موسیٰ بن
جعفرؑ و محمد ابن علیؑ کی قبریں کھودیں تاکہ ان کو نقل مکان کریں۔
اور احمد بن حنبل کے مقبرے میں لیجاکر دفن کریں۔ مگر ہدم انکی اور معرفت
قبر کے درمیان حائل ہوا۔ اور یہ کھدائی کسی اور برابر کی قبر پر واقع ہوئی
اور ابو تمام نقیب عباسیہ و دیگر ہاشمیوں اور سُنّیوں کو یہ حال معلوم
ہوا تو وہ وہاں گئے اور ان کو اس حرکت سے منع کیا۔

یہ واقعہ حقیر نے خاصکر اس لئے بھی یہاں نقل کیا ہے کہ آج کل جو غلط
افواہیں انگریزوں کی نسبت روضۂ مقدسہ امیر المؤمنینؑ پر گولہ باری کرنے
کی ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان مشہور ہو رہی ہیں اور جن سے بعض
نادان شیعہ بھی متاثر ہو کر اہل سُنّت کے ہمزبان ہو گئے ہیں۔ حتیٰ کہ جو
شہادات عینی علماء و معتمدین شیعہ کی عراق سے چلی آرہی ہیں ان پر ذرا
کان نہیں دھرتے اور برابر سلطنت انگریزی کی ظلم و زیادتی کے راگ الاپتے
ہیں۔ اس حکایت شنیع و فظیع سے جسے ابن اثیر جیسے مؤرخ معتبر نے نقل کیا
عبرت پکڑیں کہ خود مسلمان کلمہ گویوں نے ذریت رسولؐ اور ائمۂ طاہرین
مقبولہ طرفین کی قبور کے ساتھ کیا کیا سلوک کئے۔ بھلا لڑائی تو شیعیان کرخ
کے ساتھ تھی جناب کاظمین علیہما السلام نے ان کا کیا بگاڑا تھا جو ان کے
روضۂ مبارک پر ٹوٹ پڑے اور تمام اسباب و سامان بیش قیمت اس کا
لوٹ لیا اور تمام عمارت و ضرائح کو جلاکر خاک سیاہ کر دیا اور بزعم خود قبروں کو
بھی ان مظلوموں کی کھود ڈالا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پھر ان حضرات سے

کب توقع ہو سکتی ہے کہ روضۂ امیر المؤمنینؑ سے بے ادبی کرنے والوں کے ساتھ بلا اپنی کسی غرض کے محض شیعوں کی خاطر عداوت کریں۔

پھر ابن اثیر کہتا ہے۔ اہل کرخ نے فقہاء حنفیہ کے مدرسہ کا قصد کیا۔ اور حنفی مدرس ابو سعد سرخسی کو مار ڈالا اور مدرسہ میں آگ لگا دی۔ فقیہوں کے مکان جلا دیے۔ اور فساد بڑھتے بڑھتے شرقی بغداد تک متعدی ہوا۔ باب الطاق اور بازار یح اور کفش دوزوں وغیرہم کے درمیان آتش قتال وجدال مشتعل ہوئی۔

بعد ازاں تحریر کیا ہے کہ جب واقعہ احراق مشہد کاظمینؑ کی خبر نور الدولہ وبیس بن مزید کو پہنچی تو یہ امر اسپر عظیم گراں گزرا۔ نہایت قلق ہوا۔ کیونکہ وہ اور اس کا خاندان اور تمام عمال نیل اور ان اطراف کے سب شیعہ مذہب تھے۔ انھوں نے اپنے علاقوں میں خطبوں سے خلیفہ قائم بامر اللہ کا نام موقوف کیا۔ دار الخلافہ سے خطاب بعتاب ہوا تو اس نے عذر خواہی کی کہ اس ولایت کے باشندے تمام شیعہ مذہب ہیں وہ اسپر متفق ہو گئے ہیں میں انکو اس سے باز نہیں رکھ سکتا جیسے خلیفہ ان سفلوں اور سفیہوں کو جنھوں نے مشہد کاظمینؑ میں وہ حرکتیں کیں روک نہ سکا۔ انتہیٰ

اس مقام پر پہونچکر قلم وقائع نگار نے دم راست کیا۔ کیا معنی کہ تاریخ امام ہمام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی آج حسب المرام باتمام پہونچی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اب ہم ناظرین شائقان حالات ائمۂ طاہرین سے رخصت ہوتے ہیں۔ آئندہ اگر حیات مستعار باقی ہے تو تاریخ سید الساجدین مولانا علی بن الحسین زین العابدین لے کر پھر حاضر خدمت ہوں گے۔ اور آپ کے

ملاحظہ میں لاکر خود بھی مثاب و ماجور ہوں گے۔ اور آپ کو بھی داخل حسنات کرائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسّلام خیر ختام ۔

راقم

عاصی مظہر حسن الموسوی غفرلہ

سہارن پور

گذارش از طرف خاکسار سیّد محمد حسین شوق زیدی سہارنپوری ناشر کتاب مستطاب العِقد النّاظم

باسمہ سبحانہ

وحید العصر و فرید الزمن، جناب مولانا سیّد مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی اثنا عشری سہارنپوری، ان خاموش و متین بزرگوں سے ہیں۔ جو بلا تمنائے مزد و اجرت، و بلا خیال نمود و شہرت، و بلا آرزوئے مرحبا و تحسین، دینی خدمت کرنا، اور مخلوق الٰہی کو فیض پہونچانا، اپنا فرض اوّلیں سمجھتے ہیں۔ جناب موصوف نے یہ دیکھکر کہ ارباب زمانہ صرف مشاہیر اسلام ہی نہیں، بلکہ ہر کس و ناکس کی سوانح عمریاں، اُردو داں پبلک میں پیش کر رہے ہیں۔ مگر ائمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم اجمعین کے حالات و سیر لکھنے کا کسی کو مطلقًا خیال نہیں، اس حالت پر اظہار

ملال ہی نہیں کیا، بلکہ توفیق و امدادِ الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ عزم بالجزم کرلیا، کہ جس طرح ممکن ہو ان حضرات کی علیحدہ علیحدہ تاریخیں مفصل و مشرح بکمال تحقیق لکھی جائیں۔ جن میں رطب و یابس روایتیں جمع کرنے، یا عبارت کو خواہ مخواہ طول دینے سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے۔ المنۃ للہ کہ جناب ممدوح مدت دراز سے اس شریفانہ خیال کو عملی صورت دے رہے ہیں، اور ہر چند بوجہ امراض لاحقہ، و افکار دنیا، و کثرتِ عیال، و تشتتِ احوال، جناب تیز روی سے کام نہیں لے سکتے، تاہم آہستہ آہستہ استقلال و اطمینان کے ساتھ منزل مقصود کی طرف رواں ہیں، چنانچہ اسوقت تک چھ اماموں کے حالات متعدد جلدوں میں مدوّن و مرتّب کر چکے ہیں، ممکن ہے کہ آئندہ ایسے صاحبانِ فضل و کمال اس طرف توجہ کریں جو مصنفِ علام سے بڑھ کر ان منازل کو طے فرمانے کی قابلیت رکھتے ہوں، کیونکہ ممدوح اس سلسلہ کے بادی ہیں خاتم نہیں۔ لیکن بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آجتک جن بزرگوں نے اس وادی میں قدم رکھا، مصنف علام کا کام، کیا باعتبار تحقیق و ژرف نگاری، کیا بلحاظ سلامتِ بیان و عذوبتِ زبان، ان سے ایک امتیازی شان رکھتا ہے، اور انداز تحریر قدرتاً اسقدر دلچسپ واقع ہوا ہے، کہ ناظرین کتاب شروع کر کے اسکو چھوڑنا نہیں چاہتے، ان تمام خوبیوں کے باوصف جو آپکی جملہ تصانیف مثل تہذیب المتین، و کشف الحقائق، و لمعۃ الضیا وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، زمانہ ناہموار نے کبھی یہ موقع نہ دیا، کہ مصنف علام خود اپنی کتابوں کو حسب تمنائے دلی طبع کرائیں۔ اسلئے **العقد الناظم لمنثور اللآلی فی آثار سیدنا موسی الکاظم** کا مسودہ بھی تکمیل کے بعد قریباً ڈھائی ...... ۲½ سال تک طبع نہ ہو سکا، جب خادم خاکسار کو اسکی اطلاع ملی، تو بدیں خیال کہ یہ گوہر گرانمایہ

نذر سیل حوادث نہ ہو جائے، میں نے اسکی طبع و اشاعت کا قصد کیا، لیکن بے زری نے میری راہ میں بھی وہی مشکلات پیدا کر دیں، جن سے مصنّف علام کو ہمیشہ پالا پڑتا رہا ہے۔ یہ عقدہ بدستور لاینحل رہتا، اگرچند اہل دل دوست خاکسار کی صدائے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً کا جواب کشادہ دلی سے نہ دیتے، اور اپنے کہن سال خادم کی ہمت مردانہ وار نہ بڑھاتے، یہ اُنھیں حضرات کی توجہ کا نتیجہ ہے، کہ آج کتاب مستطاب العقد الناظم طبع ہو کر ناظرین کرام تک پہونچ رہی ہے، گو باوجود بارہ سو اشتہار براہِ راست تقسیم کرنے، اور اخبارات میں اعلان دینے، اور خطوط لکھنے کے بھی میرے ذاتی احباب کے سوا دیگر اصحاب کی بہت کم درخواستیں آئیں، لیکن خادم خاکسار ابھی مایوس نہیں ہوا۔ اور العقد الناظم کی فروخت سے اس قدر روپیہ ملجانے پر کہ قرض حسنہ ادا ہو سکے، ابوجعفر محمدؑ بن علیؑ الباقرؑ (امام پنجم) کی سوانح عمری شائع کرنے کا ارادہ کر چکا ہے، خاکسار مطلق تاجرانہ مذاق نہیں رکھتا، نہ العقد الناظم کی اشاعت سے کوئی تجارتی فائدہ مدّ نظر ہے، بلکہ بقیہ مصارف طبع اور قرض حسنہ ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ جائے گی وہ مصنّف علّام کے مشورہ سے کسی دوسری سوانح عمری میں صرف کر دینے کا قصد ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، کاپیوں کے مقابلہ و صحّت، اور پروف کی درستی کا بار اگر حضرت اقدس مولوی حافظ خواجہ فیاض حسین صاحب قبلہ صدر مدرس مدرسہ منصبیہ میرٹھ نہ اُٹھاتے۔ تو کتاب اسقدر جلد، اور ایسی صحیح شائع نہ ہو سکتی، اس مخلصانہ و بیغرضانہ سعی کا صلہ درگاہ رب العزّت سے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور مل کر رہیگا وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ آخر پر ان حضرات کے اسمائے گرامی بشکریہ تمام درج کئے جاتے ہیں جنھوں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا، اور دعا ہے کہ خدائے کریم

صدوسی سال شاد و آباد رکھے وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ؁

فہرست چندہ دہندگان بابت طبع کتاب العقد الناظم

نمبر	اسمائے گرامی چندہ دہندگان	رقم قرض حسنہ
۱	عالی جناب بابو سید طالب حسین صاحب کلرک نارتھ ویسٹرن ریلوے مقیم سہارنپور	دعہ
۲	عالی جناب سید مبارک حسن صاحب رئیس مہین ضلع بجنور	دعہ
۳	عالیجناب مرزا حامد علی بیگ صاحب اتالیق سید اعجاز علی خانصاحب	ععہ
۴	ایک ہمدرد قوم جو نام ظاہر کرنا نہیں چاہتے	مار
۵	عالی جناب سید ابرار حسین صاحب مختار عدالت و ممبر وقف منصبیہ میرٹھ	دعہ
۶	عالی جناب سید محمد وصی صاحب ٹھیکہ دار میرٹھ و متولی وقف منصبیہ	عہ
۷	عالی جناب سید ظفر حسن صاحب صدر قانون گو سہارنپور	دعہ
۸	عالی جناب منشی امیر علی خاں صاحب رئیس بچوکرہ ضلع میرٹھ	دعہ
۹	عالی جناب سید یاور حسین صاحب مرحوم سہارنپوری	دعہ
۱۰	عالیجناب سید ابراہیم حسین خانصاحب رئیس جھنجانہ ضلع مظفر نگر	مار
۱۱	سید محمد مستحسن زیدی۔ بی۔ اے۔ بیرسٹرایٹ لا سلمہٗ ۔ سید محمد محسن زیدی بی۔ اے انسپکٹر آبکاری سلمہٗ ۔ سید محمد مرتقیٰ زیدی سلمہٗ ۔	مار
۱۲	سید محمد حسین شوق زیدی	مادعہ
	خادم قوم محمد حسین شوق زیدی سہارنپوری ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء مطابق	میزان

از تصنیف لطیف سخنور باکمال و شاعر عدیم المثال سیّد محمود حسین صاحب زیدی سہارنپوری متخلص بہ شاداںؔ

کتابے با حوال ہفتم امام
نوشتند مولانا مظہر حسن
ہم آل سیّد جیّد آلِ رسولؐ
بتحقیق و تدقیق اندر سیر
گہرہائے تاریخ شاداں بسفت
شدہ سالِ تصنیف ذکر مجید
ہم۔ اوصافِ موسیٰ کاظم امام
پئے عیسوی سال شد رہبری
سنِ عیسوی شد دگر بر محل
ہم از جانبِ طور گفتا نسیم
چو خانِ بہادر محمد حسینؐ
بنازد باں زہد و علم و عمل
تخلص ورا شوقؔ شیریں بیاں
خبر ہا ز تصنیف بالا شنید
بہ طبعش کشیدہ زرویش نقاب
سنِ طبع خوش گفت ہاتف بمن

علیہ الصّلوٰۃ و علیہ السّلام
ادیبِ زمن صاحبِ علم و فن
گلِ بوستانِ علیؑ و بتولؑ
نوشتند چندیں لنسخ بیشتر
بفرمانِ اوستاد تاریخ گفت
و باللہ۔ ھٰذا کتاب مفید

ہم۔ اسلوب کاظم علیہ السّلام ۱۳۔۔ھ

بہ تاریخ طرفہ گلِ جعفری ۱۳۔۔ھ

کہ۔ تاریخ ہفتم امامِ ملل ۶۱۹

کہ۔ تاریخ ہفتم امام کلیم ۶۱۹

بہ باغ سیادت از زیب و زین ۶۱۹

ادیبِ زمن، شاعرِ بے بدل
ز خامہ بقرطاس گوہر فشاں
بہ ظلمت درون نور مستور دید
ورا جلوہ گر گرد چوں آفتاب
بلیٰ اِنَّ ھٰذا الکتابُ حسن

۱۳ ۵ ۴۰

اعلان

مولانا سید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی سہارنپوری کی تین قابل قدر تصانیف یعنی تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین[1] و کشف الحقائق فی احوال جعفر صادق[2] و لمعۃ الضیاء من اخبار الرضا[3] پہلے ملک میں شائع ہو کر ناظرین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ للہ الحمد کہ اب چوتھی کتاب مسمّٰی بہ العقد الناظم جسمیں حضرت امام ہفتم کے مفصّل حالات ہیں، پبلک تک پہنچتی ہے۔ اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب قصد طبع نفرمائیں۔ اور جسقدر جلدیں مطلوب ہوں سید محمد حسین شوق زیدی سہارنپوری پنشنر ڈپٹی مجسٹریٹ نمبر مقیم خیر نگر دروازہ شہر میرٹھ سے طلب کریں۔

